

تذكرة الخواص

علامه ابن جوزي

عرض نامتھر

تذکرۃ الخواص کا اردو ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کے مولف جناب یوسف بن فرغی بن عبد اللہ البغدادی سبط الحافظ ابی الفرج عبد الرحمن بن ابو زری الحنفی کو سواد عظیم میں امام کا درجہ حاصل ہے آپ ۵۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۵۴ھ میں رحلت فرما گئے۔ اصل کتاب کو علامہ ابیکیر السید محمد صادق بحر العلوم نے نجف اشرف (عراق) میں شائع کیا ہم ان کی اجازت سے اس کتاب کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

فاضل مولف علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی اس لافانی کتاب میں چار دہ معصومین علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ بالخصوص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب میں فضائل معصومین علیہم السلام کا ایسا اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام کے لیے اس کا مطالعہ یقیناً ایمان افزہ ہوگا ہم جناب عماد الاعلام ثقت الاسلام جناب مولانا سید صفدر حسین صاحب قبلہ نجفی مدظلہ العالی کے سپاس گزار ہیں کہ انھوں نے ہماری استدعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اس کتاب کا ترجمہ فرمایا جزاکم اللہ خیر الجزاء امید ہے کہ ہماری یہ پیشگیس بھی شرف قبولیت حاصل کرے گی !

(ناشر)

شیپاس قیاس

ہم یہ مبارک کتاب میرزا محمدی ویلفیئر سوسائٹی ریسٹو

کراچی کے پر خلوص تعاون سے شائع کرنے کی سعادت حاصل
کر رہے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْحَسَنِينَ

دناشہ



ترتیب

عصیٰ مرتجم ، ۸	فقایائے امیر المومنین ، ۷۱
سوانح سبط ابن جوزی ، ۹	حدیث ناۃ ، ۷۱
پیش لفظ ، ۱۹	حدیث بارغ ، ۷۲
حضرت امیر المومنین ، ۲۳	حدیث ملائکہ ، ۷۲
فضائل امیر المومنین ، ۳۶	حدیث خلقت امیر المومنین ، ۷۲
فضائل امیر المومنین ، ۴۵	حدیث شاخ سرخ ، ۷۳
حدیث علم ، ۵۰	حدیث درینہ العلم ، ۷۳
بیت شکنی ، ۵۲	حدیث سیادت ، ۷۳
حب علی ، ۵۴	علی اہل جنت سے ہیں ، ۷۴
من کنت مولا ، ۵۵	حدیث قتل عمالقہ ، ۷۴
حدیث شب بخت ، ۶۱	حدیث رد شمس ، ۷۴
حدیث قربانی ، ۶۳	حدیث شیعیان امیر المومنین ، ۷۵
حدیث علی منی ، ۶۴	تذکرہ اولاد اطہار ، ۷۶
میرے پیغام کو علیؑ ہی پہنچائیگا ، ۶۵	خلافت ظاہرہ ، ۷۸
حدیث طیر ، ۶۷	روانگی لبصرہ ، ۸۵
حدیث سد ابواب ، ۶۹	والسپی حضرت عائشہ ، ۹۸
حدیث سرگوشی اور وصیت ، ۶۹	جنگ صفین ، ۹۹
حدیث اذیت ، ۷۵	حضرت عمارؓ ، ۱۰۱

قرآن مجید کے متعلق آپ کا کلام ، ۱۹۰

اہل شام ، ۱۹۱

خوفِ ظلم ، ۱۹۱

حضرت ابوذر ، ۱۹۲

قدر و قضا ، ۱۹۳

توحید ، ۱۹۳

خطوط برائے امرائے لشکر ، ۱۹۳

علمِ نجوم ، ۱۹۵

قضائے حوائج کا تذکرہ ، ۱۹۷

والدین سے حسن سلوک ، ۱۹۷

مناظرہ ، ۲۰۱

علوم مختلفہ ، ۲۰۱

وفاتِ حسرت آیات ، ۲۱۶

سببِ شہادت ، ۲۲۰

تذکرہ جعفر بن ابیطالبؑ ، ۲۲۹

ہجرت حبشہ ، ۲۲۹

شہادت حضرت جعفر طیارؑ ، ۲۳۵

اولاد جعفر طیارؑ ، ۲۳۶

عبداللہ بن جعفر ، ۲۳۹

ابو عبداللہ بن جعفر ، ۲۳۹

امام حسنؑ ، ۲۴۱

واقعہ تحکیم ، ۱۲۲

غمارج ، ۱۲۵

دومۃ الجندل ، ۱۲۹

زبدِ دور ، ۱۳۸

کلام الامام ، ۱۳۷

خطبہ منبر ، ۱۳۸

خطبہ بالغہ ، ۱۳۹

خطبہ ششقیہ ، ۱۵۲

خطبہ مدح رسولؐ ، ۱۵۵

خطبہ سانحہ وفاتِ رسولؐ ، ۱۵۶

خطبہ مدح نبی کریمؐ ، ۱۵۷

خطباتِ پند و نصائح ، ۱۵۹

خطبہ در توصیف صحابہ کرامؓ ، ۱۶۹

توصیفِ فقیہ ، ۱۷۳

وصایا ، ۱۷۴

وصیت بنام کیل بن زیاد ، ۱۷۵

وصیت اپنی اولاد کے نام ، ۱۷۶

احادیثِ رسولؐ اور کلامِ امیر المومنینؑ ، ۱۷۷

حضرت عمرؓ کا اعترافِ فضیلت ، ۱۷۹

واقعہ قاضی شریح ، ۱۸۷

کلامِ بھڑنے والا ، ۱۸۹

عصرِ ترجمہ

تذکرۃ الخواص اور اس کے مصنف کو علی دینا میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اراکینِ مکتبہ تعمیر ادب اور اکثر مومنین کرام نے مجھے متوجہ کیا کہ افادہ اہل اسلام کے لیے اس کتاب کا ترجمہ کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس ذمہ داری کو قبول کیا اور نہایت قلیل مدت میں اس کا ترجمہ کر ڈالا۔ اس سلسلے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے :

۱: مولف تذکرۃ الخواص حنفی المذہب ہیں اس لیے مترجم کا ہر واقعہ کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲: اگر کوئی واقعہ یا روایت شیعہ عقائد کے خلاف ہو تو اس سے چشم پوشی کی جائے۔

۳: سلسلہ اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ ان کا ذکر عوام بلکہ خواص کے لیے بھی مفید نہیں ہے۔

۴: کسی حدیث یا روایت پر مولف کی تنقیدی بحث کو اس لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اکثر مواقع پر جواب واحد ہے۔

۵: غیر مناسب روایات اور واقعات کو حذف کر دیا گیا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ میری یہ حقیر خدمت بارگاہِ اہلبیت عصمت و طہارت میں شرفِ قبولیت حاصل کرے۔

احقر

سید صفدر حسین حنفی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سوانح _____ علامہ سبط ابن جوزی

شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن فرغلی ابن عبداللہ بغدادی سبط حاکم ابوالفرج جوزی
ابن جوزی حنفی ۵۸۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ محمد عبدالحی بکھنوی نے اپنی کتاب
العوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ کے صفحہ ۲۳ پر ان کے مفصل حالات درج کیے ہیں وہ لکھتے
ہیں کہ یوسف نے علم فقہ میں کمال حاصل کیا اور اپنے نانا ابن جوزی سے احادیث
کی سماعت کی اور اپنے نانا ہی کی تربیت کی وجہ سے بچپن میں مذہب حنبلی کے پیرو ہوئے
پھر موصل اور دمشق کی طرف چلے گئے۔ اور جمال الدین محمود حصیری سے علم فقہ کی تعلیم لی
اور حنفی مذہب اختیار کیا۔ سبط ابن جوزی عالم، فقیہ اور واعظ تھے۔ لوگ ان کے پاس
بیٹھنا پسند کرتے۔ زبان میں انتہائی مٹھاس تھی۔ بحث و مباحثہ کے مرد میدان اور انتہائی
ذہین تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے شرح الجامع الکبیر۔ کتاب ایثار
الانصاف۔ تفسیر قرآن۔ منہج السؤل فی سیرۃ الرسول۔ اللوامع فی احادیث المتفق والجامع
اور مرآۃ النمان ہیں۔ اکیسویں ذی الحجہ ۶۵۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے عبدالعزیز
اپنے باپ سے تعلیم فقہ حاصل کی اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ماہ شوال ۶۶۹ھ
ان کی وفات پائی۔ اس کے بعد بکھنوی کہتے ہیں کہ ابن خلکان نے عون الدین یحییٰ ابن ہبیرہ ترمذی
۶۵۰ھ کے حالات میں لکھا ہے کہ فرغلی عون الدین ابن ہبیرہ کا غلام تھا اور اس نے شیخ
الالدین جوزی کی بیٹی سے شادی کی تو اس کے ہاں شمس الدین ابوالمظفر یوسف ابن فرغلی

سبط ابن جوزی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے تاریخ کی ایک کتاب لکھی جس کا نام مراۃ الجنان ہے
 میں نے دمشق میں اسے بیس جلدوں میں دیکھا ہے۔ اور وہ کتاب مولف کے اپنے خط کا لکھا
 ہوئی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اسی کتاب مراۃ الجنان میں ہے کہ علامہ واعظ مورخ شمس الدین
 ترکی ثم بغدادی سبط شیخ جمال الدین ابن جوزی کو ان کے نانا نے خود بھی تعلیم دی اور ایک اور
 جماعت علماء سے تعلیم دلوائی۔ اور ستائیس برس سے کئی سال بعد دمشق کو انہوں نے اپنا وطن
 بنالیا۔ وہاں اسے انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور ان کی ایک تفسیر کی کتاب انتیس
 جلدوں میں ہے اور شرح الجامع الکبیر اور ایک جلد مناقب ابو حنیفہ میں ہے۔ پھر کہتے ہیں
 کہ عبد الدین شیرازی نے کتب طبقات میں لکھا ہے کہ سبط ابن جوزی کا والد وزیر عون الدین
 ابو ہبیرہ کا غلام تھا۔ لیکن بمنزلہ بیٹے کے رکھتا تھا اس لیے اسے آزاد کر دیا۔ اور اس کے
 لیے شیخ جمال الدین کی بیٹی کی خواستگاری کی۔ شیخ سے انکار نہ ہو سکا۔ پس اس عورت کے
 بطن سے یوسف مذکور پیدا ہوئے۔ انہیں نانا نے تعلیم دلوائی اور مسلک حنفیہ کا پیرو
 بنایا۔ وہ وعظ و نصیحت میں اپنے زمانہ کے منفرد سمجھے گئے۔ ان کے وعظ و پند سے دل
 رقیق ہو جاتے، ان کا کلام سن کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے وہ اپنے معاصرین سے
 بڑھ گئے بلکہ بہت سے گزشتہ و عظیم سے بھی سبقت لے گئے۔ ان کی مجالس وعظ و دلوں
 اور آنکھوں کے لیے پاکیزگی کا باعث ہوتی۔ ان کے وعظ میں صلحاء، حاکم وقت اور وزراء
 حاضری دیتے، ان کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جس میں لوگوں کی ایک خاصی تعداد ان کے
 وعظ و پند سے متاثر ہو کر توبہ نہ کرتی۔ بہت سی مجالس میں ذمی کفار مشرف برا سلام ہوتے
 مسجد دمشق میں جس صبح کہے لیے ان کے وعظ کا اعلان ہوتا رات ہی سے لوگ جگہ حاصل کرنے
 کے لیے مسجد میں آنا شروع ہو جاتے۔ موصوف حنبلی مذہب کے پیرو تھے۔ لیکن ملک معظم ہر
 عیسائی کی ہمنشینی کی وجہ سے بادشاہ نے انہیں اپنی طرف مائل کر لیا۔ اور مذہب ابو حنیفہ کا
 پیرو بنادیا۔ ملک معظم مذہب حنفی میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔

نیز محمد الدین ابو محمد عبدالقادر ابن ابوالوفاء قرشی حنفی مصری نے اپنی کتاب الجواب
المفید فی طبقات الحنفیہ کی جلد ۲ ص ۲۳۵ پر مولف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موصوف
نے اپنے نانا سے بغداد میں حدیث روایت کی اور ابوالفرج ابن کلیب اور ابو حنیفہ ابن
طبرزد سے علم حاصل کیا۔ موصل اور دمشق میں تعلیم حاصل کی اور دمشق و مصر میں سلسلہ
بیان حدیث شروع کیا۔ طوک، امراء، علماء اور عوام سے وعظ و غیرہ میں مقبولیت کی سند
حاصل کی۔ وہ اپنی کتاب مراۃ الزمان میں لکھتے ہیں کہ شیخ موقت الدین ابن قدامہ حنبلی ان
کے وعظ میں حاضر ہوتے تھے۔ موصوف کی تصنیف شرح جامع البکیر اور اثار الانصاف میں
جیل قالیون میں اکیسویں ذی الحجہ ۶۵۴ھ بروز منگل بوقت شب وفات پائی۔ جیل قالیون
شمالی کی جامع مسجد کے سامنے ان کی نماز جنازہ سلطان ملک الناصر صلاح الدین یوسف ابن
محمد ابن ملک طاہر غازی ابن یوسف ابن الیوب نے پڑھائی۔

ابن عماد حنبلی نے کتاب شذرات الذہب جلد ۱ ص ۱۶۱ حوادث ۶۵۴ھ میں لکھا ہے
کہ اسی سال سبط ابن جوزی علامہ واعظ مورخ شمس الدین ابوالمنظر یوسف ابن فرعلی ترکی
شم بغدادی ہمسری حنفی سبط شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے وفات پائی، اس کے نانا نے
خود بھی تعلیم دی اور ابن کلیب اور دیگر لوگوں سے تعلیم دلوائی۔ سن ۶۵۴ھ کے چند سال
بعد دمشق میں پہنچا اور وہاں وعظ شروع کیا۔ ان کے لطیف فضائل اور عمدہ وعظ کی
وجہ سے انھیں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کی تفسیر تہمتیں جلدوں میں ہے جو الجامع
البکیر کے نام سے موسوم ہے۔ اور ان کی کتاب مراۃ الزمان اسم بامسمیٰ ہے اور ایک جلد
مناقب ابو حنیفہ میں ہے۔ تدریس اور فتویٰ دیا کرتے تھے۔ بادشاہوں کی نظر میں قابل
احترام تھے۔ ملک معظم نے انھیں مذہب ابو حنیفہ کی طرف پھیر لیا۔ اس بارے میں بہت سے
لوگوں نے ان پر تنقید کی یہاں تک کہ ایک دفعہ جب وہ منبر پر تھے تو ایک صاحب حال فقیر
نے ان سے کہا کہ کسی بڑی شخصیت سے انسان اس وقت تک اعتراض نہیں کرتا جب تک

اس میں کوئی عیب نہ دیکھے بھتیں امام احمد میں کو سنا عیب نظر آیا کہ تم اس سے روگردان ہوئے
توسبط ابن جوزی نے اس سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ، وہ فقیر کہنے لگا۔ میں تو خاموش ہو جاتا
ہوں لیکن آپ کوئی کلام فرمائیے۔ موصوف نے جواب دینا چاہا لیکن نہ دے سکے اور منبر
سے اتر آئے۔ اگر ان کی کتاب مرآۃ الزماں کے علاوہ کوئی اور کتاب نہ بھی ہو تو ان کی عظمت
کے لیے کافی ہے۔ اپنی تالیف میں انھوں نے عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا ہے۔ اول
زمانہ سے لے کر ۶۵۲ھ کے اوائل تک کے حالات لکھے ہیں اور اسی سال ان کی وفات
ہوئی ہے۔ میں ذی الحجہ منگل کی رات اپنے مکان واقع جبل الصالحیہ میں وفات پائی
اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کے دفن کے وقت ملک ناصر بادشاہ شام موجود تھا۔

نیز سہیل پاشا بغدادی نے بدیع العارفین و اسماء المولفین و آثار المستفین کی جلد
۵۵ پر ان کے حالات زندگی درج کیے ہیں اور اس کی تصانیف میں کتاب انصار الامم
امۃ الامصار (یعنی ابو حنیفہ) اشار الانصاف، ایضاح القوانین، الاصطلاح اور
تذکرۃ الخواص من الامۃ فی ذکر مناقب الائمہ (زیر نظر کتاب) تفسیر القرآن ۲۹ جلد۔ تلخیص
الجامع، کبیر الشیبا فی الفرع۔ مصرۃ الزمان۔ شرح صحیح مسلم۔ کنز الملوک فی کیفیۃ الملوک
مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ۳ جلد۔ معاون الابرار ۱۹ جلد۔ مختصر الامح فی احادیث المتحقہ
والجامع۔ منہج الرسول فی سیرۃ الرسول۔ نہایتہ الصالح فی شرح المتقو والجامع کی دوسری
شرح کو شمار کیا ہے۔ بسیا کہ مقدم الذکر بغدادی نے اپنی کتاب ایضاح المکنون ذیل کشف
المنون جلد ۱ ص ۲ پر ان کی کتاب تذکرۃ الخواص الامۃ بہ ذکر مناقب الائمہ کا ذکر کیا ہے۔
نیز یوسف انیان سرکیس نے معجم المطبوعات جلد ۱ ص ۶۵ اور ص ۶۹ پر اس کے حالات
نقل کیے ہیں۔ اور اس کی کتب مطبوعہ میں تذکرۃ خواص الامۃ بذکر خصال النص الائمہ کو ذکر کیا ہے
نیز جرجی ندیان نے اپنی کتاب تاریخ آداب اللغۃ العربیہ میں اس کی کتب میں سے
تذکرۃ خواص الامۃ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت علیؑ اور آئمہ اثنا عشر کے

حالات میں ہے اور ایران میں ۱۲۸۸ھ میں طبع ہوئی ہے۔

اور بہت سی کتب رجال میں مؤلف کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے بعض مؤلفین اور ان کی کتب حسب ذیل ہیں۔ ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرہ میں، ذہبی نے میزان الاعتدال میں، ابوالفدا نے مختصر فی اخبار البشر میں، مسقریزی نے الملوک میں، ابن حجر نے لسان المیزان میں، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، یافعی نے مرآة الجنان میں، بغوی نے الدارس میں، ابن عماد نے شذرات الذهب میں، قرشی نے الجواہر المصنیۃ میں، ابن قطلوبغا نے تاج التراجم میں، طاش کبریٰ نے مفتاح السعادة میں حاج خلیفہ نے۔ کشف الظنون میں لکھنوی ہندی نے، فوائد بہیہ میں بغدادی نے، ہدیۃ العارفین میں ایضاح المکنون میں علی نے، فہرست مخطوطات الموصل میں کورکیسی عواد نے، المخطوطات التاريخیہ میں عباس غزاوی نے، التعریف بالمورخین میں کوبری زادہ محمد بادشاہ نے، کتبخانہ سندھ میں طغی عبدالبدیع نے، فہرست المخطوطات المصورہ میں کتانی نے، فہرست الفہارس میں، سید نے المخطوطات المصورہ میں اور المکتبۃ البدیہ فی فہرست الطب میں اور اصحاب فہرست الخدیویہ میں اور جعفر حسنی نے مجلداً لمجمع العلوی والعربی میں صلاح الدین المنجد نے مجلہ معجم المخطوطات میں، صاحب تاریخ علماء بغداد ابن خلکان نے وفیات الاعوان میں۔ صاحب فہرست المہتدی جرجی زیدان نے آداب اللغة العربیہ اور دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں تذکری نے اعلام میں، کحالہ نے معجم المومنین میں۔ یعقوب البیان سرکسی نے معجم المطبوعات میں خواجہ انصاری نے روایات الجنات میں اور بہار کے شیخ بزرگ طہرانی نے کتاب ذریعہ میں اور محدث شیخ عباس قمی نے الکئی واللقاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں جن علام سے اجازۃ قراءۃ سماعۃ روایت لی ہے ان کے

نام اس ترتیب سے درج ذیل ہیں جس طرح کتاب میں ہیں :

۱۔ عبداللہ بن ابی محمد حربی سے بغداد میں سماعاً ۵۹۶ھ (ص ۴)

۲: ابوالفرج ابن جوزی حیدماری مولف (ص ۸)

" " " " " (ص ۱۱)

۳: علامہ زید ابن الحسن بن زید کندی (ص ۱۱)

۴: ابو محمد عبدالعزیز بن محمد بزاز (ص ۲۳)

۵: عمرو ابن صافی موصلی استاد مولف (ص ۳۳)

۶: ابوالفرج ابن جوزی حیدماری مولف سے بغداد میں سماعاً ۵۹۶ھ (ص ۴۹)

۷: ابوالقاسم عبدالحسن بن عبداللہ بن احمد طوسی (ص ۴۹)

۸: عبدالوہاب (ابن عبداللہ) مقری (ص ۹۲)

۹: ابو محمد بزاز (ص ۱۰۳)

۱۰: ابوطاہر خرنیکی (ص ۱۱۰)

۱۱: عبدالملک بن مظفر بن غالب جزبی (ص ۱۱۲)

۱۲: احمد بن جعفر (ص ۱۱۳)

۱۳: عبدالوہاب بن علی جینی (ص ۱۱۶)

۱۴: عبدالرحمن بن ابی حامد حرابی (ص ۱۱۷)

۱۵: ابوالفرج ابن جوزی حیدماری مولف (ص ۱۱۸)

۱۶: سید شریف ابوالحسن علی ابن محمد حسینی (ص ۱۲۰)

۱۷: ابو حفص عمر ابن محمد رافضی قرآۃ علیہ (ص ۱۲۰)

۱۸: علی ابن الحسین (ص ۱۲۲)

۱۹: ابوالقاسم نقیس ابناری استاد مولف (ص ۱۲۲)

۲۰: عبداللہ بن ابو محمد حرابی (ص ۱۲۷)

۲۱: ابوطاہر خرنیکی (ص ۱۲۸)

- ۲۲ : عبد الوہاب بن عبد اللہ مقری (ص ۱۴۰)
- ۲۳ : عبد اللہ بن علی حنفی (۱۴۱)
- ۲۴ : ابو الحسن بن بخار مقری (ص ۱۵۰)
- ۲۵ : ابو الفرج بن جوزی خدادری مؤلف (ص ۱۷۲)
- ۲۶ : " " " " (ص ۲۱۳)
- ۲۷ : ابو محمد جہیری (ص ۲۳۳)
- ۲۸ : قاضی اسعد ابو نیرکات عبد القوی بن ابو المعالی بن جبار سعدی سے دیار مصر
میں ماہ جمادی الاولیٰ ۶۰۹ھ میں سماعاً (ص ۲۶۳)
- ۲۹ : زبید ابن حسن لغری (ص ۲۶۸)
- ۳۰ : ابو عبد اللہ محمد بن بندجی بغدادی (ص ۳۰۸)
- ۳۱ : ابو الفرج ابن جوزی خدادری مؤلف (ص ۳۰۸)
- ۳۲ : ابو المجد محمد ابن ابو المکارم قزوینی سے دمشق میں ۶۲۲ھ (ص ۳۱۳)
- ۳۳ : ابو الفرج ابن جوزی سے سماعاً بغداد میں ۵۹۶ھ (ص ۳۱۷)
- ۳۴ : عمر بن معمر کاتب (ص ۲۳۶)
- ۳۵ : عبد الوہاب ابن علی حنفی (ص ۳۴۴)
- ۳۶ : ابو محمد بنار (ص ۳۴۸)
- ۳۷ : ابو الفرج ابن جوزی (ص ۳۶۲)
- ۳۸ : عبد الملک بن مظفر بن غالب جزی (ص ۳۶۷)
- ۳۹ : ابو محمد عبد الوہاب مقری (ص ۳۶۸)
- ۴۰ : ابو الفرج ابن جوزی (ص ۳۶۹)
- ۴۱ : عبد اللہ بن احمد مقدس قرآۃ علیہ ۶۰۴ھ (ص ۳۷۰)
- (ص ۳۷۱) " " " " " "

۲۲ : عبداللہ بن احمد مقدس قرآۃ علیہ (ص ۳۷۱)

۲۳ : ابوالفرج ابن جوزی (۳۷۱)

۲۴ : " " " (۳۷۳)

اور مؤلف اپنی دیگر کتب میں اپنے اساتذہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان کتب کی طرف رجوع کریں۔ محدث ابو محمد عبدالقادر بن ابوالوفاء قرشی حنفی مصری نے اپنی کتاب الجواہر المصنیہ کی جلد ۲ ص ۲۳ پر مؤلف کے اشعار نقل کیے ہیں لکھتے ہیں کہ مجھے امام شرف الدین ابویوسف یعقوب ابن احمد حلبی نے خبر دی کہ میں نے اپنے استاد امام حافظ کمال الدین ابی حامد محمد بن علی بن محمود محمودی صابونی کے سامنے یہ اشعار پڑھے اور کہا کہ یہ اشعار امام بقیۃ السلف ابومظفر یوسف بن قر علی بن عبداللہ بغدادی نے اپنے متعلق بروز جمعرات ۲ شعبان ۶۳۲ھ اپنے مکان مرج الرجاج جو دمشق کی پشت پر واقع ہے سنائے۔ ترجمہ اشعار درج ذیل ہے :

۱ : میری مصیبت کو دور کر نیوالے تجھ پر میرا بھروسہ ہے۔ اور اے وہ جو میری بھتی کے وقت تنہائی میں میرا ملنس و مددگار ہے۔

۲ : اور اے وہ کہ میں نے جس کے عہد کو کئی بار توڑا جو میرے اور اس کے درمیان ہے باوجود اسکے میری رسوائی ظاہر نہ ہوئی۔

۳ : میری فریاد رسی کیونکہ میں نے جہالت کی وجہ سے بیری نافرمانی کی تھی میری فریاد کو پہنچ کیونکہ میرے گناہوں کے سبب میری مصیبت طویل ہو گئی ہے۔

۴ : اگر میری آنکھ آنسو کی سخاوت کرتی تو میں اپنے اوپر نوحہ کرتا اور میرا نوحہ اور زاری طویل ہوتے۔

۵ : لیکن میرے گناہوں کے زخموں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ پس میری بد بختی اور قساوت قلبی کی وجہ سے آنسو کم ہو گئے ہیں۔

۶: میں اپنے گناہوں کا قیام ہو گیا ہوں پس کتنا برا حال ہے میرا اپنی مصیبت اور غفلت کی وجہ سے۔

مولف کا بیٹا عبدالعزیز بن یوسف بن فرغلی اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کی جگہ مدرسہ عربیہ میں جو میدان البکیر کے نام سے مشہور تھا، درس دیا کرتا تھا اور ماہ شوال کے آخر میں ۱۲۶۶ھ میں اس نے وفات پائی اور باپ کے پہلو میں دفن ہوا۔ اس کے حالات محی الدین قرشی نے اپنی کتاب البحر المصنیہ جلد ۱ ص ۳۲۲ پر درج کیے ہیں۔

محمد صادق بحر العلوم

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا یا رحمت اور سلامتی نازل فرما ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
 شیخ امام عالم علامہ فاضل مہنامہ وحید عصر فرید ہر جمال دنیا و دین بقیہ علماء عالمین
 برکت ملک سلاطین یوسف نواسہ شیخ امام عالم زاہد و کامل لسان عرب ترجمان ادب
 سید المتکلمین ابوالفرج عبدالرحمن بن جوزی خدا اس کی روح کو مقدس اور قبر کو منور
 فرمائے کہتے ہیں :

حم ہے اس خدا کیلئے جو چھوٹی بڑی نعمتوں کا بخشنے والا ہے اور ہر مصیبت
 کا دور کرنے والا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور بہترین اعتدال میں رکھا۔ اور اسے
 تمام ذی روح چیزوں پر تکویم و شرف کے لحاظ سے فضیلت دی فصاحت لسانی
 سے عطا فرمائی اور بہترین کتب اس پر نازل کیں۔ اس کو کلمات ظاہرہ کی معرفت
 اور مشکل غمتوں کی پوشیدگیوں اور لطیف تاویلات سے مخصوص فرمایا اور رحمت
 خدا ہو سانسے سردار حبیب اور شفیع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر جو عدل طریق کے ہادی
 بہترین راستے اور واضح ترین سبیل کے داعی ہیں جو کہ کلمہ حق کی طرف ارشاد کرنے
 والے عظیم ترین برابان اور روشن ترین دلیل سے تمام مخلوق کے ناصح ہیں۔ قدیم
 زمانہ سے جن کی نعمت توراۃ میں اور اوصاف انجیل میں موجود ہیں۔ تفسیر و تعظیم اور

اور بزرگی کے ساتھ کریم بنا کر تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور رحمتِ خدا ہو آپ کی
 آلِ اصحابِ عمرت اور آپ کی ملت میں سے مخصوص اصحاب پر جو روشن پستیائوں والے
 ہیں جنہوں نے آپ کے دین کے قیام پر ہر زمانہ میں نصرت کی۔

(مؤلف)

نكرة الخواص

۱۵۲۰۱

تذکرۃ الجواهر

حضرت امیر المومنین علیہ السلام

بعد حمد و ثنائیں یہ کتاب امام علیم، پیکرِ حلیم، سید کریم برادرِ رسول زوجِ بتول، سیف اللہ مسلول سید حقار ابن عم مصطفیٰ، امام و عالم دین، قاضی و حاکم شرع متین، منصف بر مظلوم از ظالم، متصدق در جلوة بخاتم مفرق کما تب منظر العجائب اسد اللہ الغالب ابو الحسنین علی ابن ابیطالب خداوند عالم آپ سے اور آپ کی زوجہ محترمہ سے راضی رہے اور سیدہ عالم کے پدر بزرگوار پر رحمت نازل کرے اور ہمیں حضور کے گروہ میں محشور فرمائے اور خداوند عالم باقی صحابہ اور اہلبیت سے راضی رہے کے تذکرہ میں ہے۔

نسب ادک علی ابن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرة بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزيمة بن مدركة بن الياس بن نزار بن معد بن عدنان ہیں آپ کا سلسلہ عدنان تک متفق علیہ ہے۔ اور عدنان سے لے کر حضرت آدم تک چونکہ اختلاف ہے لہذا ہم نے عدنان تک ہی اختصار کیا ہے۔ جناب ابوطالب کا نام عبد مناف تھا۔ اور جناب عبد اللہ سرکارِ رسالت کے سگے بھائی تھے۔ دونوں کی والدہ فاطمہ بنت

عمر بن عازبؓ، عبدالمطلب کا لقب شیبۃ النحر ہے کیونکہ ان کے سر پر سفید بالوں کا ایک گچھا تھا۔ آپ کی کنیت ابوالمطلب ہے کیونکہ اہل مکہ ان کی وجہ سے پانی سے سیراب ہوتے تھے لہذا وہ اس کنیت سے آپ کو پکارنے لگے۔ آپ کو عبدالمطلب اس لیے کہا گیا کہ مکہ میں حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام اور مہانداری آپ کے چچا عبدالمطلب کے ذمے تھی اور یہ مطلب ہاشم کے بھائی تھے اور ہاشم نے مدینہ میں بنی نحر کے گھرانے کی ایک خاتون سے شادی کر لی تھی جس کا نام سلمیٰ بنت عمر تھا۔ اس کے شکم سے شیبۃ الحمد مدینہ میں پیدا ہوئے اور مکہ میں جناب ہاشم وفات پا گئے۔ شیبۃ کی نشوونما مدینہ میں ہوئی۔ اہل مکہ میں سے ایک شخص وہاں سے گزرا جہاں شیبۃ بچوں کے ساتھ تیر اندازی میں مصروف تھے اور کہتے تھے میں سردار قریش اور ابوالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اس شخص نے ان کے متعلق لوگوں سے سوال کیا تو بتایا گیا کہ یہ ہاشم کے فرزند ہیں۔ جب وہ مکہ میں پہنچا تو مطلب کو اس واقعے سے باخبر کیا وہ فوراً روانہ ہو گئے۔ اور مدینہ میں پہنچ کر انھیں بچوں میں کھیلتا دیکھا تو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب مکہ میں پہنچے تو لوگ کہنے لگے کہ یہ مطلب کا غلام ہے۔ مطلب کہنے لگے تمھارا برا ہو یہ تو میرے بھائی ہاشم کا فرزند ہے لیکن یہ نام مشہور ہو گیا۔ جب مطلب فوت ہوئے تو ان کے قائم مقام عبدمناف (ظاہر عبدالمطلب) ہوئے اور جناب ہاشم کا نام عمرو اور ہاشم لقب ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ مکہ میں قحط سالی ہو گئی اور تمام اہل مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے تو جناب ہاشم ان کے لیے روٹی کے ٹکڑوں کا چور ابلاتے اور انھیں کھلاتے تھے۔ اس سلسلے میں شاعر کہتا ہے:

عمرو العلیٰ ہشام الثوبید لقومہ

ورجال مکة مستنون عجا فـ

(اور بلند ترین عمرو نے اپنی قوم کے لیے شیبہ بنایا اور آغا لیکہ مکہ کے لوگ

سخت قحط میں مبتلا تھے۔)

اور عید متاف کا نام مغیرہ تھا۔ اور قصبی کا نام زید تھا۔ قصبی انھیں اس لیے کہا گیا چونکہ ان کی ماں انھیں مکہ سے دور شام لے گئی تھیں۔ ان کا نام مجمع اور اس کے علاوہ اور نام بھی تھے۔

قصبی کی والدہ فاطمہ بنت سعد تھیں، کلاب بن مرہ نے ان سے شادی کی، وہ فوت ہوئے تو قصبی ابھی بچہ تھے تو فاطمہ سے ربیعہ بن حزام بن ضبہ نے شادی کر لی اور اسے شام لے گیا۔ قصبی بھی ساتھ تھے جب قصبی بڑے ہو گئے تو واپس مکہ لوٹ آئے اور مکہ پر ان کا تسلط ہو گیا اور انھوں نے قبائل قریش کو مکہ میں جمع کر لیا۔

کلاب کی والدہ ہنہ بنت سوید بن ثعلبہ تھیں اور مرہ کی ماں کا نام مغشیہ بنت شیان تھا۔ اور کعب کی والدہ مادیہ بنت کعب تھیں۔ لوی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت خالد بن نضر بن کنانہ تھا۔ غالب کی ماں کا نام لیلیٰ بنت حریث اور فہر کی والدہ جندلہ بنت عامر جرہمہ تھیں۔ قصبی کے بعد فہر ہی تھے جنھوں نے قریش کو دوبارہ مجتمع کیا بعض کہتے ہیں کہ نضر بن کنانہ کا لقب قریش ہے اور جو اولاد نضر میں سے نہیں اسے قریشی نہیں کہا جاسکتا۔ اور پہلے قول کی بنا پر جو قصبی کی اولاد سے نہیں وہ قریشی نہیں ہو سکتا اور قریش کے معنی جمع کرنا اور لبیک کہنا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قریش ایک سمندری جانور کا نام ہے جو دریگہ سمندری جانوروں کو کھا جاتا ہے اسی کے نام پر قریش کا یہ نام پڑا۔

مالک کی ماں عرابہ بنت سعد بن قیس عیلان تھیں اور خزیمہ کی سلمہ بنت اسلم قناتہ اور مدرکہ کا نام عمرو تھا۔ ان کی والدہ خندف اور بعض کے نزدیک لیلیٰ بنت حلوان قناتہ تھیں اور الیاس کی والدہ زباب بنت جحیت بن معد بن سادہ مضر کی والدہ کا نام سودہ بنت عکب اور نزار کی معاتہ بنت حوشم اور معد کی ہوزہ سلمیہ۔

علماء میں اختلاف ہے کہ آپ کا نام علی کیسے رکھا گیا۔ مجاہد کا قول ہے کہ ولادت کے وقت آپ کی والدہ نے یہ نام رکھا اور عطا ہوا

اس کی لہجہ

یہ کہ والدہ نے نام توحید رکھا تھا۔ اور اس کی دلیل آپ کا خیر کے دن کا یہ قول ہے کہ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ پس جب آپ نے رسول اکرم کے دوش مبارک پر سوار ہو کر بیت توڑے تو بہ سبب علو رفعت و شرف کے نام علی ہوا۔ مجاہد کا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ روایات سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ نے ولادت کے وقت ہی یہ نام رکھا تھا۔ اور والدہ علی کا علی نام رکھنا حیدر کے ساتھ بھی منافات نہیں رکھتا۔ کیونکہ حیدر شیر کا ایک نام ہے۔ اس کی گردن اور بازوؤں کی درشتی اور سختی کی وجہ سے۔ اور اسی طرح امیر المومنین کا نام تو علی ہے اور حیدر آپ کی صفت ہے رسول اللہ نے آپ کا نام ذوالقرنین بھی رکھا۔ حدیث سند کے ساتھ سلمہ ابن طفیل نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا یقیناً میرے لیے جنت میں ایک قصر ہے اور تو اس امت کا ذوالقرنین ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں ذکر کیا ہے۔ نیز اس کتاب میں بھی ذکر کیا ہے کہ جس میں فضائل امیر المومنین جمع کیے ہیں۔ سنائی نے بھی مسند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

آپ کو بطین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ میں علم لبریز تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے اگر میرے لیے مسند علم بچھا دی جائے تو میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر اتنی بیان کروں کہ جس سے ایک اونٹ کا بار ہو جائے۔

آپ کو انزع بھی کہا جاتا تھا کیونکہ آپ کو کبھی شرک نے مس نہیں کیا۔ بعض کہتے ہیں چونکہ آپ کے سر کے اگلے حصے میں خود پہننے کی وجہ سے بال نہیں تھے اسلئے انزع کیا۔ آپ کو اسد اللہ اور اسد الرسول بھی کہا جاتا ہے۔ یعسوب المومنین بھی آپ کو کہتے ہیں۔ یعسوب شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں۔ وہ سب مکھیوں میں زیادہ سمجھدار ہوتا ہے چھتے کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے جب کوئی مکھی وہاں سے گزرتی ہے تو وہ اس کے منہ کو سونگھتا ہے اگر اس سے بوسے بدلتے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ کسی

بلو دار پودے سے رس لیکر آئی ہے۔ پس اس مکھی کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے اور چھتے کے دروازہ پر پھینک دیتا ہے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت کا باعث ہو اسی طرح حضرت علیؑ جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو جائیں گے اور لوگوں کو سونگھیں گے جس سے اپنے بغض کی بوائیگی اسے جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے۔

کتاب صحاح میں ہے کہ یعسوب شہد کی مکھیوں کا بادشاہ ہے اور اسی لیے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ اور مومنین شہد کی مکھیوں کے مشابہہ ہیں۔ کیونکہ شہد کی مکھی پاک و طیب چیز کھاتی ہے۔ اور پاک و پاکیزہ چیز اس سے نکلتی ہے۔ علیؑ مومنین کے امیر ہیں اور آپ کو ولی، وصی، تقی، قاتل انکاشین، دالقا سطین، مثل ہارون، صاحب لواء، خالص النخل، کاشف الکرب، ابوالرحمانتین، بقیۃ الاولیاء اور بہت سے القاب سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوالحسنین، ابوالقاسم، ابوتراب اور ابو محمد ہے۔ **کنیت** اور بنی کریم نے آپ کی کنیت ابوتراب رکھی۔ اور یہ حدیث مسند بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ اور امام احمد نے ابی حازم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص سہل ابن سعد کے پاس آیا اور کہنے لگا فلاں شخص منیر علیؑ کا ذکر کرتا ہے۔ سہل نے کہا وہ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا وہ آپ کو ابوتراب کہتا ہے اور ابوتراب پر (معاذ اللہ) لعنت کرتا ہے۔ سہل غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ کنیت تو آپ کی رسول اللہؐ نے ہی رکھی تھی۔ کوئی نام بھی علیؑ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔

زہری کا بیان ہے کہ اس وقت علیؑ کو سب کہتے تھے ابیہر و ان بن الحکم تھا کیونکہ یہ (غلیث) معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔

حاکم ابو عبد اللہ فیشاپوری کا کہنا ہے کہ بنی اسیمہ اس نام کے ساتھ علیؑ کی تنقیص کیا کرتے تھے حالانکہ یہ نام تو رسول اللہؐ نے رکھا تھا۔ اور امیر المومنینؑ پر خطبہ کے بعد یہ

(ملاحین) اپنی حکومت کے زمانہ میں لعنت کرتے تھے اور اس نام سے آپ کا مذاق اڑاتے تھے لیکن درحقیقت یہ تو اس کا مذاق اڑاتے تھے جس نے آپ کا نام رکھا تھا۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے کہ دو سے رسول کیا تم لوگ، اللہ اسکی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کرتے ہو۔ تم عذر تراشی نہ کرو بیشک تم لوگ ایمان لانیکے بعد کافر ہو گئے ہو اور جو کچھ حاکم نے ذکر کیا ہے یہ درست ہے کیونکہ یہ لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کی ہے کہ وہ معاویہ بن ابی سفیان کے دربار میں حاضر ہوئے تو معاویہ کہنے لگا تمہیں ابو تراب کو سب و شتم کرنے سے کیا چیز روکتی ہے الخ۔ اس روایت کو ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ یہ کیفیت (سب علی) عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک بدستور رہی۔ پس اس نے سب کی جگہ یہ آیت مقرر کی۔ ان الله ياحي العدل والاحسان (اللہ عدل و نیکی کا حکم دیتا ہے) جب عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک بادشاہ ہوا تو وہ بھی سب و شتم سے احتراز کرتا رہا۔ جب لوگوں نے اس کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا کہ ہمیں اس سے کیا سروکار ہے! اور پھر یہ کیفیت یونہی رہی اور بعض کہتے ہیں کہ ولید بن یزید نے دوبارہ سب و شتم علی پر شروع کر دیا تھا۔

آپ متوازن جسم، کشادہ آنکھیں، مضبوط بازو، میانہ قد

شکل و شباہت

اور عریض اللحية تھے۔ آپ غضاب نہیں

لگاتے تھے اور ایک روایت ہے کہ آپ طوڑھی پر پہلے ہندی لگایا کرتے تھے پھر اسے ترک کر دیا

ہم آپ (ابوطالب) کا نسب بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ کہ آپ

والد گاہی

عبدالطلب کے فرزند تھے۔ اور جب عبدالطلب کا وقت وفات

قریب آیا تو انھوں نے ابوطالب کو اپنا وصی مقرر کیا اور رسول اللہ کے معاملہ میں ان سے

عہد و وصیت کی اور محمد بن سعد نے کتاب الطبیقات میں علما کی ایک جماعت سے جن میں ابن عباس مجاہد عطار زہری ہیں اس سلسلے کے کچھ واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے ان علما کا بیان ہے کہ عبد المطلب نے اس وقت وفات پائی جبکہ رسول اللہ کی عمر آٹھ سال تھی۔ اور عبد المطلب کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی اور وہ مقام حجون میں دفن ہوئے۔ ام امین فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ وہ عبد المطلب کے تابوت کے نیچے روتے ہوئے جا رہے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عبد المطلب کی عمر وقت وفات اسی سال تھی لیکن پہلا قول اظہر ہے۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بنی مذحج کے قیافہ شناس لوگوں کی ایک جماعت نے عبد المطلب سے کہا جب کہ انھوں نے رسول اللہ کے قدموں کے نشاں دیکھے کہ اسے ابولہبلی اس کی حفاظت کیجیے کیونکہ ہم نے اس کے قدم سے زیادہ مشابہہ کوئی قدم نہیں دیکھے اس قدم کے ساتھ جو مقام ابراہیم میں موجود ہے تو عبد المطلب نے ابوطالب سے کہا کہ سنتے ہو یہ لوگ کیا کہتے ہیں یقیناً میرے اس بیٹے کے لیے ایک خاص ملک ہے۔ پھر (یعنی عبد المطلب کی وفات کے بعد) ابوطالب نے رسول اللہ کی مدد اور کفالت کے لیے بہترین قیام کیا۔ آپ ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے اور جہاد نہیں ہوتے تھے۔ اور حد سے زیادہ محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد سے انھیں مقدم رکھتے اور آپ کو اپنے پہلو ہی میں سلاتے اور رسول اللہ سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا تمھارا چہرہ بابرکت ہے۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ابوطالب مقام ذی المجاز میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ رسول اکرم بھی تھے۔ جناب ابوطالب کو پیاس لگی تو کہنے لگے اے میرے بھتیجے مجھے پیاس لگی ہے اور پانی موجود نہیں۔ جناب رسالت آپ سواری سے اترے اور زمین پر اڑی ماری تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ ابوطالب نے پانی پیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب ابوطالب نصرت رسول میں کھڑے ہوئے اور بہترین طریقے سے آپ کی حفاظت و مدافعت کرنے لگے۔ تو قریش ابوطالب کے پاس جمع ہو کر آئے اور کہنے لگے آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا، ہمیں بیوقوف بناتا اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے۔ پس اسے یا تو ہمارے سپرد کر دیجیے ورنہ تمہارے اور ہمارے درمیان جنگ ہو جائے گی تو ابوطالب نے کہا تمہارے منہ میں خاک ہو خدا کی قسم میں اسے کبھی بھی تمہارے سپرد نہیں کروں گا۔ تو وہ کہنے لگے یہ عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ سب سے جمیل اور خوبصورت نوجوان ہے اس کو لے لیجئے اور ان کے عوض اپنا بیٹا بنا لیجئے اور محمدؐ ہمارے سپرد کر دیجیے کہ ہم اسے قتل کر دیں تو ابوطالب نے کہا خدا تمہارے چہروں کو تباہ کرے اور تم پر ہلاکت نازل ہو۔ خدا کی قسم تم نے بہت بُری بات کہی تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں تمہارے لیے اس کی تربیت کر دوں اور اپنا بیٹا تمہیں دوں کہ تم اسے قتل کر دو (ایسا کروں) تو خدا کی قسم میں برا شخص ہوں۔ پھر فرمایا کہ اونٹوں اور ان کے بچوں کو الگ کر لو۔ اگر کوئی اونٹنی اپنے بچے کے علاوہ کسی کی طرف مائل ہو تو میں بھی محمدؐ کو تمہارے سپرد کر دوں گا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے :

واللّٰھ من یصلوا الیک جمیعہم حتی اوسد فی التراب رہینا
ناصرع باھوک ما علیک عضافۃ والبشر وقربذاک عیونا
وعرضت دنیا لا محالة انه من خیر ادیان البریۃ دینا
ترجمہ : خدا کی قسم یہ لوگ اپنی پوری جمیعت کے ساتھ تم تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں مٹی کے نیچے نہیں دفن ہو جاتا۔

آپ اپنا امر واضح کر کے بیان کیجئے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور آپ خوش رہیے اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیے۔

اور آپ نے ایسا دین پیش کیا ہے جو تمام لوگوں کے ادیان سے بہتر دین ہے۔

ابوطالب نے رسول اللہ کی مدد کے لیے آپ کی ولادت کے آٹھویں سال سے لے کر اعلان نبوت کے دسویں سال تک قیام کیا۔ اور یہ بیالیس سال بنتے ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ مجھ سے واقفی نے بیان کیا، حضرت علیؑ نے کہا جب ابوطالب نے وفات پائی تو میں نے جناب رسول خدا کو جا کر اطلاع دی۔ آپ بہت شدت سے روئے پھر مجھ سے فرمایا کہ جاؤ انھیں غسل رکھن پہناؤ اور دفن کرو خدا ان پر اپنی مغفرت نازل فرمائے۔ عباس نے کہا اے رسول خدا کیا آپ ان کے لیے بخشش کی امید رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم میں یقیناً ان کی بخشش کی امید رکھتا ہوں۔ اور رسول خدا ابوطالب کے لیے کئی دن تک دعا و استغفار کرتے رہے۔ اور گھر سے باہر نہیں نکلے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے سامنے سے ابوطالب کا جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا اے چچا آپ نے صلہ رحمی کی خدا آپ کو بہترین جزا دے۔ نیز ابن سعد نے ہشام بن عروہ سے نقل کیا ہے کہ قریش اس وقت تک رسول اللہ کو اذیت دینے سے رکے رہے جب تک ابوطالب کی وفات نہیں ہوئی۔ سدی کہتا ہے کہ وقت وفات ابوطالب کی عمر اسی سے چند سال اوپر تھی حضرت علیؑ نے ان کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے :

• اباطالب عصمة المستحباب
وعيث المحول و نور الظلم
لقد هلك فقدك اهل الحفاظ
فضلى عليك ولي النعم
ولقاك ركب رضوا منه
فقد كنت للظھر من خير عم

ترجمہ: اے ابوطالب آپ پناہ ڈھونڈتے والے کی پناہ محظوظ رہے کے لیے ابرہہ کی ماریوں کے لیے روشنی تھے۔ آپ کے مفقود ہونے سے محافظین رسول کی ماری ٹوٹ گئی۔ آپ پر نعمتوں کا مالک رحمت کرے۔ اور آپ کا رب اپنی رضا آپ کو دے کیونکہ آپ طاہر و مطہر رسول کے بہترین چچا تھے۔

(اس کے علاوہ امیر المومنین کے اور استعارے بھی ابوطالب کے مرتبہ میں موجود تھے لیکن اختصار کے پیش نظر ان کا ذکر نہیں کیا جاسکا)

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ وہ اسلام لائیں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ میں اس کے میں وفات پائی، ان کے جنازہ پر ہر کار رسالت حاضر ہوئے۔ نماز جنازہ پڑھی، ان کے لیے دعائے خیر کی، اپنی مٹیوں غنا فرمائی۔ اور وہ مٹیوں بطور کفن انھیں پہنائی گئی۔

زہری کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ فاطمہ کی زیارت کے لیے جایا کرتے اور ان کے گھر میں قیلو لہ فرماتے۔ وہ نیک و صالحہ خاتون تھیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آیت یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یتبعنک الخ (اے نبی جب مومن عورتیں آپ کے پاس آکر بیعت کریں) فاطمہ بنت اسد کی شان میں نازل ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے مکہ سے پارہ ہنہ چل کر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور یہ پہلی محدثہ ہیں جنھوں نے خدیجہ کے بعد محمد رسول اللہؐ کی مکہ میں بیعت کی۔

زہری کا بیان ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا کہ لوگ قیامت کے دن تنگے محصور ہوں گے تو فاطمہ نے کہا ہائے رسوائی! تو جناب رسالتؐ نے

فرمایا کہ میں خدا سے سوال کروں گا کہ آپ کو لباس کے ساتھ محشور کرے۔
 زہری کہتا ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے ایک مرتبہ رسول اللہ کو عذاب قبر کے
 متعلق بیان کرتے سنا تو کہا کہ ہائے کمزوری۔ تو آپ نے فرمایا میں خدا سے سفارش
 کروں گا کہ وہ اس سے بھی آپ کو محفوظ رکھے۔
 ایک اور روایت میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں جبکہ علیؑ
 ان کے شکم میں تھے۔ انھیں دروزہ شروع ہوا تو ان کے لیے دیوار کعبہ شق ہوئی پس
 وہ اندر داخل ہوئیں اور وہیں علیؑ پیدا ہوئے۔

تذکرہ اولاد

آپ کی تمام اولاد ابوطالب سے ہے وہ چھ افراد پشتل سے چار بیٹے اور
 دو بیٹیاں۔ بیٹے یہ ہیں طالب عقیل، جعفر اور علیؑ اور ہر ایک کے درمیان دس
 سال کا وقفہ ہے۔ ابوطالب کی اولاد میں طالب سب سے بڑے ہیں اور انھیں
 سے آپ کی کنیت ابوطالب ہے۔ طالب اور عقیل کے درمیان دس سال، عقیل
 اور جعفر کے درمیان دس سال اور جعفر اور علیؑ کے درمیان دس سال کا وقفہ ہے
 پس علیؑ اولاد ابوطالب میں سب سے چھوٹے اور طالب سب سے بڑے ہیں۔

طالب کی کنیت ابو یزید تھی وہ انساب قریش کے عالم تھے۔ جنگ بدر کے دن
 مشرکین انھیں نبی رسول اللہ سے جنگ کے لیے لائے تھے۔ جب جنگ بدر میں مشرکین
 کو شکست ہوئی تو طالب کا کوئی پتہ نہ چلا نہ وہ مقتولین میں لیے اور نہ قیدیوں میں۔
 ان کے کوئی حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

عقیل کو بھی جنگ بدر میں مشرکین جبراً لائے تھے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید
 ہو گئے۔ کوئی مال ان کے پاس نہ تھا۔ ان کے چچا عباس نے ان کا فدیہ پیش کیا۔ عقیل

مکہ میں واپس چلے گئے تھے۔ اور شہر تک وہیں رہے۔ پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جنگِ بدر میں حاضر ہوئے۔ اور رسول اللہؐ نے خیبر کے غزائے میں سے ہر سال کے لیے ایک سو چالیس وسق انھیں بطور اخراجات کے عطا کئے۔

واقعا کہتا ہے کہ عقیل شہر تک زندہ رہے اور اسی سال وفات پائی ان کی بیٹائی جاتی رہی تھی۔ ابن اسحقؒ راوی ہے کہ رسول اللہؐ نے عقیل سے کہا اے ابویزید! مجھے تم سے دوستی کی محبت ہے۔ ایک تو قرابت کی وجہ سے اور دوسری اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا تم سے محبت کرتے تھے۔

عقیل کی اولاد میں سے ایک بیٹا یزید ہے کہ جس سے آپ کی کنیت ہے اور دوسرا سعید ہے۔ ان دونوں کی والدہ ام سعید بنت عمرو ہیں۔ جو بنی صعصعہ میں سے تھیں۔ اور دو بیٹے جعفر اکبر اور ابوسعید ہیں ان دونوں کی ماں ام المہین کلابیہ ہیں اور سلم ہیں کہ بنو کوسین نے کوفہ کی طرف بھیجا تھا اور ابن زیاد نے انھیں شہید کیا تھا اور عبداللہ عبدالرحمن علی جعفر حمزہ محمد بن ربیعہ۔ ام معانی۔ فاطمہ۔ ام القاسم۔ زینب۔ ام النعمان جعفر اسغریہ سب مختلف کنیزوں سے پیدا ہوئے۔

باقی رہی ابوطالب کی دو بیٹیاں تو ایک ام ہانی ہے ان کا نام جعدہ تھا اور بعض کے نزدیک فاختہ اور بعض نے منڈ کہا اور یہ وہی ہیں کہ فتح مکہ کے دن جن کے گھر میں رسول اللہؐ نے آٹھ رکعت نماز عید قرباں کی پڑھی تھی۔ بخاری اور مسلم نے صحیحین میں انہیں ام ہانی سے روایت کی ہے کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہؐ کی خدمت میں گئی۔ آپ غسل فرما رہے تھے اور جناب فاطمہؑ کی چادر سے پردہ کیے ہوئے تھے۔ میں نے آپ پر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ام ہانی بنت ابوطالب ہوں۔ فرمایا مرحبا! جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آٹھ رکعت نماز پڑھی اور آپ نے ایک ہی کپڑا لپیٹا ہوا کھانا کھا۔

ام ہانی کے شوہر کا نام ابو وہب ہمسیرہ بن عمرو بن عائد مخزومی تھا۔ ام ہانی نے مدینہ کی طرف

ہجرت کی اور حجب (ظاہری) خلافت حضرت علیؑ کی طرف منتقل ہوئی تو آپ نے جعد بن ہبیرہ کو ایک جگہ کا گورنر بنایا۔ ابوطالب کی دوسری بیٹی کا نام جمانہ ہے اس کے ساتھ انبیس سفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے شادی کی، جمانہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہؐ کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ اور جعفر بن ابی طالب کی سیرت بعد میں انشا اللہ ذکر کریں گے۔

فضائل امیر المومنین

(قرآن مجید کی روشنی میں)

آپ کے فضائل آفتاب و ماہتاب سے زیادہ مشہور اور بہت زیادہ ہیں۔ میں نے آپ کے صرف وہ فضائل بیان کئے ہیں جو ثابت اور مشہور ہیں۔ وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم کے فضائل تو کتابِ خدا سے مستنبط ہیں اور دوسری قسم کے فضائل ان احادیث مشہورہ میں سے ہیں جن میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔

مجاہد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے سوال کیا کہ علی ابن ابیطالب کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ تین ہزار ہیں تو ابن عباس نے کہا کہ علیؑ کے فضائل تین ہزار کی بہ نسبت تیس ہزار سے زیادہ قریب ہیں۔ پھر ابن عباس نے کہا اگر درخت قلمیں بن جائیں اور دریا سیاہی ہو جائیں انسان اور جنات لکھنے اور حساب کرنے میں مشغول ہو جائیں تو بھی امیر المومنین حضرت علیؑ کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ خدا نے قرآن میں کوئی آیت ^{فضیلت} نازل نہیں فرمائی مگر یہ کہ علیؑ اس کے راس و رئیس ہیں۔

قرآن مجید کی وہ آیات جو آپ کی شان میں نص ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱: ان میں سے سورۃ بقرہ میں خدا کا یہ ارشاد ہے **وَاتِقُوا الصَّلَاةَ وَالْزَّكَاةَ وَارْكعُوا**

مَعَ الرَّاكِعِينَ یعنی نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کر نیوالوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پہلا شخص جس نے رسول اللہؐ کے ساتھ

رکوع کیا وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔ پس یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔

۲ : اور ان آیات میں سے نیز سورۃ بقور میں خدا کا یہ ارشاد ہے : **الَّذِينَ يَنْفِقُونَ**
أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً یعنی وہ لوگ جو اپنا مال رات اور دن میں چھپ
 کر اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے ابن عباس نے کہا کہ حضرت علیؑ کے پاس
 چار درہم تھے۔ ایک درہم آپ نے رات کے وقت ایک دن کو ایک پوشیدہ طریقے سے
 اور ایک علانیہ طور پر صدقہ دیا تو یہ آیت آپ کی شان میں نازل ہوئی۔

۳ : ان آیات میں سے سورۃ آل عمران میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے **قُلْ تَعَالَوْا نَدْعِ**
ابْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ الخ کہ رہے اسے رسول
 آدم اپنے بیٹوں کو بلا تے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلا تے ہیں تم اپنی
 عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو بلا تے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ جابر بن عبد اللہ
 انصاری کہتے ہیں جیسا کہ مؤرخین نے ان سے روایت کی ہے کہ اہل نجران کا ایک وفد
 سرکار رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن میں عبید بن جراح، عاتب اور یادر یوں کی ایک
 جماعت تھی۔ وہ لوگ آپ سے کہنے لگے موسیٰ کا باپ کون تھا آپ نے فرمایا عمران۔ انھوں
 نے پوچھا آپ کا باپ فرمایا میرا باپ عبد اللہ بن مطلب ہے۔ وہ کہنے لگے پھر حضرت عیسیٰ کا
 باپ کون ہے؟ آپ انتظار دجی کیلئے خاموش ہو گئے۔ تو خداوند عالم کا یہ ارشاد نازل ہوا
إِنْ مَثَلٌ حَاسِيٌّ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ الخ یعنی بیشک عیسیٰ کی مثال تو آدمؑ
 اسی ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ وہ کہنے لگے۔ ہمارے انبیاء کی طرف خدا نے جو وحی
 کی ہے اس میں تو یہ موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ جھوٹ بولتے ہو پس یہ آیت
 نازل ہوئی۔ **مَنْ حَاجِبٌ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعِ**
ابْنَاءَنَا کہہ دے کہ آدم اپنے بیٹوں کو بلا تے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ الخ وہ کہنے لگے آپ نے

انصاف کیا ہم کب مبالغہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا انشاء اللہ کل ہوگا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اگر یہ اپنے اصحاب کی ایک جماعت لے کر آئے تو ان سے مبالغہ کر لیجئے کیونکہ اس سے معلوم ہوگا کہ یہ نبی نہیں ہے۔ اور اگر اپنے اہلبیت لے کر نکلے تو پھر مبالغہ نہ کرنا کیونکہ یہ سچا نبیؐ ہے۔ اور اگر پھر اس سے مبالغہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔

اور رسول اللہؐ اس شان سے نکلے کہ علیؑ آگے آگے تھے حق رسولؐ کی دائیں طرف حسینؑ بائیں طرف اور فاطمہؑ پیچھے پیچھے۔ پھر آپؐ نے ان سے کہا آؤ جب انھوں نے یہ کیفیت دیکھی تو ڈر گئے۔ اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے ہمیں معاف کیجئے خدا آپؐ کو معاف رکھے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مقابلے کے لئے نکلے تو ساری وادی میں آگ لگ جاتی۔

ابو اسحق ثعلبیؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ صبح کے وقت اس شان سے روانہ ہوئے کہ حسینؑ کو اٹھائے ہوئے تھے اور حسنؑ کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فاطمہؑ آپؐ کے عقب میں چل رہی تھیں اور حضرت علیؑ سب کے پیچھے تھے۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا۔ تو سقہ نجران کہنے لگا اے نصاریٰ تحقیق میں ایسا پتھر دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہؐ سے سوال کریں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو ہٹا دے گا۔ ان سے مبالغہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر مسلمانوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔ تو وہ رسول اللہؐ سے دو ہزار حلوں پر مصالحت کر کے اپنے ملک کی طرف واپس چلے گئے۔

۴: ان آیات میں سے سورۃ مائدہ میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا وہم راکعون نکت۔ یعنی بس تمھارا ولی و حاکم اللہؐ اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ثعلبیؒ نے

اس پر حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے :

ابا حسن تعدیک روحی ومہتجی رکل بطئی فی الہدی ومسارع
فانت الذی اعطیت اذکنت راکعاً مند تک نفوس الخلق یا خیر راکع
بجانتک ایمنون یا خیر سید ویا خیر شادتم یا خیر باع
فانزل فیک اللہ خیر ولایتہ وبتینہا فی محکمت الشرائع

اے ابو الحسن تجھ پر میری روح اور جان قربان ہو جائے۔ اے اور راہ ہدایت میں

بہترین اور عبادی کرنے والا خدا ہو جائے۔ یہی تو وہ ہے کہ تو نے عطا کی جب کہ

تو رکوع میں کھجور پر تمام مخلوق کی جانبیں مڑا ہوں۔ اے بہترین رکوع کرنے

والے اپنی مبارک انگوٹھی دینے والے اور اے بہترین بیچنے اور خریدنے والے

سین اللہ نے تیری شان میں بہترین ولایت نازل کی اور اے آیات محکمت میں بیان

کیا ۔

نیز حسان نے یہ اشعار بھی کہے :

من ذابجائتہ تصدق راکعاً واسرہانی نفسہ اسراراً
من کان بات علی نراش محمد ومحمد اسری یوم النہار
من کان فی العتر ان سہی مومناً فی سبع ایات تلین عزاراً

دکون ہے رہ جس نے حالت رکوع میں انگوٹھی صدقہ کے طور پر دی اور یہ راز

اپنے دل میں رکھا۔ کون ہے وہ جو محمد کے بستر پر سو یا جبکہ محمد رکت کے وقت

غار کی طرف جارہے تھے۔ کون ہے جس کو قرآن کی نو آیات میں مومن کہا گیا

ہے جو آیات کثرت سے پڑھی جاتی ہیں۔

۵۔ ان آیات میں سے سورہ برأت میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے یا ایہا الذین

امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سادقین

نے کہا یہ مودت و محبت علیؑ کی ہے جو خدا نے مومنوں کے دل میں قرار دی ہے۔

ابو اسحق ثعلبی نے اسی چیز کو اپنی تفسیر میں سند کے ساتھ برابر بن عازب سے روایت کیا ہے۔ برابر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے یہ کہا کہ دعا کرو خدا یا میرے لئے اپنے پاس ایک عہد قرار دے اور مومنین کے سینے میں میری مودت قرار دے۔ تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۸: اور ان میں سے سورہ احزاب میں خدا کا یہ ارشاد ہے **فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ** یعنی بعض ان میں سے وہ ہیں جو اپنے وعدہ کو پورا کر چکے اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔

مکرمہ کہتا ہے جو انتظار کر رہے ہیں وہ امیر المومنینؑ ہیں آیت تطہیر کا تذکرہ انشاء اللہ بعد میں کیا جائیگا۔

۹: ان میں سے سورہ صافات میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے **وَقَوْمٌ اَنْهَضُوا** مستبطلین یعنی اودان کر روک لو بیشک ان سے سوال کیا جائیگا۔ مجاہد کہتا ہے یعنی محبت علیؑ کا سوال کیا جائیگا۔

۱۰: ان میں سے سورہ جاثیہ میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے **اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيَآتِ اَنْ لَا يَعْلَمَ كَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ سَوَاءٌ لَّيْنِیَ كَیَاوَدُّ لَوِیْ كَمَا نَکَرْتُمْ** گمان کرتے ہیں کہ جنہوں نے بُرے اعمال کیے ہیں ہم انہیں ان لوگوں کے برابر قرار دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔ ابن عباس سے ہے کہ یہ آیت جنگ بدر کے دن حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اور **الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيَآتِ** سے مراد عقبہ شیبہ اور ولید بن مغیرہ ہیں۔ اور **الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ** سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

۱۱: سورہ واقعات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ** یعنی اور جنہوں نے سبقت کی اور سبقت کی۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے

جس نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ حضرت علیؑ ہیں۔ اور انھیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۲: سورۃ محمد اللہ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے یا ایہا الذین امنوا اذا نادیکم الرسول فجاوبوا۔ یعنی اسے ایمان والو جب رسول سے سرگوشی کرنے لگو تو سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دو۔ علماء تادل نے کہا یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ نے ایک دینار صدقہ دیا پھر رسولؐ سے سرگوشی کی۔ ابو اسحق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ابن عباس سے ہے کہ لوگ رسول اللہؐ سے سوال کرتے تھے اور بہت پریشان کرتے تھے۔ تو خداوند عالم نے اس آیت کے ذریعے ان کی تادیب کی۔

ثعلبی نے مجاہد سے حکایت کی ہے کہ لوگوں کو سرگوشی کرنے سے منع کر دیا گیا جب تک کہ صدقہ نہ دے لیں۔ تو رسولؐ نے علیؑ کے کسی نے سرگوشی نہ کی۔ آپ نے ایک دینار پہلے صدقہ دیا اور پھر سرگوشی کی۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا قرآن مجید میں ایک ایسی آیت ہے کہ جس پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا ہے اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کریگا۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔

ابن عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ کے لیے تین فضائل ہیں اگر ان میں سے مجھ یا ایک بھی میسر آجاتا تو مجھے سرخ بالوں والے اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔ ۱: فاطمہؑ کے ساتھ شادی۔ ۲: جنگ خیبر کے دن علم کا عطیہ۔ ۳: آیہ بختی۔

۱۳: اور ان میں سے سورہ لیسرین (یعنی سورہ بینہ) میں خداوند عالم کا یہ ارشاد رتک ہم خیر الابدیۃ یعنی وہ ہی بہترین مخلوق ہیں۔ مجاہد کہتا ہے اس سے مراد حضرت علیؑ ان کے اہلبیت اور ان کے محب ہیں اور قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں ہم نے

مختصر آہی پیش کی ہیں۔ بعض آیات کا تذکرہ مختلف ابواب میں بھی کریں گے کہ جس سے مقصد کتاب خارج نہ ہوئے پائے مثلاً سورہ سجدہ میں ارشاد ہے امن کان مومن کان فاسقا لایستور یعنی کیا جو مومن ہے وہ مثل فاسق کے ہے (نہیں) یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اما الذین امنوا و عملوا الصالحات فلهم جنات الماویٰ نزل اہما کانوا یعملون یعنی بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے جنات مادی ہیں۔ یہ عطیہ یہ سبب ان کے عمل کرنے کے ہے۔ باقی میں احادیث تو ہم ان روایات سے متروک کرتے ہیں جو صحاح اور کتب مشورہ میں نقل ہوئی ہیں۔

فضائلِ المؤمنین

احادیث کی روشنی میں

۱: امام احمد نے مسند میں سعد بن وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علیؑ کو جنگ تبوک کے موقع پر اپنے گھروالوں پر خلیفہ بنا کر چلے تو علیؑ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر خلیفہ بنا چلے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا حکم راضی نہیں کہ بمقامی قدر و منزلت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کریمؑ سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں۔ اس حدیث کو مسلم و بخاری نے صحیحین میں درج کیا ہے۔ اور اس پر دونوں کا اتفاق ہے۔

۲: مسلم نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معاذ بن ابی سفیان نے سعد سے کہا کہ تجھے ابو تراب پرست و شتم کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو سعد نے کہا جب تک مجھے تین باتیں یاد رہیں گی جو میں نے رسولؐ کو کہتے سنی تھیں میں ہرگز علیؑ پر پرست نہیں کروں گا۔ اگر میرے لیے ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہ مجھے سُرخ رنگ والے اذنوں سے زیادہ محبوب تھی۔ ان میں سے ایک تو سعد نے حدیث راسیۃ بیان کی جسے ہم بعد میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب خداوند عالم کا یہ کلام نازل ہوا کہ سُبْحَانَ آبَائِنَا وَآبَائِكُمْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَزَّلَ عَلٰی قَاظِمَةَ حَسَنِ حُسَيْنٍؑ کو بلایا اور عرض کی خدا یا میرے راہبیت ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب آپ ایک جنگ میں جاتے ہوئے علیؑ کو خلیفہ بنا کر گئے تو حضرت علیؑ نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے آپ عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑے جا رہے ہیں

تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔
البتہ میرے بعد کوئی بنی نہیں۔

۳ : مسعودی نے کتاب مروج الذهب اور معاون البحر میں ذکر کیا ہے کہ سعد نے جب معاویہ سے یہ بات کہی تو معاویہ کہنے لگا تو میرے نزدیک اس وقت سے پہلے زیادہ قابل ملامت نہ تھا پس تو نے علیؑ کی پیروی کیوں نہ کی اور ان کی بیعت ترک کر کے کیوں بیٹھ گیا؟ پھر معاویہ نے کہا اگر میں نے رسول اللہؐ سے یہ باتیں سنی ہوتیں جو تو نے علیؑ ابن ابیطالب کی شان میں سنی ہیں تو مرتے دم تک ان کی چاکری کرتا۔

۴ : امام احمد نے یہ حدیث کتاب فضائل میں جسے امیر المؤمنینؑ کے فضائل میں تصنیف کی ہے ذکر کی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی بردہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ بنی اکرمؑ کے ساتھ شینہ الوداع تک نکلے اور وہ رو رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آپ مجھے اپنی محبت سے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑے جا رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی طرف جائیں اور میں آپ کے ساتھ نہ ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ تمہیں نبوت کے علاوہ وہی قدر و منزلت ہو جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی اور تم میرے خلیفہ ہو۔

۵ : اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ جب جنگ تبوک میں جانے لگے تو حضرت علیؑ کو اپنے اہلبیت اور زواج پر خلیفہ بنا کے چلے کیونکہ مدینہ مردوں سے خالی ہو چکا تھا۔ اور منافقین نے یہ بات بنائی کہ رسول اللہؐ حضرت علیؑ کے ساتھ جانے کو پسند نہیں کرتے۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ مقام شینہ پر رسول اللہؐ سے جا ملے اور علیؑ رو رہے تھے اس کے بعد حدیث منزلت کا ذکر ہے۔

۶ : محمد بن شہاب زہری نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ حضرت علیؑ کو اپنے گھردالوں پر اسی طرح خلیفہ بنایا جس طرح موسیٰؑ نے اپنے بھائی کو بنایا تھا۔ جب کہ حضرت موسیٰؑ میقات کی طرف گئے تھے۔ باقی رسول اکرمؐ کا یہ فرمان کہ لانی بعدی میرے بعد کوئی بنی نہیں تو یہ

اس لئے کہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ علماء تاریخ کا اتفاق ہے کہ تبوک کے علاوہ کوئی ایسا غزوہ نہیں جس میں حضرت علیؓ جناب رسالتؐ کے ساتھ شریک نہ ہوئے ہوں اور یہ بھی اتفاق ہے کہ تبوک میں جنگ ہی نہیں ہوئی جب اس کے متعلق عدی سے سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگا جنگ شجاع اند بہادروں کو مفقود کر چکی تھی۔ کون جنگ کرتا۔ میں کہتا ہوں (مؤلف)

۷۔ : احمد بن حنبل نے کتاب فضائل میں حدیث مواعات نقل کی ہے (حذف اسناد کے ہٹا) مجروح بن زید باہلی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے ہاجرین و انصار میں مواعات (بھائی چارہ) قائم کی تو حضرت علیؓ رونے لگے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ عرض کی کہ آپ نے میرا کسی کے ساتھ بھائی چارہ معین نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا تمہیں تو میں نے اپنی ذات کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ پھر حضرت علیؓ سے فرمایا تمہیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو مارون کو موسیٰ سے تھی۔ اس کے بعد فرمایا یا علیؓ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جسے بلایا جائیگا وہ میں ہوں گا پس میں عرش کی دائیں جانب عرش کے سایہ میں کھڑا ہو جاؤں گا اور مجھے جنت کے لباسوں میں سے سبز رنگ کا لباس پہنایا جائیگا پھر انبیاء کیے بعد دیگرے بلایا جائیگا پس وہ عرش کے دائیں بائیں قطار میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اور انہیں بھی جنت کے سبز لباس پہنائے جائیں گے۔ اور میری امت قیامت کے دن سب سے پہلے حساب و کتاب کے لیے بلائی جائیگی۔ پھر تجھے میری قرابت اور میرے نزدیک جو تیری قدر و منزلت ہے اس کی وجہ سے سب سے پہلے پکارا جائیگا۔ اور میرا علم تمہارے سپر کیا جائیگا۔ اور وہ لواء الحمد ہے۔ پس تم آدمؑ اور ان کے بعد کے انبیاء اور تمام مخلوق کے درمیان اس علم کو لیکر چلو گے۔ اور یہ سب لوگ قیامت کے دن اس علم کے سائے میں ہوں گے۔ علم کا طول ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگا۔ اس علم کا پھر پھر رخ یاقوت اور اس کی بکڑی سمیر موتی سے ہوگی۔ اور اس کے تین لوزانی پھر یہی ہوں گے۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا وسط دنیا میں ہوگا۔ ہر پھر یہی ہے یہ ایک سطر لکھی

ہوگی۔ ایک پر بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسرے پر الحمد للہ رب العالمین تیسرے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تم اس جہنم کے کو لیکر چلو گے جس میں تمہاری دائیں طرف اور حسین تمہاری بائیں طرف ہوں گے۔ یہاں تک کہ تم میرے اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان عرش کے سایہ میں آکے کھڑے ہو جاؤ گے۔ اور تمہیں جنت کے لباسوں میں سے سبز رنگ کا لباس پہنا یا جائیگا۔ اور مجھے عرش کے نیچے سے منادی کی آواز آئے گی کہ بہترین باپ تمہارا باپ ابراہیمؑ ہے اور بہترین بھائی تمہارا بھائی علیؑ ہے۔ پس تمہیں بشارت ہو اے علیؑ کہ بیشک عقیقہ تمہیں لباس پہنا یا جائیگا جب مجھے پہنا یا جائیگا اور تمہیں بھی بلایا جائیگا جب مجھے بلایا جائیگا۔ اور تجھے تختہ وسلام کیا جائیگا اور تو میرے حوض کے پانی پلانے کی جگہ پر کھڑا ہوگا۔ اور اسے میرا بکرہ لگا جسے تو بیچا ہے گا۔ پس حضرت علیؑ کہا کرتے تھے کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں رسول اللہؐ کے حوض سے کچھ جامعتوں کو دور کر دوں گا جو منافق ہوں گے جس طرح اجنبی اونٹوں کو حوض سے دور کیا جاتا ہے۔

۸ : امام احمد نے کتاب فضائل میں جابر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا یا علیؑ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جنت کے دروازہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابیطالبؑ اور رسول اللہؐ آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے لکھا ہوا ہے۔

۹ : امام احمد نے فضائل میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) راوی کہتا ہے میں نے اسما بنت عمیس سے سنا ہے کہ جنتی ہیں میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرما رہے تھے خدایا میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے کہی تھی۔ اور میرے اہلبیت میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنادے اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے میرے امر میں شریک قرار دے تاکہ ہم تیری زیادہ تسبیح کریں اور تجھے زیادہ یاد کریں۔ الخ

۱۰ : امام احمد نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سعید بن مسیب سے روایت ہے

جب جناب رسالت مآب نے اصحاب کے درمیان صیغہ موافقت و بھائی چارہ جاری کیا تو فرمایا علی ابن ابیطالب کہاں ہیں پس حضرت علیؑ آئے تو فرمایا ایسے علیؑ تو میرا بھائی اور میں تیرا بھائی ہوں پس جب کوئی تیرے مقابلے میں آئے تو کہنا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں تیرے علاوہ جو بھی یہ دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

۱۱ : اور امام احمد نے کتاب فضائل میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد سے) عبد اللہ بن یحییٰ کہتا ہے۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا غلال اور غاں کہاں ہیں؟ آپ صحابہ کی طرف دیکھتے اور ہر ایک سے پوچھتے اور اُسے بلا بھیجتے یہاں تک کہ سب آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ پس آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور صحابہ کے درمیان موافقت جاری کی۔ یوں حضرت علیؑ نے عرض کی کہ میں نہ نبی نہ کا۔۔۔ کہ آپ نے صحابہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے تجھے اپنے ہی لیے مؤخر کیا ہے اور تجھ سے مجھے وہی نسبت ہے جو موسیٰ کو ہارون سے تھی۔ اور تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں آپ کا کس چیز میں وارث ہوں آپ نے فرمایا جس چیز کے وارث مجھ سے پہلے انبیاء ہوئے۔ تو عرض کیا کس چیز کے وارث ہوئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی کتاب اور احادیث انبیاء اور جنت میں تم میرے قصر میں میری بیٹی فاطمہؑ زہراؑ اور میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ ہو گے اور تم میرے رفیق ہو گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اخوانا علیٰ سرہی متقابلین یعنی بھائی ایک دوسرے کے مد مقابل تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

۱۲ : (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ پس حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ آئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور کہا اے رسول اللہؐ خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا لیکن میرے ساتھ کسی کو بھائی نہیں بنایا۔ تو رسول اللہؐ

نے ان سے کہا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ بعض کہتے ہیں گزشتہ حدیث احمد نے کتاب فضائل میں زید بن ابی روفی سے نقل کی ہے۔

حدیث دلیہ (علم)

۱۳ : امام احمد نے مسند میں اور مسلم و بخاری نے صحیحین میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث سہیل بن سعد سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنگ خیبر کے دن فرمایا۔ البسہ ضرور علم دوں گا یا یہ علم کل دوں گا اس مرد کو جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے گا پس لوگوں نے یشت پر لیٹ کر رات گزار دی یہ سوچ سوچ کر کہ کس کو علم دیا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو سب رسول کی خدمت میں گئے۔ ہر ایک یہ آرزو رکھتا تھا کہ علم ملے تو آپ نے فرمایا کہ علی بن ابیطالب کہاں ہیں عرض کیا گیا کہ وہ آشوبِ شیم میں مبتلا ہیں یا یہ کہ انکی آنکھیں دھست ہیں آپ نے فرمایا اسی کو بھیجو جو انھیں لے آئے۔ جب علی آئے تو آپ نے انکی آنکھوں میں لعابِ رحمن لگایا۔ اور دعا کی پس وہ صحیح و سالم ہو گئے گویا انھیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ تو آپ نے انھیں علم عنایت فرمایا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کس طریق سے ان سے جنگ کروں؟ آپ نے فرمایا جیسے جنگ میں جایا کرتے ہو اسی طرح جادو اور ان کے میدان میں داخل ہو جادو پھر انھیں اسلام کی طرف دعوت دو اور انھیں بتاؤ کہ اسلام کی رو سے کون سے اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں۔ پس شتم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تیرے ہدایت کرنے سے ایک آدمی ہدایت حاصل کرے یا فرمایا خدا تیرے ہدایت کرنے سے اگر کسی کو ہدایت دے تو وہ تیرے لیے سرخ بالوں والے اونٹوں سے بہتر ہے اور مسلم میں ہے کہ عمر بن خطاب اس دن کہتے تھے کہ مجھے امانت کا شوق کبھی دستگیر نہیں ہوا مولائے اس

دن کے ہیں اونچا اونچا ہوتا تھا اس امید پر کہ مجھے بلایا جائے۔ پس رسول اللہؐ نے علیؑ کو بلایا اور وہ علم انھیں دیا۔ اور فرمایا جاؤ یہاں تک کہ غذا تمہیں فتح دے۔ اور پیچھے کی طرف مڑ کر نہ دیکھنا۔ پس علیؑ تھوڑی دُور چلے پھر رُک گئے اور پیچھے کی طرف ملتفت ہوئے بغیر کہنے لگے، اے اللہ کے رسولؐ کب تک ان سے جہاد کروں۔ فرمایا جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور ان محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیں۔ اور جب یہ گواہی دیدیں تو انھوں نے اپنے خون اور اموال بھٹ سے محفوظ کر لیے مگر کسی حق کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

۱۴: امام احمد نے یہ حدیث کتاب فضائل میں ذکر کی ہے اور مزید بکھلے ہے کہ پس رسول اللہؐ نے علم کو اٹھایا اور اسے حرکت دی پھر فرمایا کون اس کو اٹھائے گا جو حق ہے اس کے اٹھانے کا۔ پس فلاں شخص نے کہا میں، فرمایا دور ہو۔ پھر دوسرا آیا اور کہنے لگا میں، فرمایا دور ہو۔ آپ نے کئی مرتبہ اس گروہ سے ایسا کیا پھر فرمایا ستم ہے اس کی جس نے محمدؐ کے چہرے کو محکوم بتایا البتہ میں یہ علم اسے دوں گا جو بھاگے گا نہیں۔ پس علیؑ علم نیکو گئے اور خدا نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔

علیؑ کہتے ہیں کہ اس روز سے میری آنکھیں کبھی نہیں دکھیں، نہ کبھی سردی کی تکلیف محسوس ہوئی اور نہ گرمی کی شدت جب سے کہ رسول اللہؐ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ آپ گرمیوں کا لباس سردیوں میں اور سردیوں کا گرمیوں میں پہنا کرتے تھے۔

۱۵: امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حدیث استاد کے ساتھ) ابن بربدہ سے روایت ہے کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا۔ پس ابو بکرؓ نے علم کو اٹھایا لیکن فتح نہ ہو سکی۔ دوسرے دن عمرؓ نے اٹھایا وہ پلٹ آئے اور فتح نصیب ہوئی۔ لوگ بہت سمجھتی اور شدت محسوس کر رہے تھے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کل میں علم ایسے مرد کو دوں گا جس کو اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتے ہیں وہ فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ یا فرمایا اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا پس ہم نے خوشی سے رات گزاری کہ کل فتح ہوگی۔ پس جب حضورؐ نے صبح کی نماز پڑھائی تو

کھڑے ہو گئے۔ علم منگوا یا لوگ سفوں میں بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ پھر صاحب کتاب نے گزشتہ واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ امام احمد کہتے ہیں پس علیؑ کے مقابلے میں خیر سے مرحب نکلا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا:

تد علمت خیرانی مرحب شاکي السلاح بطل مجرب
اذ الليرث اقبلت تلهب اطعن احيانا وحلينا اضرب

ترجمہ: اہل خیر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں مکمل ہتھیاروں والا بجز یہ کار بہادر ہوں۔ جب شیر شعلہ جو ابن کزآگے بڑھتے ہیں تو میں کبھی نیزہ اور کبھی تلوار سے مارتا ہوں پس علیؑ نے اس کے جواب میں کہا:

انا الذي سمتني اهي حيدر كليث غابات كريبه المنطرة
عبل الذراعين شديدا القصورة اجرب بالسيف وحوه الكفرة
ضرب غلام صاحب حر ور اكيلكم بالسيف كيل السندرة

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ میں بیشوں میں رہنے والا شیر ہوں۔ میری طرف میدان جنگ میں کوئی دیکھ نہیں سکتا، مضبوط بازوؤں والا ہوں، سخت قسم کا شیر ہوں، کفار کے چہروں پر تلوار مارتا ہوں۔ وہ وار ایک بزرگ قسم کے نوجوان کا ہوتا ہے۔ اور تلوار سے وسیع پیمانہ پر حکم سے جنگ کروں گا۔

پھر آپ نے مرحب کے ہر پتلوار سے وار کیا اور اس کے سر کو چیر ڈالا۔ علیؑ کہتے ہیں کہ میں مرحب کا سر لیکر رسالت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور میرے لیے دعا فرمائی۔

نیز امام احمد نے کتاب فضائل میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے اس دن آسمان سے بجبر کی آواز سنی اور کہنے والے کو یہ کہتے سنا:

لا سيف الا ذو الفقار ولا فتى الا علي

ترجمہ : ذوالفقار کے علاوہ کوئی حقیقی تلوار نہیں اور علیؑ کے علاوہ کوئی جوان نہیں۔
 حسان بن ثابتؓ نے سرکارؐ سے شعر کہنے کی اجازت چاہی آپؐ نے اجازت دی تو اس
 نے یہ اشعار کہے :

حبریل نادی فلتا والنفق لیس بمنجلی

والسلاموت قد احدا قوا حول النبی المرسل

لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الاعلیٰ

ترجمہ : حبریل نے علیؑ کو اطلاع دیا کہ ابھی غیار جنگ نہیں پھاٹھا مسلمان نبی
 مرسل کے ارد گرد حلقہ ڈالے ہوئے تھے۔ ذوالفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور علیؑ
 کے سوا کوئی جوان نہیں۔

۱۶ : حابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اکیلے خیر کا دروازہ اٹھایا
 اور اسے ایک طرف پھینک دیا۔ پھر لوگوں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو چالیس آدمی
 اٹھا سکے۔

۱۷ : ابو جعفر محمد بن جریر طبری صاحب تاریخ نے اپنی تاریخ میں ابو رافع غلام سرکار رسالت
 مآبؐ سے ذکر کیا ہے۔ ابو رافع کہتا ہے کہ جب ہم خیر کے قلعہ کے قریب آئے
 تو وہاں کئی قلعے تھے حضرت علیؑ آگے بڑھے اور جنگ شروع کی۔ علیؑ کے مقابلے
 میں ایک شخص نکلا جس کی تلوار کے وار سے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی
 تو آپؐ نے قلعہ کا دروازہ اٹھایا اور اسے ڈھال بتا لیا وہ آپؐ کے ہاتھ میں رہا
 اور آپؐ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ خداوند عالم نے آپؐ کے ہاتھ پر فتح دی۔
 پھر انھوں نے اس دروازہ کو پھینک دیا تو سات آدمیوں نے کہ جن کا آٹھواں میں
 تھا کوشش کی کہ اس دروازہ کو الٹ دیں لیکن ہم سے نہ اٹھا جاسکا۔

بعض نے کہا ہے کہ اس قلعہ کا نام متوص تھا اور اس قلعہ میں سے صفیہ کو لیکر حضرت

علیؑ لیکر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

بیت شکنی

۱۷: امام احمد کہتے ہیں (حدیث اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے (روایت ہے) وہ فرماتے ہیں۔ میں اور رسول اللہؐ چلے یہاں تک کہ کعبہ کے قریب پہنچے۔ رسول اللہؐ مجھ سے کہنے لگے بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ میرے شانے پر سوار ہوئے میں نے اٹھنا چاہا لیکن نہ اٹھ سکا۔ آپ نے بھی میری کمزوری کا احساس کیا آپ اتر آئے اور میرے لئے بیٹھ گئے، پھر فرمایا کہ میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ پھر میں آپ کے دونوں کندھوں پر سوار ہوا۔ آپ میرے سمیت کھڑے ہو گئے۔ اور مجھے ایسا گمان ہوتا تھا اگر چاہوں کہ آسمان کو چھو لوں تو چھو سکوں گا۔ میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا، وہاں پتیل اور تانبے کی بنی ہوئی ایک مورت تھی، میں اسے دائیں بائیں آگے اور پیچھے کی طرف سے ہلانے لگا۔ جب مجھے اس پر اچھی طرح قبضہ حاصل ہو گیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اسے پھینک دو تو میں نے اسے اس طرح پھینکا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جس طرح شیشہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔

۱۸: سعید بن مسیب کہتا ہے اسی لیے تو علیؑ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے آسمانوں کے رستے پوچھو بیشک میں آسمانوں کے راستوں کو زمین کے راستوں سے بہتر جانتا ہوں اور اگر پر دے ہٹا دیے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہو۔ ابن مسیب کہتا ہے کہ اصحابؓ بغیر میں علیؑ کے علاوہ یہ بات کوئی نہیں کہتا تھا۔

حسب

۱۹: امام احمد سند میں کہتے ہیں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے خدا کی قسم مجھ سے یہ عہد کیا تھا کہ مجھ سے نہیں محبت کریگا مگر مومن اور مجھ سے نہیں بغض رکھے گا مگر

یہ حدیث مسلم نے منفرداً نقل کی ہے اور ترمذی نے ام سلمہ سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا کہ علیؑ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

۲۰ : نیز ترمذی نے یہ کہا ہے کہ ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ ہم جماعت انصار میں منافقین کو نہیں پہچانتے تھے مگر علی بن ابیطالبؑ کے بغض سے۔

۲۱ : امام احمد نے کتاب فضائل میں مطلب بن عبد اللہ بن حنظلہ سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے خطیبہ میں ارشاد فرمایا میں تمہیں امت کے ذوالقرنین اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے علی بن ابی طالبؑ کی محبت کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے صرف مومن محبت اور منافق ہی بغض رکھے گا اور ایک روایت میں ہے اس سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جو مجھ سے محبت کرے گا خداوند عالم اسے جنت میں اور جو مجھ سے بغض رکھے گا اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

من کنت مولاً

۲۲ : امام احمد نے مسند میں کہا ہے۔ ناذان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے مقام رجبہ میں علی بن ابی طالبؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ لوگوں کو قسم دیکر فرماتے تھے کہ میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہؐ کو غزیر خیم کے دن کہتے ہوئے سنا ہو کہ من کنت مولاً فعلی مولاً جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں پس صحابہؓ میں سے بیترہ افراد دھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی کہ بیشک ہم نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا اور ترمذی نے بھی یہ حدیث کتاب سنن میں نقل کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا خدا یاد دست رکھ اس کو جو علیؑ کو

دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور پھر دے حق کو علیؑ کے ساتھ۔
 جدمر بھی علیؑ پھرے۔ اور نیز امام احمد نے کتاب فضائل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ابن
 مسددہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جس کا میں مولا اور ولی ہوں
 علیؑ اس کے ولی ہیں۔

۲۳ : ایک روایت میں ہے کہ جب علیؑ نے مقام رجبہ میں لوگوں کو قسم دے کر سوال کیا
 تو بہت لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی اور ایک روایت کے الفاظ ہیں
 کہ تیس آدمی کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی

۲۴ : امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ دھند اسناد کے ساتھ رباح بن حریث
 سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک گروہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا السلام علیک
 یا مولانا یعنی آپ پر سلام ہوا ہے ہمارے آقا اور اس وقت آپ مقام رجبہ میں تھے۔
 تو آپ نے فرمایا میں تمھارا کس طرح مولا ہوں حالانکہ تم لوگ تو عرب ہو وہ کہنے لگے ہم نے
 رسول اللہؐ کو غدی خم میں کہتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ رباح
 کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ لوگ گروہ انصار ہیں
 کہ جن میں ابوالویب انصاری جیسے صحابی رسول بھی ہیں۔

۲۵ : امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ ہم میں سے میر بن عبد الملک بن عطیہ
 عوفی نے بیان کیا وہ کہتا ہے میں زید بن ارقم کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میرا
 ایک داماد ہے اس نے آپ سے حضرت علیؑ کی شان میں غدی خم کے دن کی ایک حدیث
 بیان کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ کی زبانی غدی خم لوں تو وہ کہنے لگے اے اہل عراق
 تم میں سے جو کچھ ہے میں نے کہا میری طرف سے آپ فکر نہ کیجئے تو زید بن ارقم کہنے لگے
 ہاں ہم مقام حنفہ میں تھے کہ ظہر کے وقت رسول اکرمؐ تشریف لائے اور انھوں نے علیؑ
 ابن ابیطالب کا بازو پکڑا ہوا تھا، فرمانے لگے اے لوگو! تمہیں معلوم نہیں کہ میں مومنین

بران کے نفوس سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں تو سب نے کہا بیشک ایسا ہی ہے تو فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ دہرائی۔

۲۶ : امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ میں عقیق نے عباد بن سلمہ، علی بن زید نے عدی بن ثابت سے اس نے براء بن عاذب سے حدیث بیان کی کہ ہم جب رسول اللہؐ کے ساتھ خیم غدیر پر اتارے تو ہم میں منادی کی گئی کہ نماز جماعت کے لیے جمع ہو جاؤ اور رسول اللہؐ کے لیے درختوں کے درمیان جگہ صاف کر دی گئی۔ آپؐ نے نماز ظہر پڑھائی اور حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا خدا یا جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ براہ کہتے ہیں اس کے بعد عمر بن خطاب حضرت علیؑ سے ملے تو کہنے لگے اے ابوطالب کے بیٹے تم میرے اور ہر مومن کے اور ہر مومن کے مولا ہو گئے۔

۲۷ : ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا خدا یا مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس سے جو علیؑ کا ساتھ چھوڑ دے۔ اور وہ دست رکھ اس کو جو جو علیؑ سے محبت کرے اور بغض رکھ اس سے جو علیؑ سے بغض رکھے۔ ان تمام روایات کو امام احمد نے اپنی کتاب فضائل میں کچھ زیادتی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اس حدیث پر گفتگو

علمائے سیرت و تاریخ کا اتفاق ہے کہ واقعہ غدیر خم حجتہ الوداع سے رسول اکرمؐ کے لوٹنے کے بعد اٹھارویں ذی الحجہ کو ہوا۔ آپؐ نے صحابہ کرام کو جمع کیا کہ جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اس بات پر نفس صریح فرمائی نہ کہ کنایہ و اشارۃ سے کا عم نیا۔

اور ابو اسحق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جناب رسالتؐ آپؐ نے جب یہ اعلان فرمایا تو یہ خبر تمام اطراف میں پھیلی گئی۔ اور بلاد و ممالک

میں مشہور ہو گئی اور عارت بن لعان فہری تک پہنچ گئی۔ تو وہ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر
 حضور کی خدمت میں آیا اس نے ناقہ کو مسجد کے دروازہ پر بٹھایا۔ اور اس کے پاؤں
 باندھنے کے بعد مسجد کے اندر داخل ہوا اور رسول اکرم کے سامنے گھٹنے ٹیک کے
 بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے محمد! آپ نے ہمیں حکم دیا کہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
 نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ ہم نے یہ بات قبول کر لی۔ آپ نے ہمیں رات کی
 میں پانچ نمازیں پڑھنے کا اور رمضان کے روزے رکھنے، بیت اللہ کے حج کرنے اور
 اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ ہم نے یہ بھی آپ سے قبول کیا پھر بھی آپ
 پر راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے کے دونوں ہاتھوں کو باندھ لیا اور
 اس کو تمام لوگوں پر فضیلت دے دی اور کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے
 یہ بات آپ کی اپنی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔
 کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ قسم ہے اس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں
 یہ بات اللہ کی طرف سے ہے نہ میری طرف سے۔ یہ آپ نے یقین مرتبہ فرمایا تو عارت
 کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا خدا یا جو بات محمدؐ کہتا ہے اگر سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر بھیج
 یا دردناک عذاب نازل کر۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم وہ (جلیث) اپنے ناقہ تک بھی
 نہ پہنچا تھا کہ خدا نے آسمان کی طرف سے ایک ایسا پتھر بھیجا جو اس کی کھوپڑی پر پڑا اور
 نیچے سے نکل گیا۔ اور وہ مر گیا۔ اور خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی سائل
 بعد اب واقعہ لکافریں لیس لہ دافع یعنی ایک سوال کر نیوالے نے کافریں پر
 واقع ہو نیوالے عذاب کا سوال کیا کہ جسے کوئی روکنے والا نہیں، باقی رہا آپ کا ارشاد
 صحت کثرت ہوا لاخ تو علماء عربی نے مولائے متعلق کہا ہے کہ یہ کہی معنی کے لئے استعمال ہوا
 ہے ۱: مالک ۲: آزاد کرنا لا آقا ۳: آزاد ہونا لا غلام ۴: بدکار ۵: چچا کا بیٹا ۶:
 حلیف ہم قسم ۷: غنا من جریدہ ۸: پڑوسی ۹: وہ مرد جس کی اطاعت کی جائے نہ مطلق

حاکم) ۱۰: اولی بالتصرف۔ مؤلف کہتے ہیں کہ گزشتہ معانی میں سے کوئی معنی بھی مناسب نہیں رکھتا سوائے آخری معنی کے اور وہ اولی بالتصرف والا ہے تو حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ میں جس پر اس کی ذات سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں پس علیؑ بھی رکھتے ہیں اور اسی معنی کی حافظ ابو القریح یحییٰ بن سعید ثقفی اصفہانی نے اپنی کتاب مرج البحرین میں تصریح کی ہے۔ اس نے یہ حدیث اپنے اسناد سے اپنے اساتذہ سے روایت کی ہے اور اس میں کہا ہے کہ میں رسول اللہؐ نے علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا جس کا میں ولی ہوں اور کس پر سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں پس علیؑ اس کا ولی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تمام احادیث کے الفاظ کی بازگشت اسی دسویں معنی کی طرف ہے۔

اور نیز اسی پر دلالت کرتا ہے حضورؐ کا ارشاد کہ کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ نہیں ہوں اور یہ نص صریح ہے علیؑ کی امامت کے اثبات اور آپ کی اطاعت قبول کرنے کے لیے اور اسی طرح آپؐ کا یہ ارشاد کہ حق کو علیؑ کے ساتھ پھیر دھرو پھرے یا علیؑ وہ پھرے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جو اختلافات حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کے درمیان جاری ہوئے ان سب میں حق علیؑ کے ساتھ تھا۔ اور اس پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ باغیوں کے احکام جنگ جمل اور صفین سے ہی علماء نے استنباط کئے ہیں۔

اور شعراء نے غزیر خم کے دن کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں میں حکم بن ثابت کہتے ہیں:

بنیادیم یوم الخضر یربیعہم	نجم والسمح بالرسول منادیا
وقال من مولاکم ولیکم	فقالوا لہم یسید وہناک التعمایا
الہلک مولانا وانت ولینا	وما لک منا فی التولایة ما صیا
فقال لہ قسم یا علی شاستہی	رضیتک من بعدی اماما وھادیا

ہن کنت مولاً فهذا اولیہ فکونوا له انصار صدق موالیا
 هناك دعا اللهم وال ولیہ رکن للذی عاد اعلیا معادیا
 ترجمہ: غدیر کے دن مقام غم غدیر پر مسلمانوں کے نبی انھیں پکار رہے تھے اور میں رسول
 کی پکار کو سن رہا تھا۔

تو آپ نے فرمایا میں تمھارا ولی اور مولاً کون ہے تو انھوں نے اتر کر کیا اور وہاں کسی نے
 جہالت کا اظہار نہ کیا۔

بیرا اللہ ہمارا مولا ہے اور تو ہمارا ولی ہے اور اس ولایت میں ہم میں سے کوئی بھی
 آپ کی نافرمانی کرنے والا نہیں۔

پس رسول نے علیؑ سے کہا کھڑے ہو جو اسے علیؑ پس بیشک میں اپنے بعد میں امام
 اور ہادی انتخاب کرتا ہوں۔

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ ولی ہے پس اس کے سچے مددگار اور موالی بن جاؤ
 وہاں آپ نے دعا کی خدا یا دوست رکھ اس کو جو اس کا دوست ہو اور دشمن ہو جا اس
 کا جو علیؑ کے ساتھ دشمنی کرے۔

روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ نے حسان کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اے حسان
 اس وقت تک کہ روح اللہ کے ذریعے ہو نہ ہو گے جب تک ہماری مدد کرتے رہو گے
 یا اپنی زبان سے ہمارے دشمنوں کو مدد نہ کرتے رہو گے۔

قیس بن عبادہ انصاری نے کہا اور اس نے جنگ صفین میں علیؑ کے سامنے یہ اشعار
 پڑھے:

قلت: لہما یغنی العدا و علیہما	حبنا ربنا و نعم الوکیل
وعلیا امامنا و امیرنا	لسوا نالیہ الی السننابل
یوم قال النبی من کنت مولاً	فہا ان امرالا خطیب جلیل

وان ما قاله النبي على الالهة . حتم ما فيه قال وقيل
توجه : میں نے کہا جبکہ دشمن نے ہمارے خلاف بغاوت کی کہ ہمارا پالنے والا ہمیں کافی
اور بہترین وکیل ہے ۔

علیؑ ہمارے اور ہمارے علاوہ سب کے امام ہیں اس بار میں قرآن نازل ہوا ہے
اس دن جبکہ نبی کریمؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں پس یہ اس کا مولا ہے اور یہ بہت
عظیم واقعہ تھا ۔

اور جو بات نبیؐ نے کہہ دی وہ امت پر حتمی اور لازمی ہے اس میں قیل و قال کی کوئی
گنجائش نہیں ۔

حدیث شریف

۲۸ : امام احمد بن حنبل نے کتاب فضائل میں عمرو بن میمون سے روایت کی ہے وہ کہتا
ہے کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک گروہ آیا جو علیؑ کی عیب جوئی
کرنے لگا تو ابن عباس نے ان کی تردید کی اور کہنے لگے جب رسول اللہؐ نے ہجرت کی تو علیؑ
ان کی چادر اٹھ کر ان کے بستر پر سو گئے اور مشرکین رسول اللہؐ کی اذیت کے درپے پھٹے
پس ابو بکر آئے جب کہ علیؑ سوئے ہوئے تھے تو انھوں نے سمجھا کہ رسول اللہؐ ہیں تو وہ
کہنے لگے اے اللہ کے نبیؐ! تو علیؑ نے ان سے کہا کہ رسول اللہؐ کی کنیز کی طرف تشریف لے
گئے ہیں تم بھی ان سے جا ملو۔ پس ابو بکر ادھر تشریف لے گئے اور رسول اللہؐ سے جا ملے
اور کفار رات بھر علیؑ کو پیٹھ پر رتے رہے اور وہ پہلو بدلتے پھٹے اور صبح تک اپنے
سر کو چادر سے لپیٹے رہے ۔

۲۹ : ابو اسحق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں
جب رسول اللہؐ نے امداد کیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کریں تو علیؑ ابن ابی طالب کی بیگم

میں اپنے قرضوں کی ادائیگی اور لوگوں کی جہانمیں آپ کے پاس تھیں ان کی واپسی کے
 سے قلیفہ بنا کر چلے اور انھیں حکم دیا کہ آج کی رات میرے بستر پر سو جاؤ اور ان سے کہا کہ سبز
 رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ تم تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اور نہ تمھیں کسی قسم کی
 تکلیف پہنچا سکے گا۔ حالانکہ لوگوں نے گھر کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ ابن عباس کہتے ہیں پس
 خداوند عالم نے جبریل و میکائیل کی طرف وحی نازل کی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے
 کا بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے طویل قرار دی ہے۔ پس تم میں سے کون
 ہے جو اپنی زندگی دوسرے پر نثار کرے۔ دونوں نے اپنی ہی زندگی پسند لی پس خداوند
 عالم نے ان کی طرف وحی کی کہ کیا تم علی ابن ابیطالب جیسے نہیں بنتے کہ میں نے اس کے
 اور محمدؐ کے درمیان اخوت و بھائی چارہ قائم کیا ہے۔ پس علیؑ محمدؐ کے بستر پر اپنی جہان
 قربان کر کے سو گیا اور اپنی زندگی اس پر نثار کر دی۔ پس تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمن
 سے اس کی حفاظت کرو۔ پس دونوں نازل ہوئے جبریل سر ہانے اور میکائیل پائنتی۔
 اور باقی ملائکہ پکارنے لگے۔ کیا کہنے بھٹارے اور کون آپ کا مثل ہو سکتا ہے۔ اے
 ابوطالب کے فرزند آپ کے ذریعہ تو خداوند عالم آپ پر فخر و مباہات کر رہا ہے پھر
 رسول اللہؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل کی ومن
 الناس من یشری نفسه ابتغاء رضات اللہ واللہ رؤف بالعباد یعنی۔ اور لوگوں
 میں کچھ ایسے ہیں جو اپنے نفس کو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے فروخت کر دیتے ہیں اور خدا
 بندوں پر مہربان ہے

ابن عباس کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے اللہ کی رضا کی چاہت میں اپنا
 نفس بیچا وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

اور ابن عباس کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے مجھے وہ اشعار سنائے جو آپؐ نے ہجرت
 کی رات کہے تھے۔

وقیت بنفس خیر من وطی الحما
 رسول اللہ خاف ان یکر واسبہ
 وابت رسول اللہ فی الغار امنا
 وبت اراعیہم وما یشہدونی
 ومن طاف بالبیت العتیق وبالجمہ
 فتجلا ذوالطول العلی من المکر
 مو قاف فی حفظ اللہ وسائر
 وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر
 ترجہ: میں نے اپنے نفس کے ساتھ بچا یا اس شخص کو جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کجہ
 کا طواف کو نبی اللہ میں سے بہتر تھا۔ وہ اللہ کا رسول تھا جسے یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ
 اس سے مکر و فریب کریں پس اسے بلند بخشے والے خدا نے مکر سے نجات دی۔
 رسول اللہ نے غار میں اس اور محفوظ رہ کر رات گزاری۔ وہ اللہ کی حفظ و امان میں تھے۔
 اور میں نے کفار کو دیکھ دیکھ کر رات گزاری جبکہ انھیں میرے ہونے کا علم نہ تھا اور
 میں اپنے نفس کو قتل اور قید کیلئے تیار کر چکا تھا۔

حادثہ قتل

۲۰: امام احمد نے اس حدیث کی کتاب فضائل میں بھی اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے
 روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا کہ ہمیشہ آپؐ کی طرف سے
 قربانی دیا کروں۔ پس آپؐ رسول اکرمؐ کی طرف سے دو مرنے والے سے میتھوں کی قربانی
 دیا کرتے تھے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

محمد بن شہاب زہری کہتا ہے کہ آپؑ نے علیؑ کو اس کام کیلئے اس لیے مخصوص کیا
 بجائے اس کا اب اور رشتہ داروں کے کیونکہ حضرت علیؑ رسولؐ کے زیادہ مترب تھے
 گویا کہ یہ کام خود رسالت کا انجام دے رہا ہے۔

۳۱: رسول اللہؐ کا علیؑ کے حق میں سلامتی کی دعا کرنا اور یہ کہ علیؑ خدا کی محفرت میں ہیں۔
 ترمذی نے ام شراحیل سے اس سے ام عطیہ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے ایک

لشکر کسی طرف بھیجا جس میں علیؑ بھی تھے تو اہم عطیہ کہتی ہے کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر آپ کو یہ کہنے سنا کہ خدا یا مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک میں علیؑ کو نہ دیکھ لوں۔ امام احمد نے بھی اسی معنوم کی روایت زید بن ارقم سے کتاب فضائل میں نقل کی ہے۔

۳۲: امام احمد کتاب فضائل میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم پر اہل جنت میں سے ایک مرد وارد ہوگا پس علیؑ داخل ہوئے۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے علیؑ کو بعد میں مبارکباد پیش کی

حدیث علیؑ

۳۳: ترمذی کتاب سے (حذف اسناد سے) عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک لشکر بھیجا جس کا سپہ سالار حضرت علیؑ ابن ابیطالبؓ کو بنایا پس آپؐ اس دستہ فوج کے ساتھ گئے توفیدیوں میں سے ایک کنیز اپنی خدمت کے لیے رکھ لی ان میں سے چار اشخاص نے آپؐ کے خلاف معاہدہ کیا۔ جب یہ لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں حضرت علیؑ کو چھپے چھپ کر حاضر ہوئے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے رسول خداؐ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ علیؑ نے ایسا ایسا کیا۔ آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا تو اس نے بھی وہی بات کہی آپؐ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ تیسرا اور چوتھا بھی کھڑا ہوا۔ انہوں نے بھی وہی کہا تو آپؐ نے ان سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے دراصل ان کے آئنا عصب آپؐ کے چہرہ سے نمایاں تھے اور فرمایا علیؑ سے تم کیا چاہتے ہو؟ یہ بات تین مرتبہ کہی علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے پیغام کو علیؑ ہی پہنچائے گا۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن و غریب ہے۔ اور امام احمد نے فضائل میں اسی معنوم کی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ میرے قرین کو صرف علیؑ ہی پورا کرے گا۔

”میرے پیغمبر کو علیؑ ہی پہچانے گا“

۳۴: اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ۹ سنہ میں ابو بکر کو امیر حج بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا کہ مشہد کین ایام حج میں حاضر ہوتے ہیں اور خانہ کعبہ کے گرد دو ہفتہ ہو کر طواف کرتے ہیں جب تک یہ رسم ختم نہ ہو جائے میں حج کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے اسے سورہ براءت کی ابتدائی چالیس آیتیں دیں تاکہ وہ حج کرنے والوں کے سامنے انھیں تلاوت کریں جب ابو بکر روانہ ہو گئے تو حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ سورہ براءت کی یہ ابتدائی آیتیں لیکر جاؤ اور جب لوگ موسم حج میں جمع ہوں تو بلند آواز سے انھیں پڑھ کر سناؤ۔ اور اپنا ناطہ غضبار بھی انھیں عنایت فرمایا۔ حضرت علیؑ مقام جحفہ میں ابو بکر سے جا ملے اور ان سے وہ آیات لے لیں۔ ابو بکر پلٹ کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا میرے باپ سے میں یا میری شان میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن میری طرف سے تبلیغ سوائے میرے یا اس شخص کے جو مجھ سے ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

۳۵: امام احمد نے فضائل میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے ابو بکر سے فرمایا: تحقیق حبرئیل میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ علیؑ کو بھیجو جب قربانی کا دن ہو تو علیؑ لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے سورہ براءت کی آیات پڑھیں جیسا کہ رسول اللہؐ نے انھیں حکم دیا تھا۔

۳۶: امام احمد نے کتاب الفضائل میں اپنی اسناد سے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے سورہ براءت کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی جو راستے میں

آپؐ نے ابوسجہ سے لی بھتیں تو آپؐ نے بلند آواز سے کہا یاد رکھو جنت میں مسلمان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد کے قریب نہیں آئیگا اور کوئی شخص بھی کعبہ کا برہنہ طواف نہ کر پائیگا۔ اور جس کا رسول اللہؐ کے ساتھ معاہدہ تھا اس کی اجل مدت معینہ ہے تو کسی کافر نے کہا کہ ہم تیرے اور تیرے چچا زاد بھائی کے معاہدہ سے بری ہیں تو علیؑ نے کہا کہ اگر رسول اللہؐ نے مجھے یہ حکم نہ دیا ہوتا کہ جب تک ان کے پاس نہ پلٹ جاؤں ان سے کوئی نئی بات نہ کروں۔ تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔ ۳۷: بعض نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے "حضرت علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں" کا ارشاد جنگ احد کے دن فرمایا تھا۔

۳۸: امام احمد کتاب فضائل میں نقل کرتے ہیں کہ جب مشرکین کے علمدار نے احد کے دن رسول اللہؐ پر حملہ کرنا چاہا تو علیؑ نے اپنی جان کی قربانی دیتے ہوئے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ جبریل نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمدؐ! اسے مواسات کہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں پس جبریل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں۔

۳۹: محمد بن اسحق نے کتاب مغازی میں ذکر کیا ہے کہ زہری کہتا ہے کہ جبریل نے یہ کلمہ کہ بیشک اسے ہی مواسات کہتے ہیں اس لیے کہا تھا کیونکہ لوگ جنگ احد کے دن رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور مدینہ میں جاگئے تھے یہاں تک عثمان بن عفان بھی کیونکہ وہ تو سب سے پہلے بھاگے تھے اور مدینہ میں پہلے گئے تھے انہیں کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ ات الذین قولوا یوم التقی الجمع ان الذین معنی وہ لوگ جو پشت پھیر کے چلے گئے دونوں گروہوں کی ٹھہریں کے دن اور ایک روایت ہے کہ یہ ارشاد آپؐ نے حجۃ الوداع میں فرمایا۔

۴۰: اسی لیے امام احمد نے فضائل میں کہا ہے کہ سلمیٰ سے روایت ہے وہ حجۃ الوداع

میں حاضر تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ کو اس دن کہتے ہوئے سنا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور میرا قرض اس کے علاوہ کوئی ادا نہیں کریگا۔ اور بعض کہتے ہیں یہ ارشاد اس دن فرمایا جب آیت واستذعنوا لکم الاقربین نازل ہوئی۔

حدیث طیر

۴۱: اس حدیث کو امام احمد نے کتاب فضائل میں اور ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد نے تو اس کی اسناد سفیان کی طرف دی ہے جو کہ رسول اللہ کا خادم تھا اور اس کا نام بہران تھا۔ وہ کہتا ہے کہ انصاری ایک خاتون نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں ایک پرندہ جو دو دروٹیوں کے درمیان رکھا ہوا تھا ہدیہ پیش کیا۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو بھنے پرند دو دروٹیوں کے ساتھ بھتے پس رسول اکرمؐ نے عرض کیا خدا یا تیری مخلوق میں جو مجھے سب سے محبوب ہوا ہے میرے پاس بھیج دے۔ اچانک دروازہ کھلا حضرت علیؑ داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ تناول کیا۔

۴۲: ترمذی بھی کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ کے پاس ایک پرندہ تھا تو آپ نے کہا خدا یا اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو لے آجو میرے ساتھ یہ پرندہ تناول کرے۔ پس حضرت علیؑ آئے اور انھوں نے آپ کے ساتھ کھایا۔ عاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کہتے ہیں کہ حدیث طیر صحیح ہے۔ بخاری اور مسلم پر لازم تھا کہ وہ اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل کرتے کیونکہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

حدیث خاص فیعلہ

۴۳: امام احمد نے اس حدیث کو فضائل میں اور ترمذی نے سنن میں درج کیا ہے۔

احمد نے (حذف اسناد سے) انس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا بنو ذلیفہ کو اپنی حرکتوں سے باز آ جانا چاہیے ورنہ میں ان کی طرف ضرور ایسے شخص کو بھیجوں گا جو میرے نفس کی مثل ہے اور جو ان میں میرے حکم کو جاری کریگا۔ ان کے مردوں کو قتل اور بچوں کو قید کریگا۔ ابوزر کہتے ہیں مجھے تو چھپے سے عمر کی ہتیلی کی ٹھنڈک نے گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ پس عمر نے کہا تمہاری راتے میں حضور کی مراد کون ہے۔ میں نے کہا آپ کی مراد حضور نہیں ہیں بلکہ آپ کی مراد خاصہ فعل (جو جوتی) کی اصلاح میں مشغول ہے (علی ابن ابیطالب ہے)۔

۲۴: روایت میں ہے حضرت عمر کہتے ہیں خدا کی قسم مجھے امانت کی خواہش کبھی نہ ہوئی مگر اس دن میں اپنے سلیتے کو اس امید پر تان کر آگے ہوتا تھا کہ شاید یہ کہہ دیں کہ وہ شخص یہ ہے (یعنی عمر) پس آپ حضرت علیؑ کی طرف مسرت ہوئے امدان کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے یہ ہے وہ یہ ہے وہ دوسرے فرمایا۔

۲۵: ترمذی نے (حذف سند کے ساتھ) ربیع بن حراش سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ علی ابن ابیطالب نے مقام رجبہ میں ہم سے بیان کیا کہ جب صلح حدیبیہ کا دن آیا تو ہمارے پاس سہیل بن عمرو و سار قریش کے ایک گروہ کے ساتھ آیا اور کہنے لگا اے محمد تمہاری طرف ہمارے بیٹوں بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ لوگ جنہیں دین کی سمجھ نہیں ہمارے مال و جائیداد کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں انہیں ہماری طرف واپس پلٹادیں تو آپ نے فرمایا اگر انہیں دین کی سمجھ ہو چھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے پھر فرمایا اے گروہ قریش تم اپنے افعال بد سے رک جاؤ ورنہ خداوند عالم تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو مخالفت دین کی وجہ سے تمہاری گردنیں تلوار سے اڑا دیگا۔ پس انہوں نے کہا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ وہی ہے جس کے دل کا خدا نے ایمان کے ساتھ امتحان کر لیا ہے اور وہ خاصہ فعل ہے حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں اس وقت رسول اللہ کے جوتے کو پوند لگا رہا تھا۔

حدیث سید ابواب

۴۶ : اس حدیث کو امام احمد نے کتاب الفضائل میں اور ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے امام احمد نے (حذف سند سے) زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کے دروازے مسجد کی طرف کھلے ہوئے تھے تو رسول اللہؐ نے فرمایا علی ابن ابیطالب کے دروازہ کے علاوہ سب دروازے بند کر دو، پس لوگوں نے اس بارے میں چمک بولیا کہیں تو ہر کار رسالت کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء الہی کے بعد فرمایا نہ کسی چیز کو میں نے بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے تو ایک شے کا حکم ہوا ہے جس کی میں نے اتباع کی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے خداوند عالم نے ایک چیز کا حکم دیا ہے پس میں نے اس حکم کا اتباع کیا ہے۔

۴۷ : ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے سب دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے علیؑ کے دروازہ کے۔

۴۸ : ترمذی نے (حذف سند سے) ابی سعید خدری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے علیؑ میرے اور میرے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسجد میں حالت جنب میں داخل ہو۔

حدیث سرگوشی اور وصیت

۴۹ : ترمذی نے (حذف اسناد کے ساتھ) جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جنگ طائف کے دن حضرت علی ابن ابیطالبؑ کو بلایا۔ اعدان سے طویل سرگوشی کی پس لوگوں نے کہا ان کی سرگوشی اپنے چچا زاد بھائی سے

طویل ہو گئی ہے یہ بات حضرت تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے کی ہے۔

۵۰ : امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذف سند سے) ام سلمہ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں وہ بات جو میں مستم کھا کر کہہ سکتی ہوں یہ ہے کہ علی بن ابیطالب زیادہ قریب العہد تھے باقی لوگوں کی نسبت رسول اللہ سے۔ آپ مرض الموت میں بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور کافی وقت تک ان سے سرگوشی کی اور بہت سی راز کی باتیں کیں پھر اسی دن آپ کی وفات ہو گئی لہذا وہ رسول اللہ سے تمام لوگوں کی نسبت قریب العہد تھے۔

احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) اس سے روایت ہے وہ کہتا ہے ہم نے سلمان فارسی سے کہا کہ تم حضورؐ سے ان کے وحی کے متعلق سوال کرو پس سلمان نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ موسیٰ بن عمران کا کون وحی تھا سلمان نے کہا کہ یوشع بن نون تو آپ نے فرمایا کہ میرا وحی میرا واد است اور میرے وعدہ کا پورا کرنے والا علی بن ابیطالب ہے۔

حدیث اذیت

۵۱ : امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) عمر بن شاس سے روایت ہے میں حضرت علیؑ کے ساتھ قبلہ بمنبر کی طرف گیا تو علیؑ نے مجھ پر سختی کی جب میں واپس مدینہ پہنچا تو میں نے مسجد میں بیٹھ کر ان کی شکایت کی، یہ بات رسول اللہؐ تک پہنچی۔ میں ایک دن مسجد میں گیا جبکہ رسول اکرمؐ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں رونق افروز تھے پس آپ میری طرف تیز نگاہ سے دیکھنے لگے پھر فرمایا خدا کی قسم تو نے مجھے اذیت دی۔ میں نے عرض کی کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ کو

ان کا کھلیفہ دہلی تو آپ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو علیؑ کو اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی۔

اور سعید بن مسیب نے عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ علیؑ کی بدگونی کر رہا تھا تو عمرؓ نے کہا تجھ پر ہلاکت وارد ہو جائے گی کہ اس قبر میں دفن ہے؟ رسول اللہؐ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ عمرؓ نے کہا اس میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ جب تو نے علیؑ کو اذیت دی تو بیشک ان کو اذیت دی۔

فضایائے امیر المومنینؑ

۵۲ : امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذف اسناد سے) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہؐ نے بنی نمیر کی طرف بھیجا جب کہ میں نوجوان تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے آپ ایک قوم کی طرف بھیج دیجئے تاکہ میں ان کے درمیان قضایات فیصلہ کروں۔ حالانکہ میں جوان ہوں اور قصاص سے بہرہ ور نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ میں آپ سے قریب ہوا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور عرض کی خدایا اس کے دل کو ہدایت پر برقرار اور اس کی زبان کو بات عنایت فرما حضرت علیؑ کہتے ہیں اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی شک عارض نہیں ہوا۔

حلیہ شاقہ

۵۳ : امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذف اسناد سے) انس سے روایت کی ہے کہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ قیامت کے دن جنت کے ناول

میں سے ایک ناقہ لایا جائیگا پس تم اس پر سوار ہو گے اور میں بھی تمہارے ساتھ اپنی سواری پر سوار ہوں گا یہاں تک کہ ہم اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے۔

حَدِثِ بَارِع

۵۲ : امام احمد نے الفضائل میں کہا ہے (حدیث سند کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ کے ایک کوچہ میں چل رہا تھا۔ پس ہم ایک بارغ سے گزرے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ یہ کس قدر خوبصورت بارغ ہے آپؐ نے فرمایا جنت میں تمہارے لیے ایسا ہی بارغ ہے۔ یہاں تک کہ ہم سات بارغوں سے گزرے۔

حَدِثِ سَلَامِ عَلَیْکَ

۵۵ : امام احمد نے کتاب الفضائل میں لکھا ہے (حدیث اسناد سے) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب جنگ بدر کی رات آئی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص ہمارے لیے پانی لیتا ہے۔ سب لوگ رک گئے۔ علیؑ کہتے ہیں میں کھڑا ہو گیا اور مشک کندھے پر اٹھائی اور اس کنویں کے پاس گیا جو کافی گہرا اور تاریک تھا۔ میں اس میں اتر گیا۔ خداوند عالم نے جبریلؑ، اسرافیلؑ اور میکائیلؑ سے وحی کی کہ محمدؐ کی نصرت اور ان کی معیت میں جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب اس کنویں کے سامنے پہنچے تو رک گئے اور سب نے میرے اکرام، بزرگی اور عظمت کو لحاظ رکھتے ہوئے سلام کیا۔ یہ روایت عزرات کے نامہ نگاروں نے تحریر کی ہے۔

حَدِثِ خَلْقِ مِیْمِ الْمَوْتِیْنَ

۵۶ : امام احمد نے الفضائل میں کہا ہے (حدیث اسناد سے) سلمان فارسیؓ سے روایت ہے

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں اور علی بن ابیطالبؑ خلقت آدم سے چار ہزار سال پہلے خداوند عالم کی بارگاہ میں نور تھے۔ جب آدم بنائے گئے تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ایک جز میں ہوں اور ایک علیؑ ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے اور ہم آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے عرش کی دائیں طرف تھے۔ پس ہم اصحاب رجال سے عبدالمطلبؑ کو متقل ہوتے رہے۔

حدیث شاخِ سرخ

۵۷ : امام احمد نے کتاب الفصائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) زید بن ارقم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس شاخِ سرخ (سرخ بکڑی) سے مسک چاہتا ہے جو خداوند عالم نے اپنے قدرت سے جنتِ عدن میں بونی ہے تو اسے علی بن ابی طالبؑ کی محبت سے منسلک ہونا چاہیے۔

حکایتِ حلالۃ العلم

۵۸ : امام احمد نے کتاب الفصائل میں (حذف اسناد سے) حضرت علیؑ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں فقہ کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ پس جو شخص علم چاہتا ہے اسے دروازہ سے آنا چاہیے۔

حدیث سیادت

۵۹ : امام احمد نے باب الفصائل میں کہا ہے (حذف سند سے) ابن عباس سے روایت ہے

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے علی ابن ابیطالبؑ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان سے جا کر کہو کہ تم دنیا میں سید ہو اور آخرت میں بھی سید ہو جو تم سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جو تم سے بغض رکھے اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حدیث : علیؑ اہل جنت سے ہیں

۶۰ : میرے نانا ابوالفرج نے خبر دی (حذف اسناد کے ساتھ) کہ اے علیؑ تم جنت میں ہو یہ بات تین دفعہ فرمائی۔

حلیۃ قتل عمالقہ

۶۱ : ابن عطفی نے کہا ہے (حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے اس خطبہ میں فرمایا جو آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا کہ میں اکیس لشکر کے ساتھ عمالقہ سے جہاد کروں گا۔ حیریل نے کہا یا علیؑ ابن ابیطالبؑ۔ آپؐ نے فرمایا یا علیؑ ابن ابی طالبؑ۔

حلیۃ : رد شمس

۶۲ : ہمیں ابوالقاسم عبدالمحسن نے خبر دی (حذف اسناد سے) اسماء بنت عمیس سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں تھا اور آپؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی پس حضرت علیؑ نے عصر کی نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہؐ نے عرض کی خدایا علیؑ تیری اور میرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ پس اس کے لیے سورج پلٹا دے اسماء کہتی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے سورج واپس لوٹا دیا۔

اس سلسلے میں ایک عجیب حکایت ہے مجھ سے عراق کے اساتذہ کی ایک جماعت نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہم نے ابو منصور مظهر بن اردشیر عبادی واعظ کو دیکھا وہ مدرسہ تاجیہ میں (جو بغداد کے محلہ ابرز کے دروازہ پر ہے) بیٹھا ہوا تھا اور یہ ممتاز عصر کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور وہ حضرت علیؑ کیلئے روشمس کی حدیث کو بہترین عبادات اور عمدہ الفاظ کے ساتھ بیان کر رہا تھا پھر اس نے اہلبیتؑ کے فضائل ذکر کیے تو اچانک ایک بادل اٹھا اور اس نے سورج کو ڈھانپ لیا۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس ابو منصور منبر پر کھڑا ہو گیا اور سورج کی طرف منہ کر کے یہ اشعار پڑھنے لگا۔

لا تغربى يا شمس حتى ينتهى
مدحى لآل المصطفى وسنجلها
واثنى عنانك ان اردت ثنائهم
انيت ان كان الوقت لاجلها
ان كان للمولى وقتك فليكن
هذا الوقت لخيرها ولسجلها
ترجمہ : اے سورج جب تک مصطفیٰ کی آل اور ان کے فرزند کی مدح ختم نہ ہو جائے غروب نہ کرنا۔ اور اپنی ہمار کو روک لے اگر ان کی تعریف سنا چاہتا ہے کیا تو بھول گیا ہے اپنے کھڑنے کو ان کے لیے اگر مولیٰ کیلئے تو کھڑ گیا ہے تو اس کے نوکروں کیلئے بھی کھڑا رہ۔

وہ لوگ کہتے ہیں آفتاب کے سامنے سے بادل چھٹ گیا اور آفتاب طلوع کر آیا۔

حالات شیعہ ایمان امیر المومنینؑ

۶۳ : ابن عطفی کہتا ہے (حذف اسناد سے) ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ سرکار رسالت نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا یہ دور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں۔

ابنیں احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ کتاب اختصار سے خارج نہ ہو۔

تذکرہ اولاد اطہار

علماء سیر و تاریخ کا اتفاق ہے کہ آپ کی ۳۳ اولادیں ہیں۔ چودہ فرزند اور انیس بیٹیاں۔ ۱۔ حسنؑ ۲۔ حسینؑ ۳۔ زینب کبریٰؑ ۴۔ ام کلثوم کبریٰؑ۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہؐ ہیں۔ عام متاخرین کا یہی نظریہ ہے۔ زبیر بن عوفؓ نے ذکر کیا ہے کہ جناب فاطمہ بنت رسولؐ سے ایک اور فرزند بھی پیدا ہوا جن کا نام محسن تھا جو بچپن ہی میں شہید ہو گئے۔

جناب فاطمہؑ آپ کی پہلی زوجہ ہیں۔ ان کی وفات تک آپ نے کسی اور خاتون سے شادی نہیں کی۔

(آپ کے فرزند) ۵۔ محمد اکبرؑ ہیں اور وہی ابن حنفیہ ہیں ان کی ماں خولہ بنت جعفرؑ ہیں جو بنی حنفیہ کے قیدیوں میں سے تھیں بعض کا خیال ہے کہ وہ کنیز تھیں ہم محمد کے حالات کسی اگلے باب میں بیان کریں گے۔ اسی طرح حسنؑ و حسینؑ کے حالات بھی۔ اور آپ کے فرزند ۶۔ عبداللہؑ ان کو مختار ابن ابی عبید نے قتل کیا تھا۔ ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعودؑ ہیں جو بنی تمیم میں سے تھیں۔ ۷۔ ابوبکرؑ ہیں جو امام حسینؑ کی معیت میں شہید ہوئے۔ ان کی ماں بھی لیلیٰ بنت مسعودؑ ہیں۔ ۸۔ عباس اکبرؑ و عثمانؑ۔ ۹۔ جعفرؑ اور ۱۰۔ عبداللہؑ ہیں جو امام حسینؑ کی معیت میں شہید ہوئے، ان کی والدہ ام البنین بنت حزام اور بعض کے نزدیک بنت خلعہ ہیں۔ ان سے آپ کی شادی جناب فاطمہؑ کے بعد ہوئی ۱۱۔ محمد صغیرؑ یہ بھی امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ان کی ماں کنیز ہیں اور سواحیہ اور ۱۲۔ عونؑ ہیں، ان دونوں کی والدہ اسماء بنت عمیسؑ ہیں۔ جعفر بن ابی طالب نے اسماء سے شادی کی تھی۔ وہ شہید ہوئے تو اسماء نے ابوبکر سے شادی کر لی۔ ان کے انتقال کے بعد علیؑ نے ام البنین سے شادی کے بعد اسماء سے نکاح کیا پس اسماء سے

اولاد پیدا ہوئی۔ ۱۵۔ عمر اکبر اور ۱۶۔ رقیہ ان دونوں کی ماں صہبا تھی جو کہ نو عمر تھی اس سے اسرار کے بعد آپ نے شادی کی۔ صہبا کو ام حبیب بنت ربیعہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ بنی وائل سے تھیں جب خالد بن ولید نے بنی غالب پر غارتگری کی عین النمر کے پاس تو یہ صہبا اس کے ہاتھ آئی تھیں۔ اس عمر اکبر کا ذکر بعد میں کریں گے۔ یہ عمر راوی حدیث اور فاضل تھے۔ اور انھوں نے اسرار بنت عقیل بن ابی طالب سے شادی کی اور پچاسی سال تک زندہ رہے۔

۱۷۔ محمد اوسط ہے۔ ان کی ماں امامہ بنت عاص بن ربیع تھی اور ان کی ماں زینب بنت رسول اللہ (ربیعہ رسول) تھیں۔ ان سے صہبا کے بعد شادی کی۔

۱۸۔ ام حسن ۱۹۔ ام حسین اور ۲۰۔ رملہ تھیں۔ ان کی ماں ام سعید بنت عروہ ہیں۔ ان سے شادی اخیر میں ہوئی۔ ۲۱۔ ام ہانی ۲۲۔ میمونہ ۲۳۔ زینب صغریٰ ۲۴۔ رملہ صغریٰ ۲۵۔ ام کلثوم صغریٰ ۲۶۔ فاطمہ ۲۷۔ امامہ ۲۸۔ خدیجہ ۲۹۔ ام الکرام ۳۰۔ ام جعفر ۳۱۔ جمانہ ۳۲۔ نفیسہ ان سب کی مائیں مختلف کنیزیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک اور (۳۳) بیٹی تھی جو صغریٰ میں ہی فوت ہو گئی۔ اس کا نام کسی نے نہیں لکھا۔ ان میں سے لشل صرف پانچ سے چلی۔ وہ حسن و حسینؑ محمد بن حنفیہ عمر اور عباس ہیں۔ بعض کہتے ہیں محمد صغریٰ سے بھی لشل چلی۔ ان کا تذکرہ بھی کیا جائیگا۔

زبیر بن بکر کہتا ہے کہ عباس بن علی کی اولاد میں سے عبید اللہ بن علی بن ابراہیم بن عبید اللہ بن عباس بن علی ہیں۔ علماء سیر کہتے ہیں کہ عبید اللہ بغداد میں گئے اور وہاں احادیث بیان کرتے رہے، مصر میں بھی رہے، عالم اور سخی تھے۔ ان کے پاس کتابیں تھیں جنہیں جعفر نے کہا جاتا ہے۔ ان میں فقہ و اہلبیت تھی۔ انھوں نے ۳۱۲ھ میں مصر میں وفات پائی۔ ابو بکر خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ جناب عباسؑ بن علی کی اولاد میں سے عباس بن حسن بن عبید اللہ بن عباسؑ بن علی تھے۔ ہارون رشید کے زمانہ میں

بغداد شریف لائے اس کے ساتھ رہے پھر مامون کے ساتھ وقت گزارا۔ عالم اور شاعر فصیح تھے۔ اولاد علی کا خیال ہے کہ ابوطالب کی اولاد میں سب سے عظیم شاعر تھے۔ ایک دن مامون کے دربار میں گئے۔ بہترین کلام کیا تو مامون کہنے لگا خدا کی قسم تم جب بات کرتے ہو تو بہترین گفتگو کرتے ہو۔ جب مجلس میں موجود ہوتے ہو تو مجلس کو باغ و بہار کرتے ہو۔ اور جب غائب ہوتے ہو تو کم سے کوئی خدشہ نہیں ہوتا۔ ایک دن مامون کے دروازہ پر آئے تو دربان نے سر نیچا کر لیا۔ تو عباس کہنے لگے اگر ہیں مامون اجازت دے تو ہم اندر داخل ہونگے اگر عذر کرے تو اس کا عذر قبول کریں گے اور اگر میں پلٹا دے تو ہم پلٹ جائیں گے۔ لیکن یہ اعراض کرنا تیز نظر کے بعد اسے میں نہیں جانتا اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ما عن رضی کان الحمار مطیناً وکن من یمشی ساریضی بہار کب
ترجمہ: میری گدھے کی سواری خوشی سے نہیں ہے لیکن جو پیدل چل رہا ہو اسے جو سواری مل جائے اس پر راضی ہو جاتا ہے۔

ان عباس کے اور بھائی بھی علماء و فضلاء میں سے تھے۔ وہ محمد عبید اللہ فضل اور حمزہ ہیں یہ سب حسن ابن عبید اللہ بن عباس کے بیٹے ہیں۔ جناب امام حسنؑ امام حسینؑ اور محمد بن حنفیہ کے الگ الگ ابواب ہیں حالات زندگی تحریر کریں گے۔

خلافت ظاہر

علمائے سیر قاری کا بیان ہے مثلاً طبری، واقفی، ہشام بن محمد وغیرہ کہ حضرت علیؑ کی بیعت خلافت قبل عثمان کے ساتھ ہوئی اور وہ ہفتہ ۱۰ ذی الحجہ کا دن تھا بعض تیرہ کہتے ہیں اور بعض جمعہ کا دن اور پچیس ذی الحجہ کہتے ہیں اور یہ ۳۵ھ کی بات ہے آپ کی بیعت پر تمام مہاجرین و انصار نے اتفاق کیا۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خدا کی قسم خلافت نے علیؑ کو زینت نہیں دی بلکہ علیؑ نے خلافت کو زینت دی ہے۔ سب سے پہلے آپ کی بیعت طلحہؓ نے کی پھر زبیرؓ اور تمام صحابہ نے۔

ابن جریر نے کہا ہے مجھے یہ خبر محمد بن حنفیہ سے پہنچی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ کھاجب عثمان قتل ہوئے آپ اپنے گھر میں تشریف لائے تو اصحاب رسول آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یہ شخص (عثمان) قتل ہو گیا ہے لوگوں کے لیے ایک اہم کا ہونا ضروری ہے جو ان کے معاملات کو قائم رکھے اور آج کے دن ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس کا حقدار نہیں پاتے جو کارناموں میں آپ سے بڑھا ہوا اور رسول اللہؐ کا زیادہ قریبی ہو۔ آپ نے فرمایا یہ بات اب نہ کرو میں تمہارے لیے امیر کی بجائے وزیر رہوں تو بہتر ہو گا وہ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم ہم اس وقت تک کوئی کام نہیں کریں گے۔ جب تک آپ کی بیعت نہ کر لیں تو آپ نے فرمایا اگر اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تو پھر مسجد میں چلو کیونکہ میری بیعت تمام مسلمانوں کی رضا و رغبت کے بغیر نہیں ہوگی۔ آپ مسجد میں تشریف لائے پہلے مہاجرین و انصاریوں نے آپ کی بیعت کی۔ پھر باقی لوگوں نے نیز ابن عمرؓ نے ابی بشیر عابدیؓ سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے ان سے کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں تم جسے اپنا حاکم بنا لو میں راضی ہوں اور اختلاف نہیں کروں گا انھوں نے آپ ہی کو پسند کیا اور کہنے لگے ہم آپ کے علاوہ کسی کو انتخاب نہیں کرتے۔ آپ بنی عمرو بن منذل کے باغ میں چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ پس وہ لوگ آپ کے پاس آئے جن میں طلحہؓ اور زبیرؓ بھی تھے۔ اور لیوا بھانڈا آپ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ہاتھ کھولے پہلے طلحہؓ نے بیعت کی اور پھر زبیرؓ نے۔

زہری کہتا ہے تعجب ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت علیؑ کی بیعت تو نہ کی اور یزیدؓ بن معاویہ کی کر لی۔

اور سیف و ابن جریر کے علاوہ دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ قتل عثمان کے بعد چالیس
 راتیں برابر لوگ مع مہاجرین و انصار کے حضرت علیؑ کے پاس آتے جاتے رہے اور کہتے
 تھے کہ آپ بیعت لیجئے اور آپ فرماتے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں کسی اور کا انتخاب
 کر لو اور حسن کو انتخاب کر لو گے میں اختلاف نہیں کروں گا اور وہ کہتے تھے آپ کے علاوہ
 کوئی اس کی قابلیت نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا میں تمہیں سناڑ پڑھاؤں گا اور بیت المال
 کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ اور مجھے بھٹارے کسی معاملہ میں دخل نہیں ہوگا تو وہ رضی
 ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں کسی کو دوسرے سے ایک درہم بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ وہ
 کہنے لگے بجا ہے پس لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ آپ جب منبر سے اترے تو ہر صاحب
 حق کو اس کا حق دیا۔ اور لوگوں میں سکون پیدا ہو گیا۔ پھر اسی وقت گزرا تھا کہ طلحہ و
 زبیر آئے اور کہنے لگے اے امیر المومنین ہمارے اہل و عیال زیادہ ہیں اور ہماری زمین
 سخت ہے۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے شرط نہیں کی تھی کہ کسی کو دوسرے سے ایک درہم
 بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ کہنے لگے ہمارے ذمہ اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا
 اپنے ساتھیوں کو بلاؤ اگر وہ راہنی ہو جائیں تم دونوں کو ان کے بغیر ویدوں تو میں ایسا کروں
 گا اور اگر یہ کام تم نہیں کر سکتے تو پھر میں اپنے حصہ میں سے تمہیں دوں گا وہ اس پر راہنی
 نہ ہوئے اور کہنے لگے ہمیں عمرہ کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم بھٹارا مقعد عمرہ
 نہیں بلکہ دھوکا و فتنہ و فساد ہے۔ وہ کہنے لگے ہمیں خدا کی قسم آپ نے فرمایا میری
 طرف سے اجازت ہے جو چاہے کرتے پھرو۔ یہ آپ کی خلافت (ظاہریہ) کے چار مہینے
 کی بات ہے۔

شعبی کہتا ہے کہ ولید بن عقیہ، سعد بن ابی وقاص اور مروان بن حکم مکہ کی طرف
 بھاگ گئے۔ مکہ میں عائشہ اور ام سلمہ موجود تھیں اور طلحہ و زبیر بھی مکہ کی طرف گئے اور
 ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ ہمیں علیؑ کی بیعت پر

دیا گیا تھا۔ اور ام سلمیٰ سے سوال کیا کہ ہم خروج کرنا چاہتے ہیں ام سلمیٰ نے منع کیا اور کہنے لگیں کہ تم دونوں مت نہ برپا کرنا چاہتے ہو جب ام سلمیٰ سے ہوئی اور حضرت عائشہ کے پاس گئے اور حضرت عائشہ سے وہی باتیں کہیں اور ان نے لکے تم ہمارے ساتھ خروج کرو تا کہ ہم اس شخص (علیؑ) سے جنگ کریں انھوں نے پیشکش قبول کر لی۔

اس باب میں ایک واقعہ ہے جسے بیت مال العلوم اور نیز علماء المحدثین کے بن نے ابی ہذیل علاق سے ذکر کیا ہے۔ ابی ہذیل کہتا ہے کہ میں مامون کے رقبہ کی طرف سفر پر گیا۔ ہم فرات میں سیر کر رہے تھے کہ ہمارا گزر ایک دیر گزرا۔ مجھے بتایا گیا کہ اس میں ایک مجنون رہتا ہے جو حکمت کی باتیں کرتا ہے۔ میں رجا میں گیا۔ اچانک مجھے ایک خوبصورت اور خوب شخص نظر آیا جو بیڑیوں میں اٹھوا تھا۔ میں نے اس پر سلام کیا اس نے مجھے جواب سلام دیا۔ پھر کہنے لگا میرا کہتا ہے کہ تو اس شہر یعنی رقبہ کا رہنے والا نہیں کہ جس کے باشندے کم عقل ہیں نے کہا ہاں میں اہل عراق سے ہوں تو وہ کہنے لگا میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں تم سمجھنے کی کوشش کرنا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں میں نے کہا پوچھو، اس نے کہا کیا بنی اکرمؑ نے کسی کو اپنا وصی بنایا تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر ابو جبرہؑ کی جگہ پر بغیر وصی بنائے آپ کی جگہ کس طرح بیٹھ گئے؟ میں نے کہا انھیں مہاجرین مارنے منتخب کیا تھا اور لوگ ان کی خلافت پر راضی ہو گئے تھے۔ وہ کہنے لگا۔ اجورین نے کس طرح ان کا انتخاب کیا تھا؟ جبکہ زبیر بن عوام نے تو یہ کہہ دیا تھا کہ میں ان کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کروں گا۔ اور اسی طرح عباس نے بھی کہا۔ انصار نے یہ انھیں منتخب کیا جبکہ وہ تو کہتے تھے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو۔ انھوں نے تو سقیفہ کے دن سعد بن عبادہ کو اپنا حاکم بنا بھی لیا تھا اور عمر نے کہا تھا

کہ سعد کو قتل کر دو و خدا سے قتل کرے اور تو کیسے کہتا ہے کہ لوگ راضی ہو گئے ہوتے
 سلمان فارسی نے کہا تھا (کردی نہ کردی) یعنی تم نے کیا کیا تو اسکی گردن پر گھونسے
 گئے۔ اور ابوسفیان بن حرب نے علیؑ سے کہا تھا ہاتھ بڑھاؤ میں آپکی بیعت کرتا ہوں
 اور اگر چاہو تو مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے پر کر دوں گا پھر بنی ہاشم نے
 تکہ ابوبکرؓ کی بیعت نہ کی، تو اجماع کیا ہوا؟ پھر جب ابوبکر خلیفہ بن گئے تو انھوں
 حمد الہی کے بعد کہا کہ میں تمہارا عالم بن گیا ہوں لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں تو
 طرح مفسول فاضل پر مقدم کیا جاسکتا ہے؟

اور جب عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ابوبکرؓ
 سینے کا ایک بال ہوتا پھر بعد میں کہا کہ ابوبکرؓ کی خلافت تو ایک بے سوچا سمجھا کام تھا
 خدا نے اس کے شر سے بچا لیا۔ جو کوئی پھر ایسا کام کرے اسے قتل کر دو۔ پھر عمرؓ
 قیدی واپس کر دیے جنھیں ابوبکرؓ کے زمانہ میں خالد بن ولید نے قید کیا تھا۔ خالد بن
 نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے شادی رچالی تھی۔ عمرؓ نے اسے بھی واپس کر دیا جبکہ
 کے ہاں بچے بھی پیدا کر چکی تھی۔ پھر عمرؓ نے صہیب کو اصحاب رسول پر حاکم بنایا۔ حال
 وہ نمر بن قاسط کا غلام تھا۔ اور ان سب باتوں میں تناقص ہے اور مجھے عبدالرحمن
 عوف کے متعلق بتاؤ کہ جب انھوں نے عثمان کو خلیفہ بنایا تو ان کو بچا جانتے تھے کہ نہیں
 کہنے لگا تو عبدالرحمن بن عوف نے بعد میں کہا میں نہیں چاہتا تھا کہ زندہ رہوں۔ یہاں
 کہ عثمان مجھ سے کہیں کہ اے منافق تو عثمان کی معرفت عبدالرحمن کے متعلق جب انکی
 نفاق کی نسبت وی ویسی تھی جس طرح حضرت علیؑ کی معرفت عبدالرحمن کو بھی جب انھیں
 بنایا جا رہا تھا۔

اور مجھے حضرت عائشہؓ سے متعلق بتاؤ کہ جب عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے
 جس دن لوگوں نے عثمان کے گھر کو گھیر رکھا تھا اور کہتی تھیں نعل کو قتل کر دو و خدا سے

کرے، یہ کافر ہو گیا ہے۔ اور جب علیؑ خلیفہ ہوئے تو کہتی تھیں کہ میں دوست رکھتی ہوں
 آسمان زمین پر گر پڑے۔ پھر اپنے گھر سے نکل پڑیں اور طلحہ و زبیر کی معیت میں علیؑ
 جنگ کرنے لگیں۔ اور ناحیانہ خون بہانے لگیں حالانکہ خداوند عالم کہتا ہے کہ تم اپنے
 ان میں رہو۔ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلو۔ یہ اللہ کی کھلی ہوئی مخالفت تھی اور جب
 قتل ہو گئے تو مسلمان اور صحابہ حضرت علیؑ کی طرف سیلاب کی طرح آئے تاکہ ان
 بیعت کریں۔ علیؑ نے قبول نہ کیا تو کہنے لگے اگر خدا کی قسم آپ نے بیعت نہ لی تو آپکو
 ان کے ساتھ ملحق کر دیں گے۔ پس مجھے بتاؤ کہ کونسی بیعت میں زیادہ زور تھا کیا جس
 کو پیادہ مسلمان کی گردن پر گھولنے مارے یا جس کے پاس لوگ آئے اور اسے
 لینے پر مجبور کرنے لگے۔ ابو بزیل کہتا ہے کہ میں کوئی جواب اسے نہ دے سکا الخ
 ابو حامد غزالی نے کتاب سمر العالین و کشف مافی الدارین میں اسی قسم کی
 حکایت نقل کی ہے (مزید اس میں ہے) کہ وہ کہنے لگا رسول اللہؐ نے غدر خیم کے مقام
 پر علیؑ کے متعلق فرمایا تھا جس کا میں مولا ہوں علیؑ اس کے مولا ہیں تو عمر بن خطابؓ
 فرمایا کیا کہنے تمہارے اسے ابو الحسن آپ میرے اور ہر مومن مرد و عورت کے
 ابو کہئے۔ کہنے لگا یہ تسلیم و رضا اور بیعت ہے پھر بعد میں خواہشات کا غلبہ جھنڈوں
 کی شہروں کی فتح کیلئے لشکروں کا جھگڑا، خلافت میں ادا امر و نواہی ان سب
 لوگوں نے مخالفت پر اکسایا تو رسول کے حکم کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اس کے
 لئے حقوڑا سامان خرید لیا۔ اور بڑی تجارت کی۔ کہنے لگا اور جب رسول اللہؐ کی
 وفات کا وقت آیا تو وفات سے پہلے ہی میرے پہلے آپ نے فرمایا کہ کاغذ اور دوات
 میں تمہیں تحریر کیجھ دوں تاکہ میرے بعد اس میں اختلاف نہ کرو۔ حضرت عمرؓ نے
 حقوڑا اس شخص کو اسے توہین بیان ہو گیا ہے۔

اور کہنے لگے کہ عباس، علیؑ، ان کی اولاد اور بنی ہاشم بیعت کے وقت حاضر

ہمیں تھے۔ اس کے علاوہ معینہ میں انصار نے بھی ان کی مخالفت کی اور محمد بن ابی بکر کے مرض الموت میں اپنے باپ کے پاس گئے تو کہنے لگے اپنے چچا عمر کو بلاؤ اس کی خلافت کی وصیت کر جاؤں، تو محمد کہنے لگے اے ابابکر حق پر ہیں یا باپ کہنے لگے حق پر ہوں۔ پھر محمد نے کہا اگر حق پر ہیں تو اپنے بیٹے کیلئے بھی وہی پسند اپنے لیے کیا ہے۔ پھر ابوبکر نے منبر رسول پر کہا کہ مجھے معاف کر دیں تم سے کہ ہوں۔ یہ بات انھوں نے بری کی تھی یا حقیقت کے ساتھ یا بطور امتحان کہہ رہے تھے بات تھی تو خلفاء اس سے منزعہ ہوتے ہیں۔ اور اگر حقیقت کہی تھی تو اس سے ختم ہو جاتی ہے اور اگر یہ طور امتحان کہا تھا تو امتحان ہو نہیں سکتا کیونکہ خدا کہتا ہے ہم نے ان کے دلوں سے کیسے کونکال دیا ہے۔

میں کہتا ہوں پھر تعجب یہ ہے کہ معاویہ نے خلافت میں علی کیا کیسے نہ رسولؐ نے خلافت میں طمع کرے والے کے طمع کو قطع کر دیا تھا۔ اپنے اس قول جب دو خلیفہ ہو جائیں تو ان میں سے آخری کو قتل کر دو اور تعجب ہے کہ ایک شخص میں کیسے تقسیم ہو سکتا ہے اور خلافت کوئی جسم تو نہیں کہ جس کا تجزہ اور انعازم کہتا ہے پہلا مقدمہ جو قیامت کے دن بندوں میں جاری ہو گا وہ علیؑ کا ہو گا پس اللہ تعالیٰ علیؑ کے حق میں معاویہ کے خلاف فیصلہ کریگا۔ اور باقی مشائخ کے تابع ہوں گے۔

اور رسول اکرمؐ نے عمار سے فرمایا تھا کہ تمہیں بائینوں کی ایک جماعت قتل ہو گی امام تو باغی نہیں ہو سکتا اور نہ امامت کے لباس میں دو شخص سما سکتے ہیں جیسے کہ میں دو خدا نہیں ہو سکتے۔

نیز غزالی کہتا ہے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یزید بن معاویہ قتل حسینؑ نہیں تھا اور وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کا قتل غلطی سے ہو گیا۔ حالانکہ قتل

غلطی پر محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ کے ساتھ جنگ ہوئی۔ اور یزید و ابن زیاد کے درمیان اس معاملہ میں خط و کتابت ہوئی۔ اور یزید نے آپ کے قتل، پانی بند کرنے اور انھیں پیاسا شہید کر کے ان کے سر کو نیزہ پر سوار کرنے اور ان کے اہلبیت کو قید کر کے ننگے سر اور نٹوں پر سوار کر کے بھیجے پر اکسایا۔ اور آپ کے دندان مبارک کو چھڑی لگا تار یا۔ اور جب علی بن الحسین سید سجاد یزید کے دربار میں گئے تو کہنے لگاتم اسی کے بیٹے ہو جس کو اللہ نے قتل کیا۔ آپ نے فرمایا میں اس کا بیٹا ہوں جسے تو نے قتل کیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی من قتل مومنًا متعمداً فجزاؤا شہ جہنم خالدین فیہا ابدًا جو کسی مومن کو عمدتاً قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ پھر ہزار مہینے تک منبر پر حضرت علیؑ پر لعنت کی گئی اور یہ معاویہ کے حکم سے ہوا کیا تو سمجھتا ہے کہ کتاب خدا نے انھیں یہ حکم دیا تھا یا سنت رسولؐ نے یا اجماع امت نے۔ یہ امام غزالی کا کلام تھا۔

روانگی بصرہ

علمائے سیر و تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ شام کی طرف معاویہ سے جہاد کرنے کے لیے تیار تھے اور جانے ہی والے تھے کہ آپ کے پاس حاکم مکہ کا خط پہنچا کہ طلحہ و زبیر یہاں آئے اور حضرت عائشہؓ کو ساتھ لے گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ پس آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تحقیق کہ طلحہ، زبیر اور عائشہؓ کو میری خلافت بری لگی ہے اور وہ بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں پس ان کی طرف جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ جب عثمان قتل ہو گئے اس وقت مکہ کا حاکم عبداللہ بن عامر حضرمی تھا۔ اور بی بی عائشہؓ ان دنوں مکہ میں موجود تھیں اور وہ محترم

عمرہ بجالانا چاہتی تھیں۔ تو بنی امیہ بھاگ کر مکہ چلے گئے۔ اور انھوں نے بی بی عائشہ کو
 قتل عثمان کی اطلاع دی۔ اور یہ نہ بتایا کہ حضرت علیؓ خلیفہ بنا لیے گئے ہیں۔ جب بی بی
 عائشہ عمرہ سے فارغ ہو چکیں تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب مقام سرف پر پہنچیں
 تو مہی لیت کا ایک شخص جو ان کے اخوان میں سے تھا ملا۔ جس کا نام عبید اللہ بن ابی سلمہ تھا
 تو کہنے لگیں کیا خبر ہے تو وہ گنگنا نے لگا اور اظہار عظیم و غضب کرنے لگا تو عائشہ نے
 کہا خدا تجھے ہلاک کرے تو ہمارا مخالف ہے کہ موافق تو اس نے کہا عثمان قتل ہو گئے
 اور لوگ پانچ دن تک بغیر امام کے رہے۔ کہنے لگیں پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا اہل مدینہ
 اور وہ لوگ جن کا مدینہ پر غلبہ تھا وہ علی بن ابیطالب کی خلافت پر جمع ہو گئے تو بی بی
 عائشہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور مکہ میں لوٹ آئیں۔ جب لوگوں
 کو یہ اطلاع ملی تو وہ ان کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ بی بی عائشہ مسجد الحرام میں حجر اسود کے
 پاس آئیں اور پردہ کا انتظام کر لیا لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تو انھوں نے خطبہ دیا اور
 فرمایا اے لوگو! پست فستم کے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے جو کل ظلم سے مارا گیا ہے۔
 انھوں نے ناحق جلد بازی سے کام لیا ہے اور انھوں نے وہ خون بہایا جو ان کے لیے
 حرام تھا۔ محترم مہینے میں محترم شہر میں انھوں نے اس چیز کو حلال سمجھ لیا۔ مختار ان کے
 خلاف اجتماع دوسرے لوگوں کو ان سے دور کر دیا۔ اور ان کے پیچھے جو لوگ ہیں
 وہ بھی ان کا ساتھ دینے سے پہلو ہتی کریں گے۔ عبداللہ بن عامر نے کہا میں پہلا شخص
 ہوں جو خون عثمان کا مطالبہ کرتا ہوں۔ ابن جریر نے صیدانی سے نقل کیا ہے وہ کہتا
 ہے عائشہ مدینہ سے مکہ کی طرف اس وقت گئیں جب عثمان محصور تھے۔ عائشہ کے پاس
 ایک شخص پہنچا جسے انھیں کہتے تھے بی بی عائشہ نے اس سے سوال کیا کہ لوگوں نے کیا کیا
 اس نے کہا کہ مصری عثمان کے خلاف جمع ہو گئے اور انھیں قتل کر دیا تو کہنے لگیں انا
 للہ وانا الیہ راجعون یہ قوم حق کا مطالبہ کرنے آئی تھی۔ اور ظلم کو پسند نہیں کرتی تھی

اس نے انھیں قتل کیا۔ اور خدا کو یہ قتل زیادہ پسند تھا۔ پھر دوسرا آیا اس سے سوال کیا کہ لوگوں نے کیا کیا؟ اس نے کہا مصریوں نے عثمان کو قتل کر دیا۔ کہنے لگی عثمان مظلوم مارا گیا ہے میں اس کے خون کا مطالبہ کروں گی تم لوگ میرا ساتھ دو۔ عبید بن ام کلاب نے کہا۔ تم اب یہ بات کیوں کہتی ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم تمہیں تو اس کے قتل پر لوگوں کو بھڑکاتی تھیں اور کہتی تھیں نعتل کو قتل کرو خدا اسے قتل کرے۔ بیشک وہ کافر ہو گیا ہے۔ کہنے لگیں پہلے ان لوگوں نے اس سے توبہ کرائی پھر قتل کیا ہے۔ تو عبید بن ام کلاب کہنے لگا:

منک البکاء وحنک العویل	ومنک السیاح ومنک المطر
وانت اصوت بقتل الامام	وقلت لنا انه قد کثر
فهبنا اطعناک فی قتله	وقاتلنا عندنا من امر
ولم یسقط السقف من فوقنا	ولم یتکسف شمسنا والقمر
وقد بايع الناس ذات درع	یوزیل الشیاء یقیم الصعر
ولیس للحرب اوزارها	وما من وفی مثل من قد عثر

ترجمہ: تیری طرف سے رونا اور واویلا تھا اور تیری ہی طرف سے ہوائیں چلیں اور بارش برسی اور تو نے ہی امام (عثمان) کے قتل کا حکم دیا اور تو نے ہی کہا کہ تحقیق وہ کافر ہو گیا ہے پس فرض کرو کہ ہم نے اس کے قتل کرنے میں تمہاری اطاعت کی اور ہمارے نزدیک تو اس کا قاتل وہی ہے جس نے قتل کا حکم دیا تھا۔ اور نہ ہم پر آسمان اوپر سے گرا ہے اور نہ آفتاب و ماہ تاب کو گرہن لگا ہے۔ اور لوگوں نے اس شخص کی بیعت کی ہے جسے تم جانتی ہو جو کانٹوں کو دور کرتا ہے اور سخت چیزوں کو سیدھا کرتا ہے اور جنگ کیلئے جنگ کے ہتھیار زیب تن کرتا ہے اور جو شخص غلط کاریوں سے محفوظ رہا ہو اس کے مثل میں جس نے کھڑکریں کھائی ہوں۔

پھر بنی امیہ بی بی عائشہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہم سب خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور ان کے سرگروہ عبداللہ بن عامر حضرمی اور مروان بن حکم تھے اور جنہیں سردار تسلیم کیا گیا۔ وہ طلحہ و زبیر تھے۔ ان سب کا اتفاق ہوا کہ بصرہ جانا چاہیے کیونکہ ابن عامر نے انہیں کہا تھا کہ معاویہ تمہارے لیے شام میں کافی ہے اور میں بصرہ میں اپنی تدابیر و کھاؤں کا۔ کیونکہ یہ وہاں کا حاکم تھا۔ اور ابن عامر نے مال و اسباب ان کیلئے ہتیا کر دیا تھا۔ جب عائشہ نے جانے کا قصد کیا تو ام سلمہ نے انہیں منع کیا اور ام سلمہ نے ان سے کہا اے عائشہ خدا کا حجاب نہیں اٹھا تمہیں اس معاملہ سے کیا سروکار ہے اس میں لوگوں کے ہاتھ چل رہے ہیں اور مرد ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہیں اور اس معاملہ کا سکون پذیر ہو جانا مسلمانوں کی بہبود کا سبب ہے پس رسول اللہ کی عزت کا خیال کرتے ہوئے اس سے پرہیز کرو تا کہ انہیں اپنی بیوی کے متعلق رسوائی نہ ہو اور ڈرو اس خون سے جو خدا نے تمہارے لیے مباح نہیں کیا۔

اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ ام سلمہ اس وقت مدینہ میں تھیں اور انہوں نے وہیں سے عائشہ کو خط لکھا اور اس اقدام سے منع کیا کیونکہ جب حضرت علیؑ نے بصرہ جانے کا قصد کیا تو ام سلمہ نے ان سے عرض کی اے امیر المؤمنین اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں خدا کی نافرمانی کر رہی ہوں تو میں ضرور آپ کے ساتھ جاتی۔ لیکن یہ میرا بیٹا عمرؓ ہے جو مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ پھر وہ شخص اس قوم سے الگ ہو گیا۔ اور بخاری نے بھی اس واقعے کے کچھ حصے نقل کیے ہیں۔ اور یہ بات ابن بکرہ سے نقل کی ہے وہ کتاب ہے کہ جنگ جمل میں مجھے ایک بات نے فائدہ پہنچایا جو میں نے رسول اللہؐ سے سنی تھی۔ بعد اس کے قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ مل جاؤں اور ان کی معیت میں جنگ کروں۔ وہ کتاب ہے جب رسول اللہؐ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ قوم کبھی بھی فلاح و بہبود حاصل نہیں کریگی جس نے اپنا حاکم عورت کو بنالیا۔ میں (مؤلف) کہتا

ہوں کہ یہ کسی کی بیٹی جو بھتی اس کا نام بوران تھا۔ جب وہ بادشاہ بنی تو ان لوگوں کا نظام حکومت مختل ہو گیا۔ اس طرح جو عورت بھی حاکم بنے گی وہ استغفار اور رائے کی محتاج ہوگی اسی لیے تو عورت کی حکومت، قنאות اور امامت وغیرہ نہیں سونپی جاتی۔

پھر طلحہ وزیر نے ایک تاریک رات عثمان بن حنیف کو دھوکا دیا۔ وہ ایک عبت کے ساتھ مسجد میں تھا انھوں نے پاؤں کے نیچے اسے روندنا اور اس کے چہرہ کے بال نیچے یہاں تک کہ اس کے چہرے پر کوئی بال باقی نہ رہا۔ پھر انھوں نے کسی آدمی کو عثمان کے متعلق مشورہ لینے کیلئے عائشہ کے پاس بھیجا وہ کہنے لگیں اسے قتل کر دو تو عائشہ سے ایک عورت نے کہا میں عثمان کے بارے میں تجھے واسطہ دیتی ہوں وہ رسول اللہؐ کا صحابی ہے تو عائشہ نے کہا اچھا اسے قید کرو اور اسے چالیس کوڑے لگاؤ۔ اور اس کے سر ڈاڑھی اور پلکوں کے بال نوچ کر صاف کر دو پس انھوں نے ایسا ہی کیا اور بصرہ کا بیت المال لوٹ لیا۔ اور ستر مسلمانوں کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا۔ اور وہ اسلام میں پہلے لوگ تھے جنہیں اس طرح قتل کیا گیا۔

اور ابن سعد نے ہشام بن محمد سے روایت کی ہے کہ انھیں قتل عثمان سے صرف یہ بات مانع تھی کہ انصار ناراض ہو جائیں گے۔ یہ عثمان حضرت علیؑ کے پاس مقام ذی قارین پہنچے اور ان کے چہرہ اور سر پر کوئی بال باقی نہیں رہا تھا۔ جب امیر المومنینؑ نے یہ دیکھا تو آپ کو بہت شاق گزرا اور آپ نے انا للہ پڑھا!

سیف بن عمر کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؑ مدینہ سے نکلے اور یہ ماہ ربیع الاول کے آخر ۳۶ھ کی بات ہے۔ آپ نے اہل کوفہ کو خط لکھا اور انھیں اپنے ساتھ لیجانے کا حکم دیا۔ ابو موسیٰ اشعری اس وقت وہاں کا حاکم تھا۔ لوگ اس کے پاس بصرہ جانے کے لیے مشورہ کرنے آئے تو اس نے کہا اگر دینا چاہتے ہو تو جاؤ اور اگر آخرت چاہتے

ہو تو اپنے گھروں میں قیام کرو جب حضرت علیؑ کو اس کی یہ بات پہنچی تو آپ نے اسے خط لکھا کہ ہماری حکومت سے الگ ہو جاؤ ورنہ آغا لیکہ تم مذمت کیے گئے ہو اور دھتکارے گئے ہو۔ اسے جولاہہ کے بیٹے یہ ہمارے متعلق تمھاری برائی کا پہلا موقع ہے۔

مسیحی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ حکومت سے الگ ہو جاؤ ورنہ آغا لیکہ تم مذمت کیا گیا ہے اور دھتکار دیا گیا ہے۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں نے حکم دیا ہے اس شخص کو جو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اے جولاہہ کے بیٹے یہ تیرا پہلا قبیح فعل نہیں بلکہ تیرے اور بھی بہت سے قبیح افعال ہیں پھر حضرت علیؑ نے امام حسنؑ اور عمار کو کوفہ کی طرف بھیجا۔ ان کی ابو موسیٰ سے ملاقات ہوئی تو امام حسنؑ نے فرمایا تو نے لوگوں کو ہماری نصرت سے کیوں روکا ہے؟ خدا کی قسم ہمارا مقصد صرف اصلاح ہے۔ کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں لیکن میں نے رسول اللہؐ سے سنا تھا وہ فرما رہے تھے عنقریب ایک فتنہ کھڑا ہوگا جس میں بیٹھا ہوا کھڑے سے بہتر اور پیدل چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا۔ اس پر عمار غضبناک ہو گئے اور ابو موسیٰ کو لعنت ملا منہ کی عمار نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا اے لوگو یہ رسول کا چچا زاد بھائی ہے جو تمھیں عالیشانہ کی طرف جانے کو کہہ رہا ہے اور مجھے بھی علم ہے وہ دنیا اور آخرت میں رسول کی بیوی ہیں۔ اور امام حسنؑ نے بھی اسی قسم کا کلام فرمایا اور فرمایا کہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دو کہ جس میں ہم مبتلا ہو گئے ہیں۔ پس آپ کے ساتھ نو ہزار اہل کوفہ نکلے۔ کچھ خشکی کے راستے اور کچھ پانی کے راستے اور بخاری نے بھی اس مضمون کو بانی و اہل شقیق بن سلمہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے جب حضرت علیؑ نے عمار اور اپنے بیٹے حسنؑ کو کوفہ روانہ کیا تاکہ لوگوں کو جنگ بصرہ کیلئے تیار کیا جائے تو عمار نے خطبہ دیا میں جانتا ہوں کہ دنیا اور آخرت میں وہ رسول کی بیوی ہیں لیکن خدا تمھارا امتحان لے رہا ہے کہ تم علیؑ کا

دیتے ہو یا عائشہ کا! اور ایک روایت میں ہے کہ امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ وہ اوپر کی سیڑھی پر بیٹھے اور عثمانؓ نیچے کی سیڑھی پر اور فرمایا کس واقعے کو بخاری نے بھی اپنی دلیل سے ذکر کیا ہے۔ پھر حبیبؓ حضرت علیؓ بصرہ پہنچے تو آپؓ نے طلحہ، زبیر، عائشہ اور ان لوگوں کو حمان کے ساتھ تھے ایک خط لکھا کہ اس پر حجت قائم ہو جائے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط اللہ کے بند سے امیر المؤمنین علیؓ کا ہے۔ طلحہ، زبیر اور عائشہ کی طرف سلام علیکم۔ انا بعد اے طلحہ و زبیر بھتیجیوں معلوم ہے کہ میں بیعت لینا نہیں چاہتا تھا جب تک کہ مجھے اس پر مجبور نہیں کیا گیا اور تم ان لوگوں میں سے ہو جو میری بیعت پر راضی تھے، اگر تم نے میری بیعت اطاعت کرتے ہوئے کی تھی تو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور جس حالت میں ہو اس سے پلٹ آؤ۔ اور اگر تم نے میری بیعت ناپسندیدگی کی حالت میں کی تھی تو تم نے میرے لیے اپنے اوپر ایک راستہ ہموار کیا کہ تم نے اطاعت کا اظہار کیا اور معصیت و منافقت کو چھپاتے رہے۔ حالانکہ اے طلحہ تم مہاجرین کے بزرگ ہو اور تم اے زبیر شاہسوار قریش ہو، حالانکہ تمھارے لیے اس معاملے میں داخل ہونے سے پہلے اس کو دفع کر دینا زیادہ آسان تھا اس سے پہلے کہ تم اقرار کرنے کے بعد اس سے خارج ہو جاؤ۔

اور اے عائشہ! اس میں شک نہیں کہ تم اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمان ہو کر نکلی ہو۔ تم ایسی چیز کو طلب کرتی ہو جس سے بھتیجیوں کوئی سروکار ہی نہیں پھر یہ بھی گمان کرتی ہو کہ تم مسلمانوں کے درمیان اصلاح چاہتی ہو۔ پس مجھے بتاؤ کہ عورتوں کا کیا کام کہ شکروں کی قیادت کرتی پھریں۔ اور مردوں کے سامنے ظاہر ہوں اور مسلمانوں میں کود پڑیں۔ اور محترم خون بہائیں۔ پھر تم اپنے گمان میں خون عثمانؓ کا مطالبہ کر رہی ہو بھتیجیوں اس سے کیا نسبت؟ عثمان بنی امیہ میں سے ہیں اور تم قبیلہ تمیم میں سے ہو پھر کل تم صحابہ رسولؐ کی ایک جماعت کے سامنے کہتی بھتیجیوں کہ نخل کو قتل کر دو۔ لو خدا

اسے قتل کرے تحقیق وہ کافر ہو گیا ہے۔ پھر آج اس کے خون کا مطالبہ کر رہی ہو پس خدا سے ڈرو اور اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ اور پردہ میں بیٹھو۔ والسلام۔ اس خط کا انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر جب اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ کی پندرہ تاریخ کو دونوں گروہ آمنے سامنے ہو گئے تو زبیر اپنے گھوڑے پر ہتھیار لگا کر نکلے اور طلحہ بھی تو حضرت علی بھی ان کی طرف آئے۔ اور ان کے قریب ہوئے یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کی لگائیں ایک دوسرے سے مل گئیں حالانکہ حضرت علیؑ نے صرف ایک قبائلی ہوئی تھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم تم نے گھوڑے اور ہتھیار تو جمع کر لیے ہیں کیا خدا کے سامنے جواب دہی کا عذر بھی تیار کر لیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور اس عورت کی مانند نہ ہو جاؤ جس نے اپنے کاتے ہوئے سوت کو معبود ہو جانے کے بعد توڑ دیا، ہو کیا میں تمھارا دینی بھائی نہیں تھا۔ کہ تم میرے خون کو ناجائز سمجھتے تھے جیسے میں تمھارے خون بہانے کو حلال سمجھتا تھا۔ طلحہ نے کہا آپ نے عثمان کے خلاف لوگ جمع کیے۔ آپ نے فرمایا خدا لعنت کرے اس شخص پر جس نے عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کیا ہو۔ لیکن اے طلحہ تمھیں خون عثمان سے کیا تعلق ہے؟

اور اے زبیر کیا تمھیں وہ دن یاد ہے جب تم رسول اللہ کے ساتھ بنی عنتم کے پاس سے گزر رہے تھے۔ تو حضورؐ نے میری طرف دیکھا اور منس پڑے، میں بھی ان کی طرف دیکھ کے ہنسنے لگا۔ تو تم نے کہا ابوطالب کا بیٹا مزاح کو ترک نہیں کرتا تو رسول اللہؐ نے تم سے فرمایا کہ یہ مذاق نہیں کرتا اور البتہ تم اس سے جنگ کرو گے، حالانکہ تم اس پر ظلم کو نبھائے ہو گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کیا تمھیں وہ دن یاد ہے جس دن تم نے بنی بایقہ میں حضورؐ سے ملاقات کی جبکہ آپؐ خچر پر سوار تھے۔ اور مذکورہ واقعہ بیان کیا۔ زبیر کہنے لگا بیشک ایسا ہی ہوا تھا۔ اور اگر مجھے یہ بات یاد رہتی تو میں مدینہ سے نہ نکلتا۔

اور خدا کی قسم میں آپ سے جنگ نہیں کروں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ زبیر نے کہا تو اب میں کیا کروں اب تو تنگ کے دونوں حلقے مل چکے ہیں۔ اب میرا لیٹ جانا میرے لیے باعثِ تنگ ہے۔ آپ نے فرمایا تنگ و عار کے ساتھ لیٹ جاؤ۔ تنگ و عار اور جہنم کی آگ کو جمع نہ ہونے دو۔ اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اخترت عاراً علی نار موجبة

ناولنی علی ما مرست اجہلہ

فقلت حسبک من یوم ابا حسب

ترجمہ: میں نے جہنم کی آگ پر تنگ و عار کو اختیار کر لیا اور مٹی سے پیدائش راہ

مخلوق کب اس آگ کی طاقت رکھتی ہے۔ علیؑ نے پکار کر مجھے ایک چیز بتائی کہ جس سے

میں جاہل نہ تھا۔ جو کہ میری جان کی قسم دینا اور آخرت میں تنگ بھی تو میں نے کہا کہ ابو الحسن

اتنی ہی ملامت کافی ہے بلکہ جو باتیں آپ نے بتائیں ان میں سے بعض بھی میرے لیے

کافی ہیں۔ پھر طلحہ و زبیر و اسیں چلے گئے۔ زبیر عائشہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے

جب سے ہوش سنبھالا ہے ہر جگہ میں اپنے معاملہ کو سمجھ لیتا تھا سوائے اس معاملے کے

عائشہ کہنے لگیں پھر کیا کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگے میں تو انھیں چھوڑ کر جاتا ہوں تو ان کا بیٹا

عبداللہ کہنے لگا دونوں گروہوں کو تم نے جمع کیا۔ جب ایک دوسرے کے خلاف سختی

پراثر آئے اب تم انھیں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ تم نے ابن ابیطالب کے نشانہائے جنگ کو

محسوس کیا اور ان میں سرخ موت بھین نظر آنے لگی جن نشانوں کو بہادر جوانوں نے اٹھایا

ہوا ہے جن کی تلواریں تیز ہیں۔ زبیر غصے میں آئے اور کہنے لگے تو ہلاک ہو میں قسم کھا چکا

ہوں کہ جنگ نہیں کروں گا تو عبداللہؓ نے کہا کہ اپنی قسم کا کفارہ دے دو تو زبیر نے

اپنے غلام کو بلایا کہ جس کا نام مکحول تھا اور اسے آزاد کر دیا۔ پس عبدالرحمن بن سلمان مٹی

نے کہا:

لہذا ارکا الیومہم اخوا اخوات اعجب من لکفر الایمان
بالعتق فی معصیۃ الرحمن

ترجمہ: میں نے زیادہ تعجب خیز بھائی بھاری آج کے دن سے نہیں دیکھا کہ جو قسم کے
کفارہ دینے والے نے خدا کی نافرمانی میں کفارہ دیکر پورا کیا ہے۔
دوسرے شاعر نے کہا:

یعتق مکھولاً لعون دینہ کفارۃ للشر عن یمینہ
والنکتۃ تدلّاح علی جبینہ

یعنی اپنے دین کو بچانے کے لیے مکھول کو آزاد کر رہا ہے اپنی قسم کے کفارہ میں
حالانکہ بیعت کا توڑنا اس کی پیشانی سے واضح تھا ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت
علیؑ کی زہیر سے ملاقات ہو گئی تو آپؑ نے فرمایا کہ ہم تمہیں اولاد عبدالمطلب کے اچھے
لوگوں میں سے شمار کرتے تھے جب تک تمہارا بڑا بیٹا جوان نہیں ہوا کہ جس نے تمہارے
اور ہمارے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ کیا تم نے رسول اللہؐ سے یہ باتیں نہیں
سمجھیں اور گزشتہ حدیث نقل کی۔

اور ایک روایت میں ہے پھر حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا تم نے رسول اللہؐ
الضاف نہیں کیا تم رسول کی بیوی کو لے آئے تاکہ ان کے ساتھ مل کر جنگ کرے اور اس
بیوی کو گھر میں چھپا رکھا۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے لشکر سے فرمایا تم میں سے کون ہے جو قرآن
کو ان کے سامنے پیش کرے۔ ایک نوجوان نے کہا میں حاضر ہوں۔ اس نے قرآن اٹھا
اور دونوں فوجوں کے درمیان کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو تمہارے
اور ہمارے درمیان اللہ کی کتاب مصطفیٰ ہے۔ انھوں نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا
اس نے قرآن دوسرے ہاتھ میں لے لیا تو انھوں نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی قطع کر دیا۔

تو اس نے قرآن کو دانتوں سے سنبھالا پس انہوں نے اسے مار ہی ڈالا۔ تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر سے باواز بلند کہا کہ اب خوشی سے ان سے جنگ کرو۔ پس آپ کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اور ابن سعد نے ہشام بن محمد سے روایت کی ہے کہ اس نوجوان کا نام مسلم تھا جس نے قرآن اٹھایا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے یہ اشعار کہے :

يَا رَبِّ اَنَا مُسْلِمًا اَتَا هُمُ يَتْلُو كِتَابًا لَا يَخْشَاهُمُ

مُحَمَّدٌ اَبَدًا مَّا لِحَا هُمُ وَامَّةٌ قَاتِلَةٌ سَتَرَاهُمُ

ترجمہ : اے پالنے والے مسلم ان کے پاس آیا ان سے ڈرے بغیر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ پس ان لوگوں نے اس کے خون سے اپنی داڑھیاں خضاب کیں حالانکہ اس کی ماں کھڑی ہوئی ان کی یہ حرکت دیکھ رہی تھی۔

پھر عمارؓ شکر سے باہر نکلے اور پکار کر کہنے لگے اے قوم ! تم نے رسول اللہؐ سے انصاف نہیں کیا جبکہ تم نے اپنی بیویاں تو پردہ میں چھپا رکھی ہیں اور رسولؐ کی بیوی کو تلواروں کے سایے میں لاکھڑا کیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے (عمارؓ نے زبیرؓ سے کہا) اے زبیر تم نے رسول اللہؐ سے انصاف نہیں کیا کہ حضورؐ نے تو تمھاری بیوی کو موت سے بچا لیا تھا اور تم نے آپؐ کی بیوی کو تلواروں کے سامنے کر دیا ہے۔ اور یہ واقعہ یوں تھا کہ اسامہؓ (زبیرؓ کی بیوی) ایک دن مدینہ کی گلی میں رسول اللہؐ کے سامنے آگئی جبکہ آپؐ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی تو آپؐ اس سے منہ پھیر کے ایک طرف کھڑے ہو گئے اور صحابہ نے بھی منہ پھیر لیا یہاں تک کہ اسامہؓ گز گئی اور بعض نے کہا ہے کہ آپؐ نے اس کے لئے پردہ بنا دیا، زبیرؓ کی غیرت کی وجہ سے !

عمارؓ نے پکار کر کہا اے عوام کے بیٹے رسول اللہؐ نے تو تیری بیوی کے لئے پردہ بنایا تھا پھر وہی بات کہی۔

پھر عمارؓ ہودج کے قریب آئے اور کہنے لگے تم کیا چاہتی ہو؟ بی بی عائشہؓ نے کہا خون

عثمان تو عمار نے کہا آج خدا اس باغی کو رسوا کرے گا جو بغیر حق کے مطالبہ کرے اور یہ اشعار پڑھے
 فنک البکاء (یہ اشعار گزر چکے ہیں) پس ان لوگوں نے عمار پر تیرہ سائے تو عمار پس
 آگئے۔ اور حضرت علیؑ نے پکار کر کہا اے لوگو! اس وقت تک رُکے رہو جب تک ان کی طرف
 سے ابتداء نہ ہو۔ کسی پشت دکھائیو اے کو قتل نہ کرنا، کسی زخمی کو ختم نہ کرنا اور ان کے مال کو
 حلال نہ سمجھنا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا میں تجھے خدا کی قسم دیکر
 پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہؐ سے نہیں سنا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا
 ہے۔ کہنے لگا ہاں خدا کی قسم۔ پھر واپس چلا گیا!

یہ جنگ جمادی الاولیٰ میں جمعرات کے دن صبح سے لیکر ظہر تک ہوئی تھی۔ ایسی
 جنگ نہ اس سے پہلے دیکھی گئی اور نہ اس کے بعد۔ قبیلہ مضر کے شہسوار اس میں فتاد و برباد
 ہوئے۔ اور اونٹ کی ہمار صرف وہی شخص بچرٹا تھا جو کہ شجاعت میں مشہور ہوتا پس مالک
 اشتر نخعی نے شاہسواروں کی ایک جماعت کے ساتھ حملہ کیا۔ اس وقت اونٹ کی ہمار زفر
 بن حنث کے ہاتھ میں تھی۔ پس انھوں نے زفر کو زخمی کر دیا اور اونٹ کے پاؤں بھی کاٹ دیے
 گئے۔ یہ کام ایک شخص ولجہ نامی نے کیا۔ ہمار کے بچرٹے میں بنی جنہ کے ستر آدمی قتل ہوئے
 کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر آخری شخص تھے جس نے ہمار تھامی پس عائشہ نے چیخ ماری کہ
 اسمار کا بیٹا مارا گیا۔ پس عبداللہ زخمی ہوا اور اس نے اپنے آپ کو زخموں میں ڈال دیا۔
 جب اونٹ گرا تو محمد بن ابی بکر اور عمار نے آکر ہودج کو اٹھایا۔ محمد بن ابی بکر نے اپنا ہاتھ
 ہودج میں داخل کیا تو عائشہ نے کہا یہ کون ہے؟ محمد نے کہا میرا احسان کرنیوالا بھائی۔ کہے
 لگیں، نہیں بلکہ مذمت کا مستحق اور نافرمان۔ پھر حضرت علیؑ آئے اور عائشہ کے لیے ایک
 خیمہ نصب کیا اور فرمایا تو نے لوگوں کو بھڑکایا اور ایک دوسرے کے خلاف جمع کیا یہاں تک
 کہ بعض نے بعض کو قتل کر دیا۔ عائشہ نے کہا آپ کو غلبہ حاصل ہو رہے ہیں معاف کر دیجئے۔

اور ایک روایت میں ہے آپ نے عائشہ کے ہودج پر چھڑی ماری اور فرمایا کہ
 اے حمیرہ کیا رسول اللہؐ نے تمہیں اس امر کا حکم دیا تھا، حالانکہ اللہ نے تو تمہیں گھر میں رہنے
 کا فرمان جاری کیا تھا۔ خدا کی قسم تمہارے ساتھ ان لوگوں نے انصاف نہیں کیا جو تمہیں
 باہر نکال لائے اور اپنی بیویوں کو پر وہ میں بحفاظت چھوڑ آئے۔ پس عائشہ نے اس کا
 کوئی جواب نہ دیا۔

ہزوات اس جنگ میں قید ہو گیا تھا۔ پس حسنین علیہما السلام نے اس کی سفارش کی تو
 حضرت علیؑ نے اسے چھوڑ دیا۔ شہزادوں نے کہا کیا یہ آپ کی بیعت نہ کرے۔ فرمایا جس
 دن عثمان قتل ہوئے تھے اس نے میری بیعت نہیں کی تھی؟ مجھے اس کی بیعت کی ضرورت
 نہیں۔ یہ یہودی سبتلی ہے۔ یاد رکھو خدا کی قسم اس کیلئے بھی حکومت ہے جس طرح کتاب
 اپنی ناک کو چاٹتا ہے اور عنقریب امت کو اس سے اور اسکی اولاد سے سخت دن کا
 سامنا کرنا پڑیگا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس دن کتنے آدمی قتل ہوئے تھے ایک
 کروہ کہتا ہے کہ عائشہ کے لشکر سے اٹھارہ ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ بارہ ہزار قتل ہوئے
 اور حضرت علیؑ کے لشکر سے پانچ ہزار یا بقولے ایک ہزار قتل ہوئے۔

علمائے سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؑ
 بنیر بصرہ پر تشریف لے گئے اور آپ نے لوگوں سے خطبہ ارشاد فرمایا۔ تحقیق عورتیں
 ناقص الایمان، ناقص المحصہ اور ناقص العقل ہوتی ہیں۔ ان کے ایمان کا ناقص ہونا یہ
 ہے کہ یہ اپنی عمر کے ایک حصہ میں نماز اور روزہ سے رہ جاتی ہیں اور ان کے حصہ کا ناقص
 ہونا یہ ہے کہ میراث میں مردوں کے مقابلے میں ان کا حصہ آدھا ہوتا ہے اور ان کی
 عقلوں کا نقص یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے۔ ان میں سے
 بُری عورتوں سے ڈرو اور اچھی عورتوں سے بھی بچ کر رہو، اچھی چیزیں ہیں ان کی اطاعت
 نہ کرو تا کہ بُری چیز کی طمع ان میں پیدا نہ ہو۔ اے عورت کا لشکر! یہ ہر چیز میں والے کی

ابتلاع کرنے والے کھٹار اپنی گندلا ہے۔ کھٹار دین منافقت ہے۔ یہ عقیدے شیطان کا
 پکارا تم نے اس کی دعوت قبول کی، اس کے پاؤں کا لٹے گئے تم پر نشان ہو گئے گویا
 کھٹار ہی مسجد کو دیکھ رہا ہوں کہ اس پر اوپر نیچے سے خدا عذاب بھیج رہا ہے وہ مسجد
 ہے جس طرح کشتی کا سینہ یا بیٹھا ہوا شتر مرغ یا مثل پرندہ کے سینے کے جو دریاں بہا
 کھٹاری زمین آسمان سے دور اور پانی سے قریب ہے۔ کھٹاری عقلمیں خفیف اور بے شعور
 تم ہر تیر مارنے والے کا نشانہ، کھانے والے کا لقمہ اور حملہ کرنے والے کا شکار ہو۔
 کہتا ہے کہ اہل مدینہ کو جمعرات کے دن ہی جنگ جمل کا واقعہ معلوم ہو گیا تھا اور یہ ایک
 کی وجہ سے ہوا جو مدینہ کے گرد منڈلا رہا تھا۔ اس کے بچوں میں ایک حیرت انگیز ہوتی تھی
 نے غور سے دیکھا تو وہ ایک آدمی کی ہتھیلی تھی۔ جیسے ایک انگوٹھی تھی وہ گری تو اس
 عبدالرحمن بن عقیاب بن اسید کا نام کندہ تھا۔

واپسی حضرت عائشہ

علماء سیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب عبداللہ ابن عباسؓ کو حضرت عائشہؓ
 کی طرف یہ حکم دیکر بھیجا کہ وہ مدینہ کی طرف واپس جائیں۔ عبداللہ ابن عباسؓ اجازت
 بغیر ان کے پاس چلے گئے تو عائشہؓ نے کہا تو نے سنت کی خلاف ورزی کی کہ ہمارے
 پاس اجازت لیے بغیر چلا آیا۔ تو عبداللہ نے ان سے کہا اگر تم اسی گھر میں ہوتیں جس میں
 رسول اللہؐ تھیں چھوڑ گئے تھے تو ہم کھٹاری اجازت کے بغیر داخل نہ ہوتے۔ پھر عبداللہؓ
 کہا امیر المؤمنین تھیں حکم دے رہے ہیں کہ اس گھر میں چلو جیسے رہنے کا خدا نے حکم
 دیا ہے۔ عائشہؓ نے انکار کیا۔ ابن عباسؓ نے سمجھتی سے کہا کہ وہ امیر المؤمنین ہیں جن کا حکم
 جانتی ہو۔

میشام بن محمد کہتا ہے کہ میں مثنویؒ نے حضرت عائشہ کے لیے بہترین و سیلاب سفر
 تیار کیا اور بہت سا مال بھی انھیں دیا۔ ان کے بھائی عبدالرحمن کو بیس مردوں، اشراف بصرہ
 جلیلہ ہمان اور عبدالغنیس کی بیس ویندار عورتوں کو ساتھ کیا۔ ان عورتوں کو مردوں کے
 پاس عمامہ و غیرہ پہنا دیا گیا اور اس حائل نہرا دی گئیں اور ان سے فرمایا کہ عائشہ کو نہ بتانا کہ
 تم عورتیں ہو اور چہرہ پٹو عمامہ باندھ لو اور اس کے گرد رہو اور کسی مرد کو اس کے نزدیک
 نہ آنے دو۔ وہ اسی طرح عائشہ کے ساتھ رہنے لگیں۔ جب وہ مدینہ میں پہنچیں تو ان سے
 پوچھا گیا کہ واپسی کا سفر کیسا رہا۔ کہنے لگی خدا کی قسم بہت اچھا رہا۔ البتہ اس نے دلی دیا
 اور کافی دیا۔ لیکن غیر مردوں کو میرے ساتھ کر دیا جو میری جان پہچان والے نہ کہتے۔ یہ بات
 ان عورتوں تک پہنچ گئی۔ تو وہ عائشہ کے پاس آئیں اور بتایا کہ ہم تو عورتیں ہیں مرد نہیں ہیں
 تب حضرت عائشہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہنے لگیں خدا کی قسم اسے ابوطالب کے بیٹے
 تیرا کم زیادہ ہی ہوتا رہا۔

میشام بن محمد کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے عائشہ کو رسول اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے
 ہوئے مدینہ کی طرف واپس بھیجا تھا۔ اور میشام کا اشارہ امام احمد بن حنبل کی اس روایت
 کی طرف ہے جو انھوں نے (حدیث استاد) ابی رافع سے کی ہے کہ رسول اللہ نے علی
 ابن ابیطالب سے فرمایا کہ عنقریب بمحار سے اور عائشہ کے درمیان ایک واقعہ ہوگا تو
 آپ نے فرمایا تو کیا اس وقت میں امت کا بد بخت ہوں گا۔ فرمایا نہیں لیکن جب ایسا
 ہو تو انھیں ان کے سونے کی جگہ کی طرف واپس کر دینا۔ فقہر قصہ جنگ جمل ختم ہوا۔

جنگ صفین

علامہ سیر کا بیان ہے کہ جب آپ جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو بصرہ سے کوثر کی

طرف روانہ ہوئے اور اسی سال ۱۲۔ رجب ۳۶ھ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ آپ
 جریر بن عبداللہ بجلي کے ذریعے معاویہ سے خط و کتابت کی۔ اور اس سے بیعت کا مطالبہ
 کیا لیکن معاویہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس سال کے متعدد ایام آپ نے کوفہ میں گزارے
 اور اسی سال صفین کی طرف متوجہ ہوئے اور معاویہ کے ساتھ ٹڈ بھیر ہوئی اور دونوں
 درمیان مجادلہ اور محاذات رہنا ہوئے۔ اور حضرت علیؓ صفین کی طرف نوے ہزار کالش
 لیکر روانہ ہوئے۔ معاویہ ایک لاکھ بیس ہزار کے ساتھ آیا تھا۔ اہل عراق میں سے بیس ہزار
 قتل ہوئے جن میں عمار بن یاسر، معاشم بن عتبہ بن ابی وقاص اور خزیمہ بن ثابت بھی تھے
 آخری مقتولین میں اولیں قرنی اور اصحاب بدریں سے چپیس آدمی شہید ہوئے۔

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ ستاسی اشخاص
 بدری تھے جن میں سے سترہ مہاجر اور ستر انصار تھے۔ اور باقی صحابہ میں سے آپ کے ساتھ
 ایک ہزار آٹھ سو صحابی تھے جن میں عتر آدمی وہ تھے جنہوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر دست
 کے نیچے "بیعت رضوان" کی تھی۔ اہل شام میں سے ستر ہزار مارے گئے۔ جانبین کے
 درمیان ستر جنگیں ایک سو بیس دن میں ہوئیں پس ان میں سے چلتی ہماری کتاب سے
 مناسبت رکھیں گی ہم ان کا انتخاب کریں گے۔

مؤلف کہتا ہے کہ جب حضرت علیؓ بصرہ سے واپس آئے تو جریر بن عبداللہ کو معاویہ
 کی طرف بھیجا اور اپنی اطاعت کی اسے دعوت دی۔ اس خط کی عبارت یہ تھی۔
 "اما بعد۔ بعد اس کے کہ تو شام میں تھا۔ مدینہ میں میری بیعت تجھ پر لازم ہو گئی ہے
 کیونکہ میری بیعت انھیں لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر و عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔
 اسی طریقے پر جیسے ان کی بیعت کی تھی۔ بیعت کر نیوالوں کا دستور یہ تھا کہ حاضر کو دوبارہ
 انتخاب کا حق نہیں اور غائب اسے رد نہیں کر سکتا بلکہ شوریٰ صرف مہاجرین و انصار
 کے لیے ہے پس یہ سب جب کسی شخص پر اتفاق کر لیں اور اسے امام بنالیں تو یہی اللہ کی

رضا ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی شخص ان کے اس حکم سے ٹکانا چاہے تو اسے اس کی طرف
 لٹا دیتے۔ اور اگر انکار کرتا تو اسے قتل کر دیتے۔ اس بنا پر کہ اس نے مومنین کے
 رستے کے علاوہ دوسرے راستے کی اتباع کی ہے۔ اور خدا بھی اسے اسی حالت پر
 چھوڑ دیتا ہے جس کو اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کر دیتا۔
 اور جو بڑی بازگشت ہے۔ اور تحقیق طلحہ اور زبیر نے میری بیعت کی تھی اور اسے توڑ
 بھی دیا پس میں نے ان سے جہاد کیا بعد اس کے کہ میں نے ان پر کوئی عذر پوشیدہ نہیں
 رکھا۔ یہاں تک کہ حق آگیا اور باطل ختم ہو گیا۔ اگرچہ وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔
 پس تم بھی اسی امر میں داخل ہو جاؤ جس میں تمام مسلمان داخل ہوئے ہیں کیونکہ میرے
 متعلق میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ امر عافیت ہے اور یہ کہ تو اپنے کو بلا و مصیبت
 میں نہ ڈال اور اگر تو نے مصیبت مول لینا ہی ہے تو میں تجھ سے (مجبوراً) جنگ کروں گا
 اور اس معاملہ میں اللہ سے اعانت طلب کروں گا۔ اور تحقیق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو قاتلین
 عثمان کے متعلق بہت باتیں کرتا ہے تو پہلے اس چیز میں داخل ہو جا جس میں مسلمان
 داخل ہوئے ہیں پھر ان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو میں کتاب خدا کے مطابق
 فیصلہ کروں گا لیکن یہ تدابیر جنہیں تم چاہتے ہو یہ تو مجھے کو دودھ سے روکنے کی ہیں
 اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے اگر تو اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھے نہ خواہش نفسانی سے
 تو مجھے قتل عثمان اور خون عثمان سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ بری الذمہ پائے گا۔
 اور تجھے علم ہے کہ تو ان طلقاء و جفین رسول اللہ نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ نے
 آزاد کیا تھا میں سے ہے کہ جن کے لیے خلافت حلال نہیں اور نہ وہ شوریٰ میں دخل
 ہو سکتے ہیں۔ اور میں نے بیری طرف جریر کو بھیجا ہے پس اس کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔
 اور کوئی قوت و طاقت نہیں مگر اللہ کی طرف سے۔ والسلام!“

جب جریر معاویہ کے ہاں پہنچا تو معاویہ مال شول کرتا رہا اور عمرو بن عاص سے اس

بارے میں مشورہ کیا۔ عمرو بن حاص نے کہا خون عثمان علیؑ کے سر پھوپا اور اہل شام کو لیکر علیؑ سے جنگ کرو۔ معاویہ نے دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر عثمان کی عیسیٰ ٹھکانی بھتی جس کے ساتھ زوجہ عثمان کی انگلیاں بھی بھتیں تو اہل شام نے شتم کھالی بھتی کہ وہ فرش پر نہیں سونیں گے اور نہ اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے جب تک قاتلین عثمان کو قتل نہیں کر لیں گے۔

پس معاویہ نے حضرت علیؑ کو خط لکھا: "اما بعد پس تحقیق اگر آپؑ کی بیعت کرئیوالوں نے اس خالی میں کی ہوئی کہ آپؑ خون عثمان سے بری ہوتے پھر تو آپؑ ابو بکر و عمر اور عثمان کی طرح ہوتے لیکن آپؑ نے تو ہاجرین و انصار کو عثمان کے خلاف ابھارا اور انھیں اس کی مدد نہ کرنے دی یہاں تک کہ جابلہ اشخاص نے آپؑ کی اطاعت کی اور کمزور لوگوں نے آپؑ سے قوت حاصل کی، اہل شام آپؑ سے جنگ کا عزم کر چکے ہیں مگر یہ کہ آپؑ عثمان کے قاتل ان کے حوالے کر دیں۔ پھر تو وہ آپؑ سے تعرض نہ کریں گے۔ اور یہ امر مسلمانوں کے شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے اور شوریٰ کا حق بھی صرف اہل شام کو دیا جائے نہ کہ اہل حجاز کو۔ باقی رہی آپؑ کی فضیلت اور شریعت میں منزلت دینی اور آپؑ کی قدر و منزلت رسول اللہؐ کے ساتھ تو میں اس کا انکار نہیں کرتا۔ الخ"

پس جریر معاویہ کا خط لیکر حضرت علیؑ کے پاس پہنچا اور آپؑ کو اطلاع دی کہ معاویہ لڑنا چاہتا ہے اہل شام بھی اس کے ساتھ ہیں اور وہ معاویہ پر گریہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کر دیا ہے اور اس کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے اور وہ نہیں کریں گے جب تک آپؑ انھیں یا وہ آپؑ کو قتل نہ کر دیں۔

حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط لکھا: "اما بعد پس تحقیق تیرے پاس ایسے شخص کا خط آیا کہ حبیب نہ بصیرت ہے جو اسے ہدایت کرے اور نہ کوئی فائدہ پہنچانے والی چیز ہے جو اس کی رہبری کرے۔ اسے خواہش نفس نے بلایا تو اس نے لبیک ہی اور اپنی طرف

کھینچا تو وہ تابع ہو گیا۔ تو نے یہ گمان کیا ہے کہ میں نے عثمان کی مدد سے روکا مجھے اپنی ہمت
کی قسم ہے کہ میں تو معاہدہ جرین والی ضرار میں سے ایک شخص تھا، وہاں وہ وارد ہوتا تھا جہاں
وہ وارد ہوتے اور وہاں سے نکلتا جیسے وہ نکلتے اور میں عثمان کے قاتلوں کے ساتھ
ہیں تھا۔ باقی رہا تیرا یہ قول کہ اہل شام کو شوری کا حکمراں بنایا جائے تو کون ہے اہل
شام میں جو خلافت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اگر تو کسی کا نام لے بھی تو معاہدہ جرین والی ضرار
تیری تگزئیب کریں گے۔ اور تیرا میرے سوا ابی وقتنازل کا اعتراف کر لیتا تو اگر مجھ میں
ان کے انکار کی قدرت ہوتی تو ضرور انکار کر ڈالتا، لیکن تو اس سے عاجز ہے سانسپے
اس خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے :

معاویہ دع عتک مالاً سیکونا	وقتلہ عثمان اذ مد عوننا
اتاکم علی باہل الحراق	واہل الحجاز فما یقتونا
علی کل جموع خیفنا سمنہ	واجود صلب یتر الحیونا
علیہا فوارس من شیعہ	کاسد الحرینا تمحی العربینا
یرون الطعان حلال العجاج	وضوب الفوارس فی النقع دینا
ہم ہزموا الجمع یوم الزبیر	وطامعہ وغیرہم الشاکشینا
فان تکرہوا الملک ملک الحراق	فقد کسرہ القوم ما تکرہوتا
فقل لہم ضلک من واسل	ومن جعل الخث یوماً سمینا
جعلت بن ہند و اشیاعہ	نظیر علی اما استحونا
علی ولی الحسید المجدید	وصی النبی من العالمینا

ترجمہ : اے معاویہ جھوٹا اس بات کو جو ہو نیوالی نہیں ہے اور قاتلین عثمان کو جس کا تو
مدعی ہے۔ علیؑ اہل عراق اور اہل حجاز کو ایک کیا پس تم کیا کرو گے؟ ہر کم موگھوڑے پر سوار
ہو کر ٹڈی دل ہیں جن کی پشت بالوں سے صاف ہے جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں

جن پر شیعہ شاہسوار سوار سی کر رہے ہیں جو ہمیشہ کے شیر کی طرح اپنے ہمیشہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ جو غبار جنگ کے درمیان نیزہ زنی اور تلوار سے شاہسواروں کو قتل کرنا عین دین سمجھتے ہیں۔ انھوں نے ہی طلحہ و زبر و غیرہ بیعت توڑنے والوں کی جماعت کو شکست دی تھی۔ پس اگر تم اہل عراق کی حکومت کو ناپسند کرتے ہو تو یہ لوگ بھی تمھاری طرح تمھاری حکومت کو ناپسند کرتے ہیں۔ قبیلہ دائل کے گمراہ کر نیوالے اور جو شخص تپلی چیز کو ٹوٹا کر تاپے سے کہہ دو کہ تم نے ہند کے بیٹے اور اس کے گروہ کو علیؑ کی مثل قرار دیا ہے کیا تمھیں حیا و شرم نہیں آتی۔ علیؑ تو لائقِ حمد و بزرگی، خدا کا ولی اور نبی اکرمؐ کا پورے عالمین میں وصی و جانشین ہے۔

پھر آپ نے یہ خط ابیغ بن بناتہ بیتی کے سپرد کیا اور حضرت علیؑ لشکر کی صلاح کے لیے مقام نخیلہ کی طرف تشریف لے گئے۔

ابیغ شام کی طرف روانہ ہوئے وہ کہتے ہیں کہ میں جب معاویہ کے دربار میں پہنچا تو یہ حالت تھی کہ عمرو بن عاص اس کے دائیں طرف، ذوالکھلاع اور جوشب بائیں طرف تھے۔ اور اس کے پہلو میں اسکا بھائی عقبہ بن عامر، ولید بن عقبہ، عبدالرحمن بن خالد بن ولید اور شرجیل بن سمط تھے۔ اور اس کے سامنے ابوہریرہ، ابوذر وار، عثمان بن بشیر اور ابوامام باہلی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے خط معاویہ کے سپرد کیا جب معاویہ نے خط پڑھا تو کہنے لگا حضرت علیؑ عثمان کے قاتل ہمارے حوالے نہیں کرتے۔ ابیغ نے کہا اے معاویہ قاتلین عثمان کے یہاں نہ کو چھوڑو تم تو صرف ملک و سلطنت کے طلبکار ہو۔ اور اگر تم اس کی زندگی میں اس کی مدد کرنا چاہتے ہو تو کر سکتے تھے۔ لیکن تم تو اس کی تاک میں تھے اس لیے اس کی مدد کو نہ پہنچے تاکہ اس سلسلہ میں تمھیں دنیا کا اقتدار مل جائے۔ معاویہ غضب ناک ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ اس کے غصے کو مزید بھڑکاؤں تو میں نے ابوہریرہ سے کہا کہ تم رسول اللہؐ کے صحابی ہو میں تمھیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے علاوہ

کوئی معبود نہیں اور اس کے رسولؐ کے حق کی قسم دیتا ہوں کیا تو نے رسول اللہؐ کو غدیر خم کے دن یہ کہتے سنا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ کہنے لگا ہاں خدا کی قسم میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ صبح کہتے ہیں میں نے کہا پھر تو تم نے اس کے دشمن کو دوست بنا لیا اور اس کے دوست سے دشمنی کا ٹھٹھکی تو ابوسریرہؓ نے کیا یہی سانس لی اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پس معاویہؓ کا پہرہ متغیر ہو گیا اور کہنے لگا یہ کیا ہے اپنے کلام کو روک دو تم اہل شام کو خون عثمان کا مطالبہ کرنے میں دھوکا نہیں دے سکتے کیونکہ وہ مظلوم ہو کر محترم مہینے میں حرم رسولؐ میں تیرے صاحب کے سامنے مارا گیا ہے اور اسی دعلیؑ نے ہی لوگوں کو ابھارا یہاں تک کہ انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور آج وہی لوگ علیؑ کے اعیان و انصار ہاتھ اور پاؤں بندے ہوئے ہیں۔ عثمانؓ ایسا نہیں کہ جس کا خون رائیگاں جائے پس ذوالکلاع، حوشب اور معاویہ بن خدیج نے کہا اے معاویہ ہم ضرور تیری مدد کریں گے یہاں تک کہ تیری مراد حاصل ہو یا ہم سب قتل ہو جائیں پس صبح کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے :

معاویہ للہ من خلقہ عبادتہم قاسیۃ
و قلبک من شر تلک القلوب و لیس المطبقہ کالعاصۃ
دع ابن خدیج و دع حوشب و ذاکلح و اقبل عافیتہ

ترجمہ : اے معاویہ اللہ کی مخلوق میں سے کچھ ایسے بندے ہیں جن کے دل سخت ہیں۔ اور تیرا دل ان دلوں میں سے بدترین دل ہے اور اطاعت کرنیوالا اول حقیقت کار کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ابن خدیج، حوشب اور ذوالکلاع کی باتوں کو چھوڑ۔ اور عافیت کی طرف بڑھ!

تو معاویہ صبح کر کہنے لگا تو قاصد بن کرایا ہے یا نفرت پھیلانے پھر صبح عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

۳۲ھ میں معاویہ اور عمرو بن عاص نے حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کرنے کا اتفاق کر لیا۔ اور قتل اس کے کہ حضرت علیؑ مقام خیلہ میں جاتے جنگ جمل کے دنوں ہی معاویہ اور عمرو بن عاص کی صلح ہو چکی تھی۔ بعد اس کے کہ معاویہ عمرو سے بااوس ہو چکا تھا اور عمرو کا ارادہ تھا کہ بصرہ جا کر حضرت علیؑ کی نصرت و مدد کرے پس معاویہ نے اس کو مصر کی حکومت عطا کی جس کی اسے آرزو تھی اس لیے وہ معاویہ کی طرف مائل ہو گیا اہل تاریخ کا بیان ہے کہ جب عثمان محصور ہو گئے تو عمرو بن عاص مدینہ سے شام چلا گیا۔ اور فلسطین میں مقیم ہو گیا۔ وہ لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتا تھا کیونکہ وہ عثمان سے محرف تھا۔ اس لیے کہ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عمرو بن عاص کی طرف کوئی توجہ نہ دی نہ اسے کہیں کی حکومت دی۔ جب مصر سے اسے معزول کیا تو عمرو بن عاص فلسطین میں مقیم ہو گیا یہاں تک کہ عثمان قتل ہو گئے۔ پھر معاویہ سے لوگوں نے کہا تیری حکومت عمرو کے بغیر نہیں چم سکتی۔ کیونکہ وہ عرب کا سب سے زیادہ چال باز انسان ہے پس معاویہ نے عمرو عاص کو ایک خط لکھا اس میں اسے دعوت دی اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، اس سے بڑے بڑے وعدے وعید کیے گئے بشرطیکہ وہ امیر المومنین کے ساتھ جنگ کرنے میں معاویہ کا ساتھ دے۔ اور ذکر کیا کہ عثمان پر کیا گزری تو عمرو عاص نے اس کے خط کے جواب میں لکھا۔ ابا بعد میں نے تیرا خط پڑھا اور اسے سمجھا۔ پس یہ بات کہ تو مجھے دعوت دیتا ہے کہ میں اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال ڈالوں اور تیرے ساتھ گمراہی کے گڑھے میں جا کر دوں اور باطل پر تیری مدد کروں اور امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے مقابلے میں تلوار کھینچ کر آجاؤں۔ حالانکہ وہ رسول اللہؐ کے بھائی، ان کے ولی، ان کے وصی، ان کے وارث، ان کے قرصن کو ادا کرنے والے، ان کے وعدوں کو پورا کرنے والے اور ان کے اس بیٹی کی وجہ سے داماد جو عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور دونوں رسول حسن و حسینؑ کے باپ ہیں جو جو انان جنت کے سردار ہیں۔

باقی رہی تیری یہ بات کہ تو عثمان کا جانشین ہے پس تم اس کے مرنے سے معزول ہو گئے اور بھاری جانشینی ختم ہو گئی۔ اور تیرا یہ کہنا کہ امیر المومنینؑ نے صحابہ کو عثمان کے خلاف بھڑکایا تو یہ تیرا کذب و افتراء ہے۔ اور مگر اہی ہے۔ تجھ پر وائے ہو اے معاویہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ابوالحسنؑ نے اللہ کے لیے اپنی جان کا سودا کیا اور نیر رسولؐ پر رات بھر سوتے رہے اور حضور اکرمؐ نے ان کے متعلق فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں پس میرا خط کسی صاحب عقل اور دیندار شخص کو دھوکا نہیں دے سکتا والسلام!

جب معاویہ نے عمر عاص کا یہ خط پڑھا تو عتبہ بن سفیان نے اس سے کہا کہ اس سے ناپوس نہ ہو۔ پس معاویہ نے اسے خط لکھا اور حکومت کا لایچ دیا اور اپنی بادشاہت میں اسے شریک قرار دیا۔ خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

جہالت وما نعلم حلالک عندنا فارسلت شیئاً من عتاب و اتداری
فشق بالذی عندی لک الیوم انفا من العز والاکرام والجلال والقدار
واکتب عہداً تو قضیہ موکداً واستغفله بالبذل منی و باجسو
توجہ: تو جہالت کی باتیں کرتا ہے تو نہیں جانتا کہ ہمارے نزدیک تیری کیا قدر و منزلت ہے
پس تو نے ایک عتاب آمیز خط بھیجا ہے اور سمجھا نہیں۔ پس وثوق و اطمینان رکھ اس پر
جو آج کے دن فوری طور پر عزت و اکرام اور قدر و منزلت تیری میرے نزدیک ہے۔
اور میں ایک تاکید عہد نامہ تجھے لکھ کر دوں گا جس پر تو راضی ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ
تجھ پر خشت شوق و احسان بھی کروں گا۔

عمر عاص نے اس کے جواب میں لکھا:

ابی القلب منی ان یخادع بالمسکر بقتل بن عفان اجرالی الکفسر
وانی لعمری ذودہاء و فطنۃ ولست ربيع الدین بالاشح والوفور
الیں صغیراً ملک مصر ببیعة ہی العارفی الدینا علی الال من عمر

ترجمہ: میرے دل نے انکار کیا کہ اسے مکہ و خرب سے دھوکا دیا جائے اور یہ کہ عفا کے بیٹے کے قتل کی وجہ سے میں کفر کی طرف کھینچ جاؤں۔ میری جان کی قسم میں چالباز اور زیرک ہوں۔ میں دین کو کھوڑے اور بہت مال پر نہیں بیچوں گا۔ کیا مصر کی حکومت اس بیعت کے مقابلے میں اسے نہیں جو عمرو کی آل کیلئے رہتی دنیا تک عار ہے۔

اور سیف نے ہشام بن محمد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ عمرو نے یہ اشعار بھی معاویہ کو لکھے
 معاویہ لا اعطیک دینی ولہم اقل
 بہ منک دنیا فانظرن کیف تضرع
 فان تعطنی مصر افرح بصفۃ
 اخذت بها شیخا یضرب فی فم
 ترجمہ: اے معاویہ میں سمجھتا ہوں کہ اپنا دین نہیں دوں گا حالانکہ اس کے بدلے میں تو مجھ سے کوئی دین و مذہب نہیں لے رہا دیکھو تم کیا کر رہے ہو پس اگر تو نے مجھے مصر دے بھی دیا اور مجھے اس خرید و فروخت میں نفع حاصل ہوا کہ اس کے بدلے تو نے ایک ایسے پرانے شخص کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے جو جسے چاہے ضرر پہنچا سکتا ہے۔ اور جسے چاہے نفع۔

پس معاویہ نے اسے لکھا کہ مصر کا علاقہ میں تجھے بطور جاگیر تیرے اخراجات کیلئے دیتا ہوں اور اس پر گواہوں کی گواہیاں بھی ثبت کرالیں۔ عمرو نے ساری رات اس فکر میں گزار دی، اس نے اپنے غلام کو بلایا جس کا نام وردان تھا، مصر میں سوق و روان اسی کی طرف منسوب ہے اس سے پوچھنے لگا اے وردان بھکاری کیا رائے ہے تو اس نے کہا علیؑ کے ساتھ آخرت دنیا نہیں اور معاویہ کے ساتھ دنیا ہے آخرت نہیں لیکن وہ جو علیؑ کے ساتھ ہے باقی رہنے والی ہے اور جو معاویہ کے ساتھ ہے فنا ہو نہوالی ہے۔ جب صبح ہوئی تو عمرو اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا عبداللہ بن عمرو بھی تھا وہ اس سے کہتا تھا کہ معاویہ کے پاس نہ جانا اور اپنی آخرت کو فنا ہونے والی دنیا کے مقابلے میں نہ بیچو۔ عمرو اس معاملہ میں حیران تھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسے دور پہنچا جہاں ایک راستہ مدینہ کی طرف جاتا تھا اور دوسرا دمشق کی طرف، وہ وہاں آکر رکھا، لیکن پھر اس نے اپنے گھوڑے کا رخ

مشق کی طرف پھرتے ہوئے کہا کہ معاویہ حضرت علیؑ کی نسبت ہم سے زیادہ نرمی برتا ہے اور وہ سیدھا معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔

علامہ سیر و تواریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ اسی سال نخلیہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور کوفہ کی حکومت ابو مسعود انصاری کے سپرد کی۔ یہ واقعہ ۵ شوال کا ہے۔ آپ مدائن میں اترے اور مدائن سے چلتے وقت مدائن کا حاکم سعد بن مسعود ثقفی کو بنا گئے جو کہ مختار بن ابی عبید کا چچا تھا۔ آپ مقام رقة پر پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کہا کہ دریا پر پل بناؤ تاکہ ہم اسے عبور کر کے شام کی طرف جائیں تو انھوں نے انکار کیا اور فرات کی مغربی جانب اپنی کشتیاں جمع کر لیں۔ اس پر مالک اشتر نے انھیں پکار کر کہا اے اہل رقة اگر تم نے پل نہ بنایا تو خدا کی قسم میں تلوار سے تمھاری خبر لوں گا۔ اور تمھارے سب مردوں کو قتل کر دوں گا۔ پس وہ لوگ ڈر گئے اور انھوں نے پل بنا دیا۔ لشکر نے دریا عبور کیا۔ آپ کا مقدمۃ الجیش حبیب بن مالک اشتر تھے آگے آگے چلا۔ ان کی مدد بھڑا ابو عور سلمیٰ سے ہو گئی۔ اس کا نام عمر بن سفیان تھا جو اہل شام کے ایک دستہ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ابو عور پر حملہ کیا اور اسے شکست ہوئی۔ معاویہ آیا اور صفین کے ایک مقام پر اتر پڑا حضرت علیؑ تشریف لائے اور اس کے مقابل نزول اجلال فرمایا۔ لیکن اصحاب علیؑ کے قبضہ میں دریا کا کوئی گھاٹ نہ تھا۔ تمام گھاٹوں پر معاویہ کے لشکر کا قبضہ تھا۔ اور انھوں نے پانی سے روک دیا۔ آپ نے مالک اشتر صعصعہ بن صولان کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہمارے اور پانی کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالو۔ معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے عقبہ کہنے لگا انھیں پانی سے روکے رکھو جس طرح انھوں نے عثمان پر چالیس دن پانی بند کیا تھا اور عبداللہ بن سعد سے کہا کہ پانی بند رہے تاکہ یہ واپس چلے جائیں اور یہی ان کی کمزوری کا سبب بنے گا اور خدا بھی قیامت کے دن ان پر پانی بند کرے گا۔

صعصعہ بن صولان نے کہا قیامت کے دن خداوند عالم فاسق و فاجر اور شراب پیئے

پر جو تیرے اور اس فاسق یعنی ولید حبیبی لوگوں پر پانی بند کر گیا پس وہ صعصعہ کو برا بھلا کہنے لگے اور صعصعہ کہنے لگا خدا تم سب پر لعنت کرے۔ پھر وہ وہاں سے چلے آئے۔

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا اے معاویہ پانی کا راستہ کھول دو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ابوطالب کا بیٹا پیاس سے مر جائیگا، حالانکہ اس کے ساتھ نیزوں کی نوکیں، عراق کے بہادر اور مہاجرین و انصار کے بزرگ موجود ہیں۔ خدا کی قسم ان کے پیاسا مرنے سے پہلے مرنے کے پیالے کھوپڑیوں سے اڑیں گے۔ ماہ محرم کے گزرنے تک صلح و صفائی سے کام لو اور ربانی کی طرف جلدی نہ کرو، انجام برا ہے۔ لیکن معاویہ نے انکار کیا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ پہلی کامیابی ہے۔ خداوند عالم ابوسفیان بن حرب کو رسول اللہ کے حوض سے پانی کا ایک قطرہ نہ پلائے اگر یہ لوگ اس پانی کا ایک قطرہ پی سکے۔

فیاض بن حرث ازدی نے کہا اے معاویہ خدا کی قسم تو نے اس قوم کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اگر یہ روم کی فوج ہوتی تو کبھی انھیں پانی سے روکنا جائز نہیں تھا چہ جائیکہ وہ بدری اصحاب رسول مہاجرین و انصار ہیں۔ ان میں رسول اللہ کے چچا زاد بھائی، رازدان ان کے محبوب اور داماد ہیں۔ اے معاویہ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ خدا کی قسم یہ تو عین بغاوت ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ ہم سے پہلے پانی پر قبضہ کر لیتے تو یقیناً ہمیں منع نہ کرتے۔ یہ شخص عمرو عاص کا دوست تھا معاویہ نے عمرو سے کہا اپنے دوست کو مجھ سے روکو۔ پس فیاض کھڑا ہو گیا اور وہ یہ اشعار کہنے لگا:

وَفِي أَمِيدِ يَهُمُّ الْأَسْلُ الظُّمَاءُ	الْحَبْمُونَ الْعَرَاتُ عَلَى أَنْاسِ
كَانَ الْعَوْمُ عِنْدَ كَمِ لِسَاءِ	وَفِي الْأَعْنَاقِ أَسْيَافُ حَدَادِ
لَقَدْ ذَهَبَ الْحَيَاءُ فَلَاحِيَاءُ	اللَّهُ دُرُكُ يَا بَنِي هَنَدِ
وَقَدْ ذَهَبَ الْوَلَاءُ فَلَاحِيَاءُ	وَقَدْ ذَهَبَ الْعَتَابُ فَلَاعْتَابِ
طَوَالَ الدَّهْرُ مَا وَفَى أَحْرَاءُ	وَلَسْتُ بِتَابِعِ دِينَ بَنِي هَنَدِ

وفتویٰ فی حوادث کل امیر علی عمر و صاحبہ العفاء
توجہ: کیا تم فرات کا پانی ایسے لوگوں پر بند کرتے ہو جن کے ہاتھوں میں پکدار تیز نیزے ہیں۔
اور ان کی گردنوں میں تیز تلواریں لٹک رہی ہیں۔

گویا تمہارے نزدیک وہ عورتیں ہیں۔ خیردار خدا ہی محقق سمجھا لے اے ہند کے بیٹے
اب حیا و شرم ختم ہو گئی ہے اور کوئی حیا باقی نہیں رہی۔ اب تجھ پر عتاب و سزائش
کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اور مروت بھی ختم ہو گئی ہے کوئی مروت نہیں رہی اور میں تو
ہند کے بیٹے کے دین کے تابع نہیں جب تک دنیا باقی ہے۔ اور میں ہر معاملے کے
حوادث میں یہ کہوں گا کہ عمر و اس کے ساتھ ہی پر خاک ہو۔

پھر اس نے اپنا گھوڑا حضرت علیؑ کے لشکر کی طرف موڑ دیا۔

اور جب معاویہ اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب پر پانی
بند کر دیا تو مالک اشترؓ نے عرض کی اے امیر المومنینؓ کیا ہم پیاس سے مرتے رہیں حالانکہ
تلواریں ہمارے کندھوں پر اور نیزے ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور پانی کے گھاٹوں
پر ابوا عور سلمیٰ ابلی شام کے لشکر کے ساتھ یقیناً تھا پس حضرت علیؑ نے مالک اشتر
اور قیس بن اشعث کو بارہ ہزار کا لشکر دیکر اس کی طرف بھیجا۔ ان لوگوں نے ابوا عور
پر حملہ کیا۔ اور مالک اشترؓ نے تمام گھاٹوں پر قبضہ کر لیا اور یہ پہلی جنگ تھی جو صفین میں
ہوتی اور یہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ تھی۔ اس میں اور جنگ جمل میں سات مہینے اور کچھ دنوں
کا وقفہ تھا اور ذی الحجہ کی چھٹی تاریخ کو عبداللہ بن عمر بن خطابؓ مالک اشترؓ کے مقابلے میں
آیا تو اشترؓ نے اسے کہا کہ اے بیچارے تجھے اس بات پر کس نے مجبور کیا ہے تو کیوں نہیں
الگ ہو گیا۔ جس طرح تیرا بھائی اور سعد بن مالک الگ ہو گئے تھے۔ کہنے لگا مجھے ہرمزان
کے دن کے قصاص کا ڈر تھا تو مالکؓ نے کہا پھر مکہ ہی میں قیام کیا ہوتا تو عبداللہؓ کہنے لگے
اس عتاب و خطاب کو چھوڑ دے پس مالک اشترؓ نے اس پر حملہ کیا اور عبداللہؓ کو شکست

نصیب ہوئی۔

ہشام بن محمد کہتا ہے جب صفین میں رہتے ہوئے اٹھارہ دن گزر گئے تو معاویہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور کہنے لگا ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے باپ یا بھائی یا بیٹے کو ابوطالب کے بیٹے نے قتل نہ کیا ہو۔ اسے ولید بدر کے دن علیؑ نے تیرے باپ کو قتل کیا اسے ابو اعمور احد کے دن علیؑ نے تیرے چچا کو قتل کیا۔ اور اسے طلحہ طلحات حمل کے دن علیؑ نے تیرے بھائی کو قتل کیا اور بدر کے دن میرے بھائی کو قتل کیا۔ پس سب اس کے خلاف جمع ہو جاؤ تاکہ ہم اس سے اپنے بدلے چکا سکیں۔ (جب معاویہ نے یہ بات کہی) تو ولید بن عقبہ ہنس پڑا اور کہنے لگا:

فقلت له انا لعن ابن هند کانک بیتا رجل غریب
آمننا بحیة بطن واد اذا تھشت فلا میں لہا حبیب
فسل عمر و اسل عن خصیعتہ نجا و قلہا منہا و حبیب
کان القوم لہا عانیوہ خلال النقع لیس لہم تلویب
وقد نادى معاویہ بن حویب فامنعہ ولكن ما یحب

ترجمہ: میں نے اس سے کہا اے ہند کے بیٹے کیا تم ابو ولعب کی باتیں کرتے ہو کیا تم ہم میں اجنبی ہو۔ کیا تو ہمیں اس کے مقابلے میں جانی کا حکم دیتا ہے جو وادی کا سانپ، کہ جسے دس لے پھر اس کا کوئی علاج کر نیوالا نہیں ہوتا۔ پس عمر و اور اس کے شخصیتین سے پوچھ لو یہ سچ تو کیا لیکن اس واقعہ سے اب تک اس کے دل میں دھڑکن باقی ہے گویا قوم جب اسے غبار جنگ کے درمیان دیکھ لیتی ہے تو ان کے دل ان کے پاس نہیں رہتے۔ اس نے معاویہ کو پکارا اور اس نے معاویہ تک اپنی آواز پہنچائی لیکن معاویہ اسے جواب نہ دے سکا۔ پھر ولید عمرو عاص کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اگر میری بات کی تصدیق تمہیں نہیں تو پوچھ لو اس سے۔ اس کا مقصد عمرو عاص کو خراب کرنا تھا۔

ہشام کہتا ہے اس کلام کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا کہ حضرت علیؑ جنگ صفین میں ایک دن میدان میں نکلے تو آپ کو دوسرے لشکر کی طرف عمرو عاصؓ نظر آیا آپ نے اسے نیزہ مارا تو وہ زمین پر گر پڑا۔ اور اس کی شرمگاہ ظاہر ہوئی۔ اس نے آپ کی طرف پشت کر دی۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے نابغہ کے بیٹے تو عمر بھر اپنی دیر کا آزاد کردہ ہے۔ اور یہ فعل شیعہ اس سے کئی مرتبہ ہوا۔

اور سدی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے اسی دن کبیل بن زیاد سے کہا کہ معاویہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم نے تجھے اطاعت اور جماعت مسئلہ کو لازم پکڑنے کی طرف بلایا تو تو نے انکار کیا۔ اب اس امت میں بہت لوگ قتل ہو چکے ہیں پس تم میرے مقابلے میں نکل آؤ تاکہ لوگ جس مصیبت میں مبتلا ہیں اس سے خلاصی حاصل کر لیں۔ پس معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ بھاری کیا جائے ہے سب نے کہا علیؑ کے مقابلے میں نہ جاؤ سو اے عمرو عاصؓ کے، وہ کہنے لگا علیؑ کے مقابلے میں نکلو کیونکہ علیؑ نے میرے ساتھ انصاف کیا ہے اور وہ بھی تو میرے ہی جیسے انسان ہیں۔ تو معاویہ نے کہا یہ کیسی دشمنی ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو تم خلافت حاصل کر لو گے! عمرو عاصؓ کہنے لگا کہ تجھے ایسے آدمی نے مقابلے کے لیے بلایا ہے جو عظیم القدر اور کثیر الشرف ہے تم اس کے مقابلے میں دو اچھائیوں میں سے ایک کو بالو گے۔ اگر تم نے اسے قتل کر لیا تو ایک سردار کو قتل کر لو گے۔ اگر تم قتل ہو گئے تو خداوند عالم تمہیں جزائے خیر دیگا۔ تو معاویہ کہنے لگا یہ آخری بات تو میرے لیے بہت ناگوار ہے تو عمرو عاصؓ نے کہا کہ اگر تمہیں اس جہاد میں شک ہے تو پھر توبہ کرو اور واپس لوٹ جاؤ۔ پھر حضرت علیؑ نے اسی ٹیلے کا قصد کیا جس پر معاویہ تھا تو معاویہ ڈر گیا اور شہر بن ارطاة سے کہا۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ علیؑ کو مجھ سے مشغول رکھو۔ پس جب حضرت کی طرف چلا آپ نے اس کو نیزہ لگایا تو وہ گر پڑا۔ اور اپنی دیر حضرت کی طرف کر دی،

آپ نے منہ پھیر لیا۔

پھر حضرت امیر نے پکار کر کہا اے اہل شام! خدا کی قسم میں نے کسی امت کے متعلق نہیں سنا کہ وہ کسی نبی پر ایمان لائی ہو اور پھر انہوں نے اس نبی کے اہلبیت سے جنگ کی ہو۔ سوائے مختار سے!

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ کتاب "بیت مال العلوم" کے مولف نے لکھا ہے کہ جب معاویہ دن کے آخری حصے میں اپنے مرکز پر واپس آیا اور اس کے ساتھی اس کے گرد آکر بیٹھے تو معاویہ نے عمرو عاص کی طرف دیکھا اور ہنس پڑا۔ عمر نے کہا کیوں ہنستے ہو تو عمرو نے کہا کیوں ہنستے ہو تو معاویہ نے کہا وہی بات جو ولید نے کہی تھی اور تعجب ہے کہ اس وقت تیرا ذہن کس طرح حاضر تھا کہ تو نے ابو تراب کی طرف اپنی نظر گاہ کر دی۔ عمرو عاص کہنے لگا اگر تجھے میری اس حالت نے ہنسایا ہے تو میں بھی تیری حالت پر ہنستا ہوں۔ خدا کی قسم اگر تیرے ساتھیہ واقعہ پیش آتا جو میرے ساتھ آیا ہے تو علیؑ تیرے پچھلے حصے کو درد پہنچاتا تیری بیوی کو بیوہ اور تیرے بچوں کو یر لانا لیکن تو ان لوگوں کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔ جن کے ہاتھوں میں گندم گوں نیزے ہیں۔ اور آج میں نے تو تجھے ان کے مقابلے میں جانے کا مشورہ دیا تھا لیکن تیری تو آنکھیں پھر نے لگیں اور رگیں پھولنے لگیں اور تجھ سے وہ کچھ ظاہر ہوا جسے میں اور میرا غیر برا سمجھتا ہے۔ پس اگر تو اپنے عیوب چھپائے رکھے تو تیرے لیے بہتر ہے۔

واقعی کا کہنا ہے کہ ذی الحجہ کے پورے مہینے میں جنگ ہوئی رہی اور ۳۷ھ داخل ہوا تو حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان جنگ معطل کر دی گئی۔ اس خیال سے کہ شاید صلح ہو جائے اور ماہ محرم اس حالت میں گزرا کہ قاصد آتے جاتے رہے لیکن معاویہ نے کوئی بات قبول نہ کی۔ اور جنگ دوبارہ صفر کی پہلی تاریخ سے شروع ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! اس قوم سے جنگ کرنے میں پہل نہ کرنا جب تک وہ ابتداء

کریں، پشت پھیرنے والے کو قتل نہ کرنا، زخمی کا کام تمام نہ کرنا، کسی کو برہمنہ نہ کرنا، کسی کا منہ نہ کاٹنا، ان کی قیام گاہ میں نہ داخل ہونا، کسی عورت پر خوف طاری نہ کرنا۔ اور کسی کو سب و شتم نہ کرنا۔

جب صفی کی تیسری تاریخ آئی تو عمرو عاص شامیوں کی فوج کے کچھ دستے لیکر اس پرچم کے سایہ میں نکلا کہ جس کے سایہ میں جاہلیت کے زمانہ میں جنگ کیا کرتا تھا۔ تو عمار اس کے مقابلے میں نکلے اور کہنے لگے اے لوگو! کیا ایسا شخص دیکھنا چاہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔ جس نے مسلمانوں کے ساتھ بغاوت کی تھی اور جس نے دشمنانِ دین کی پشت پناہی کی۔ اور جس وقت اس نے دیکھا کہ خدا نے اپنے دین کو غلبہ دیا ہے اور اپنے رسول کو عزت بخشی ہے تو خوشی سے نہیں بلکہ ڈرتے ہوئے اسلام میں داخل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا اس وقت سے یہ شخص ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ عداوت کے لیے مشہور ہے۔ پس اس سے جہاد کرو کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہے کہ جو لوہے کے بھانے کی کوشش اور دشمنانِ دین کی پشت پناہی میں لگے رہتے ہیں۔ عمار نے عمرو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور یہ وہ شخص ہے اس سے جنگ کرو خدا سے مارے۔ پھر عمار پکار کر کہنے لگے۔ اے عمرو یہ تو وہی جھنڈا ہے تاکہ اکثر اوقات اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کرتا رہا۔ تو نے اپنی آخرت مصر کی حکومت کے بدلے بیچ ڈالی ہے نا، ہلاکت ہو تیرے لیے۔ یہ باتیں سن کر عمرو واپس پلٹ گیا۔

جب صفی کی چوتھی تاریخ ہوئی تو محمد بن حنفیہ فوج لیکر میدان میں نکلے اور ان کے مقابلے میں عبید اللہ بن عمر بن خطاب آیا۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے مبارز طلب ہوئے تو ہشام بن محمد کہتا ہے کہ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت علیؑ نے عبید اللہ سے مبارزت چاہی اور پکار کر فرمایا اے محمد رک جاؤ اور عبید اللہ سے فرما لے اے فاسق تیرے لیے تو میں ہوں عبید اللہ پشت پھیر کر بھاگا اور صفی کی ساتویں تاریخ جمعرات کے دن عمار بن

یا سر شہید ہوئے۔ یہ دن سخت لڑائی کا دن تھا۔ عمار قاریانِ قرآن کے سپہ سالار بنائے گئے تھے۔

شہادتِ عمار بن یاسرؓ

(حذیفہ اسناد کے ساتھ) ابی سنان دؤلی صحابی رسول سے مروی ہے میں نے عمار کو دیکھا کہ وہ پینے کے لیے کچھ مانگ رہے ہیں۔ انہیں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ وہ انہوں نے نوش فرمایا پھر کہنے لگے اللہ اکبر! اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا مجھے رسول اللہؐ نے خیر دی تھی کہ تیرا دنیا میں آخری رزق یا آخری توشہ دودھ کا پیالہ ہوگا کہتے ہیں کہ دودھ لانیوالی بنی شیبان میں سے ایک عورت تھی!

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ عمار حملہ کرتے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ ہیں تلواریں مارتے مارتے مقام ہجر کے تختہ تلواروں تک پہنچا آئیں تب بھی ہیں یقین ہے کہ ہم حق پر اور یہ باطل پر ہیں۔ پھر فرمایا:

اليوم ابقى الاحبة محمداً وحزبه

(آج کے دن میں اپنے دوستوں سے جاملوں گا وہ محمدؐ مصطفیٰؐ اور ان کی جماعت ہے) پھر عمار نے عمرو عاص پر حملہ کیا اور فرمایا تو ہلاک ہو جائے اے عمرو تو نے مصر کے بدلے دین بیچ دیا بلاکت ہو میرے لیے اکثر اوقات تو نے اسلام کو ٹیڑھا کر نیکی کی کوشش کی۔ خدا کی قسم تیرا مقصد اور خدا کے دشمن اور دشمن کے بیٹے یعنی معاویہ بن ابی سفیان کا مقصد خونِ عثمان کے بہانے دنیا کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اور ابن سعد کہتا ہے کہ عمار نے عمرو عاص کو دیکھا جبکہ اس کے ہاتھ میں نشان تھا۔ پس اس سے پکار کر کہا تو ہلاک ہو جائے اے عاص کے بیٹے یہ وہی نشان ہے کہ جس کے ساتھ تو نے تین دفعہ رسول اللہؐ سے جنگ کی اور یہ جو تھی دفعہ ہے اور ایک روایت

میں بے کھمار نے حملہ کیا اور وہ بوڑھے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے ہتھیار پران کے
ساتھ کانپتے تھے اور وہ کہہ رہے تھے :

مغن ضربنا بکم علی تنزیلہ فالیوم مغربکم علی تاویلہ
مغنا یزید الہام من مقلہ ویذہل الخلیل عن خلیلہ
او یرجع الحق الی سبیلہ یارب انی مو من بقیلہ

ترجمہ : ہم نے تمہیں تنزیل قرآن پر ضربیں لگائیں اور آج تمہیں تاویل قرآن پر تلواریں لگا رہے
ہیں۔ ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے ہٹا دیگی اور ایک دوست کو دوسرے دوست
سے غافل کر دیگی۔ مگر یہ کہ حق اپنے راستے پر آجائے۔ پالنے والے میں میرے رسول
کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔

ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ
سے کہا تم لوگوں نے عمار کو شہید کیا حالانکہ میں نے رسول اللہ سے سنا تھا کہ آپ عمار سے
کہہ رہے تھے تجھے ایک باغی گروہ قتل کریگا۔ معاویہ نے یہ بات سن لی تو اس سے کہنے
لگا تو ایک بیوقوف بڑھا ہے ہمیشہ کوئی نہ کوئی بُری بات ہمارے پاس لاتا ہے جسے اپنے
پیشاب میں دبائے ہوئے ہوتا ہے کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے۔ عمار کو تو اس نے قتل
کیا ہے جس نے اُسے میدان جنگ میں بھیجا۔

ایک روایت میں ہے جب یہ بات حضرت علیؑ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا پھر حناز
حمرہ کو بھی ہم نے ہی قتل کیا ہے کیونکہ جنگِ احد میں ہم ہی انہیں لے گئے تھے۔
ابن سعد نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب ذوالکلاع کو یہ خبر پہنچی تو اس نے عمرو عاص
سے کہا۔ ہم باغی گروہ ہیں اور ارادہ کیا کہ علیؑ کے لشکر کی طرف چلا جائے اور اس کے
قبضے میں ساٹھ ہزار فوج بھی لے لیں ذوالکلاع قتل کر دیا گیا۔ تو معاویہ نے کہا اگر ذوالکلاع
زندہ رہتا تو ہمارے لشکر کو علیؑ کی طرف میلان رکھنے کی وجہ سے ورغلا دیتا۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ حدیث مسلم نے ابی قتادہ اور ام سلمہ کی سند سے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے۔ ابی قتادہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں، وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے عمار سے اس وقت کہا جب عمار خندق کھود رہا تھا۔ آپ نے اس پر سے مٹی صاف کی اور فرمایا اے بچا رہ ابن سمیہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا۔

اور ام سلمہ کی روایت بھی ابی قتادہ کے ہم معنی ہے۔ اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ابی سعید خدری سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد نبویؐ کی بنانے سلسلے میں ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار و دوانیٹیں اٹھاتے تھے پس آپ عمار کے جسم سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے تھے اسٹوس ہے عمار کے لیے کہ یہ انھیں نجات کی طرف بلائیگا اور وہ اسے آگ کی طرف بلائیں گے۔ اور عمار کہتے تھے میں جنتوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

عمار تاریخ نے عمار کے قتل کے بارے میں اختلاف کیا ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ کا قاتل ابو غایہ مزنی ہے اور بعض کے نزدیک آپ کا قاتل ابو عادیہ عادل ہے۔ جیسا کہ ابن سعد سے واقفی نے ذکر کیا ہے اور اسی دن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص بھی شہید ہوئے حضرت علیؑ نے دونوں پر گریہ کیا۔ اور دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ عمار کی میت نماز کے وقت اپنے اپنی طرف اور ہاشم کی قبلہ کی طرف رکھی اور انھیں غسل کے بغیر دفن کیا۔

واقفی کہتا ہے کہ جب ابو عادیہ نے عمار کو نیزہ مارا اور وہ گر پڑے تو دوسرا شخص آپ پر جا پہنچا اور آپ کا سر قلم کر لیا۔ دونوں جھگڑتے ہوئے معاویہ کے پاس پہنچے۔ ہر ایک کہتا تھا کہ میں ان کا قاتل ہوں تو عمرو عاص دونوں سے کہنے لگا تم تو مشرک جہنم میں گھر رہے ہو تو معاویہ نے کہا کیا کیا ہے اس قوم نے جیہوں نے اپنی جانیں ہماری حفاظت میں خرچ کی ہیں کہ تم انھیں یہ بات کہتے ہو تو عمرو عاص نے کہا خدا کی قسم

یہ ایسا ہی ہے اور تم بھی جانتے ہو اور میں تو خدا کی قسم دوست رکھتا ہوں کہ کاش اس دن سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا!

ابن سعد کہتے ہیں کہ عمار حبیب شہید ہوئے تو ان کی عمر ستر سال تھی۔ ابن سعد کہتا ہے کہ جب عمار شہید ہوئے تو ان کے قاتل کو پیاس محسوس ہوئی اس نے پانی مانگا تو اسے شیشے کے پیالہ میں پانی دیا گیا تو اس نے پینے سے انکار کیا اور ابن سعد کے علاوہ مورخین نے لکھا ہے کہ چاندی کے پیالہ میں پانی دیا گیا تو اس کے ساتھ کہنے لگے اس احمق کی طرف دیکھو کہ اس پیالہ میں تو پینے سے انکار کرتا ہے حالانکہ وہ یہ بھول گیا ہے کہ اس نے عمار حبیب کو شہید کیا ہے کہ جس کے متعلق رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا۔

بشام بن محمد کہتا ہے کہ جب عمار اور ہاشم شہید ہو گئے تو حضرت علیؑ نے قبیلہ ربیعہ اور ہمدان سے کہا کہ تم لوگ میری زرہ اور نیزہ ہولیس بارہ ہزار آدمی ان کے آپ کے بلانے پر حاضر ہوئے اور انھوں نے حملہ کیا تو معاویہ کے لشکر کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ حضرت علیؑ اس دن رسول اللہؐ کا علم باہر لائے اور اس سے پہلے وہ علم میدان میں نہیں لایا گیا تھا۔ آپؐ نے وہ قیس بن سعد بن عبادہ کے سپرد کیا جس وقت مسلمانوں نے اس علم کو دیکھا تو ان کی چچیں نکل گئیں اور وہ رونے لگے اور اس علم کے نیچے اہل بدر، انصار اور مہاجرین جمع ہو گئے۔ قیس بن عبادہ نے اس وقت یہ اشعار کہے:

هذا اللواء الذي كنا نحف به دون النبي وجابريل لتامد

ماضي من كانت الانصار عيتيه ان لا يكون بها من غايرهم عصد

ترجمہ: یہ وہ علم ہے کہ رسولؐ کی حفاظت کیلئے ہم اسکے گرد و پیش رہتے تھے اور جبریلؑ ہمارے مددگار تھے جس شخص کے انصار ازداں ہو کسی دوسرے کا اسکی مدد نہ کرنا

اس کے لیے مقرر نہیں ہے۔

پھر جنگ رات تک ہوتی رہی وہ جمعہ کی رات تھی۔ ساری رات جنگ جاری رہی اور اسی کو لیلۃ الحسری کہتے ہیں۔ یہ اٹھائیسویں صدقہ کی رات تھی۔ نیزہ بازی ہوئی یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گئے، تلواریں کند ہو گئیں، تیر ختم ہو گئے اور زمین غلاموش ہو گئیں اور حضرت علیؑ و معاویہؓ اور دیگر امراء کی کسی کو خبر نہیں تھی بس بہتیاروں کے چلنے کی آوازیں آتی تھیں کہ بعض بعض کو مار رہے تھے۔ صبح ہوئی تو جنگ ابھی جاری تھی۔ ابن عباسؓ مہینہ پر تھے اور مالک اشترؓ میسرہ پر اور حضرت علیؑ قلب لشکر میں تھے پس آپؐ نے مالک اشترؓ کی پیغام بھیجا کہ آگے بڑھو اور مالک کی مدد کیلئے کچھ لوگ ساتھ کئے۔ پس مالک نے ایسا حملہ کیا کہ معاویہؓ کی صفیں ٹوٹ گئیں اور اسے مرنے کا یقین ہو گیا۔ وہ عمرو کی طرف ملقت ہوا اور کہنے لگا کوئی حیلہ و تدبیر ہے پس ہی وقت بھاری چال بازی اور فریب کاری کا ہے۔ کہنے لگا نیزوں پر قرآن بلند کرو و اور منادی کرو کہ تمہارے اور ہمارے درمیان کتاب خدا ہے۔ یہ بات ان کے افراق اور ہمارے اجتماع کو بڑھا دے گی۔ پس انہوں نے قرآن نیزوں پر بلند کر دیے اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن ہے ہم تمہیں اس کی طرف بلا رہے ہیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ جب اہل عراق نے یہ دیکھا تو کہنے لگے ہم کتاب خدا کے حکم کو قبول کرتے ہیں اور تمام لوگوں میں سے زیادہ سمجھتے اس بات میں اسعث بن قیس تھا۔ حضرت علیؑ نے پکار کر کہا اے لوگو تم اپنی حالت پر چلتے رہو، خدا کی قسم تمہیں ابن ابی بنیہؓ نے دھوکا دیا ہے تو سعد بن قیدہؓ کی بیٹی اور زید بن حصنؓ طائیؓ اور وہ گروہ جس نے (بعد میں) آپؐ پر فروع کیا اور ہزوان میں آپؐ سے جنگ کی۔ کہنے لگے کیسے ہم ان سے جنگ کریں، حالانکہ انہوں نے کتاب اللہ کا فیصلہ طلب کیا ہے اور اگر آپؐ نے انکا کیا تو ہم آپؐ کو ان کے سپرد کر دینگے۔ یا آپؐ سے بھی وہی سلوک کریں گے جو عثمانؓ

کیا تھا پس آپ مالک اشتر کی طرف کسی کو بھیجئے کہ وہ واپس آجائے۔ پس حضرت علیؑ غضب ناک ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا تعجب ہے کہ معاویہ کی اطاعت اور میری نافرمانی کی جارہی ہے۔ انا للہ خدا بھلا کرے ابن عباس کا وہ غیب کی طرف ایک باریک کپڑے کے پچھپے سے دیکھتا ہے اور ابن عباس نے ابتدا میں عرض کی تھی آپ مجھے معاویہ کی طرف بھیجیں خدا کی قسم میں اس کے لیے ایسی رستی بٹوں گا کہ جس کا نہ دریا ٹوٹ سکے گا نہ اس کے اطراف تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدائے بزرگ کی قسم میں معاویہ کو تلوار کا عطیہ دوں گا یہاں تک کہ حق باطل پر غالب آجائے گا۔ ابن عباس نے کہا یا کچھ اور ہوگا آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ ابن عباس کہنے لگے (اس کی وجہ یہ ہے) معاویہ کی لوگ اطاعت کرینگے اور نافرمانی نہیں کریں گے اور عنقریب آپ کی نافرمانی ہوگی۔ اور اطاعت نہیں ہوگی۔ جب اختلاف کرنے لگے تو آپ نے فرمایا خدا بھلا کرے ابن عباس کا:

میں (مؤلف کتاب) کہتا ہوں کہ وہ چیز جو ابن عباس کے قول کی صحت کی دلیل ہے کہ اہل شام معاویہ کی (اندھی) اطاعت کرتے ہیں وہ واقعہ ہے جسے مسعودی نے مروج الذهب میں نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ اہل شام معاویہ کیلئے اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ اس نے صفین کی طرف جاتے وقت جمعہ کی نماز بڑھ کے دن پڑھا دی اور ایک روایت میں ہے کہ ہفتہ کے دن پڑھائی اور کہنے لگا کہ ہم معذوب ہیں۔

پھر انھوں نے کہا کہ کسی کو مالک اشتر کی طرف بھیجئے اور اسے واپس بلا لیجئے آپ نے کسی کو بھیجا تو مالک نے کہا یہ واپس آنیکا وقت نہیں، فتح بہت جلد ہونیوالی ہے وہ شخص پلٹ آیا پھر آپ نے مالک کی طرف قبیس بن ہانی کو بھیجا اور فرمایا فتنہ بہت جلدی رونما ہونیوالا ہے بلکہ ہو چکا ہے۔ مالک نے کہا کیا قرآن نیزوں پر بلند ہوگئے

ہیں۔ یزید بن ابی ہانی نے کہا کہ ہاں۔ مالک نے کہا خدا ابن نالبہ زانی پر لعنت کرے یہ خدا کی قسم
 اس کا مشورہ ہے تاکہ اہمیت کے درمیان خلل پڑ جائے۔ ابن ابی ہانی نے کہا امیر المؤمنین کی جلد
 خبر کو کیونکہ وہ دشمنوں میں گھر چکے ہیں۔ کہیں وہ آپ کو اہل شام کے سپرد یا آپ سے وہ ملو کہ
 نہ کریں جو عثمان سے کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ آپ کو یہ دھمکی دے چکے ہیں پس مالک
 اشتران کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے اہل عراق اے اہل نفاق و شقاق تم فتح کے
 بعد ان کے قرآنوں کو بلند کرنے کے دھوکے میں آ گئے۔ خدا کی قسم انھوں نے قرآن تو بلند
 کر لیے ہیں جو ان میں بھیجنے والے کے احکام اور حبس پر نازل ہوا ہے اس کے فرامین ہیں
 انھیں وہ چھوڑ چکے ہیں۔ مجھے ناقد کے دودھ دہنے یا گھوڑے میدان میں دوڑانے کی
 جتنی مہلت دید و پس خدا نے فتح نازل فرمائی ہے۔ وہ کہنے لگے ہم بھتیں اتنی مہلت ہمیں
 دیتے۔ ہمیں خوف ہے کہ ہمیں بھتا رہے ساتھ ہم بھی گناہ میں شریک نہ ہو جائیں جناب
 مالک نے کہا اے سیاہ پیشانی و الوہم تو گمان کرتے تھے کہ تم یہ کام اللہ کے لیے اور زمین
 دنیا کی خاطر کر رہے ہو خدا تم پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل فرمائے خدا کی قسم تم نے
 یہ بات موت کے خوف سے کی ہے۔

واقعه حکیم

معاویہ نے جو کرنا تھا وہ کر چکا تو کہنے لگا ہم ایک حکم بھیجتے ہیں جو ہمیں پسند ہے
 اور تم ایک حکم بھیجو جو ہمیں پسند ہو۔ پس اہل شام نے تو عمر و عاص کا انتخاب کیا اور
 اہل عراق نے ابو موسیٰ اشعری کو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں اس پر راضی نہیں ہوں
 اور وہ میرے نزدیک مامون ہیں وہ مجھ سے بھاگ گیا تھا اور لوگوں کو میرا ساتھ دینے
 سے روکنا رہا۔ لیکن یہ ابن عباس ہے (اسے بھیجو) اشعث بن قیس اور خوارج کہنے لگے

ابن عباس آپ سے ہے اور آپ ابن عباس سے۔ ابو موسیٰ اس معاملے سے الگ رہا ہے جس میں ہم ہیں اور وہ ہمیں اس فتنے سے ڈراتا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تو مالک اشتر کو حکم بنا لو تو اس شعث کہنے لگا تو کیا ہم مالک اشتر کے علاوہ کس کے حکم میں ہیں اور اس کا حکم تو یہ ہے وہ کہتا ہے ہم میں سے بعض بعض کو تلواروں سے مارے یہاں تک کہ وہی بات موجودہ چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا پھر جو بھاری مرضی آئے وہ کرتے رہو پھر ان لوگوں نے کسی کو ابو موسیٰ کے پاس بھیجا وہ مقام عرض میں جنگ سے الگ وقت کاٹ رہا تھا اس کو جا کر انھوں نے اطلاع دی، اس نے انکار کیا۔ پھر آیا اور لشکر میں داخل ہوا۔ جب اس بات کا احف بن قیس کو علم ہوا تو وہ حضرت علیؑ کے پاس آیا اور آپ سے کہنے لگا آپ زمین کا پتھر اسے مارتا چاہتے ہیں جس نے اللہ اور رسولؐ سے جنگ کی (یعنی) عمرو بن عاص اور یہ عبداللہ بن قیس راہب و سنی کم عقل شخص ہے۔ میں ابن عاص کی مکاری سے اس پر یامون نہیں۔ اور اگر آپ مجھے انتخاب کریں تو آپ مجھ سے عجیب بات دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا تو ابن نابغہ سے کیا کریگا۔ کہنے لگا میں اس کے اتنا قریب ہوں گا یہاں تک کہ یہ معلوم ہو گا کہ میں اس کے ہاتھوں میں چلا گیا ہوں اور پھر اس سے اتنا دور ہوں گا کہ میں مثل ستارہ کے ہو جاؤں گا۔ وہ کوئی گروہ نہیں لگائے گا مگر میں اسے کھول دوں گا اور وہ کسی گروہ کو کھولے گا نہیں مگر یہ کہ میں اسے محکم کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ میری پسند کے بغیر ابو موسیٰ کو انتخاب کر چکے ہیں۔ ہشام بن محمد کہتا ہے پھر لوگ حضرت علیؑ کے پاس جمع ہوئے اور سخت دیکھی گئی کہ :

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہے جس کا فیصلہ کیا ہے۔ امیر المومنین علیؑ نے عمرو بن عاص کہنے لگا ان کا نام اور ان کے باپ کا نام لکھو وہ آپ کے امیر ہیں ہمارے نہیں احف کہنے لگا امیر المومنین کا لفظ نہ مٹاؤ اور اشعث نے کہا مٹاؤ پس وہ لفظ مٹا دیا گیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر میں اس وقت رسول اللہؐ کا کاتب تھا۔ صلح حدیبیہ کے دن

جب انہوں نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں پس اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیے تو آپ نے یہی لکھا۔ عمرو عاص کہنے لگا سبحان اللہ آپ ہمیں کفار سے تشبیہ دے رہے ہیں حضرت علیؑ نے عمرو سے کہا اسے نابغہ کے بیٹے تو کیا فاسقین کا دوست اور مسلمانوں کا دشمن نہیں تھا تو اپنی ماں کے ساتھ ہی مشابہہ ہے جس نے تجھے جتنا عمرو اٹھ کھڑا ہوا وہی کہنے لگا آج کے بعد میں آپ کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔ آپ نے فرمایا خدا نے میری مجلس کو بچھ سے اور میرے جلسے لوگوں سے پاک کیا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے اس تحریر کی نقل یہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جس کا فیصلہ علی ابن ابیطالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے اہل کوفہ اور جو مسلمان اور مومن شیعہ آپ کے ساتھ ہیں ان کے لیے فیصلہ کیا ہے اور معاویہ نے اہل شام اور جو اس کے ساتھ ہیں ان کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ اللہ اور اس کی کتاب کے حکم کو قبول کریں گے اور اس کتاب کے علاوہ اور کوئی چیز ہمیں متفق نہیں کر سکتی۔ یہ کتاب فاتحہ سے خاتمہ تک ہم اسے زندہ کریں گے جیسے اللہ زندہ کرے اور اسے مٹا دیں گے جسے اللہ مٹائے دونوں فیصلہ کر لیا ہے جو کتاب خدا میں فیصلہ پائیں اس پر عمل کریں گے اور جو انھیں کتاب اور سنت عادلہ میں نہ ملے اس پر عمل نہیں کریں گے اور دونوں فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ ایسے مقام پر جمع ہوں جو شام اور کوفہ کے لیے برابر کی حیثیت رکھتا ہو اور وہ اسے پاس اس شخص کو نہ آئے دیں کہ جسے وہ نہ چاہیں۔ دونوں نے حضرت علیؑ اور معاویہؓ اس بارے میں میثاق لے لیے ہیں۔ اس تحریر پر بزرگوں کی ایک جماعت گواہ ہے۔ حضرت علیؑ میں سے اشعث بن قیس، کندی، عبد اللہ ابن عباس، حجر بن عدی اور کچھ اور لوگ اور معاویہ کے ساتھیوں میں سے ابو عور، سلمیٰ، حبیب بن مسلمہ، فہری، عبد اللہ بن خالد بن ولید اور کچھ اور لوگ، وہ لوگ مالک اشتر سے کہنے لگے کہ آپ بھی اپنی گواہی اس میں ثبت کریں تو انھوں نے کہا میرا دایاں ہاتھ ساتھ نہ دے اور بائیں ہاتھ اس کے بعد فائدہ نہ

نہ ہو اگر اس تحریر پر مصالحت کیلئے میرا نام تحریر ہو کیا میں اپنے رب کی طرف سے
دلیل پر نہیں کہ میرا دشمن گمراہ ہے اور دونوں فیصلہ کنندگان کا اتفاق ہو کہ ماہ رمضان
مقام دومۃ الجندل میں ملاقات ہو۔

ہشام کہتا ہے جب مالک اشتر نے اس تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کیا تو
حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی راضی نہیں
ہوں میں نے تو محض منع کیا تھا لیکن تم لوگوں نے میری نافرمانی کی!
واقعی کہتا ہے کہ یہ تحریر آخر صفر میں لکھی گئی اور اس کی مدت ماہ رمضان تک
آٹھ مہینے تھی یہاں تک کہ فیصلہ کر نیوالے جمع ہوں پھر لوگوں نے اپنے مقتولین کو
دفن کیا اور دونوں گروہوں نے کوچ کیا۔ امیر المومنینؑ کوفہ اور معاویہ شام کی طرف
واپس چلے گئے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ معاویہ شام کی طرف اہل شام کی الفت و محبت لیکر
واپس لیکر گیا اور حضرت علیؑ اختلاف اور فتنوں میں گھر کر واپس لوٹے۔

خوارج

ہشام بن محمد کہتا ہے جب حضرت علیؑ کوفہ میں وارد ہوئے تو خوارج آپ سے
الگ ہو گئے اور وہ بارہ ہزار تھے وہ مقام حرورہ میں جا کر اتر پڑے۔ حرورہ ہزاروں
کے قریب عراق میں ایک بستی ہے۔ حرورہ اسی کی طرف منسوب ہیں ان کے منادی نے
نذاکی کہ سپہ سالار جنگ شیت بن ربعی ہوگا اور عبداللہؑ کو آشکری نماز پڑھانے کا
اور انھیں نے منادی کر دی کہ اللہ کے بغیر کسی کا حکم نہیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا بات تو
حق ہے لیکن اس سے ارادہ باطل کا لیا گیا ہے۔ عبداللہؑ بن عباس نے حضرت علیؑ سے

عرض کی کہ آپ ان سے جنگ کرنے میں جلدی نہ فرمائیں جب تک کہ میں ان کے پاس سے
 ہو کر واپس نہ آ جاؤں پس ابن عباس ان کے پاس گئے تو وہ کہنے لگے اے ابن عباس
 کیسے آئے ہو انھوں نے کہا میں مہاجرین انصار اور رسول کے چچ پرے بھائی اور داماد
 کی طرف سے آ رہا ہوں کہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور وہ قرآن کی تاویل تم سے بہتر
 جانتے ہیں پس کس لیے تم ہمارے خلاف ہو گئے ہو کہنے لگے تین چیزوں کی وجہ سے
 پہلی یہ کہ تم لوگوں نے کچھ اشخاص کو دین خدا میں حاکم بنایا ہے حالانکہ خدا کہتا ہے کہ حکم
 کو تا صرف اللہ کا حق ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے ان سے جنگ تو کی
 ہے لیکن نہ کسی کو قیدی بنایا ہے اور نہ مالِ عیثیت لیا ہے پس وہ کونسی چیز ہے کہ جس
 کی وجہ سے خون تو حلال ہیں اور مال حرام ہے اور تیسری چیز یہ کہ اس نے اپنے نام سے
 لفظ امیر المومنین مٹا دیا ہے۔ توجیب وہ مومنین کا امیر نہیں تو پھر کافرین کا (معاذ اللہ)
 امیر ہے۔ ابن عباس کہنے لگے میں تمھارے قول کو قرآن کی رو سے رد کرتا ہوں پس
 تمھارا یہ کہنا کہ اس نے دین خدا میں حاکم بنایا ہے تو کیا محقق معلوم نہیں کہ خدا نے ایک
 خرگوش کی قیمت میں بندوں کو حکم بنایا ہے جس کی قیمت چو پھٹائی درہم ہے اور فرمایا ہے
 کہ اس میں تم سے صاحبانِ عدل حکم کریں۔ اور عورت اور اس کے شوہر کے متعلق
 فرمایا ہے۔ پس بھیجو ایک حکم کے مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے
 عزیزوں میں سے اگر وہ اصلاح کا قصد کریں تو خدا دونوں کو توفیق دیگا پس بتاؤ
 کونسی چیز بہتر و افضل ہے۔ اشخاص کی آپس میں اصلاح کرنے اور امت کے
 خون کی حفاظت میں حکم بنانا، یا خرگوش کی قیمت میں حکم بنانا کہ جس کی قیمت چو پھٹائی
 درہم ہے یا عورت کے معاملے میں حکم بنانا۔ کہنے لگے نہیں بلکہ وہ (یعنی امت کی
 اصلاح میں حکم و فیصل بنانا بہتر ہے) اور تمھارا یہ کہنا کہ علیؑ نے انھیں قیدی نہیں کیا اور
 مالِ عیثیت نہیں لینے دیا پس اگر تم کہو کہ عائشہ تمھاری ماں ہیں ہے تو تم اسلام سے

سے خارج ہو۔ اور اگر کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں ہے تو کیسے تم اپنی ماں کو قیدی بناتے
 اور یہی جواب اہل صفین میں بھی ہے کیونکہ ان سے جہاد صرف اس لیے کیا گیا تھا کہ
 وہ حق کی طرف لوٹ آئیں نہ اس لیے کہ ان کے مال کو حلال سمجھا جائے؟! کہنے لگے آپ
 سچ کہتے ہیں۔ اور رہا مختار ایہ کہنا کہ علیؑ نے امارت مسلمین سے اپنا نام کیوں مٹا دیا؟
 (اس تحریر میں لفظ امیر المؤمنین کیوں مٹایا گیا) تو یہ کام تو رسول اللہؐ نے بھی ملح حدیبیہ
 میں کیا تھا تو کیا آپ نبوت سے خارج ہو گئے تھے۔ کہنے لگے آپ سچ کہتے ہیں پس
 دو ہزار ان میں سے واپس آ گئے اور یاقین نے عزرج کیا اور ہر کے قریب قتل
 ہو گئے۔

حضرت علیؑ جب ان سے جہاد کرنے کے لیے نکلے تو ان کے آمنے سامنے کھڑے
 ہو گئے۔ اور فرمایا مختار اے ایسے کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ ابن کرانہ آپ نے فرمایا تم
 کیوں ہمارے خلاف خروج کیا ہے؟ انھوں نے کہا چونکہ صفین کے دن آپ لوگوں نے
 حکیم کی بے حضرت نے فرمایا میں نبی خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ جب انھوں نے
 قرآن بلند کیے تھے تو کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ ان کے بارے میں میری مخالفت نہ کرو۔
 تمہیں نے کہا تھا کہ ہم تو قرآن کی بات تسلیم کر رہے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ انھوں نے مکرو
 فریب دینے کیلئے قرآن بلند کیے ہیں تم کہنے لگے کہ اگر آپ نے کتاب خدا کی طرف ذی
 ہوئی دعوت کو قبول نہ کیا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے یا ان کے سپرد کر دیں گے۔ جب تم
 ہی لوگوں نے ان کی دعوت کتاب اللہ کو قبول کرنے کے علاوہ تمام چیزوں سے
 انکار کر دیا تو ہم نے حکمین پر یہ شرط لگا دی کہ وہ کتاب خدا کے مطابق حکم کریں اور
 اگر انھوں نے حکم خدا و حکم قرآن کے علاوہ کوئی حکم کیا تو ہم ان سے بری ہیں۔ وہ کہنے
 لگے آپ نے انسانوں کو کیسے حاکم بنایا؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے مخلوق کو کہ تم
 نہیں بنایا بلکہ قرآن کو حاکم بنایا جو کہ دقتین کے درمیان ہے وہ خود نہیں بولتا بلکہ آدمی

ہی اس کے مطالب سے تقاب کشائی کرتے ہیں۔ کہنے لگے آپ سچ کہتے ہیں ہم نے اس معاملہ میں کفر کیا ہے اور ہم اللہ کی بارگاہ میں اس سے توبہ کرتے ہیں پس آپ بھی توبہ کیجئے جیسے ہم نے کی ہے تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے ورنہ آپ سے جنگ کریں گے!

سدی کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے وہ گروہ کہ جیسے کچ بختی اور لجاجت نے حق سے نکال دیا ہے اور خواہش نفسانی انھیں کشش بنا کر باطل کی طرف لے گئی ہے۔ میں تحقیق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم ایسے نہ ہو جاؤ کہ امت تم پر لعنت کرے اور تم اس ہنر کے سامنے اپنے رب کی طرف سے دلیل برہان کے بغیر بچھاڑے جاؤ۔ کیا میں نے تمہیں تحکیم سے منع نہیں کیا تھا اور تحقیق خبر نہیں دی تھی کہ یہ اس قوم کی طرف سے مکاری ہے جن کا کوئی دین نہیں اور جب تم مجھ سے جدا ہوئے تو اپنی ہوشمندی دکھانے لگے۔ اب لوٹ آؤ۔ اگر دونوں منصفوں نے کتاب خدا کے مطابق حکم کیا تو درست ورنہ ہم پہلی رائے پر قائم ہیں۔ وہ کہنے لگے آپ کفر سے توبہ کیجئے جس طرح ہم نے توبہ کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا بھٹارے لیے ہلاکت ہو کیا میں رسول اللہؐ پر ایمان لائے، ان کی معیت میں راہ خدا میں جہاد کرنے اور ہجرت کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی درں۔ پھر تو میں گمراہ ہو گیا اور ہدایت یافتہ نہ ہوا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے چاہا کہ ابو موسیٰ کو فیصلہ کرنے کے لیے بھیجیں تو آپ کے پاس خوارج میں سے زرعہ بن برج طائی، قمر بن زہیر سعدی آئے اور کہنے لگے اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں آپ نے فرمایا دین میں بھی ماننا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں تو مرقص کہنے لگا تو آپ اپنی غلطی سے توبہ کیجئے اور اپنی تحکیم سے رجوع کیجئے۔ اور میں ساتھ لیکر اس قوم کے مقابلے کے لیے قیام کیجئے ہم ان

اسے جہاد کریں گے۔ یہاں تک کہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا میں نے لوگوں سے یہی چاہا تھا لیکن تم ہی نے انکار کیا تھا۔ اب ہم اپنے اور ان کے درمیان شرائط نکھ کر دے چکے ہیں اور ان سے معاہدہ ہوا تو موقوفوں نے کہا یہ گناہ ہوا ہے لہذا آپ کو اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا یہ گناہ ہمیں بلکہ مجبوری کی رائے لھتی ہے جس کا سبب تم لوگ بنے تھے۔ زرعة بن برح نے آپ سے کہا خدا کی قسم اگر آپ حکیم ترک نہیں کریں گے تو میں آپ سے جنگ کروں گا اور اس سے میرا مطلوب خدا اور اس کی رضا ہوگی۔ آپ نے فرمایا تیرا رُہا ہو تو کس قدر شعی ہے گویا میں تجھے مقتول دیکھ رہا ہوں کہ تجھ پر آندھیاں چل رہی ہیں۔ پس ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

دومۃ الجندل

علماء سیر و تواریخ کا کہنا ہے کہ جب مقررہ مدت ختم ہوئی تو عمرو بن عاص اور ابو موسیٰ دومۃ الجندل میں جمع ہوئے۔ حضرت علیؑ نے شریح بن ہانی کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ جن میں عبداللہ بن عباس بھی تھے اور عمرو عاص کے ساتھ بھی چار سو آدمی شام کے سرداروں میں سے تھے۔ ان کا اجتماع دومۃ الجندل میں ہوا اور بعض کے نزدیک مقام اذرح میں ہوا۔ اس اجتماع میں سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن حرث بن ہشام مخزومی اور مغیرہ بن شعبہ بھی موجود تھے۔ بعض کہتے ہیں سعد حاضر نہیں ہوا۔ عبداللہ بن عمرو کی موجودگی میں بھی اختلاف ہے جس کا ذکر بعد میں کریں گے۔

جب یہ لوگ جمع ہوئے تو عمرو عاص نے ابو موسیٰ سے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ عثمان مظلوم مارا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ عمرو نے کہا کیا تو یہ نہیں جانتا کہ معاویہ اس کا ولی الم

(یعنی خون کا بدلہ لینے والا ہے) ہے۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے جو مظلوم مارا جائے تو اس کے ولی و وارث کے لیے سلطنت قرار دی ہے پس معاویہ سے تجھے کوئی چیز ملا ہے؟ حالانکہ قریش میں اس کی خاندانی بزرگی تجھے معلوم ہے اور وہ رسول اللہ کا کاتب بھی رہا ہے اور زوجہ رسول ام حبیبہ کا بھائی بھی ہے۔ اگر تم اسے انتخاب کر لو تو تمہاری عزت کریگا جو دوسرا نہیں کریگا۔ ابو موسیٰ نے اس سے کہا اے عمرو خدا سے ڈرامو خدا کی بنادین پر ہے۔ اگر شرافت ملحوظ ہوتی تو پھر علیؑ یقیناً ولی تھے۔ میں کیسے معاویہ کو خلیفہ بنالوں اور مہاجرین و انصار کو چھوڑ دوں۔ باقی رہی تیری یہ شکیش کہ وہ میری عزت و کرم کریگا تو خدا کی قسم اگر وہ اپنی سلطنت بھی چھوڑ کر میرے حوالے کر دے تو بھی میں اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں اور میں دین خدا اور حکم خدا میں رشتہ نہیں لوں گا لیکن اگر تم چاہو تو ہم عمر بن خطاب کے نام کو زندہ کریں۔ اور ابو موسیٰ کا ارادہ تھا کہ عبد اللہ بن عمر کو خلیفہ بنائے۔

عمرو عاص نے کہا اگر تو فضل و صلاحیت چاہتا ہے تو تجھے میرے بیٹے کو خلیفہ بنا سے کیا چیز دیتی ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ صاحب فضل بھی ہے اور صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ تمہارا بیٹا اچھا آدمی ہے لیکن تم نے اسے اس فتنہ و فساد میں ملوث کر دیا ہے۔

پس عمرو نے کہا میں چاہتا تھا کہ تم معاویہ کی بیعت کر لو لیکن بھتیجی اس سے انکار ہے تو آؤ پھر ہم علیؑ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے الگ کر دیتے ہیں اور معاملہ حکومت کو شوریٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ مسلمان جسے چاہیں انتخاب کریں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس بات کی ابتدا ابو موسیٰ سے ہوئی اور عمرو نے کہا کہ تمہاری رائے بہترین ہے پس لوگوں کو اس کی خبر دیکھتے کہ ہم نے ایک بات پر اتفاق کیا ہے کہ جس میں امت کی فلاح و بہبود ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ بجا کہتے ہو۔ پھر عمرو نے کہا اے ابو موسیٰ کھڑے

ایک بات کیجئے۔ ابو موسیٰ نے کہا تم پہلے بات کرو۔ عمرو نے کہا آپ صحابی رسول ہیں مجھ میں خیال نہیں کہ آپ سے پہلے بات کروں۔ ابن عباس نے ابو موسیٰ سے کہا اے عبداللہ بن عباس تم پروا دے ہو۔ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ ابن نافعہ نے تجھے فریب دیا ہے۔ ابو موسیٰ خدا را آدمی نہیں تھا کہنے لگا ہم نے ایک چیز پر اتفاق کر لیا ہے۔ آگے بڑھا اور کہنے لگا اے وہم نے اس معاملے میں غور و فکر کی ہے۔ ہم نے امت کے لیے اس سے بہتر کچھ اور نہیں دیکھا کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے الگ کر دیا جائے اور یہ معاملہ امت کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ جسے وہ چاہیں خلیفہ مقرر کر لیں۔ میں دونوں کو خلافت سے الگ کرتا ہوں۔ پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور عمرو کھڑا ہوا کہ اس نے تو اپنے ساتھ کو خلافت سے الگ کر دیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں نے سن لیا اور میں بھی اسے الگ کرتا ہوں اور اپنے ساتھ معاویہ کو برسر رکھتا ہوں۔ ابو موسیٰ نے عمرو سے کہا یہ تجھے کیا ہو گیا خدا تجھے توفیق نہ دے خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے دھوکا دیا۔ اور مشق و محنت کیا سوائے اس کے نہیں کہ تیری مثال ہے ایسی ہے۔ اگر اس کوئی بوجھ رکھ دے تو وہ زبان نکالتا ہے اور اگر اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالتا ہے۔ عمرو عاص نے کہا اور تیری مثال گدھے کی ہے کہ جس پر کتابیں لاد دی جائیں شریح بن ہانی نے عمرو عاص پر حملہ کیا اور اسے کوڑا لگایا۔ بعد میں شریح کہا کرتے تھے کہ مجھے ایسی چیز پر ایسی پشیمانی نہیں ہوئی جس طرح میں پشیمان ہوا کہ میں نے عمرو عاص کو تلوار کیوں نہ ماری تھی۔ پھر لوگ متفرق و منتشر ہو گئے۔

ابو موسیٰ اپنی سواری پر سوار ہوا اور مدینہ میں چلا گیا۔ پس ابن عباس نے اس سے کہا خدا برا کرے اوقیس کے بیٹے میں نے تو تجھے ناسق خلیفہ سے ڈرایا تھا لیکن تو نے میری بات نہ مانی ابو موسیٰ نے کہا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ امت کی بڑا ہی کریکا میرا خیال نہیں تھا کہ وہ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا اور عمرو عاص و مشق کی طرف واپس چلا گیا اور معاویہ پر خلافت کے ساتھ سلام کیا (یعنی اسے خلیفہ مسلمین) اور وہ پہلا دن تھا کہ

خلیفہ کہہ کر اسے سلام کیا گیا۔

شعبی کہتا ہے کہ دونوں فیصل جب دومۃ الجندل سے جدا ہوئے تو حضرت نے ان درہل شام سے جہاد کو نیکاً عزم کیا۔ پس آپ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں نے اس حکیم کے بارے میں تمہیں حکم دیا تھا۔ لیکن تم لوگوں نے میری مخالفت کی اور نافرمانی کی اور نافرمانی کیشیانی ہوتی ہے۔ پس تمہاری اور میری مثال ایسا ہے جیسا کہ ہوازن کا شاعر کہتا ہے :

اھرتکھا امری بمنعج اللوی قلم یستبیلوالرش الا صنی الفد
توجعہ : میں نے وادی کے موڑ پر تمہیں اپنا فرمان بتایا تھا پس میری خیر خواہی ان کے لئے واد
نہ ہوئی۔

مگر کل چاشت کے وقت ان دونوں فیصلہ کرنے والوں نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا۔ انھوں نے اس چیز کو ختم کر دیا جسے قرآن نے زندہ کیا تھا اور اس چیز کو زک
کیا جسے قرآن ختم کر چکا تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے اللہ کی ہدایت کو چھوڑتے ہوئے
خواہشات کی پیروی کی۔ انھوں نے بغیر کسی دلیل اور جاری ہونیوالی سنت کے فیصلہ کیا
یہ دونوں رشد و ہدایت پر نہیں تھے۔ دونوں اللہ اس کے رسول اور صالح المؤمنین
سے بری ہیں پس جہاد کے لیے مستعد اور چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور اپنے موقف پر
صبح کو پہنچ جاؤ۔

خارج ہروان میں تھے ابن عباس نے عرض کی نیا شگوفہ کھل گیا ہے۔ ان
جنگ کرنے سے پہلے خط بھیجئے۔ آپ نے خارج کو خط بھیجا اور انھیں حکیم کے فیصلہ
کی خبر دی۔ اور لکھا کہ آؤ ہماری طرف تاکہ اس گروہ سے جہاد کریں کیونکہ ہم پہلے اعراب
قائم ہیں۔

خارج نے جواب میں لکھا کہ آپ اللہ کے لیے غضبناک نہیں ہوئے بلکہ اپنی ذات

کیلئے غصے میں آئے ہیں۔ اگر آپ اپنے اوپر کفر کی گواہی دیکر توبہ کریں تو ہم اپنے اور آپ کے درمیان عذر کریں گے۔ ورنہ براہِ آپ کا مقابلہ کریں گے اور بیشک خدا خیانت کر نیوالوں کو دوست نہیں رکھتا!

جب آپ نے ان کا خط پڑھا تو ان سے ناامید ہو گئے اور ان کی طرف چلے۔ نہروان پر مقابلہ ہوا اور ان میں سے جتنے بھی آپ کے مقابلے میں آئے تھے سب کے سب ختم ہوئے۔ آپ نے ذو ثریہ کو تلاش کیا اس کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا تو گوشت کے لوٹھڑے نظر آئے جیسے عورت کے پستان ہوتے ہیں جس پر سیاہ بال تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی۔ (حذف اسناد کے ساتھ) قتادہ سے روایت ہے کہ نہروان کی جنگ میں ہم امیر المومنین کے ساتھ تھے۔ ہم ساٹھ یا ستر انصار تھے۔ میں پیادوں کا سالار تھا جب ہم مدینہ واپس گئے تو ہم نبی بی عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے ہمارے سفر کے متعلق سوال کیا تو ہم نے انھیں بتایا کہ خوارج قتل ہو گئے ہیں۔ عائشہ کہنے لگیں وہ کیا کہتے تھے؟ ہم نے کہا کہ امیر المومنین اور عثمان بن عفان اور آپ کو سب و شتم کرتے تھے۔ پس ہم ان سے جنگ کرتے رہے اور حضرت علیؑ ہمارے ساتھ تھے ان کا مرکب رسول اللہؐ کا دل تھا۔ میں بعض مقتولین کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا انھیں الٹاؤ۔ ہم نے انھیں الٹا دیا تو ایک سیاہ رنگ شخص نظر آیا اس کے کندھوں کے مابین پستان کے مانند گوشت تھا۔ تو علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی۔ میں رسول اکرمؐ کے ساتھ تھا اور آپ جنگ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ تو یہ شخص آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ انصاف کرو خدا کی قسم آج آپ نے انصاف نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا بیری ماں بچھ پر روئے اگر میں انصاف نہیں کرتا تو پھر کون انصاف کرے گا عمر بن خطابؓ نے کہا مجھے اجازت دیجئے

کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دے اس کیلئے بھی ایک شخص ہے جو اسے قتل کریگا۔ عنقریب اس کی قوم سے کچھ لوگ پیدا ہونگے جو قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کریگا۔ وہ دین سے اس طرح نکلیں گے جیسے تیرکمان سے نکلتا ہے۔ عائشہؓ نے قتادہ سے کہا تو نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ قتادہ کہنے لگا ہاں تو عائشہؓ کہنے لگیں جو کچھ میرے اور علیؑ کے درمیان ہوا تھا وہ مجھے حق بات کہنے سے نہیں روکتا۔ حضرت علیؑ نے سچ کہا ہے میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ فرما رہے تھے میری امت دو فرقوں میں بٹ جائیگی ان میں سے ایک فرقہ دین سے نکل جائیگا ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے اور مونچھیں صاف ہونگی، چادریں آدھی پنڈلی تک ہونگی۔ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ حلق سے آگے نہیں جائیگا۔ انھیں وہ شخص قتل کریگا جو خدا اور رسول کا زیادہ محبوب ہے۔ قتادہ کہتا ہے میں نے کہا جب آپ یہ جانتی تھیں تو پھر آپ نے علیؑ کے ساتھ وہ کیوں کیا جو ہو چکا ہے۔ عائشہؓ کہنے لگیں امر خدا مقدم ہو چکا تھا۔

واقعی کہتا ہے کہ یہ شخص جس کے کندھے پر پستان جیسا لوکھڑا بنا ہوا تھا یہ ذو خلیفہ تھا اس کا نام مجرہ تھا اور خوارج اسی کی طرف منسوب ہیں اور خارجیوں کی ایک جماعت اس کی اولاد میں سے پیدا ہوئی!

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب ہم خوارج سے جہاد کرنے نکلے تو حضرت علیؑ نے ان میں سے ایک کو نماز تہجد میں قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا یقین کی نیند شک کی نماز سے بہتر ہے سبھی کہتا ہے کہ جب امیر المومنینؑ خوارج کی ہم سے فارغ ہوئے تو آپ ان کے قریب سے گزرے، وہ ہر کے اطراف میں پڑے ہوئے تھے۔ فرمایا تمھارا برا حال ہے تمھیں ضرر پہنچایا ہے جس نے تمھیں دھوکا دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی کس نے، انھیں ضرر پہنچایا؟ فرمایا شیطان اور بُرائی کا حکم سنا دینے والے نفس نے!

واقعی کہتا ہے کہ خوارج میں سے چار سو آدمی اس حالت میں پائے گئے کہ ان میں کچھ نیم جان تھے۔ آپ نے ان کے رشتہ داروں کو حکم دیا اور وہ انہیں کوفہ لے گئے۔ انہوں نے جن ہتھیاروں سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تھی وہ تقسیم کر دیے پھر غلام، کمیزیں اور مال و متاع بھی خوارج کے رشتہ داروں کو واپس دے دیا۔ عدی بن حاتم نے آپ سے اجازت چاہی کہ وہ اپنے بیٹے طرفہ کو دفن کر دے جو کہ خوارج کے ساتھ تھا آپ نے اسے اجازت دیدی۔

پھر آپ مقام تحیلہ میں آ کر اترے۔ آپ کے اصحاب میں سے صرف سات آدمی شہید ہوئے تھے۔ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اہل شام کے ساتھ جنگ کی تیاری کر۔ کچھ دنوں تو وہ لوگ تحیلہ میں رہے پھر آہستہ آہستہ کوفہ میں چلنے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف کھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے۔ جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو کوفہ لشرف لے آئے صفین کی طرف جانے کی رائے میں کمزوری واقع ہوئی پس آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا ہے جب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گمراہ لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے چلو تو تمہارا ابو جہز زمین کی طرف ہوجاتا ہے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا پر اور عزت کی بجائے ذلت پر راضی ہو گئے ہو۔ اور جب بھی میں تمہیں جہاد کی طرف پکارتا ہوں تو تمہاری آنکھیں پھرنے لگتی ہیں، گویا کہ تم سکرات موت میں مبتلا ہو اور گویا تمہارے دل میں فتور آ گیا ہے اور تم کسی چیز کو نہیں سمجھتے گویا تمہاری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں پس تم نہیں دیکھ پاتے۔ خدا کی قسم تم ہمیشہ کے شیر ہوتے ہو راحت و آرام کے وقت، اور مگر لو مڑیاں بن جاتے ہو جب تمہیں جنگ کیلئے بلایا جائے۔ تم لوگ کبھی بھی میرے لیے قابل بھروسہ نہیں بن سکتے۔ تمہارے ساتھ مل کر دشمن پر حملہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ تم اچھے مددگار ہو کہ جن کی طرف رجوع کیا جاسکے۔ خوارج کی جنگ زیادہ صحیح قول کی بنا پر ۳۷ھ میں ہوئی۔ اور تحکیم بھی اسی سال واقع ہوئی۔ ۳۸ھ میں محمد بن ابی بکر

مصر میں شہید ہوئے۔ محمد بن ابی بکر حضرت علیؑ کی طرف سے مصد کے گورنر تھے۔ ان سے پہلے آپ نے اشتر نخعی کو گورنر بنایا تھا۔ جب وہ مقام تسلیم پر پہنچے تو معاویہ نے حاکم قلمزم کو پیغام بھیجا کہ کسی بہانہ سے انھیں قتل کر دے۔ جب مالک وہاں اتنے تو اس نے شہر کا سترت پیش کیا آپ نے وہ پیا اور فوراً انتقال کر گئے۔ جب معاویہ کو یہ اطلاع ملی تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اللہ کے کچھ شکر شہد میں ہیں۔ پھر آپ نے مصر کا گورنر محمد بن ابی بکر کو بنایا۔ محمد وہاں گئے تو معاویہ نے عمر عاص کو ایک لشکر کثیر دیکر تیار کیا اور اس لشکر کے ساتھ معاویہ بن خدیج بھی تھا۔ وادی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو محمد کے شہید ہونے کے بعد وہاں کا گورنر مقرر کیا اور جب محمد اور شام کے لشکر میں جنگ شروع ہوئی تو محمد گھوڑے سے اتر کر جنگ کرنے لگے۔ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ گئے تو آپ نے ایک عرابہ میں جا کر پناہ لی، انھیں پکڑ کر معاویہ بن خدیج کے پاس لایا گیا جبکہ آپ روزہ کی حالت میں سخت پیاسے تھے۔ معاویہ نے آپ کو پانی نہ پینے دیا۔ انھیں قتل کرنے کے بعد گدھے کی کھال میں ڈال کر جلا دیا۔ جب عائشہ کو یہ خبر ملی تو عائشہ نے سخت گریہ کیا۔ حضرت عائشہ معاویہ اور عمرو عاص کو ہر نماز میں بددعا کیا کرتی تھیں اور جب ام حبیبہ خواہر معاویہ بن ابی سفیان کو یہ اطلاع ملی کہ محمد شہید ہو گئے اور انھیں جلا دیا گیا تو ام حبیبہ نے مینڈھے کے کباب بنائے اور عائشہ کی طرف بھیجے، یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ خون عثمان کے بدلے محمد کے قتل سے مجھے تشعنی ہوئی ہے۔ عائشہ نے کہا زینہ کی بیٹی کو خدا قتل کرے خدا کی قسم میں بھنا ہوا گوشت کبھی نہیں کھاؤں گی۔

حضرت علیؑ کو محمد کی شہادت کی خبر ملی تو آپ رونے اور اظہارِ تاسف کیا اور محمد کے قاتلوں پر لعنت کی۔

ہشام بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ مجملہ ان خطوں کے جو معاویہ نے حضرت علیؑ کو لکھے تھے ایک یہ تھا: اے ابجد! تحقیق میرا باپ زمانہ جاہلیت کا سردار اور میں اسلام کا بادشاہ ہوں

اور رسول اللہ کا سالانہ مومنین کا مہونہ اور کاتب وحی ہوں۔ جب امیر المومنین نے یہ خط پڑھا تو فرمایا کیا جگر کھانے والی عورت کا بیٹا میرے ساتھ فخر کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے عبد اللہ بن ابی رافع کو حکم دیا کہ آپ کے اہل پر خط لکھے۔ پس اس نے لکھا:

محمد بن النبی اخی و صہری	و حمزة سید الشہداء و عی
و جعفر البذلجی و یسوی و یضاحی	یطایر مع الملائکة بن اخی
و بنت محمد سکنی و عوسی	مسوط لخم ہا بدھی و لخمی
و سبطنا احمد و سداہی منها	فمن منکم لہ سهم کسہی
سبقتکم الی الاسلام طسدا	صغیراً ما بلغت اوان حلیہی
ناوصانی الثجی لوی اختیار	رضی اللہ لامتہ بھکھی
و اوجب فی الولاہ معا علیکم	حلیہی یوم روح عند یوخم
فویل ثم ویل ثم ویل	عن یر و القیامۃ و هو خصی

ترجمہ: حضرت محمد جو نبی خدا ہیں وہ میرے بھائی ہیں اور خضر ہیں اور حمزہ جو سید الشہداء ہیں میرے چچا ہیں۔ اور جعفر جو صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں وہ میرے مانجھے ہیں اور محمد کی بیٹی میرے سکون کا باعث میری بیوی ہے۔ اس کا گوشت و پوست میرے خون اور گوشت کے ساتھ مل گیا ہے۔ اور احمد عقیبی کے دونوں سے اس (سیدہ) سے میرے بیٹے ہیں پس تم میں سے کون ہے کہ جس کا شرافت اور فضائل میں میرے جیسا حصہ ہو۔

میں نے بچپن میں جبکہ حد بلوغ کو نہیں پہنچا تھا تم سب سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کی۔ پس نبیؐ نے وقت انتخاب مجھے وصی بنایا اور اپنی امت پر میرے ہاکم ہونے پر مدہنی ہوئے اور میرے خلیل نے مقام خم خدیر پر میری ولایت و محبت بھی تم سب پر واجب قرار دی۔ پس ہلاکت ہلاکت ہے ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جو قیامت کے میدان میں میری دشمنی کے ساتھ وارد ہو۔

معاویہ نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا اس کو چھپا دو کہیں اہل شام سن نہ لیں۔
 عمار نے آپ کے اس قول میں گفتگو کی ہے کہ میں نے اسلام کی طرف تم سب سے
 پہلے سبقت کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ آپ نے سات سال کی عمر میں اسلام قبول
 کیا، کچھ کہتے ہیں آٹھ سال کی عمر تھی۔ کچھ دس سال کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک پندرہ
 سال ہے۔ اور اسی سے ابو حنیفہ نے شافعی کے خلاف استدلال کیا ہے کہ عقل مذہبی
 کا اسلام صحیح ہے اگرچہ بالغ نہ بھی ہوا ہو۔ اور دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ آپ یحییٰ
 سے رسول اللہ کے ساتھ رہے۔ حضرت علیؓ کا وہی دین تھا جو رسول اللہ کا تھا اور اس کی
 دلیل دو روایت ہے جسے ترمذی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اپنی سند سے انس بن
 مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ مینوت بہ رسالت پیر کے دن ہوئے اور حضرت
 علی نے منگل کے دن نماز پڑھی۔

اور امام احمد نے مسند میں (حذف اسناد سے) حجتہ العری سے روایت کی ہے کہ حضرت
 علیؓ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی اور میں صدیق اکبر ہوں میرے
 علاوہ جو اس بات کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور افترا پر دار ہے۔ میں نے رسول اللہ کے
 ساتھ لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے سب سے
 پہلے نماز پڑھی۔

زہد و ورع

بہت سے راویوں نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی شہاب سے
 مروی ہے وہ کہتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کہا کرتا تھا کہ ہمارے علم میں اس امت میں سو
 اللہ کے بعد علی بن ابیطالب سے زیادہ کوئی زاہد و پرہیزگار نہیں ہے۔ آپ نے اینٹ
 پر اینٹ اور کمری پر کمری نہیں رکھی (یعنی مکانات وغیرہ نہیں بنائے)۔

عبداللہ بن امام احمد حنبل نے بھی یہی کہا ہے (حذف اسناد سے) علی بن ربیعہ والبی کہتا ہے کہ ابن یثاح حضرت علی بن ابیطالبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے امیر المومنین بیت المال سونے اور چاندی سے پُر ہے آپ نے فرمایا اللہ اکبر! پھر آپ ابن یثاح کے ہاتھ کا سہارا لیکر اٹھے اور بیت المال میں داخل ہوئے۔ در آنحضرت آپ یہ فرما رہے تھے:

هَذَا جَنَائِي وَخِيَارُ فَيْسِهِ وَكُلُّ حَيَاتٍ يَدُلُّ إِلَى فَيْسِهِ
ترجمہ: یہ میری کمائی ہے اور اس میں اس کا عمدہ حصہ ہے اور ہر کسب کر نیوالے کا ہاتھ اپنے
ممنہ کی طرف جاتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کوفہ کے تمام لوگوں کو بلاؤ۔ پس شہر میں منادی کر دی گئی پس آپ نے وہ تمام مال لوگوں کو عطا فرمایا جو بیت المال میں موجود تھا اور آپ فرما رہے تھے۔ اے چاندی اے سونا میرے عزیز کو وھوکا دے یہاں تک کہ وہاں ایک درہم و دینار بھی باقی نہ رہا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ بیت المال میں چھڑکاؤ کیا جائے پھر آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔

مجمع ممتبی کا بیان ہے کہ جب بھی بیت المال پُر ہو جاتا تھا تو آپ کا یہی دستور تھا۔ (حذف اسناد کے ساتھ) احف بن قیس سے مروی ہے وہ کہتا ہے میں معاویہ کے پاس گیا تو اس نے کھانے کیلئے اتنے میٹھے اور خوش مذاقہ کھانے پیش کیے جن سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ پھر معاویہ کہنے لگا اس رنگ کا کھانا لاؤ۔ پس وہ ایک کھانا لائے کہ میں نہیں چاہتا تھا وہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے تو معاویہ نے بتایا یہ بھنی ہوئی بطخ ہے۔ کہ جس میں مرغ اور سنق درخت کا روغن بھرا گیا ہے اور اس پر شکڑا لی گئی ہے۔ احف کہتے ہیں میں روئے لگا۔ معاویہ نے پوچھا روتا کیوں ہے؟ میں نے کہا کیا کہنا فرزند ابی طالب کا وہ کر گیا جو اس سے سوا کوئی نہیں کر سکتا معاویہ نے کہا کیسے؟ میں نے کہا آپ کے افطار کے وقت رات کو

آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جاؤ اور حسن و حسین کے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ۔
 پھر آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک کھیتی طلب کی
 جس پر آپ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس میں سے پیسے ہوئے جو نکالے پھر اس پر مہر
 لگا دی۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنین میں نے آپ کو بخیل نہیں دیکھا تھا تو آپ اس
 پر مہر کیوں لگا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس پر بخل کی وجہ سے مہر نہیں لگاتا لیکن میں ڈرتا ہوں
 کہ کہیں حسن و حسین اس میں چربی وغیرہ نہ ملا دیں تو میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں
 لیکن جو حق کے امام ہیں انھیں کھانے اور لباس میں رعیت کے کمترین اشتخاص کے برابر اور کسی
 چیز میں اسے ان پر کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے کہ جس پر وہ لوگ قدرت نہیں رکھتے تاکہ
 فقیرانِ آئمہ کو دیکھ کر اپنی حالت پر خدا سے راضی نہ رہے۔ اور غنی انھیں دیکھ کر شکر اور
 تواضع کرے۔

احنف بن قیس کہتا ہے ربیع بن زیاد حارثی حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
 کہنے لگا اے امیر المومنین میرے بھائی عاصم بن زیاد کو میری طرف واپس پھیر دیجئے۔ فرمایا اسے
 کیا ہوا ہے؟ ربیع نے کہا کہ اس نے ایک عبا پہن لی ہے، عبادت گزار بن گیا ہے اور
 اپنے اہل و عیال سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔
 وہ آیا تو اس کی یہ حالت تھی کہ ایک چادر باندھی ہوئی تھی، ایک اوپر ڈالے ہوئے تھا، بال
 پریشان تھے چہرہ عبا آلود تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا وائے ہو تجھ پر اے عاصم کیا تھیں
 ایسے بیوی سے شرم نہیں آتی، کیا تجھے اپنے بچوں پر رحم نہیں آتا؟ کیا تو نے خداوندِ عالم کا یہ
 ارشاد نہیں سنا کہ اس نے ان پر طیبات کو حلال کیا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اس نے میرے
 اور میرے امثال کے لیے ان چیزوں کو مباح تو کیا ہے لیکن وہ مکروہ سمجھتا ہے کہ تم انھیں
 استعمال کرو۔ کیا تو نے رسول اللہؐ کا یہ قول نہیں سنا کہ میرے نفس کا تجھ پر حق ہے تو عاصم نے
 کہا اے امیر المومنین پھر آپ کی کیا کیفیت ہے کہ آپ مٹا لباس پہنتے ہیں اور سخت کھانا کھاتے

ہیں۔ میں نے تو آپ جیسے لباس سے اپنے کو مزین کیا ہے۔ آپ نے فرمایا افسوس تم پر خداوند عالم نے آنکھ حق پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے اوصاف سے متصف ہوں، یا فرمایا اپنی رعیت کے محتاج ترین افراد کے اوصاف سے متصف ہوں تاکہ فقیر کو اپنا فقر معذور نظر نہ آئے۔ اور غنی اور تو نگر کی پر خدا کی حمد و ثنا کرے۔ کئی اشخاص نے ہم سے بیان کیا کہ حذف اسناد کے ساتھ اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کہتا ہے کہ میں نے عبدالملک بن عمر کو یہ کہتے سنا کہ مجھ سے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے مجھے عسکر اکا حاکم بنایا اور فرمانے لگے ظہر کے بعد میرے پاس آنا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں کوئی دربان نہیں تھا جو مجھے روکتا۔ آپ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے نگوڑی کا ایک پیالہ اور پانی کا ایک گوزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے ایک مہر شدہ بھتیلی منگوائی۔ میں نے دل میں کہا آپ مجھے امین بنانا چاہتے ہیں۔ اس میں سے کوئی موتی نکالیں گے جس کی قیمت بھی مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے مہر توڑی، اس میں سونہ تھے۔ آپ نے اس پیالے میں پانی ڈالا اور اوپر سے سٹو چھڑک دیا۔ پھر وہ آپ نے فوش فرمائے اور مجھے بھی دیے۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے عرض کی اے امیر المؤمنین خدا نے آپ کو وسعت دی ہے اور عراق میں کھانوں کی بھی کثرت ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اس پر مہر بخل کی وجہ سے نہیں نکائی بلکہ میں اپنی کفایت خرید کرتا ہوں اور مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ختم نہ ہو جائے اور کہیں اور شے اس میں نہ ڈال دی جائے۔ اور یہ اس لیے کرتا ہوں تاکہ میرے شکم میں غیر طیب مال نہ جاسکے۔

عبدالملک بن مطلق ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سہید بن عقیل سے روایت ہے کہ کوفہ کے قصر الامارۃ میں حضرت علیؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دو دھکا موجود تھا۔ روٹی خشک تھی، کبھی آپ اسے ہاتھ سے اور کبھی گھٹنے سے توڑ دیتے تھے۔ یہ بات مجھے سنا کر گزری۔ میں نے آپ کی

کنیز (کہ جس کا نام فتنہ تھا) سے کہا کیا اس مرد بزرگ پر یقین رحم نہیں آتا اور جو کا آٹا
 کھیلے سے کیوں نہیں نکالتی۔ کیا دیکھتی نہیں ہو کہ اس کا چہرہ متغیر ہو چکا ہے اور اس روٹی سے
 انھیں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ کیوں ایسا کیا جائے کہ وہ تو ثواب دیے جائیں
 اور ہم گنہگار بنیں۔ انھوں نے خود شکم دیا ہے کہ ہم ان کی روٹی سے کبھی بھی چوکر الگ
 نہ کریں۔ آپ میری طرف ملوث ہوئے۔ غفلہ کے بیٹے اسے کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے
 وہ بات آپ کو سنائی اور عرض کی اے امیر المومنین آپ اپنے نفس سے سختی نہ کیجئے
 آپ نے فرمایا تم پر انسوس ہے اے سوید رسول اللہؐ اور ان کے گھروالوں نے
 کبھی گندم کی روٹی سے تین دن سے شکم پر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپ بارگاہِ الہی میں پہنچے
 آپ کے کھاتے سے کبھی چوکر نہیں نکالا جاتا تھا۔ مجھے مدینہ میں ایک دفعہ سخت بھوک
 لگی ہوئی تھی۔ میں ایک کام سے باہر نکلا۔ ایک عورت کو میں نے ڈھیلے اکٹھے کرتے ہوئے پایا
 وہ انھیں پانی سے تر کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے ایک ڈول کے بدلے ایک کھجور پر فیصلہ کیا
 پس میں نے سولہ ڈول اس میں ڈالے جس سے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ پھر میں نے وہ کھجوریں
 لیں اور سرکار رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے یہ واقعہ انھیں بتایا تو
 آپ نے ان میں سے کچھ کھجوریں تناول فرمائیں۔ امام احمد نے بھی یہ واقعہ کتاب فضائل
 میں درج فرمایا ہے۔

مزید امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حدیث اسناد کے ساتھ) ابی مضر
 سے روایت ہے کہ میں نے علی ابن ابیطالبؓ کو دیکھا کہ آپ نے ایک چادر باندھی ہوئی
 تھی اور روا کندھے پر ڈالی ہوئی تھی، آپ کے ہاتھ میں ایک ڈرہ تھا گویا آپ ایک یہائی
 معلوم ہوتے تھے جو بازار کا چکر لگا رہا ہو۔ یہاں تک کہ آپ کپڑوں کے بازار میں پہنچے۔
 ایک بوڑھے شخص کے پاس رُکے اور فرمایا۔ بڑے میاں میرے ساتھ ٹھیک ٹھیک معاملہ
 کرنا۔ ایک مٹیس کے متعلق جس کی قیمت تین درہم ہو۔ اس بوڑھے نے آپ کو پہچان لیا۔

اور کہنے لگا بہت اچھا۔ آپ کو علم ہو گیا کہ وہ آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ اسے چھوڑ کر آگے چلے اور اس سے کوئی چیز خریدنے کی۔ پس آپ ایک نو عمر لڑکے کے پاس آئے اور اپنے اس سے تین درہم میں قیمت خرید کی۔ پھر اس لڑکے کا باپ آیا اور اس نے اپنے باپ کو کہا کہ اس حلیے کے شخص نے مجھ سے تین درہم میں قیمت خریدی ہے۔ اس نے آپ کو پہچان لیا پس ایک درہم لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا اے امیر المومنین ایک درہم قیمت کی قیمت سے زیادہ ہے۔ قیمت کی قیمت دو ہی درہم تھی۔ آپ نے فرمایا اے شیخ اپنا درہم لے جا۔ اس نے میری رضا کے ساتھ بھیجا اور میں نے اسکی مرضی سے خرید کیا ہے۔ اور سفیان ثوری نے عمرو بن قیس سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ نے پیوندگی ہوئی چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ کسی نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا اس سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور مومن اس کی اقتدا کرتا ہے۔ قرشی کہتا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) سوید بن عفلہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت کی خدمت میں آپ کے گھر حاضر ہوا اور آپ کے گھر صرف ایک پرانی چٹائی تھی جس پر آپ بیٹھ ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنین آپ مسلمانوں کے بادشاہ، ان کے اور ان کے بیت المال کے مالک ہیں۔ آپ کے پاس وفد آتے ہیں حالانکہ آپ کے گھر میں اس چٹائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اے سوید عفلہ شخص اس گھر میں اثاثہ نہیں رکھتا کہ جس سے اس نے منتقل ہو جانا ہو ہمارے آگے ایک ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ ہم نے اپنا مال و متاع اس کی طرف منتقل کر دیا ہے اور عنقریب اس گھر میں جاؤ گے ہیں۔ سوید کہتا ہے خدا کی قسم آپ کے کلام نے مجھے رلا دیا ہے۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ واقع نے مسعر سے اس نے ابی بجر سے اس نے اپنے قبیلے کے ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ ایک سخت قسم کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا یہ کیا آپ نے فرمایا پانچ درہم

کو خرید لی ہے۔ اگر کوئی ایک درہم نفع دیدے تو بیچ ڈالوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ آپ ایک پرانی چادر باندھے ہوئے ہوتے اور رستی کا لمبہ بناتے ہوتے اور اپنے اونٹ کو خود گھاس لھلاتے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

نیز امام احمد نے فضائل میں کہا ہے اور سلسلہ سند کو ابن عباس تک پہنچایا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں ایک دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا اس جوتے کی کوئی قیمت نہیں تاکہ آپ اسے پیوند لگائیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ تمہاری دنیا سے یا فرمایا تمہاری حکومت سے مجھے زیادہ پسند ہے مگر یہ کہ حق کو قائم کروں یا باطل کو دور کروں۔ پھر آپ نے فرمایا رسول اللہؐ اپنے جوتے کی اصلاح اپنے ہاتھ سے کرتے، اپنے کپڑے کو پیوند لگاتے، گدھے پر سوار ہوتے اور کسی کو اپنے پیچھے بھی بٹھالیتے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ پانچ سال کوفہ میں رہے لیکن وہاں کے کھانے سے کچھ نہیں کھایا۔ مدینہ سے جو کچھ آتا تھا صرف وہی کھاتے تھے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے نہ کھایا میں نے عرض کی کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں، لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو عادی بناؤں ایسی چیز کا جس کا وہ عادی نہیں اور جسے رسول اللہؐ نے نہیں کھایا۔

امام احمد نے فضائل میں کہا ہے (حدیث سند سے) کپڑا فروش ابو نزار نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انھیں اوپر اوڑھنے والے کپڑے میں اٹھالیا کسی شخص نے کہا کہ میں انھیں اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اٹھانے کا فرض بچوں کا باپ ہی ادا کر سکتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے امام احمد کہتا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) حسن بن جرموز نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ وہ کوفہ کے قصر الامارہ سے نکلتے تو آپ کی چادر آدمی پٹلی تک ہوتی۔ اور ردا بھی اسی کے قریب قریب۔ آپ کے ہاتھ میں ایک درہم ہوتا تھا

بازاروں میں پھرتے رہتے اور فرماتے اے قوم خدا سے ڈرو! ایک روایت میں ہے کہ
 محسن معاملہ کا حکم دیتے اور فرماتے ناپ تول پورا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں کم تول کرنے دیا
 کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ گمشدہ چیز کی رہبری کرتے، مزدور کا بار اٹھوانے میں
 مدد کرتے اور یہ آیت پڑھتے۔ وہ آخرت کا گھر ہم لوگوں کے لیے قرار دیں گے جو زمین میں
 بڑائی کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور فرماتے کہ یہ آیت حاکموں اور لوگوں میں صاحبانِ اقتدار
 کے لیے نازل ہوئی۔ زعمشری نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسالتؐ بھوکے
 ہوتے اور اپنے شکم پر پتھر باندھتے اور میں بھی آپ کے ساتھ ایسا کرتا تو کیا خداوند عالم
 نے اس معاملے میں رسول کی عزت کی ہے یا اہانت، اگر کوئی کہے کہ اہانت کی ہے تو وہ
 جھوٹا اور دین سے خارج ہے۔ اور اگر کہے کہ آپ کا احترام کیا ہے تو پھر جان لے کہ
 خدا نے دوسروں کی اہانت کی ہے کہ جن کو دنیا کی وسعت دی ہے حالانکہ لوگوں میں سے
 زیادہ مقرب بندے سے دُور رکھی ہے۔ آپ دُنیا سے خالی پیٹ گئے اور آخرت میں
 سلامتی سے وارد ہوئے۔ آپ نے پتھر پتھر اور اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور ہم بھی
 آپ کے بعد آپ ہی کے راستے پر چلے ہیں۔ میں نے اپنی اس فیتن کو اتنے پیوند لگائے
 کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی۔ اور کسی نے مجھے کہا اب اسے تبدیل
 کیوں نہیں کر لیتے۔ تو میں نے کہنے والے سے کہا دُور ہو جا صبح کے وقت چلنے والی رات
 کے سفر کی تعریف کرتی۔

(حذف اسناد کے ساتھ) ابی ارا کہ سے روایت ہے کہ ایک سائل آپ کی خدمت
 میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے ایک فرزند سے فرمایا کہ اپنی مال کے پاس جاؤ اور اس
 سے کہو جو درہم تمہارے پاس ہے وہ دیدے۔ شہزادہ گیا اور واپس آکر کہا وہ کہتی
 ہیں کہ ہم نے آٹا خریدنے کیلئے رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور لے آؤ شہزادہ لیکر
 آیا اور سائل کو دیدیا آپ نے فرمایا اس وقت تک کسی بندے کا ایمان سچا نہیں ہوتا جب

تک کہ اس کو خدا کے فیض میں جو چیز ہے اس کا رثوق نہ ہو اس سے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہم ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہاں سے ایک شخص اونٹ بیچنے والا گرا آپ نے اس سے وہ اونٹ سودر ہم میں خرید کیا۔ پھر اسے دوسودر ہم میں بیچ دیا اور یہ سودر ہم اپنے اسی فرزند کو دے دیے اور فرمایا اسے اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ اور اس سے کہو یہ چیز ہے جس کا وعدہ پیغمبر کی زبانی ہم سے خدا نے کیا ہے۔ رسول نے خدا کی طرف سے خبر دی ہے کہ جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا بدل ملتا ہے۔

(حزب اسناد سے) ابی صالح سے روایت ہے کہ ضرار ابن حمزہ معاویہ کے پاس گیا تو معاویہ اس سے کہنے لگا کہ علیؑ کے اوصاف بیان کرو ضرار نے کہا کہ مجھے اس سے معاف نہیں کرے معاویہ نے کہا کہ معافی نہیں ملے گی۔ یہ تین مرتبہ کہا ضرار نے کہا اگر اس سے کوئی معاف نہیں تو میں خدا کی قسم علیؑ ایسے تھے جن کی انتہا دور تھی، بہت صاحبِ قوت تھے دو لوگ بات کرتے، عادلانہ حکم فرماتے۔ علم آپ کے پہلوؤں سے پھوٹتا حکمت کی باتیں آپ کے اطراف سے ظاہر ہوتیں۔ دنیا اور اس کی زینت سے آپ کو وحشت ہوتی۔ رات کی تاریکی سے مانوس تھے۔ خدا کی قسم خوف خدا سے آنسو آپ کی آنکھوں سے بہتے زیادہ فکر کرتے، اپنی ہتھیلی الٹے پلٹے اور اپنے ہی نفس کو مخاطب قرار دیتے۔ سخت قسم کا لباس آپ کو بھلا معلوم ہوتا اور موٹا کھانا پسند فرماتے۔ وہ اپنے کو ہم حبیباً الیہ انسان سمجھتے۔ جب آپ سے سوال کرتے تو آپ جواب دیتے۔ اور جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کلام کی ابتدا فرماتے۔ جب ہم بلاتے تو آپ لشرف لے آتے اور خدا کی قسم باوجودیکہ ہمارے قریب رہتے۔ ہم ان کی ہیبت و دبیرہ سے بول نہیں سکتے تھے اور ان کی عظمت کی وجہ سے ہم بات کی ابتدا نہ کر پاتے۔ جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دندان مبارک پر دئے ہوئے موتی معلوم ہوتے۔ آپ دیندار لوگوں کا احترام کرتے اور مساکین سے محبت فرماتے۔ قوت والے کو اپنے باطل میں ان سے طمع نہ ہوتا اور کمزور آپ کے عدل

سے مایوس نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم میں نے بغض اوقات رات کے وقت آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی اور ستارے غروب ہو چکے تھے آپ محراب عبادت میں کھڑے ہوئے تھے اور اپنی ریش مبارک ہاتھ میں پکڑے تھے ایسے مضطرب تھے جیسے اس شخص کا اضطراب جسے سانپ ڈس لے۔ اور محزون شخص کی طرح رو رہے تھے اور گویا آپ کو یہ کہتے سن رہا ہوں، اے دنیا میرے غیر کو جا کر دھوکا دے۔ کیا تو میرے سامنے آتی ہے یا میری طرف شوق رکھتی ہے۔ دور ہو جا، دور ہو جا میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں کہ جن کے بعد میں تیری طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ پس تیری عمر کوتاہ ہے تیری زندگی حقیر اور تیرا خطرہ بڑا ہے۔ ہائے افسوس زار راہ کم ہے سفر دور کا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے پس معاویہ کے آنسو اس کی وارثی سے بہنے لگے اور وہ انھیں دک نہ سکا اور اپنی آستین سے پونچھنے لگا۔ اور گریہ سب لوگوں کے گلو گیر ہو گیا۔ پھر معاویہ نے کہا خدا کی قسم خداوند عالم ابوالحسنؑ پر رحم کرے وہ ایسے ہی تھے پس ان پر تیرا حزن ایسا ہی ہے اے صرار! صرار نے کہا جس طرح وہ عورت محزون ہوتی ہے جس کے بیٹے کو اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے کہ نہ اس کے آنسو رکتے ہیں اور نہ غم و حزن میں سکون آتا ہے۔

کلام الامام

حضرت علیؑ ایسا کلام کرتے جو عصمت پر محیط ہوتا اور علم و حکمت سے بات کرتے ایسا کلام جس پر خدا ہیبت ڈال دیتا۔ جو نبیؐ آپ کا کلام سنتا اسے اچھا لگتا اور اس کلام کی ہیبت اس پر چھا جاتی۔ قدرت نے آپ کے کلام میں جلالت ملاحات فصاحت و بلاغت اور تروتازگی کو یکجا کر دیا تھا۔ آپ سے کبھی بیجا حکم صادر نہیں ہوا آپ کی حجت و دلیل میں نقص نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے بولنے والے کو عاجز

کر دیا۔

آپ کلام میں صفت کرنیوالوں سے گونے سبقت لے گئے۔ آپ کے الفاظ ایسے ہوتے جن پر نبوت کا عکس تھا اور وہ افہام و تفہیم کو حیران کر دیتے۔ ہم نے آپ کے کلام سے علم و ادب کے مختلف فنون کو انتخاب کر کے اس کتاب کے حوالے کیا ہے ہم ابتدا خطبوں سے کرتے ہیں:-

ہمیں شیخ شریف ابوالحسن علی بن محمد حسینی نے اپنی اسناد سے شریف مرتضیٰ کے حوالہ سے خبر دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین کے خطبوں میں سے چار سو خطبے ہم تک پہنچے ہیں، چونکہ ہماری کتاب ان کے شمار سے عاجز ہے لہذا ہم تیسرے و تشرف حاصل کرتے ہیں صرف ان خطبات کے ساتھ جن کی سند ہم تک متصل ہے نظم و نثر میں:

ایک خطبہ جو خطبہ منبر کے نام سے مشہور ہے

میں نے یہ خطبہ ابی حنفیہ عمر کے قرأت لیا حدیث اسناد کے ساتھ۔ عبداللہ بن صالح عجل نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے منبر کوفہ پر ایک دن یہ خطبہ دیا۔ پس فرمایا محمدیؑ اس خدا کی جسے میں لائق حمد سمجھتا ہوں اور اس پر میں ایمان رکھتا اور اس سے اعانت اور ہدایت طلب کرتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں بیشک وہ بالکل بیکور تھا ہے اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی سہیم۔ لاریب و بے شبہ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس

کے عید اور رسولؐ ہیں۔ جنہیں ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غلبہ دے اگرچہ مشرکین اسے پسند نہ کریں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے مختلف نفوس والوں! منشئت دل والوں کو کہ جن کے بدن حاضر اور عقلیں غائب ہیں، کب تک میں بحق

کی رہبری کرتا رہوں۔ حالانکہ تم اس طرح اس سے بھاگتے ہو جیسے بکری شیر کی آواز سے بھاگتی ہے۔ یہ بات دُور نظر آتی ہے کہ میں تمہیں عدل کے خطوط و نفوش پر مطلع کروں اور حق میں جو ٹیڑھا پن آگیا ہے اسے سیدھا کروں۔ خدایا تو جانتا ہے کہ جو کچھ مجھ سے ہوا وہ سلطنت و حکومت کی آرزو اور فضول مال دُنیا کو چاہتے ہوئے نہیں تھا لیکن میں تیرے دین کے معاملہ بٹپانا اور تیرے بلا میں اصلاح کا اظہار چاہتا تھا تا کہ تیرے بندوں میں سے مظلوم امن کی زندگی بسر کریں اور تیری معطل شدہ حدود و دُوبارہ قائم ہو جائیں۔ خدایا تو جانتا ہے کہ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جو تیری طرف آیا اور میں نے تیرا پیغام سنا اور اُسے قبول کیا۔ اس معاملے میں تیرے رسول کے علاوہ کسی نے مجھ سے سبقت نہیں کی۔ خدایا دوبار و خروج، مالِ عیثیت، احکام، معاملہ، حلال و حرام، امامت مسالین اور مومنین کے مالک و حاکم بخیل نہیں ہونا چاہتے، کیونکہ وہ تو اموال کے جمع کرنے میں حریص ہوگا اور جاہل بھی نہ ہوتا چاہتے کیونکہ وہ اپنی جہالت کی بنا پر انھیں گمراہی کی طرف لیجا ئیگا اور ظلم کر نیوالا بھی نہیں، ورنہ وہ اپنے ظلم سے لوگوں کو بھگا دے گا اور ڈرپوک بھی نہیں ورنہ وہ ایک گروہ سے مواخذہ کریگا دوسرے سے نہیں، حکم دینے میں رشوت لینے والا بھی نہیں ورنہ وہ حقوق کو ضائع کر دیگا اور صحیح راستوں کو چھوڑنے والا بھی نہیں ورنہ یہ چیز فسق و فحشاء تک پہنچا دے گی اور با غی بھی نہیں ورنہ حق کو دبا دے گا اور فاسق بھی نہیں ورنہ شرعیات کو عیب دار بنا دیگا !

خطبہ بالخدا

ہم سے علی بن حسین نے بیان کیا ہمیں عبداللہ بن صالح عجمی نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہمیں بنی شیبان کے ایک شخص نے خبر دی کہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ

آپ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر اللہ کے رسول محمد پر صلوٰۃ بھیجی پھر فرمایا اسے لوگو خداوند عالم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا تاکہ اس کے ذریعہ تمہاری بیماری کفر کو دور کرے اور تمہیں عقلیت سے بیدار کرے اور جس چیز کا تمہارے متعلق مجھے زیادہ خوف ہے وہ خواہشات کی پیروی اور طویل امیدیں ہیں۔ پس خواہش کی اتباع حوت سے گمراہ کر دیتی ہے اور طویل آرزو فکر آخرت بھلا دیتی ہے۔ یاد رکھو کہ محقق دنیا کیشت پھیرتے ہوئے کوچ کر رہی ہے اور آخرت آگے بڑھتے ہوئے آ رہی ہے۔ ہر ایک کے بیٹے ہیں تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو آج کے دن عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہیں اور جان لو تمہیں یقیناً ایک دن مرنا ہے اور موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اعمال کا حساب لیا جائیگا اور انہیں کے مطابق جزا دی جائیگی۔ تمہیں یہ زندگی دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ ایسا گھر ہے جو مصائب سے گھرا ہوا ہے سختی اور دھوکے بازی کے ساتھ اس کی توصیف کی جاتی ہے۔ جو کچھ اس میں ہے وہ زائل ہو گیا ہے۔ یہ اپنے رب بنے والوں کے درمیان منتقل ہوئی اور جبراً ہوئی رہتی ہے اس کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ اس میں اترنے والے اس کے شر سے نہیں بچ سکتے۔ اس کے رہنے والے راحت و خوشی میں رہتے ہیں کہ اچانک بلا و مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کی زندگی مذموم ہے اور اس کی راحت دائمی نہیں۔ اس کے رہنے والے مصائب و آلام کے بدھ و نشانہ ہوتے ہیں کہ جنہیں مصائب کے تیر مارے جاتے ہیں اس کے اسباب مختلف ہیں جو بھی اس میں ہے اس کی موت مقدر کی گئی ہے۔ اور اس کے مصائب میں اس کا زیادہ حصہ ہے، جان لو اسے اللہ کے بند و رحم اور جس زمینت و دنیا میں تم ہو ان لوگوں کے راستے پر گزر رہے ہو جن کی عمریں تمہاری نسبت طویل اور جو تم سے زیادہ طاقتور تھے گھروں کی تعمیر زیادہ کرتے اور زیادہ آثار والے تھے پس ان کے جسم پر آنے، ان کے گھر خالی اور ان کے آثار مٹ چکے ہیں۔ انہیں پختہ مکانوں

میں بچے ہوئے فرشتوں کے بدلے پھڑا اور ڈھیلے ملے ہیں۔ اُن قبروں میں کہ جن کے صحن غیر آباد اور بن کی بنسیا دیں اکھڑ گئی ہوں۔ ان کے سر پہنے کی جگہ تو قریب سے لیکن اس جگہ میں رہتے والے مسافر ہیں وہ ایسے گھر میں رہتے ہیں جو وحشت سے گھرا ہوا ہے۔ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں لیکن ایک دوسرے کی زیارت نہیں کر سکتے وہ آبادی سے الگ نہیں رکھتے اور ایک دوسرے سے صلہ رحمی نہیں کر پاتے جیسے کہ پڑوسی کرتے ہیں حالانکہ بالکل نزدیکی پڑوسی ہے اور گھر بھی نزدیک نزدیک ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے صلہ رحمی کس طرح کریں حالانکہ پرانے پن نے انھیں پسینہ ڈالا ہے۔ ان پر پھڑوں اور مٹی نے اپنا سایہ کیا، ہوا ہے، وہ زندگی کے بعد مر چکے ہیں اور تروتازہ حیات کے بعد۔ بوسیدہ بڑیاں ہو چکے ہیں۔ ان کی وجہ سے دوستوں کو تکلیف ہوئی اور وہ مٹی میں سکونت پذیر ہو چکے ہیں اور ایسا کوچ کیا ہے کہ جس سے پلٹا نہیں جاسکتا۔ وہ واپس آنے کی خواہش تو کرتے ہیں لیکن انھیں اپنی اس آرزو سے روک دیا گیا ہے اور وہ کبھی بھی واپس نہیں آ سکتے۔ بلکہ یہ تو کہنے کی ہی بات ہے۔ اُن کے سامنے ایک برزخ ہے قبر سے نبوت ہونے کے دن تک اور گوربا تم بھی اسی حالت میں ہو گئے ہو جس میں وہ ہیں۔ اور تم بھی وہاں پہنچ گئے ہو جہاں وہ پہنچتے ہیں تو مختاری کیا کیفیت ہوگی۔ اور جب امور اپنی انتہا کو پہنچ گئے اور قبروں میں رہنے والوں کو نکالا گیا اور جو ان کے دلوں میں ہے اُسے ظاہر کیا گیا اور ان کا پالنے والا اُن کی حالت سے باخبر ہوگا اور گویا کہ خدا کی قسم میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں شہنشاہ معظم کے سامنے حساب کیلئے اکھڑا گیا ہے اور دل اڑ رہے ہیں گزشتہ گناہوں کے ڈر سے حجاب اور پردے درمیان سے اٹھا دیے گئے۔ عیوب اور بھید ظاہر ہو گئے۔ شک و شبہ جاتا رہا۔ وہاں ہر نفس کو اس کے کئے ہوئے کا بدلہ دیا جائیگا اور بیشک خدا جلدی حساب لینے والا ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی کتاب پر عمل کرنیوالا اور اس کے رسول کی سنت کی اتباع کرنیوالا قرار دے تاکہ ہمیں اپنے فتنوں

کرم سے اقامت کے گھر میں جگہ دے اور بیشک وہی اپنی رحمت کی وجہ سے لائق حمد و بزرگی ہے۔

خطبہ ششقیہ

اس خطبہ کے بعض حصے صاحب نیج المبالغہ نے ذکر کیے ہیں اور بعض چھوڑ دیے ہیں۔

ہمیں اس خطبہ کی خبر ہمارے استاد ابوالقاسم تقیس ابناری نے اپنی سزا بن عباس سے دی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین کی بیعت خلافت کی گئی تو ایک شخص نے ایک شخص نے پکار کر کہا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے کہ آپ کو اب تک کس چیز نے تاخیر میں رکھا تو آپ نے فی البدیہہ فرمایا خدا کی قسم فلاں (ابوبکر) نے میرا حق خلافت بہن لیا۔ حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے کہ میرا خلافت میں وہی حیثیت ہے جو جنتی میں اس کی میخ کی ہوتی ہے۔ میں وہ دروہ بلند ہوں جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے۔ اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ اس کے باوجود میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا۔ اور اس سے پہلو ہتی کر لی۔ اور سوچنا شروع کر دیا کہ اپنے کئے ہوئے ہاتھ سے جو ہر کام کر گزرتا تھا حملہ کروں یا اس بھیا تک تیرگی پر صبر کر لوں کہ جس میں بوڑھا چلنے سے رہ جاتا ہے اور چھوٹا بچہ گھٹنیوں پر چلنے لگتا ہے اور دوسری روایت میں ہے اور سوچنا شروع کیا کہ کئے ہوئے ہاتھ سے حملہ کروں یا اس بھیا تک تیرگی پر صبر کر لوں جس میں سن رہا بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے پس مجھے اس میں صبر کرنا قرین عقل معلوم ہوا حالانکہ آنکھوں میں دھواں اندوہ کی خلش تھی اور حلق میں دھم و رنج کے پھندے لگے ہوئے تھے یہاں تک کہ یہ

کی موت کا وقت آگیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی۔ پس عطا کر دی فلاں کو اپنے بعد اور ایک روایت میں ہے کہ دوسرے کی طرف ٹکاؤ پس تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کے لیے استوار کر گیا۔ پس اس نے خلافت کی بنیاد ایک سخت و درشت محل میں رکھ دی۔ جس کو چھو کر درشتی محسوس ہوتی جس کے چر کے کاری تھے، جہاں بات بات پر ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔ پس لوگ اس شخص سے مبتلا ہو گئے کہ جس کے لیے وہ خلافت کو استوار کر گیا تھا یہاں تک کہ اس نے بھی اپنی راہ لی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تو اس سے معافی چاہتا تھا لیکن مرنے کے بعد دوسرے کے لیے اس کی بنیاد استوار کر گیا۔ بیشک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے کھنوں کو آپس میں بانٹ لیا اس نے خلافت کو ایک سخت درشت محل میں رکھ دیا۔ وہ ایسا ہے جیسے برکش اوٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو اس کی منہ زوری سے اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شکافہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اس کی وجہ سے لوگ کج روی، برکشی، متلون مزاجی اور بے روی میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ یہ بھی جب اپنی راہ لگا تو خلافت کو چھ اشخاص میں شوری قرار دیا۔ اور مجھے اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ پس اسے اللہ مجھے اس شوری سے تعجب ہے کہ یہ کس چیز میں تھا، کس کی طرف سے تھا، اور کیوں تھا اور مجھ سے کیوں اعراض کیا گیا۔ لیکن میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب وہ زمین سے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا کروں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں۔ اور میں نے طویل سختی اور اس مدت کے ختم ہونے تک صبر کیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا میرا شخص کھڑا ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے اسے اللہ مجھے اس شوری سے کیا لگاؤ تھا۔ اور مجھ میں کب شک تھا کہ اب ان لوگوں میں میں شامل کر لیا گیا ہوں۔ پس ان میں سے ایک

شخص تو کینہ و غنا کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا۔ اور دوسرا مادی اور ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے ادھر جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ بھلا کر لید چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور نبی امیہ اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فضل ربیع کا چارہ چرتا ہے یہاں تک کہ اس کی بد اعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اس کی اجل نے اسے ہلاکت کے سپرد کر دیا۔ اور اس کی سواری نے اسے منہ کے بل گرادی۔ پس لوگوں کے ہجوم نے مجھے دہشت زدہ کر دیا جو میری طرف بچو کے ایال کی طرح ہر طرف سے بگاتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ حسن و حسین کچلے جا رہے تھے۔ اور میری ردا کے دونوں کنارے کمزور ہو گئے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گٹے کی طرح ڈیرا ڈالے ہوئے تھے۔ پس جب میں امر خلافت کو لیکر اٹھا تو ایک گروہ نے میری بیعت توڑ ڈالی اور کچھ لوگ فاسق ہو گئے۔ اور دوسرا گروہ دین سے نکل گیا۔ اور تیسرا گروہ حق سے پھر گیا۔ گویا انھوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہیں تھا کہ یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کیلئے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بیجا) بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ اور اچھا انجام پر ہمیزگاروں کے لیے ہے۔" ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے اس آیت کو سنا اور یاد کیا تھا۔ لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھب گیا تھا اور اس کی سچ و سچ نے انھیں بھٹایا تھا۔

دیکھو اس رات کی قسم جس نے دانہ کو تھگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں اگر اللہ کا وہ عہد نہ ہوتا جو اس نے اپنے اولیاء سے کر رکھا ہے تو یہی خلافت کی باگ ڈور اس کے کندھے پر ڈال دیتا۔ اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس سے اس کے اوّل کو سیراب کیا تھا۔ آپ نے یہ شعر پڑھا:

شنان مایوحی علی کورہاء ویوم حیان انخی حباب

ترجمہ: کہاں یہ دن جو نفاق کے پلان پر کھتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی

صحبت میں گزرتا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شکافہ کیا اور وہی روح چسبزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے بھرپور تحت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم سیری اور مظلوم کی گرسنگی پر قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اس کے کانٹے پر ڈال دیتا۔ ایک روایت میں ہے اور تم اپنی دنیا کو میرے نزدیک بھڑکی بھینک سے بھی زیادہ بے اعتنا پاتے جب آپ اس مقام پر پہنچے تو کسی نے آپ کو ایک نوشتہ پیش کیا۔ آپ اُسے دیکھنے لگے اور اپنا کلام قطع کر دیا تو ابن عباس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اس کا سلسلہ آگے بڑھائیں حضرت نے فرمایا اے ابن عباس یہ تو شقیقہ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا جو اونٹ کے منہ سے مستی و سہجان کے وقت منہ سے نکلتا ہے) تھا جو ابھر کر دب گیا۔ اسی لفظ شقیقہ کی بنیاد پر اس خطبے کو شقیقہ کہا جاتا ہے۔

خطبہ ملاح رسولی الکرم

(حدیث اسناد کے ساتھ) سعید بن عمیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین نے خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا احمد ہے اس خدا کے لیے جس نے زمینوں کو بچھایا اور آسمانوں کو سہارا دیا۔ جس نے شفیق و سعید، گمراہ و ہدایت یافتہ دلوں کو ان کی فطرت پر پیدا کیا۔ خدا یا اپنی با شرافت رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے۔ ہمارے آقا محمد کے لیے جو تیرے سول اور تیرے حبیب ہیں، گزشتہ انبیاء کے خاتم، بند و رازوں کے کھولنے والے، حق کا اعلان کرنے والے، سچی بات کرنے والے، ابائیل کے لشکروں کو دفع کرنے والے، گمراہ لوگوں کے فتنوں کا قلع مع کرنے والے پوری قوت کے ساتھ تیرے امر کو کھڑے ہوئے تیری مزید رضا کو چاہتے ہوئے نہ قدم پیچھے ہٹانے عزم میں کمزوری آئی۔

تیرے ہمہ کی رعایت کرتے ہوئے۔ تیری محبت کی حفاظت کرتے ہوئے یہاں تک کہ روشنی
 لےنے والے کے لیے آگ روشن کر دی اور بھٹکے بھولے کے لیے راستہ واضح کر دیا۔ آپ کے
 ذریعے لوگوں نے ہدایت حاصل کی۔ بعد اس کے کہ وہ فتنوں اور گناہوں میں غوطہ زن اور
 سخت تاریکی میں محبوظ الہو اس پھر رہے تھے۔ اور احکام کے چراغ بلند میناروں پر روشن ہو گئے
 وہ تیرے امانت دار ہیں کہ جنہیں امین بنایا گیا ہے۔ اور تیرے مخزون علم کے خزانہ دار ہیں
 اور جزا و سزا کے دن تیرے گواہ ہیں اور عالمین پر تیری حجت ہیں۔ اور حق لیکر تیرے بھیجے
 ہوئے اور مخلوق کی طرف تیرے رسول ہیں۔ خدایا اپنے سایہ رحمت میں انہیں وسعت عطا
 فرما۔ اور اپنے فضل سے چند در چند خیرات کی انہیں جزا دے۔ خدایا، ہمیں اور انہیں آرام
 پہنچانے والی زندگی برقرار رہنے والی نصیحت انتہائی مرغوب اشیاء اور ثابت رہنے والی
 منہی، اطمینان، اطراف راحت اور کرامت کے صحنوں میں جمع کر دے۔

خطبہ سائنہ وفات رسول اکرمؐ

مجاہد نے بھی یہی کہا ہے۔ عکرمہ نے ابن عباس سے بیان کیا کہ جس وقت رسول اکرمؐ
 وفات ہو چکے تو عباس، ابوسفیان بن حرب اور بنی ہاشم کا ایک گروہ حضرت علیؑ کی خدمت
 میں حاضر ہوا اور کہنے لگے ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے
 آپ کو اس بات پر کافی اکسایا لیکن حضرت نے انکار کیا تو عباس نے کہا خدا کی قسم چند
 دنوں کے بعد آپ کی وفات باطل ختم ہو جائیگی۔ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو
 فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے عبور کرو اور منافرت پھیلانے کے راستے سے
 اپنے کو بلند کرو۔ مخزن مباحات کے تاج آتار دو، کامیابی اس کے لیے ہے جو پر وبال
 کے ساتھ کھڑا ہو ورنہ سلامتی کا راستہ اختیار کر لے۔ اور راحت میں رہے۔ گنڈاپانی

اور وہ لقمہ جو کھانے والے کے حلق میں پھنس جائے۔ زیادہ قرینِ عقل ہے اس لقمہ سے جس کے سینے میں زنبور کا خوف ہو اور اس صاف پانی سے کہ جس سے پینے والے کو لذت تو حاصل ہو لیکن اس کی نظر انجام پر نہ ہو۔ اس وقت اگر میں کچھ کہوں تو کہیں گے کہ علیؑ میں ملک و سلطنت کی حق ہے۔ اور اگر خاموش ہوں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا ہے، دور ہے اور دور ہے بعد اس کے اور اس کے حالانکہ خدا کی قسم بچے کو اپنی ماں کے پستان سے اتنا لٹ نہیں ہوتا جتنا ابو طالبؑ کے فرزند کو موت سے ہے اور جتنا کسی شخص کو اپنے بھائی اور چچا سے ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے البتہ میرا خمیر علم سے تیار ہوا ہے۔ اگر میں آستہ، ظاہر کروں تو تم اس طرح مضطرب ہو جاؤ گے جیسے رسی گہرے کنویں میں حرکت کرتی ہے۔

خطبہ فلاح نبی اکرمؐ اور ائمہ علیہم السلام

(حذف اسناد کے ساتھ) ہمیں حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ نے مسجد کوفہ میں ایک دن ایک فصیح و بلیغ خطبہ مدح رسول میں ارشاد فرمایا۔ حمید خداوندی کے بعد فرمایا جب خدا نے ارادہ کیا کہ مخلوقات کو پیدا کرے اور موجودات کو خلق فرمائے تو زمین کے بچپانے اور آسمان کو بلند کرنے سے پہلے تمام خلافت کو ایک صورت میں مقیم کیا پھر اپنی عزت کے نور میں سے ایک نور کا فیضان کیا۔ اس کی روشنی سے ایک انگارہ چمکا اور وہ پھیل گیا۔ پھر وہ اسی صورت میں جمع ہو گیا اور اس میں ہمارے نبی کی بیعت تھی۔ تو خداوند عالم نے اس سے کہا تو مختار ہے اور تجھ میں انوار و ولایت کئے گئے ہیں

اور تو مصطفیٰ منتخب رضا منتخب اور مرتضیٰ ہے تیری وجہ سے وادیاں بچھائیں اور آسمان
 بلند کیے گئے اور پانی جاری کیا گیا اور ثواب و عذاب اور جنت و جہنم قرار دیا ہے اور تیری
 اہلبیت کی ہدایت کا علم نصب کروں گا۔ اور ان کے دلوں میں اپنا راز پوشیدہ رکھوں گا۔
 اس طرح کہ بھر و قیق نکتہ بھی ان کے لیے مشکل نہیں ہوگا۔ اور کوئی مخفی چیز ان سے غائب
 نہیں ہوگی۔ اور انھیں اپنی مخلوق پر اپنی محبت قرار دوں گا۔ وہ میری تقدیر سے باخبر
 ہوں گے۔ میرے خزانوں کے اسرار کے واقف کار ہوں گے۔ پھر حق تعالیٰ نے ان سے
 اپنی ربوبیت کی گواہی لی اور اپنی وحدانیت کا اقرار لیا اور یہ کہ امامت ان میں
 ہوگی، اور نور ان کے ساتھ ہوگا۔ پھر خداوند عالم نے خلیفہ کو مخفی کر دیا۔ اور اپنے علم
 مکون میں عیب کے نشانات نصب کر دیے۔ پانی میں موج پیدا ہوئی اور اس سے
 جھاگ ابھری اور دھواں اٹھا۔ پھر عرش کو پانی پر رکھا، پھر ملائکہ کو ان الوار سے پیدا کیا۔
 جن کو خلق کر چکا تھا اور مختلف انواع میں بتایا۔ پھر خداوند عالم نے زمین کو اور جو کچھ اس
 میں ہے اسے پیدا کیا پھر اپنی توحید کا اپنے نبی محمد کو قرین قرار دیا پس آسمانوں اور
 زمین، ملائکہ، عرش و کرسی، آفتاب و ماہتاب، ستاروں اور جو کچھ زمین میں ہے سب نے
 آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو خلق کیا تو ملائکہ کے سامنے آدمؑ
 کے فضل کو واضح کیا اور انھیں دکھایا جس کے ساتھ اسے اپنے علم سابق میں مخصوص کر
 چکا تھا۔ پس آدمؑ کو ملائکہ کے لیے محراب و قبلہ قرار دیا۔ پس انھوں نے اس کو سجدہ کیا اور
 اس کے حق کو پہچانا۔ پھر آدمؑ کے سامنے اس نور کی حقیقت اور اس سر مکتوم کو بیان کیا
 جب آدمؑ کی موت کا وقت قریب آیا تو اسے تثلیث کے سپرد کر دیا۔ پھر وہ نور صلاب
 فاخرہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل ہوتا رہا یہاں تک عبدالمطلب تک پہنچا پھر عبد اللہ کی
 طرف پھر ہمارے نبی کی طرف پس آپ نے ظاہر و باطن، پوشیدہ اور علی الاعلان ان
 لوگوں کو اس کی طرف بلایا اور صاحب جنم لوگوں سے استدعا کی اسے صاحبانِ علم و

فراست اس ستر لطیف کے حقوق کو قائم رکھو۔ اور عقول کو پکارا یہ مقصود جو عالم وز میں
 نسل کے پہلے ودیعت کیا تھا اس کو قبول کرو پس جس نے موافقت کی تو اس نے اس
 نور کی کرنوں سے روشنی حاصل کی اور وہ اس عہد تک پہنچ گیا۔ جو امر باطن اور غامض
 علم میں ودیعت کیا گیا تھا اور جسے عقلیت نے گھیر لیا۔ اور مشقتِ دنیا نے مشغول کر دیا۔
 وہ دوری کا مستحق ہوا پھر یہ نور ہم میں منتقل ہوتا رہا اور ہماری طبائع میں چمکتا رہا پس
 ہم آسمان وزمین کے اوزار اور نجات کی کشتیاں ہیں۔ اور ہم ہی علمِ ممکنوں ہیں اور
 ہماری ہی طرف امور کی بازگشت ہے۔ اور ہمارے مہدیؑ کے ذریعے محبتیں ختم ہوگی
 اور وہ خاتمِ الانس ہے۔ امت کو ہلاکت سے نکالنے والا، منہائے نور اور سرِ غامض
 ہے پس خوش گواری ہے اس کے لیے جو ہمارے حلقے کے ساتھ متمسک ہے اور
 وہ ہماری محبت پر محشور ہوگا۔

خطباتِ پند و نصائح

(حذف اسناد سے) عبد خیر سے مروی ہے کہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا۔ خیر یہ نہیں
 کہ تیرا مال اور اولاد زیادہ ہو، بلکہ خیر یہ ہے کہ تیرا عمل کثیر اور حلم عظیم ہو۔ دنیا میں خیر
 صرف دو اشخاص کے لیے ہے ایک وہ جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کے ساتھ ان کا
 تدارک کرے اور دوسرا وہ شخص جو اچھے کاموں میں جلدی کرے۔ اور تقویٰ کے
 ساتھ کوئی عمل بھی کم نہیں۔ اور وہ عمل کم بھی کس طرح ہو سکتا ہے جس کو سندِ قبولیت مل
 جانی ہو۔

(حذف اسناد کے ساتھ) جعفر بن محمدؑ نے اپنے والد کے حوالہ سے اپنے جد سے
 روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا حضرت امیر المؤمنینؑ نے ایک جنازہ کی مشایعت فرمائی

جب جنازہ مسجد میں رکھ دیا گیا تو جنازہ والوں کی چیخ و پکار بلند ہوئی اور وہ آہ و بکا کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا تم کس بات پر روتے ہو۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں جو صاحب جنازہ دیکھ رہا ہے تو وہ چیز انھیں رونے سے غافل کر دے۔ خدا کی قسم اس (عزرائیل) کے لیے انھیں بار بار آنا ہے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا پھر آپ ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں تمھیں خوفِ خدا کی وصیت کرتا ہوں اللہ کے بندوں نے تمھارے لیے مثالیں بیان کی ہیں اور موت کا وقت معین کیا ہے تمھیں کانِ عنایت فرمائے جو یاد رکھ سکتے ہیں ان چیزوں کو جو ان کی حسب پسندی اور ایسے دل و لیے جو سمجھتے ہیں ان باتوں کو جو اچانک ان پر وارد ہوتی ہیں۔ خداوندِ عالم نے تمھیں فضول پیدا نہیں کیا اور تمھیں بھلا بھی نہیں دیا بلکہ وسیع نعمتوں اور خوش گوار احسانات سے تمھیں مکرّم کیا ہے۔ اللہ کے بندوں اللہ سے ڈرو اور طلب میں شوق کرو اور عمل کی طرف پشیمانی سے قبل اور لذتوں کو ختم کر نیوالی اور اجتماعات کو جدا کر نیوالی سے قبل جلدی کرو، دنیا کی نعمتوں کو ہمیشگی نہیں۔ اس کی تکالیف سے مامون نہیں کیا جاسکتا۔ یہ دھوکہ باز اور حیلہ ساز ہے۔ گرنے والا سہارا ہے۔ زائل ہونیوالی نعمت ہے، حراب ہونیوالا مقام ہے۔ اللہ کے بندو! غیرتوں کے ساتھ وعظ حاصل کرو اور ڈرانہ والی چیزوں کے ساتھ ڈرو، گویا موت کے پنجے تم میں معلق ہو چکے ہیں مصیبت تمھیں اپنے گھیرے میں لے چکی ہے۔ نفعِ صورتوں سے اٹھنا، محشر کی طرف جانا اور اٹھنے کے بعد حساب و کتاب کیلئے ٹھہرنے کی وجہ سے۔ اور دنیا کو ختم کر نیوالی چیزیں تمھیں ڈھانپ چکی ہیں۔ مخلوق اپنے پیدا کر نیوالے اور واپس بلانے والے کے پاس حاضر ہو گئی ہے اور نفس اپنے چلانے والے اور گواہی دینے والے کے پاس آ گیا ہے اور ہر چھوٹی بڑی اور عظیم و حقیر چیز کو پرکھا جا رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک رہی ہے۔ کتابیں رکھ دی گئی ہیں۔ اور اس دن کی وجہ سے شہروں میں اضطراب آ گیا ہے اور بندے

خضوع و خشوع سے کھڑے ہیں۔ اور منادی ایک قریب جگہ سے پکار رہا ہے جانور محشور ہو چکے ہیں اور نفوس جوڑا جوڑا بنائے گئے ہیں اور جہنم کی آگ کو ظاہر کیا گیا ہے اس کے شعلے اٹھ رہے ہیں اور اس کو زیادہ گرم کیا جا رہا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اسے اللہ کے بندوں کا رحم چاہتے ہوئے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے اور بصیرت رکھتا اور نصیحت حاصل کرتا ہے وہ جلدی استغفار طلب کرتا اور بھاگ کر نجات حاصل کرتا ہے اور مفاد کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اپنی پشت ز اورا رکھتا ہے۔ اللہ انتقام لینے کے لیے کتاب خصومت جنت اور ثواب اور نعمتوں کے لحاظ سے کافی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت ثواب کے طور پر اور جہنم وبال و عذاب کے لیے کافی ہے۔ میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے استغفار چاہتا ہوں۔

میں (مواقت) کہتا ہوں اس کتاب علیہ ابو نعیم کے کچھ الفاظ جو کہ فضل خطاب ہیں ہم تک پہنچے ہیں حذف اسناد کے ساتھ اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں :

• حضرت کا ارشاد یہ ہے کہ دنیا گزر جانے والا گھر اور آخرت رہنے والا گھر ہے۔ پس گزرگاہ سے جائے استقرار کیلئے کچھ لے لو اور اس کے سامنے پردے چال نہ کرو جو تمہارے اسرار کا عالم ہے۔ دنیا کو اپنے دلوں سے نکال لو قبل اس کے کہ تمہارے جسم سے خارج کیا جائے۔ دنیا تو تمہارے لیے جائے امتحان ہے تم اسی کے لیے تخلیق کیے گئے ہو۔ جب جنازہ اٹھتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا اور ملائکہ کہتے ہیں کہ ساتھ کیا لایا ہے۔ وہ آگے بھیجو جو تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکے، سارا یہیں چھوڑ کے نہ جاؤ وہ تمہارے لیے مہضر ہوگا۔

• آپ نے فرمایا جب دیکھو کہ خداوند عالم پرے درپے نعمات نازل فرما رہا ہے حالانکہ تم اس کی معصیت کر رہے ہو تو اس سے ڈرو۔

• آپ نے فرمایا بڑے گناہوں کے کفارہ کے اسباب میں سے فریاد کرنا والے کی

فرمایا وہی اور مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور آپ نے فرمایا جب تم پشت پھیر رہے ہو اور موت بمقتاری طرف بڑھ رہی ہے تو کس قدر جلد ملاقات ہو نیوالی ہے۔
 • آپ نے فرمایا جو طویل امید رکھے بُرا عمل کریگا اور وہ بُرائی جو سمجھتے بری معلوم ہو اس نیکی سے بہتر ہے جو سمجھتے خوش کرے اور بھلی معلوم ہو۔

• آپ نے فرمایا کہ زمانہ جسموں کو کہنہ اور امیدوں کو نیا بنا دیتا ہے۔ موت کو قریب اور امید کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ پر کامیابی حاصل کر لیتا ہے تھک جاتا ہے اور جس سے زمانہ کا اقتدار چھین جاتا ہے وہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

• آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہے اس پر جو ناامید ہو جاتا ہے حالانکہ طلب بخشش اس کے پاس ہے۔

• آپ نے فرمایا زمین میں دو امانتیں موجود تھیں ایک اٹھ چکی ہے وہ رسول اکرمؐ کے پاس دوسری سے تمسک رکھو وہ استغفار ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے خدا ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا جب تک تو (رسول) ان میں موجود ہے۔ آخر ایت تک۔
 • آپ نے فرمایا جو اپنے اور خدا کے درمیان اصلاح کرے خدا اس کے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کریگا۔ اور جو آخرت کے لیے عمل کرے خدا اس کے دنیا کے امور کو ستار دیگا اور جس کا اپنے نفس میں واعظ موجود ہو خدا کی طرف سے بھی اس کا کوئی محافط ہوگا۔

• آپ نے فرمایا کہ جیسے لوگ ہیں کہ بن پر درجہ بدرجہ احسان خداوندی ہوتا رہتا ہے اور وہ خدا کی پردہ پوشی کی وجہ سے مغرور ہو جاتے ہیں۔ اور لوگوں کا اس کے متعلق اچھی باتیں کرنا اُسے مستحسن کر دیتا ہے۔ اور کس قدر فرق ہے دو عملوں کے درمیان، ایک عمل تو وہ ہے جس کی لذت ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کا ضرر باقی رہتا ہے اور ایک وہ عمل ہے جس کی تکلیف ختم اور اجر و ثواب باقی رہتا ہے۔

• آپ نے فرمایا صدقہ کے ذریعے رزق کے نزول کو طلب کرو۔ جسے یقین ہو کہ جانے والی چیز کی جگہ دوسری چیز لے لی گئی وہ عطیہ دیتے ہیں سخاوت کریگا۔

• آپ نے فرمایا جسے چار چیزیں دی گئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا جسے دعا کی توفیق حاصل ہے وہ قبولیت دعا سے محروم نہیں جسے پاس توبہ موجود ہے وہ قبول توبہ سے محروم نہیں۔ جسے مغفرت ملے گی وہ مغفرت محروم نہیں جسے توفیق شکر دی

• آپ نے فرمایا اور اسکی تصدیق کتاب خدا میں موجود ہے۔ خداوند عالم دعا کے متعلق فرماتا ہے مجھے پکارو میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ توبہ کے مستقر ارشاد ہے۔ سوائے اس کے نہیں اللہ پر توبہ قبول کرنا لازم ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو جہالت کی وجہ سے برے کام کرتے ہیں۔ استغفار کے لیے فرماتا ہے جو برا کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر طلب مغفرت چاہے آخرت تک۔ اور شکر کے بارے میں ارشاد ہے۔ اگر تم شکر کرو تو میں ضرور تمھیں زیادہ دوں گا۔

• آپ نے فرمایا استغفار کرنا علیین کا درجہ ہے اور یہ ایسا نام ہے جو چھ معافی پر صادق آتا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ کیے ہوئے کام پر پشیمان ہونا، دوسرا یہ کہ ترک اور دوبارہ نہ کرنے کا قصد کرنا۔ اور تیسرا یہ کہ حقوق کو ادا کرنا تاکہ جب بارگاہِ الہی میں جائے تو اس پر کسی قسم کی پاداش باقی نہ رہے۔ اور چوتھا یہ کہ ہر فرضیہ کو اپنے وقت لے اور اس کو پوری طرح ادا کرے۔ اور پانچواں یہ کہ مغموم و احزان میں اس گوشت کو کھلائے کہ جو حرام سے آگاہ ہے یہاں تک کہ اپنے جسم کو حلال کا گوشت دے اور چھٹا یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت سے تکلیف کا مزہ چکھائے جس طرح اس نے گناہ کی لذت کا مزہ لیا ہے۔

• آپ نے فرمایا ان لوگوں میں سے نہ بنو جو دنیا کے عمل سے آخرت کو طلب کرتے ہیں۔ اور طویل امیدوں سے توبہ میں تاخیر کرتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر باتیں تو زبانی

والی کرتے ہیں اور دنیا میں عمل اس میں رعیت کرنے والوں جیسا کرتے ہیں۔ اگر دنیا
 ان سے بھڑکے تو اس سے سہر نہیں ہوتے اور اگر زیادہ ملے تو اس پر قناعت
 نہیں کرتے۔ لوگوں کو تو اچھی چیز کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اچھے کام نہیں کرتے۔
 برائی سے روکتے ہیں لیکن خود نہیں روکتے۔ نیک لوگوں سے محبت رکھتے ہیں لیکن
 ان جیسا عمل نہیں کرتے۔ گناہگاروں سے بغض تو رکھتے ہیں لیکن خود بھی انہی میں
 سے ہیں جو کثرت گناہ کو پسند نہیں کرتے اور وہ ہمیشہ وہی کام کرتے ہیں جنہیں خدا
 پسند نہیں کرتا۔ انہیں اپنا نفس بھلا معلوم ہوتا ہے۔ جب تک وہ آرام میں ہوتے
 ہیں اور جب مبتلا ہو جاتے ہیں تو نا امید ہو جاتے ہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو مفلط
 ہو کر دعا مانگتے ہیں اور جب اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو غرور سے منہ
 پھیر لیتے ہیں۔ وہ چیزیں جن کا صرف گمان ہوتا ہے اس میں نفس کے تابع ہو جاتے
 ہیں۔ اور جن باتوں کا انہیں یقین ہے اس میں نفس کو اپنے تابع نہیں کرتے۔ اگر
 تو تگ ہو جاتے ہیں تو تگبر کرنے لگتے ہیں۔ اگر محتاج ہو جاتے ہیں تو مالوس بن جاتے
 ہیں معصیت کی طرف توجہ تو کرتے ہیں لیکن توبہ کو التوا میں ڈال دیتے ہیں۔ عورتوں
 کو بیان کرتے ہیں لیکن ان سے عیبت حاصل نہیں کرتے۔ وعظ و نصیحت میں مبالغہ
 کرتے ہیں لیکن خود نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہ باتیں تو زیادہ کرتے ہیں لیکن عمل کم
 کرتے ہیں۔ قناہ کرنے والی چیزیں رعیت اور باقی ترہنے والی چیزیں ندامت پرست
 ہیں۔ فائدہ کی چیز کو تاوان خیال کرتے ہیں۔ اور تاوان کو عنایت سمجھتے ہیں موت
 ڈرتے ہیں لیکن قناہ کرنے سے پہلے سبقت نہیں کرتے۔ دوسروں کے گناہوں کو عظم
 اور اپنے گناہوں کو قلیل سمجھتے ہیں جو اطاعت ان سے سرزد ہو اسے کثیر اور دوسرے
 کی اطاعت کو کم خیال کرتے ہیں۔ وہ لوگوں پر تو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اپنے نفس
 سے نفاق پرستے ہیں۔ تو تگ لوگوں کے ساتھ لخواہیات میں وقت گزارتا انہیں فقر و کسے

ساتھ بیٹھ کر ذکر خدا سے زیادہ محبوب ہے۔ دوسروں کو ہدایت اور اپنے نفس کو گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو؟ اور اپنے کو بھول جاتے ہو!

• آپ نے فرمایا جو اس حالت میں صبح کرے کہ وہ دُتیا پر حریف ہو تو وہ قصائے الہی پر ناراض ہے۔ اور جو اس حالت میں صبح کرے کہ جو مصیبت اس پر نازل ہوئی ہے اس کی شکایت اپنی ہی ایسی مخلوق سے کرے تو وہ خدا کی شکایت کر رہا ہے۔ اور جو کسی عنتی کے پاس جائے اور اس کی دولت کی وجہ سے اس کی عزت کرے تو اس کے دین کے دو ثلث گننے۔ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان بدن دل اور زبان کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور تو اس میں جسم اور زبان کا استعمال ہوتا ہے اور اگر ان کے ساتھ دل بھی ملا لیا جائے تو پھر سارا دین چلا جاتا ہے۔

• آپ نے فرمایا کچھ لوگ اللہ کی عبادت (حیثیت کی) آرزو میں کرتے ہیں۔ یہ تاجروں والی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ اس کی عبادت (جہنم کے) خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں والی عبادت ہے اور کچھ لوگ شکرانہ کے طور پر عبادت کرتے ہیں یہ بٹریوں والی عبادت ہے۔

• آپ نے فرمایا نعمتوں کے چلے جانے سے ڈر کر کیونکہ ہر جانے والی چیز واپس نہیں لوٹتی۔ اس کی نعمات کی شکر گزاری میں

• آپ نے فرمایا اگر خدا نے معصیت کی وجہ سے بندوں کو جہنم کی دھمکی نہ بھیجی ہوتی تب بھی لازم تھا کہ اس کی نافرمانی نہ کی جانی چاہیے کیسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ دونوں شعر امیر المومنینؑ ہی کے ہیں :

ہب البعث لہم تاتار سلہم و حاجات النار کسہم تصوم

الیں من الواجب المستحق حیاء العباد من المنعم

ترجمہ : فرض کرو کہ موت کے بعد میدانِ حشر میں اٹھنے کی خبر اس کے رسول ہمارے

پاس نہیں لائے اور زیادہ گرمی پہنچانے والی آگ روشن نہیں کی ہے تو کیا یہ ضروری اور قابل استحقاق نہیں کہ بندے احسان کر نیوالے سے شرم و حیا کریں۔

- آپ نے فرمایا عبرتیں کس قدر زیادہ اور عبرت حاصل کر نیوالے کس قدر کم ہیں۔
- آپ نے فرمایا کہ کم از کم جو چیز اللہ کی طرف سے تم پر لازم ہے یہ ہے کہ اس کی نافرمانی کرنے کے لیے اسکی نعمتوں سے امداد نہ لو۔

- آپ نے فرمایا مدت طویل ہونے کے باوجود کوتاہ ہے۔ جانبدار ہونے والے کے لیے عبرت ہے میت زندہ کے لیے نصیحت ہے۔ گزرا ہوا کل واپس نہیں آئیگا اور آئیوا لے کل کا تجھے وثوق نہیں۔ اور ہر ایک دوسرے سے جدا ہو نیوالا اور اس سے ملحق ہو نیوالا ہے۔ اس دن کے لیے تیاری کر جس دن مال و اولاد کوئی نفع نہیں دے گی مگر وہ جو قلب مطمئنہ کے ساتھ بارگاہ الہی میں حاضر ہوا۔

- صبر کرو اس کام کے کرنے پر جس کے ثواب کی تمہیں ضرورت ہے اور اس عمل سے باز ہو جس کے عتاب پر تم سے صبر نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ اطاعت پر صبر کرنا عذاب پر صبر کرنے کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ تم تو گننے چنے سالس لے رہے ہو، امید لمبی ہے اور مدت محدود ہے اس مدت کیلئے ختم ہونا ضروری ہے اور ان سالسوں نے شمار ہوتا ہے اور امیدیں لپیٹ دی جائیں گی اور تمھارے اوپر محافظ موجود ہیں وہ قابل احترام کاتب ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو۔

- آپ نے فرمایا مخلوقوں میں خدا کی نافرمانیاں کرنے سے بچو کیونکہ دیکھنے والا ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

- آپ نے فرمایا کتنے امید کر نیوالے ہیں ایسی چیزوں کی جن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور کتنے بنا نیوالے ہیں ایسے مکانات کو جن میں رہ نہیں سکیں گے۔ ان میں سے جن کو عفرتیب چھوڑ کے چلے جائیں گے۔ اور ہو سکتا ہے انھوں نے یہ مال باطل سے

جمع کیا ہو۔ اور حرام مال پایا ہو اور اس سے کئی گنا ہوں گا ارتکاب کیا ہو۔ اور بہت سے لوگ کسی دن کی طرف رخ کرتے ہیں لیکن اس سے پشت نہیں پھیرتے۔ اور کہتے ہیں کہ دن کی ابتدا میں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور دن کے آخری حصے میں اس پر کھڑے ہو کر گریہ کرتے ہیں۔

● آپ نے فرمایا تمام زہد و پرہیزگاری قرآن مجید کے دو کلمات میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تاکہ تم اسنوس نہ کرو اس پر جو تمھارے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور اس پر خوشی نہ کرو جو تمھیں مل گیا ہے۔ جو جانو لے کا اسنوس نہ کرے اور آنے والی چیز پر خوش نہ ہو وہی زاہد ہے۔

● آپ نے فرمایا بہترین زید اخفائے زہد ہے۔

● آپ نے فرمایا خدا سے اتنا ڈرو جتنا اس نے تمھیں ڈرایا ہے۔ اور اس طرح دو رو کہ اس کا اثر تمھارے اوپر ظاہر ہو۔ دکھاوے اور شہرت کے لیے کوئی عمل نہ کرو۔ کیونکہ جو نیز خدا کیلئے عمل کرتا ہے خدا اسے اسی کے سپرد کر دیتا ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔

● آپ نے فرمایا وقت قریب ہے کہ جب لوگ تین چیزوں کو کھو بیٹھیں گے حلال کا بیسہ، سچی زبان اور ایسا بھائی جس سے راحت ملے۔

● آپ نے فرمایا موت کے لیے تیار ہو جاؤ اس کا بادل تم پر چھا چکا ہے اور ایسا گروہ ہو کہ جسے پکارا گیا وہ بیدار ہو گیا اور مقصد تک پہنچ گیا۔ تمھارے اور جنت و جہنم کے درمیان موت کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور جس غایت کو بھٹے اور گھڑیاں ختم کر رہے ہوں وہ اس لالچ ہے کہ اس کی مدت ختم ہو جائے اور وہ غائب جس کو نئے دن و رات ہنگام رہے ہوں وہ اس قابل ہیں کہ جلد ہی لوٹ آئیں۔ خدا رحم کرتا ہے اس بندے پر جو حکمت کی بات سنے اور اسے یاد رکھے۔ اور اسے اخلاص کی طرف

بلایا جائے یا خلاصی نفس کی طرف بلایا جائے، وہ قریب ہو اور سیدھے راستے پر چلے اور نجات پائے، اپنے رب سے محبت کرے، اپنے گناہ سے خوف کھائے، نیک ہو کر آگے بڑھے اور خالص عمل کرے اور وہ کسب کرے جو ذخیرہ بنے اور اس چیز سے اجتناب کرے جس سے ڈرایا گیا ہو، نشانہ پر تیرا رہے اور انعام پائے، خواہش کو کچلے اور امید کو جھٹلائے، صبر کو نجات کی سواری بنالے اور تقویٰ موت کے وقت اس کا زاد راہ ہو اور واضح راستے کو پکڑے، مہلت کے وقت کو عثیت جانے اور اجل کی طرف جلدی کرے اور عمل کو زاد راہ بنائے۔

● آپ نے دنیا کی تعریف میں فرمایا۔ وہ ایسا گھر ہے جس کی ابتدا تکلیف اور اس انجام فتاہ ہے۔ اس کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب ہے۔ جو اس میں ٹوٹ کر ہو جائے وہ فاسد ہو جاتا ہے جو فقیر ہو وہ محزون رہتا ہے جو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے یہ اس سے دور بھاگتی ہے جو اس کی تحصیل سے منہ پھیر کر بیٹھ جائے اس کے پاس یہ نہ چل کر آتی ہے۔

● آپ نے فرمایا جسے کھوڑا مال متافع نہیں دیتا اسے زیادہ بھی نہیں دے گا۔
● آپ نے فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارت کر، علماء کا اکرام اور بھائی کی لغزشوں سے چشم پوشی کر۔ تجھے اولین و آخرین کے سردار نے اپنے اس قول کے ساتھ اوب سکھایا ہے کہ جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دے۔ جو تجھ سے قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کر اور جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر۔

● جب آپ قبرستان سے گزرے آپ نے فرمایا: تم پر سلام ہو اے قبروں رہنے والو! تم ہمارے سلف اور ہم بھٹارے خلف ہیں اور انشاء اللہ بھٹارے ملنے والے ہیں۔ بھٹارے گھروں میں سکونت کر لی گئی ہے بھٹاری بیویوں نے نکاح کر لیا ہے بھٹارے مال تقسیم کر لیے ہیں۔ یہ تو ہمارے ہاں کی خبریں ہیں انہیں! دیہ معلوم ہے

بھٹارے پاس کیا اطلاعات ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر وہ بول سکیں تو ہمیں بتائیں کہ ہم نے تقویٰ کو بہترین ذراہ پایا ہے۔

• آپ نے فرمایا تعجب ہے اس شخص سے جو دعا کرتا ہے اور قبولیت کو مؤخر سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس کے راستے کو تو اس نے گناہوں کی وجہ سے بند کر رکھا ہے۔

• آپ نے توبہ کرنیوالوں کی سفت میں فرمایا۔ انہوں نے گناہوں کے درخت پوئے جہان کی آنکھوں اور دلوں کی آرزو تھی۔ لیکن اسے مذمت کے پانی سے سیراب کیا تو انہیں سلامتی کا پھل ملا اور رضائے الہی و کرامتِ خداوندی انجام میں پائی۔

خطبہ مدح صحابہ کرام

قرشی کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی ابراہیم کہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ بعد سلام دائیں طرف مڑ کر بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ کے رہے گویا آپؐ پر حزن طاری تھا۔ یہاں تک کہ دھوپ دیوار مسجد پر پڑی ایک نیزہ یاد دینے کے برابر۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ الٹائے پلٹائے۔ اور فرمایا میں نے اصحابِ محمدؐ کو دیکھا کہ آج کوئی بھی ان جیسا نہیں۔ وہ اس حالت میں سوچ کرتے کہ ان کے بال پریشان، چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے اور ان کی پیشانی پر بکری کے گھٹنے کی طرح گھٹے پڑے ہوتے۔ انہوں نے رات عبادتِ خدا میں سجدہ اور قیام کی حالت میں گزاری کتابِ خدا کی تلاوت کرتے۔ وہ پیشانیوں اور قدموں کے ذریعے راحت حاصل کرتے، جب صبح ہوتی تو یادِ خدا میں اس طرح مضطرب ہوتے جیسے سخت آندھی کے دن درخت میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو اتنے بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے

تھے۔ خدا کی قسم گویا ایسا معلوم ہوتا کہ انھوں نے رات عقلت میں کاٹی۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کو عبادت میں سستی کرتے نہ پایا گیا۔ یہاں تک کہ ابن بلعمین نے آپ کو ضربت لگائی۔

ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) حسن بصری سے روایت ہے وہ کہتا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا خوشخبری ہے ان کے لیے جو لوگوں کو پہچانتے ہیں لیکن لوگ انھیں نہیں پہچانتے۔ وہ تاریکی کے چراغ اور ہدایت کے امام ہیں۔ انہی کے سبب خداوند عالم اس امت سے فتنہ اور ظلمت کو دور کرتا ہے انھیں خداوند عالم اپنی رحمت و فضل میں داخل کرے گا۔ وہ بیہودگیوں کو نہیں پھیلاتے اور نہ وہ بھاکار اور جھوٹا فوٹیں۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک دن مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا اس کا غم و اندوہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ اس کے پیر پر غوشی ہوتی ہے۔ وہ پسند کے لحاظ سے زیادہ وسیع اور قدر و منزلت میں بلند ہوتا ہے بلندی کو ناپ نہ کرتا ہے۔ شہرت کو دوست نہیں رکھتا۔ اس کا غم طویل اور مقصد بعید ہوتا ہے، زیادہ خاموش رہتا ہے۔ منافع بخش چیز میں مشغول رہتا ہے۔ زیادہ شکر اور زیادہ صبر کرنا ہوتا ہے، اس کا دل یا خدا سے آباد ہوتا ہے اس کا خلق آسان اور طبیعت نرم ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ کیونکہ مومن جب کلام کرتا ہے تو اس کا ارادہ کرتا ہے پہلے دل میں اسے سوچتا ہے اگر وہ بات اچھی ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بُری ہوتی ہے تو اسے چھپا لیتا ہے۔ اور منافق، جو اس کی زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی بات اس کے لیے مفید اور کوئی مضر ہے۔ اور میں نے رسول اللہؐ کو کہتے

ہوئے سنا کہ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک اس کی زبان مستقیم نہ ہو۔ اور ہم میں سے جو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ خدا کی ملاقات اس حالت میں کرے کہ اس کی زبان مسلمانوں کی بدگوئی سے سچی ہوئی ہو اور ہاتھ ان کے مال سے پاک ہوں تو اسے ایسا کرنا چاہیے۔

اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین کو کہتے ہوئے سنا کہ اما بعد حقیقہ خدا ونا عالم نے مخلوق کو پیدا کیا جب بھی پیدا کیا وہ ان کی اطاعت سے بے پرواہ تھا اور ان کی نافرمانی سے اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ نافرمان کی نافرمانی اسے ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ اور اطاعت گزار کی اطاعت سے اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

پس اس داری دنیا میں متقی ہی صاحبانِ فضاائل ہیں۔ وہ درست بات کرتے ہیں ان کا لباس میانہ روی ہے۔ ان کی زندگی تواضع و انکساری ہے وہ محرمات سے بچتے ہیں۔ ان کے دل میں گناہوں نے اپنے کان نفع بخش علم کے لیے وقت کر دیے ہیں۔ اگر امید نہ ہوتی تو ثواب جزیل کے شوق اور دردناک عذاب کے خوف سے ان کی ارواح اور ان کے ابدان میں آنکھ پھپھکی کی دیر تک بھی نہ ٹھہر سکتے۔ ان کے دلوں میں خالق کی عظمت اتنی پیدا ہو گئی ہے کہ اس کے علاوہ اور چیزیں ان کی نظروں میں حقیر ہیں۔ وہ گویا جنت کو دیکھ چکے ہیں۔ اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور وہ جہنم کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ اور اس کے عذاب میں اپنے کو مبتلا سمجھ رہے ہیں ان کے دل محزون ہیں لوگ ان کے شر سے محفوظ ہیں، ان کے جسم بحیف ہو چکے ہیں ان کی حاجات محض ہیں۔ انھوں نے چند دن صبر کیا ہے اور اس کے بدلے میں انھیں ابدی راحت نصیب ہوئی ہے۔ رات کو ان کے قدم صاف بستہ ہیں۔ وہ انتہائی محترم اور بہترین نظم کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کو مزین کر کے اور تر تیل کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

جب وہ کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں جنت کی نشوونما کا ذکر ہے تو اس کی خوشبو
 میں اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور ان کے دل شوق و محبت سے اس کی طرف جھک
 جاتے ہیں اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں جہنم کا خوف دلایا گیا ہے
 تو وہ دل کے کانوں سے اسے بغور سنتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کانوں میں جہنم کی
 آواز کی تمثیل پیدا کر لی ہے۔ انھوں نے اپنی پیشانیوں، گھٹنے اور قدموں کے کنارے
 فرش بن لیے ہیں۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر جہنم سے اپنی گردنوں کو آزاد کرانے
 کی تمنا کرتے ہیں۔ اور دن کے وقت وہ علماء و بزرگوار، اہل بار اور متقی ہیں۔ ان کو خوف
 نے اس طرح چھیل دیا ہے جیسے تیر کو چھپلا جاتا ہے۔ دیکھنے والا انھیں دیکھ کر مریض سمجھتا
 ہے حالانکہ انھیں کوئی بیماری نہیں۔ اور دیکھنے والا کہتا ہے کہ ان کے دماغ میں خلل
 آ گیا ہے حالانکہ ایک امر عظیم نے انھیں پریشان کر رکھا ہے۔ وہ اپنے قلیل اعمال پر
 پورا راضی نہیں ہوتے اور زیادہ اعمال کو کثرت میں سمجھتے۔ وہ اپنے لیے راستہ ہموار کر رہے
 ہیں یا ہر تمام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور وہ اپنے اعمال سے ڈرتے رہتے ہیں جب
 ان میں سے کسی کی پاکیزگی بیان کی جائے تو اسے سخت ڈر لگتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں
 اپنے نفس کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ خدا یا مجھ سے مواخذہ نہ کرتا اس بات
 پر جو یہ کہہ رہے ہیں۔ اور مجھے اس سے بہتر قرار دے جس کا انھیں میرے متعلق گمان
 ہے۔ اور میرے وہ گناہ بخش دے جنہیں یہ نہیں جانتے۔ ان میں سے ہر ایک کی علامت
 ہے کہ تو اسے دین میں قوی، یقین میں باورع، علم میں ہوشیار، حکم میں صاحبِ عزم
 تو تفریح میں میانہ رو، عبادت میں خضوع و خشوع کرنے والا، فقر و فاقہ میں متحمل، سختی و
 شدت میں صابر، حلال کا طلب کار، طمع سے رکنے والا دیکھے گا، نیک اعمال کے باوجود
 وہ خوفناک ہوگا، آپس میں صلح کے لیے کوشاں۔ شام اس حالت میں کرے گا کہ اس کی صحت
 شکر ادا کرتی ہوگی۔ صبح کرے گا تو اس کا مشغلہ تفکر ہوگا۔ اس سے اچھائی کی امید کی جائیگی

اور اس کی بدی سے لوگ محظوظ ہوں گے۔ جو اس پر ظلم کریگا وہ اسے معاف کر دیگا۔
 جو اسے محروم کرے گا اسے یہ عطا کریگا۔ جو اس سے قطع رحمی کریگا یہ اس سے صلہ رحمی
 برتے گا۔ پھسلنے کی جگہوں میں زیادہ صابر، مکارم میں زیادہ باوقار اور رضا کی حالت
 میں زیادہ شکر گزار ہوگا۔ برے الفاظ سے کسی کو یاد نہیں کریگا، کسی کی عیب جوئی کرتا
 نظر نہیں آئیگا۔ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دیگا۔ کسی کے مصائب پر اس کی شامت نہیں
 کریگا۔ باطل میں داخل نہیں ہوگا۔ حق سے نہیں نکلے گا۔ اگر کوئی اس کے خلاف بغاوت
 کرے تو صبر کریگا تا کہ خدا ہی اس کا انتقام لے۔ اس کا نفس سختی میں ہوگا اور لوگ اس
 سے راحت میں ہوں گے۔ اپنے نفس کو آخرت کی طلب میں ٹھکا دیگا اور اپنے آقا و
 مولا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے شوق میں دنیا سے پرہیز کریگا!

توصیفِ فقیہ

ابو نعیم کہتا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) عاصم بن حمزہ امیر المومنین سے روایت
 کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس اور
 اس کے عذاب سے مامون نہ کرے، انھیں نافرمانی کی کھلی چھیڑ نہ دے اور دوسری
 چیزوں میں رغبت کرنیکی وجہ سے قرآن کو نہ چھوڑے۔ اس عبادت میں اچھائی نہیں
 جس میں علم نہ ہو اور وہ قرأت اچھی نہیں جس میں تاثیر نہ ہو۔

مروت

آپ سے ایک شخص نے مروت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ کھانا کھلاتا اور بھائیوں

کی دیکھ بھال کرنا۔ پڑوسیوں کی تکالیف دور کرنا۔ پھر یہ آیت پڑھی کہ بیشک خداوند
عالم بھتیں انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

وصایا

(حدیث اسناد کے ساتھ) عامر شعبی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لوگو یہ باتیں
مجھ سے لے لو۔ اگر تم اپنی سواریلوں پر سوار ہو کر انھیں نحیف و کمزور بھی بنا دو تو ایسی
باتوں کو نہیں پاسکو گے۔ بندہ اپنے پالنے والے کے علاوہ کسی سے ایسی امتیاد نہ
رکھے اور گناہ کے علاوہ اسے کسی چیز کا خوف نہ ہو اور جو چیز نہیں جانتا اس کے سیکھنے
سے شرم نہ کرے۔ اور جس چیز کے متعلق اسے کوئی علم نہ ہو اور اس کی بابت اس سے
سوال کیا جائے تو اس بات کے کہتے سے نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا۔

اور جان لو کہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے۔ وہ جسم کوئی
جسم ہی نہیں جس میں نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ کوئی خاندان
کوئی بستی والے ایسے نہیں کہ جو میرے لیے ایسے ہو جائیں جیسا میں دوست رکھتا ہوں
پس وہ اس حالت کو چھوڑ کر ایسے ہو جائیں کہ جسے میں مکروہ سمجھتا ہوں تو ان کی پسند
حالت کو ان کی ناپسندیدگی کی طرف بدل دوں گا۔ اور کوئی اہل خانہ یا اہل بستی ایسے
ہیں کہ وہ اس حال میں ہوں جسے میں ناپسند کرتا ہوں اور وہ اپنے کو ایسی حالت
بتدیل کر لیں کہ جو مجھے محبوب ہے تو میں بھی ان کی ناپسند حالت کو ان کی پسند
مطابق کر دوں گا۔

فَضِيلَةُ زِيَادِ بْنِ زِيَادٍ

(حذف اسناد سے) کہیں بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیؑ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جہان کی طرف لے گئے۔ جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپ بیٹھ گئے اور ایک لمبی سانس لی۔ پھر فرمایا اے کہیں بن زیاد یہ دل طرف ہے۔ ان میں سے بہترین وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بات میں تمہیں کہتا ہوں اسے محفوظ رکھنا۔ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک عالم ربانی ہے ایک تعلیم حاصل کر لیا ہے جو نجات کی راہ پر چل رہا ہے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو فضول اور بیوقوف ہیں، بلانے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں ہر ہوا کے ساتھ جھک جاتے ہیں۔ انھوں نے نورِ علم کے ساتھ روشنی حاصل نہیں کی اور قابلِ وثوق رکن کو اپنی پناہ کاہ نہیں بنایا۔ اے کھیل علم مال سے بہتر ہے (اس لیے) کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تو حفاظت کرتا ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ محبتِ علم وہ دین ہے کہ جسے اپنایا جاتا ہے۔ علم سے زندگی میں اطاعت کسب کی جاتی ہے اور مرنے کے بعد ذکرِ جمیل باقی رہتا ہے۔ مال کو خرچ کرنا کم کر دیتا ہے اور علم کو خرچ کرنا اس کی زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ اے کھیل! مال جمع کر لیا لے زندگی میں مر جاتے ہیں اور علماء رہتی دنیا تک زندہ ہیں۔ ان کے جسم مقتوحہ ہوتے ہیں لیکن ان کی تصویریں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ پھر فرمایا اے افسوس! اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہاں بہت زیادہ علم موجود ہے اگر اس کے حاملین مجھے مل جاتے پھر فرمایا ہاں ایسے امین ملتے ہیں جو امین نہیں، وہ دین کو دنیا کا آلہ کار بناتے ہیں۔ وہ اللہ کے احسان کے ساتھ اس کے بندوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے نکھنے والوں سے اسے چھپاتے ہیں۔ یا ایسے لوگ ہیں جو اہل حق سے عناد رکھتے ہیں کہ پہلا شبہ جو انھیں پیش آتا ہے

اس سے اس کے دل میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ وہ حاملِ علم بن سکتا ہے، بلکہ یہ تو لذاتِ دنیوی کے حریص ہیں۔ آسانی سے شہوت کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ مال کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کے دھوکے میں آگئے ہیں وہ دین کے کسی حصے میں نہیں۔ انہیں زیادہ تشبیہ جنگل میں چرنے والے جانوروں سے دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح علمِ حاملینِ علم کے مرنے سے ختم ہو جائیگا۔ لیکن ہاں زمین کبھی بھی خالی نہیں رہ سکتی ایسے شخص سے جو اللہ کی حجت کو قائم رکھے تاکہ اللہ کی حجیتیں بندوں پر باطل نہ ہو جائیں۔ ایسے لوگ تعداد میں تو کم ہیں لیکن قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔ انہی کے ذریعے خداوندِ عالم اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے اپنے جیسوں تک پہنچاتے ہیں اور اپنے مشابہ اشخاص کے دلوں میں اس کی زراعت کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے نسب سے خداوندِ عالم اپنی حجّتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان پر حقیقی علم اچانک عار دہوتا ہے۔ پس ان کیلئے آسان ہوتی ہیں وہ چیزیں جنہیں لغتوں کے پلے ہوئے مشکل سمجھتے ہیں اور انہیں انس ہو جاتا ہے ان چیزوں جن سے جاہل وحشت کرتے ہیں۔ وہ اہل دنیا کے ساتھ اپنے جسموں سے رہتے ہیں، لیکن ان کی ارواح محلِ اعلیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ آہ کس قدر شوق ہے مجھے انہیں دیکھنے کا۔ اور میں اللہ سے اپنے اور میرے لیے مغفرت چاہتا ہوں۔ جب تمہارا دل چاہے اٹھ کے چلے جانا۔

وَصِيَّةُ ابْنِ أَوَّلِ الْخَنَامِ

(حذفِ استاد سے) ضرار بن جمرہ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا مومنین

اپنے فرزندوں سے وصیت کی۔ فرمایا بیٹا لوگوں سے اچھا سلوک کرو ایسا سلوک کہ اگر ان میں نہ رہو تو تمھاری زیارت کے شائق رہیں۔ اور اگر تم وفات پا جاؤ تو وہ تم پر گریہ کریں اور یہ اشعار پڑھے :

یومئذ یبداءکم ان یرشوا الطاعی وان یکثروا البعدی الدفاء علی قبوی

وان یمتھون فی المجالس دوھم وان کنت عنھم غائباً احسنوا ذکری

ترجمہ : اس سے مقصد یہ ہے کہ وہ میری اطاعت خوشی سے کریں اور میری قبر پر میرے بعد زیادہ دعا کریں۔ اور اپنی مجالس میں اپنی محبت کے پھول پچھاؤں کر دیں اور اگر میں ان سے غائب ہو جاؤں تو میرا ذکر اچھا کر کے کریں۔

ابن عباس کہتے ہیں ایک شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اپنے نفس سے فقر و فاقہ اور طویل عمر کی باتیں نہ کیا کرو۔

احادیث رسول اور کلام اہل المؤمنین

اور یہ بات شعبی نے کہی ہے مجھے اس شخص نے بیان کیا کہ جس نے حضرت علیؑ سے سنا اور آپ سے حدیث میں لوگوں کے اختلاف کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہیں۔ ایک منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اور اسلام کو صنائع کر نیوالا ہے اس کا دل ایمان کا متاثر ہے۔ وہ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا اور نہ اس کی پرواہ کرتا ہے اس نے جان بوجھ کر رسول اللہؐ پر جھوٹ بولے۔ اگر لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو تو وہ اس سے قول رسول نہ لیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ صحابی رسول ہے لہذا اس سے احادیث لے لیتے ہیں حالانکہ خداوند عالم منافقین کے متعلق خبر دے چکا ہے اور ان کے اوصاف بھی بیان کر چکا ہے جیسی بھی خبر دی ہے اور صفت بیان کی ہے یہ لوگ رسول اللہؐ کے بعد زندہ

رہے۔ انھوں نے جھوٹ اور بہتان کے ذریعے آئمہ ضلالت اور جہنم کی طرف بلانے والوں
 قرب حاصل کر لیا۔ انھوں نے انھیں حکومتیں اور گورنریاں دیں اور لوگوں کی گردنوں پر
 کیا۔ پس یہ ان کے ذریعے دنیا کھاتے کھاتے رہے۔ اور لوگ تو بادشاہوں کے ہی تھے
 ہیں۔ مگر وہ کہ جسے خدا پالے۔ اور ایک وہ کہ جس نے رسول اللہ کو بات کہتے سنا یا
 کام کرتے ہوئے دیکھا پھر یہ شخص حضور کی خدمت سے غائب رہا اور وہ قول یا فعل منسوب
 ہو گیا۔ اور اسے معلوم نہ ہو سکا۔ اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ منسوخ ہو گیا ہے تو
 کو بیان کرتا۔ اور ایک وہ شخص جس نے رسول اللہ سے کوئی بات سنی لیکن اسے
 کے متعلق غلطی عارض ہوئی۔ اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ میں نے سمجھنے میں غلطی کی تو نہ
 بیان کرتا اور نہ اس پر عمل کرتا۔ اور ایک وہ شخص جس نے رسول اللہ کا قول صحیح
 سنا اور ویسے ہی بیان کیا جس طرح سنا اور اس پر عمل بھی کیا۔ پہلے شخص کی روایت
 کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں اور نہ اس کو لبس ناجائز ہے اور باقی جو گروہ ہیں ان کی بازگشت
 ایک ہی غایت و نہایت کی طرف ہے وہ ایک ہی کنوئیں کا پانی پیتے ہیں اور ان کے
 کو نور نبوت سے ہی روشنی ملی ہے اور انھوں نے شجرہ مبارکہ سے ہی کتاب نور کی ہے
 یہ تو شخصی کی روایت تھی۔

اور حمیل بن زیاد کی روایت آپ سے اس طرح ہے کہ لوگوں کے ہاتھ میں حق، باطل،
 سچ، جھوٹ، تاسخ، منسوخ، خاص، عام، محکم، متشابہ، محفوظ اور محکوم موجود ہے۔ رسول اللہ
 کے زمانہ میں بھی آپ پر جھوٹ بولا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ
 شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے پس وہ اپنی جگہ جہنم میں قرار دے۔ اور میرے پاس حلیہ
 لے کر چار قسم کے اشخاص آئیں گے ان کی پانچویں قسم نہیں ہے۔ اور آپ نے (گزشتہ) چار
 اقسام بیان فرمائیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں یہ حدیث اور وہ رسول اکرم کا یہ قول کہ جو مجھ پر عداوت جھوٹے

وہ اپنی جگہ جہنم میں سمجھے۔ ایک سو بیس صحابہ نے روایت کی ہے کہ جن کے نام میں نے اپنی کتاب "حق الیقین" میں ذکر کئے۔ باقی رہی اس حدیث کی وہ سند جو حضرت علیؑ کے طریق سے ہے تو ہم سے بہت سے لوگوں نے بیان کیا (حذف سند سے) ربعی بن خراش کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے سنا کہ میں نے سرکار رسالت کو کہتے سنا تھا کہ عہد آج جو مجھ پر جھوٹا بولے وہ اپنی جائے قرار جہنم کو سمجھے۔ یہ روایت حضرت علیؑ سے بخاری و مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں موجود ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کا کہنا

میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے کہ جس کے حل کر نیکی لے ابو الحسن موحیونہ ہوں

یا جو عبارات اسی مفہوم کو ادا کرتی ہیں

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابی مسیب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کہا کرتے تھے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے جس کے حل کرنے کے لیے ابو الحسن نہ ہوں۔

ابن مسیب کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس قول کا ایک سبب یہ ہے اور وہ یہ کہ بادشاہ روم نے حضرت عمرؓ کی جانب ایک خط لکھا اور ان سے کچھ مسائل پوچھے۔ ان مسائل کو حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے پیش کیا۔ لیکن کسی سے کوئی جواب نہ مل سکا پھر حضرت امیر المومنین علیؑ کی خدمت میں پیش کیا تو امیر المومنینؑ حضرت علیؑ نے ان مسائل کے مدلل اور مسکت جوابات دیے۔

مسائل

ابن مسیب کہتا ہے کہ بادشاہ روم نے حضرت عمر کی طرف یہ خط لکھا۔ یہ خط قیصر بنی اسرائیل کے بادشاہ کا ہے خلیفہ عمر کی طرف۔ ابا بعدین تم سے چند مسائل کا سوال کر رہے ہوں، مجھے ان کی خبر دیجئے۔ وہ کونسی چیز ہے جسے خدا نے پیدا نہیں کیا اور وہ کونسی شے ہے جسے خدا نہیں جانتا اور وہ کونسی شے ہے جو اللہ کے پاس نہیں وہ کونسی شے ہے جو رب کے منہ ہے اور وہ کونسی شے ہے جو رب کے سب پاؤں ہے وہ کونسی شے ہے جو سب کی سب پہنچ ہے وہ کونسی شے ہے جو سب کی سب پر ہے اس مرد کے متعلق بتاؤ حکم خدا کا و قبلہ نہیں اور ان چار چیزوں کے متعلق کہ جو رحم مادر میں نہیں رہیں اور اس شے کے متعلق جو سالن لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں اور ناقوس کے متعلق کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اور اسی کو چ کر نیوالے کے متعلق کہ جس نے ایک ہی مرتبہ کو چ کیا اور اس درخت کے بارے میں کہ جس کے سایہ میں گھوڑا سو اسی سال تک چلتا رہے تو اس کو عبور نہ کر سکے۔ اس کی مثال دنیا میں کیا ہے اور اس جگہ کے متعلق کہ جس پر سورج صرف ایک مرتبہ چمکا اور اس درخت کے متعلق جو پانی سے پیدا نہیں ہوا۔ اور اہل جنت کے متعلق کہ وہ کھاتے پیتے تو میں لیکن بول برا نہیں کرتے۔ اس کی دنیا میں کونسی مثال ہے اور جنت کے دسترخوانوں کے متعلق کہ ان پر پیالے رکھے ہوں گے اور ہر پیالے میں مختلف رنگ ہوں گے جو ایک دسترخوان سے نہیں ملیں گے اس کی دنیا میں کونسی مثال ہے؟ اور اس لڑکی کے متعلق جو جنت کے ایک سیب سے نکلے گی۔ اور سیب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔؟ اور اس لڑکی کے متعلق جو دنیا میں دو اشخاص کیلئے اور آخرت میں ایک کیلئے ہوگی اور جنت کی چابول کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیا ہیں؟

پس حضرت علیؑ نے یہ خط پڑھا اور اسی وقت اسکی پشت پر تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا بَعْدُ وَاَمَّا بَعْدُ فَاَنْصَحُ بِذِكْرِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ اے
بادشاہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد، قوت اور اس کی اور اپنے نبی محمد کی برکت سے تجھے جواب
دیتا ہوں۔ وہ شے کہ جسے خداوند تعالیٰ نے خلق نہیں فرمایا وہ قرآن مجید ہے کیونکہ
وہ اس کا کلام اور صفت ہے اور اسی طرح اللہ کی اور کتابیں جو نازل ہوئی ہیں یعنی
صفت پر اطلاق خلق نہیں ہوتا، خداوند عالم اور اسکی صفات قدیم ہیں۔ اور وہ چیز
جو خدا کے علم میں نہیں تو وہ ہمتھارا قول ہے کہ اس کا بیٹا، بیوی اور شریک ہے حالانکہ
خدا نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ نہ اس نے
کسی کو جنا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں ظلم ہے
کہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اور وہ چیز جو سب کی سب مٹنے سے وہ آگ ہے۔ وہ
کھالی ہے ہر اس چیز کو جو اس میں ڈال دی جاتے۔ اور جو شے سب کی سب پاؤں
ہے وہ پانی ہے اور جو سب کی سب آنکھ ہے وہ سورج ہے۔ جو سب کی سب پر
ہے وہ ہوا ہے اور جس کا کوئی خاندان و قبیلہ نہیں وہ حضرت آدم ہیں اور جو چیز کسی
رحم میں نہیں رہی وہ عصائے موسیٰ، ونبہ ابراہیم، آدم اور حوا ہیں اور وہ چیز کہ جو
روح کے بغیر سانس لیتی ہے وہ صبح۔ بے خدا کے اس ارشاد کی بنا پر اور صبح سانس
لیتی ہے اور ناقوس یہ کہتا ہے طقا طقا حقا حقا مہلا مہلا عدلا عدلا لا صدقا
صدقات الدنیا قد عرفتہنا واسمہتنا تصفی الدنیا قرتنا ما من یوم یمنی
انا الا وہی متارکنا ان الہوتی قد احبنا انا نرحل فاستوطننا۔ ترجمہ: طقا طقا
پتھر کے ایک دوسرے پر لگنے کی آواز کو کہتے ہیں حق بات کرو حق نرمی کرو نرمی کرنا،
عدل و انصاف کرو انصاف کرنا۔ صبح بولو، صبح بولنا، بیشک دنیائے ہمیں دھوکا دے
رکھا ہے اور ہمیں اپنی محبت میں پھنسا دیا ہے اور یہ دنیا قرن بہ قرن گزر رہی ہے،
دنیا کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ ہمارا ایک رکن سست ہو جاتا ہے اور مرنے والے

ہمیں خبر دیتے ہیں کہ ہم کوچ کر رہے ہیں یا وجود اس کے ہم دنیا کو اپنا وطن سمجھے ہوئے ہیں اور وہ چیز جس نے ایک مرتبہ کوچ کیا تو وہ طور سینا ہے۔ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی حالانکہ ارض مقدس اور طور سینا کے درمیان کئی دن کا راستہ تھا پس خداوند عالم نے اس کا ایک ٹکڑا اکھاڑا اور نور کے دوپراس کے لیے قرار دیے اور اس کو بنی اسرائیل پر بلند کیا اور اس کو بتاتا ہے خدا کا یہ قول کہ ہم نے بنی اسرائیل کو پہاڑ پر بلند کیا گویا کہ وہ ان کے اوپر ایک سایہ تھا۔ انھوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر گر پڑے گا۔ اور بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم ایمان نہ لاتے تو اسے تم پر گرا دیا جائیگا۔ جب انھوں نے توبہ کر لی تو اسے اس کی جگہ پر پلٹا دیا۔ اور وہ جگہ کہ جس پر صرف ایک مرتبہ سورج کی روشنی پڑی ہے وہ دریائے نیل کی وہ زمین ہے کہ جس وقت اسے خدا نے موسیٰ کے لیے شکافتہ کیا اور پانی پہاڑ کی مانند کھڑا ہو گیا اور سورج کی دھوپ کے پڑنے کی وجہ سے زمین خشک ہو گئی۔ پھر دریا کا پانی مل گیا۔ اور وہ درخت کہ جس کے سایہ میں سو سال تک گھوڑا سوار چلتا رہے گا وہ شجر طوبی ہے اور وہ سدرۃ المنتہی ہے جو ساتویں آسمان پر ہے کہ جہاں تمام بنی آدم کے اعمال سمجھے ہیں اور یہ شجرہ جنت میں ہے اور جنت کا کوئی فقر اور گھرا لیا نہیں کہ جس میں اسکی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی نہ ہو اور دنیا میں اس کی مثال سورج ہے جس کی اصل ایک جگہ اور روشنی ہر جگہ ہے اور وہ درخت جو پانی کے بغیر وہ حضرت یونس کا درخت ہے اور وہ آپ کا معجزہ تھا۔ خداوند عالم اس کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے اس کے لیے کہ وہ ایک درخت لگایا اور باقی رہا اہل جنت کا غذا کھانا اور بول و براز کا خارج ہونا تو دنیا میں اس کی مثال وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں ہوتا ہے ماں کی ناف کے ذریعے غذا کھاتا ہے اور بول و براز نہیں کرتا۔ اور باقی رہے وہ رنگ جو ایک پیالہ میں ہونگے اور ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے تو دنیا میں اس کی مثال انڈا ہے جس میں سفید اور زرد و رنگ ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور وہ لڑکی جو سب سے نکلے گی اس کی مثال دنیا میں وہ

کیڑا ہے جو سید سے نکلتا ہے اور سید میں تغیر و تبدل نہیں آتا۔ اور وہ لڑکی جو دنیا میں
دو اشخاص کیلئے ہوگی تو یہ کھجور کا درخت ہے جو دنیا میں میرے جیسے مومن اور میرے
جیسے کافر کیلئے ہے۔ اور آخرت میں صرف مجھے ملے گا اور تو اس سے محروم ہوگا کیونکہ یہ درخت
جنت میں ہوگا اور تو اس میں داخل نہیں ہوگا۔ اور باقی رہیں جنت کی چابیاں تو وہ لا
اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

ابن مسیب کہتا ہے کہ جب فیض نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ یہ کلام صرف
نبوت کے گھر سے ہی نکلی سکتا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ یہ جوابات کس نے دیے ہیں؟
تو بتایا گیا کہ یہ جواب محمد کے چچا زاد بھائی کے ہیں تو اس نے آپ کو خط لکھا:

سلام علیک! ابا بعد و اضح ہو کہ میں آپ کے جوابات سے مطلع ہوا اور مجھے علم
ہوا کہ آپ اہلبیت نبوت اور معدن رسالت میں سے ہیں آپ شجاعت اور علم سے
متصف ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ روح کے متعلق (جو کو خداوند عالم نے تمہاری کتاب میں
ذکر کیا ہے اس قول میں کہ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ روح میرے
رب کا امر ہے) اپنا نظریہ بیان کیجئے۔ پس امیر المومنین نے تحریر فرمایا۔ ابا بعد و روح ایک
نکتہ لطیف اور ایک لمحہ شریف ہے جو اپنے پیدا کرنے والے کی صفت اور انشا کرنے
والے کی قدرت میں ہے۔ اُسے اُس نے اپنے ملک کے خزانوں میں سے نکال کر اپنے ملک
میں سکونت دی ہے یہ روح اس کے نزدیک میرے لیے سبب اور میرے پاس اس کی
امانت ہے جب تو اس سے وہ لیگا جو میرے لیے ہے تو وہ تجھ سے وہ حاصل کرے گا جو
اس کے لیے ہے والسلام!

(عام) (حمد) نے کتاب فضائل میں بیان کیا اور مسند میں بھی لکھا (حدیث اسناد کے
ساتھ) ابی ظبیان سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک عورت کو پیش کیا گیا جس
نے زنا کیا تھا اکھنوں نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا پس لوگ اسے رجم کرنے کے لیے لے

چلے۔ راستے میں حضرت علیؑ نے انھیں دیکھا، فرمایا اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ انھوں نے آپ کو واقعہ بتایا تو آپ نے اس عورت کو ان کے قبضے سے رہا کر دیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں رہا کر دیا آپ نے فرمایا کہ یہ فلاں قبیلہ کی محبوظ النحواں عورت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تین اشخاص سے قلم اٹھا دیا گیا ہے۔ سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو، بچے سے جب تک بالغ نہ ہو اور مجنون سے جب تک اس کا دماغی توازن درست نہ ہو جائے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا: ”اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے دو ان عدت نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے نکاح کر نیوالے سے خدا کر دیا اور اس کا حق ہر بیعت المال سے ادا کیا اور کہا کہ تم بھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت علیؑ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا۔ نکاح کر نیوالے پر اس عورت کا حق ہر لازم ہے کیونکہ اس نے اس کی عصمت کو حلال سمجھا ہے۔ اور آپ اس کو اس سے الگ ہو جانا چاہیے۔ جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو وہ شخص بھی اس کی خواستگاری کر سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی تو کہنے لگے ”اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا۔ حضرت عمرؓ نے واقعہ سن کر اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اس کو رجم نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں جو پوری رضاء کو چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا اور کہا ”خدا یا مجھے اس مشکل کے لیے باقی نہ رکھ جس کے حل کرنے کے لیے ابوطالبؓ کا فرزند نہ ہو۔“

ایک روایت میں ہے کہ قریش میں سے دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس

سو دیار امانت رکھی اور اس سے کہا کہ ہم میں سے کسی ایک کو واپس نہ کرنا جب تک دوسرا
 اس کے ساتھ نہ ہو، وہ دونوں ایک مدت تک قائب رہے۔ پھر ان میں سے ایک اس
 عورت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا ساتھ ہی مر گیا ہے اور میں وہ مال لیتا چاہتا ہوں۔
 اس عورت نے وہ مال اسے دیدیا۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے مطالبہ کیا۔ عورت کہنے لگی
 کہ تیرا ساتھ لے گیا ہے اس نے کہا کہ کیا یہ شرط نہ تھی۔ انھوں نے اپنا مقدمہ حضرت عمر کے
 سامنے پیش کیا۔ حضرت عمر نے اس شخص سے پوچھا کیا کوئی تیرا گواہ ہے وہ کہنے لگا یہی
 عورت۔ حضرت عمر اس عورت سے کہنے لگے کہ کیا تم اس کی صامن ہو؟ اس عورت نے
 کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیکر کہتی ہوں کہ ہمارا معاملہ علی ابن ابیطالب کے سامنے پیش کریں۔
 پس حضرت عمر انھیں علی ابن ابیطالب کے پاس لے گئے۔ عورت نے واقعہ بیان کیا تو
 حضرت نے اس شخص سے کہا کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی کے سپرد نہ کرنا جب
 تک دوسرا ساتھ نہ ہو۔ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے
 دوسرے ساتھ کو لے آؤ اور مال لے جاؤ۔ وہ شخص لا جواب ہو گیا۔ وہ حیلہ بارتھا۔
 حضرت عمر کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ خداوند عالم مجھے فرزند ابوطالب کے بعد زندہ
 نہ رکھے۔ اور اسی کے متعلق صاحب من عباد کہتا ہے:

هل مثل قولك اذا قالوا عبا هدة لولا على هلكن في فتادينا
 ترجمہ: کیا میرا قول بھی کسی کا قول ہے جبکہ ان لوگوں نے علی الاعلان کہا کہ اگر علی نہ ہوتے
 تو ہم اپنے فتروں میں ہلاک ہو جاتے۔

یہ شعر ایک طویل قصیدہ کا ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

حب النبی و اهل البیت معتمدی اذا المخطوب اسامت رأیہا فینا
 ایابن عم رسول اللہ افضل من ساد الا نام و ساس الہما شمینا
 یا ستودتہ الدین یا فرد الزمان اصبح بہدج مولی یری تقضیلکم دینا

هل مثل سبقك في الاسلام لو عرفوا
 هل مثل علمك ان زلوا وان وهنوا
 هل مثل جهك للقران تعرفه
 هل مثل صبرك ان خانوا واذا قتلوا
 هل مثل بذالك للعاني اسيروا
 يارب سهل زيارتي مشاهد هم
 يارب صابر حياتي في محبت هم
 وهذه المحصلة الغراء تكفيننا
 وقد حديث كما اصبحت هتدينا
 لفظاً ومعنى وتاويلاً وتبييناً
 حتى جوي ماجوي في يوم صفينا
 للطفل الصغير وقد اعطيت مسكيننا
 فان روحى هتوي ذاك الطيننا
 ومحشرى معهم امين اميننا

ترجمہ: نبی اور ان کے اہلبیت کی محبت پر ہمارا بھروسہ ہے۔ جب حوادثِ زمانہ کی رائے ہمارے
 متعلق بُری ہو جائے۔ اے رسولؐ کے چچا زاد اے امیرِ مومنینؑ نے لوگوں کی سرداری
 کی ہے اور اے وہ جس نے نبیِ مہتمم کی تدبیر کی۔ اے دین کے نادر موتی اے فریدِ زمان
 اپنے غلام کی مدح کو سنئے کہ جو تمہاری تفصیل کو اپنا دین سمجھتا ہے۔ اگر لوگ پہچانیں تو آپ
 جیسی سبقتِ اسلامی کس میں ہے اور ہمارے لیے تو یہی واضحِ فضیلت کافی ہے اور
 کیا آپ جیسا علم کسی میں ہے جبکہ وہ پھیل جاتے اور سُست ہو جاتے اور آپ ہدایت
 فرماتے جیسے آج ہماری ہدایت فرماتے ہیں۔ کیا آپ جیسا کوئی جامعِ علوم قرآن ہے جبکہ
 آپ قرآن کے الفاظِ معانی تاویل اور وضاحت کو جانتے ہیں۔ کیا آپ جیسا مہر کسی میں ہے
 جبکہ انہوں نے خیانت کی اور بزدلی دکھائی۔ یہاں تک کہ ہوا جو کچھ ہوا جنگِ صفین میں کیا آپ
 جیسا کوئی راہِ خدا میں خرچ کرنے والا ہے کہ آپ نے تکلیف میں رہنے والے یتیم اور
 مسکین کو عطا کیا۔ خدا یا میرے لیے ان کے مشاہد کی زیارت کو آسان کر دے کیونکہ میری روح
 اس مٹی سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ اے پالنے والے میری حیات اور آخرت ان کی محبت
 میں قرار دے۔ آمین ثم آمین!

واقعہ قاضی شریح

شعبی نے بیان کیا ہے کہ شریح نے ایک مکان اسٹی وینار میں خرید کیا۔ اس کی خبر حضرت علیؑ کو ہوئی۔ آپ نے شریح کو بلایا اور اس سے کہا اے حارث کے بیٹے مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تو نے اپنے مال سے ایک مکان خرید کیا ہے اور تو نے کچھ گواہ بھی اس کیلئے بنائے ہیں اور ایک اسٹام بھی اس پر تحریر کیا ہے۔ شریح نے عرض کی ہاں ایسا ہوا تھا اے امیر المومنین۔ آپ نے اس کی طرف غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھا۔ پھر فرمایا اے شریح عنقریب میرے پاس وہ آئیگا جو تیری تحریر کو دیکھے بغیر اس گھر سے تجھے نکال لے جائیگا اور تہنا تجھے تیری جائے قرار کے سپرد کر دیگا۔ تو اس بات سے بچو کہ کہیں یہ گھر تم نے اپنے غیر کے مال سے نہ خرید کیا ہو اور اس کی قیمت غیر حلال مال سے ادا نہ کی ہو۔ اگر تم اس گھر کو خریدتے وقت میرے پاس آتے تو میں تمہیں ایک تحریر لکھ کر دیتا کہ جس کے بعد تم اسے ایک درہم پر خریدنے کے لیے بھی تیار نہ ہوتے۔ شریح نے کہا اے امیر المومنین آپ کیا تحریر فرماتے آپ نے فرمایا میں لکھتا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ چیز ہے کہ جسے ایک عبد ذلیل نے ایسے مرنیوالے سے خرید کی ہے کہ جسے کو چ کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اس نے غزو کے گھروں میں سے ایک گھر اس سے خرید کیا ہے جو گھر فتا ہونے والوں کے پہلو اور ہلاک ہونیوالوں کی جگہ میں ہے۔ اس گھر کو چار حدود میں گھیرا ہوا ہے۔ پہلی حد آفتوں تک پہنچتی ہوئی ہے۔ دوسری حد بیخ و بیکار کرانے والی مصیبتوں کی طرف ہے۔ تیری حد ہلاک کرنیوالی خود آتش تک اور چوتھی حد اذیت دینے والے شیطان تک پہنچتی ہے، اور اسی چوتھی حد میں اس گھر کا دروازہ کھلتا اور اسباب جمع ہوتے ہیں۔ اس امید کے قریب خوردہ شخص نے اس برگشتہ اجل والے سے یہ گھر عزت قناعت سے خارج ہوتے ہوئے۔ اور طلب و ذلت میں داخل ہوتے ہوئے

خرید کیا ہے۔ پس خریدنے والے نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ پس بادشاہوں اور کبیر کے زیر و زبر کرنے والے پر اور فراعنہ و جبارہ (مثل کسریٰ و قیصر اور تیغ و نیز اور جس مال پر مال جمع کیا اور زیادہ مال بنایا اور جس نے مکان بنائے اور انھیں بچہ بنایا اور ان پر نقش و نگار کیے اور ذخیرہ کیا اور اپنے خیال میں اسے اپنی اولاد کیلئے سمجھا اور کسی سے وعدہ کیا اور کسی کو دھمکیاں دیں) کے نقوش کو چھپنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان سب کو موقت عرض و حساب ثواب اور عقاب کی طرف نکال کے لے جائے اور وہ وقت قریب ہے جبکہ قضاوت فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ اور سینگوں والے جالوروں سے ان کا بدلا لیا جائے کہ جن کے سینک نہیں ہیں اور وہاں باطل پر عمل کر نیوالے خسارے میں ہوں گے۔ اور ان کے درمیان حق پر فیصلہ کیا جائیگا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔ اس پر گواہ ہوئی مستی جو فقر و فاقہ کی بہن ہے۔ اور عز و جوامید کا بھائی ہے اور عرض جو رعیت کا بھائی ہے اور ابو جو لعب کا بھائی ہے اور وہ گواہ ہے جس نے اس وقت قیام کی جگہ کو ہمیشہ کا گھر بنالیا اور دنیا کی طرف راغب ہوا۔ اور آخرت سے جس نے اعراض کیا۔ (حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے میں نے رسول اللہ کے کلام کے بعد کسی کلام سے اتنا نفع حاصل نہیں کیا جتنا امیر المؤمنین کے اس کلام سے کیا آپ نے مجھے خط لکھا:

سلام علیک! تجھ پر سلام ہے۔ اما بعد تحقیق انسان کو اس چیز کا ثبوت ہونا یا معلوم ہوتا ہے کہ جس کو اسے ملتا ہی نہ تھا اور اس چیز کا حاصل ہو جانا اسے خوش کرتا ہے کہ جس نے اس سے فوت ہی نہ ہونا تھا۔ تیری خوشی اس چیز میں نہ ہونی چاہیے جو امور آخرت میں سے تجھے حاصل ہو جائے۔ اور افسوس اس بات پر ہونا چاہیے جو آخرت کے ہی امور میں سے فوت ہو جائے اور دنیا کی جو چیز تیرے ہاتھ سے نکل جائے اس پر کبھی افسوس نہ کرنا اور تیرا ہم و غم مابعد الموت کیلئے ہونا چاہیے۔ والسلام!

عکرمہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے کچھ لوگوں کی باتیں سنیں جو حضرت علیؑ کی بدگوئی کر رہے تھے۔ آپ ان لوگوں سے کہنے لگے تم پراپسوں ہے کہ تم اس شخص کی بات کرتے ہو جو جبریل کے قدموں کی آہٹ اپنے گھر کے اوپر محسوس کرتا تھا اور بیشک خداوند عالم نے اپنے اصحاب رسول کو قرآن مجید میں عتاب و سزا کی ہے اور علیؑ کا ذکر خیر بھی کیا ہے۔

کلام برائے ابتلا و مصائب

ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ مصائب ابتلا کی ایک انتہا ہے جہاں جا کر وہ رک جاتے ہیں۔ پس عاقل کا طریقہ کار یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ٹھہر جائے۔ یہاں تک کہ اس کا وقت ختم ہو جائے کیونکہ ان کے ختم کرنے میں حیلہ یا زیاں انھیں مزید بڑھا دیتی ہیں۔ اور حضرت علیؑ نے فرمایا جبکہ آپ نے ایک شخص کو دنیا کی مذمت کرتے ہوئے سنا۔ اُسے دنیا کی مذمت کرنیوالے حالانکہ تو اس کے دھوکے میں آیا ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ دنیا نے کب تجھے اپنی طرف رغبت دلائی یا کب اس نے تجھے دھوکا دیا۔ کیا تیرے آیا و احباد کے پرانے ہو جانے والی جگہ کے ساتھ جہاں وہ پڑے تھے یا مٹی کے نیچے تیری ماں اور دادیوں کے سونے کی جگہ سے کتنی مرتبہ تو نے اپنے ہاتھوں ان کی تیمارداری کی، اُن کیلئے تو شفا چاہتا اور حکیموں سے ان کی دوا پوچھتا لیکن تیری شفقت اُن کے لیے فائدہ مند نہ ہو سکی اور تیری کوشش انھیں بے پرواہ نہ کر سکی۔ اور اپنی پوری طاقت سے ان کی بیماری کو نہ روک سکا۔ دنیا ایک سچا گھر ہے اس کے لیے جو اس کی تصدیق کرے اور عافیت کی جگہ ہے اس کے لیے جو اس سے زور ادا کرے۔ اور دعا و نصیحت کا گھر ہے۔ اس کے لیے جو اس سے نصیحت لے۔ خدا کے دوستوں کی مسجد اور ملائکہ کی جائے نماز ہے، خدا کی وحی کے اترنے کی جگہ اور اولیائے خدا کی تجارت گاہ ہے۔ انھوں نے

اس میں رہ کر رحمت کسب کی اور جنت حاصل کی ہے۔ پس کون اس کی مذمت کرتا ہے
 حالانکہ دنیائے اپنے فراق کی خبر دی ہے اور اپنی جدائی کی منادی کی ہے اور اسے
 اور اپنے رہنے والوں کے اوصاف بیان کئے ہیں اور اپنے مصائب و آلام کی نصیب
 کشی کی ہے۔ اور انھیں خوشی کے گھر کی طرف ہتکا یا ہے۔ نعمات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور
 اس نے اپنی نعمات کے ذریعے پاکیزہ اثبات یا دلائل ہیں پشیمانی کی صبح کو لوگ
 اس کی مذمت کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس نے انھیں
 قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے باخبر کیا ہے۔ اور قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق ایک کلام

عکرم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المومنین سے سنا جبکہ آپ
 سے ایک شخص نے قرآن مجید کے متعلق سوال کیا تو فرمایا وہ اللہ کا کلام ہے تم پر لایا
 ہے اللہ کی کتاب سے متسک کرنا۔ وہ ایک مضبوط رستی ہے واضح نور ہے۔ صراطِ مستقیم
 ہے، نفع بخش شفا ہے، سیراب کرنے والی ہے، متسک کرنے والے کے لیے بچاؤ
 ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والے کے لیے نجات ہے، وہ ٹھہری نہیں ہوتی کہ اسے
 سیدھا کیا جائے۔ بار بار پڑھنے سے وہ پرانی نہیں ہوتی۔ جو قرآن کی بات کرے وہ
 سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ (صلحاً) سے ملحق ہو گا۔

جو صدی نے آپ سے روایت کی ہے۔ ہر شخص کی قیمت وہ چیز ہے جو اسے حسین
 بنائے اور آپ کے اسی قول پر شاعر کہتا ہے :

قال علی ابن ابیطالب
 وهو اللیب العالم المتق

کل امرء قیمۃ عندنا
 وعند اهل الفضل ما یحسن

ترجمہ : علی ابن ابیطالب فرماتے ہیں اور وہ عقل مند اور سچہ عالم ہیں ہر شخص کی قیمت

ہمارے اور اہل فتنہ کے نزدیک وہ چیز ہے جو اسے حسین بنائے۔

اہلِ شام

آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک گروہ کو جنگِ صفین کے دنوں اہلِ شام کی مذمت کرتے ہوئے سنا (تو فرمایا) میں تمہارے لیے اچھا نہیں سمجھتا کہ تم سب و تم کو ف لیکن اگر تم ان کے حالات بیان کرو تو درست بات ہوگی۔ اور زیادہ بلیغ عذر ہوگا۔ اور اگر یہ ہو (تو بہتر ہے) خدایا ان کے اور ہمارے خون محفوظ کر۔ ہمارے اور ان کے درمیان صلح قرار دے اور انھیں گمراہی سے ہدایت دے تاکہ وہ شخص حق کو پہچان لے جو اہلِ ہے اور لغویات سے رک جائے جن میں وہ پڑا ہوا ہے۔ اور امام احمد نے سند میں ذکر کیا ہے (حدیثِ اسناد کے ساتھ) بشریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس اہلِ شام کا ذکر ہوا۔ جبکہ آپ عراق میں تھے تو آپ سے کہا گیا کیا آپ ان لعنت نہیں کرتے۔ فرمایا کہ نہیں میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا تھا کہ ابدالِ شام میں ہیں اور وہ چالیس آدمی ہیں۔ جب ان میں سے ایک مر جاتا ہے تو خداوندِ عالم اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔ ان کے ذریعے بارش ہوتی ہے اور ان کے ذریعے دشمن پر غارت و مدمد حاصل ہوتی ہے اور انہیں کی وجہ سے اہلِ شام سے عذاب کو پھیر دیا جاتا ہے۔

خوفِ ظلم

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو ایک دن کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں سعدانِ بوٹی کے کانٹوں پر رات بیداری سے گزاروں اور یا مجھے بیڑیوں میں جکڑ کر کھینچا جائے تو یہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خدا پر روایتِ مؤلف نے اپنے عقیدہ کے مطابق لکھی ہے۔ اگر روایت پر ذرا غور کرتے تو تم تک پہنچ جاتے کہ جنابِ رسول اللہؐ کے وصال تک تمام شاہی کا فر تھے لہذا یہاں قطب کی موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سے ملاقات کروں اس حالت میں کہ میں نے اس کے کچھ بندوں پر ظلم کیا ہو یا مالِ دُنیا میرے کوئی چیز غضب کی ہو اور میں کسی پر کیسے ظلم کر سکتا ہوں حالانکہ نفسِ کہنگی کی طرف جلدی پلٹ رہا ہے اور ایک طویل مدت تک اسے مٹی میں رہنا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے سات بادشاہیاں ان چیزوں سمیت جو اُن کے آسمانوں کے نیچے ہے دیدی جاتیں اس بات کیلئے میں خدا کی نافرمانی کروں، ایک چوینٹی کے بارے میں کہ اس کے مُنہ سے جو کادانہ چھین لوں تو میں ایسا نہیں کروں گا۔ اور بے شک تمھاری دُنیا میرے نزدیک اس شے سے حقیر ہے جو مکوڑی کے مُنہ میں ہوتا ہے۔

حضرت ابو ذرؓ

شعبی نے ابی اراکہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابو ذرؓ ربذہ کی طرف جلا وطن کیے گئے تو حضرت علیؓ نے انھیں ایک خط لکھا:

اما بعد اے ابو ذرؓ تم تو خداوندِ عالم کیلئے غضب ناک ہوئے پس اُسی سے اُمید رکھو جس کیلئے غضب ناک ہوئے ہو۔ یہ لوگ اپنی دُنیا پر تم سے ڈرتے ہیں اور تم اپنے دین کے بارے میں ان سے خوف کھاتے ہو پس اُن کے لیے چھوڑ دو وہ چیز جس کے لیے وہ تم سے ڈرتے ہیں، اور جس چیز کا تمھیں اُن سے خوف ہے اس کو لیکر بھاگ جاؤ۔ پس وہ لوگ کس قدر محتاج ہیں اس چیز کی طرف جو تم نے ان سے روک لی ہے اور تم کس قدر بے پرواہ ہو اس چیز سے جو انھوں نے تم سے روک لی ہے اور عنقریب تمھیں کل معلوم ہوگا کہ کس سے نفع حاصل کیا مگر آسمان و زمین کسی شخص کے اتفاق پر اور وہ خدا سے ڈرے تو خداوندِ عالم ان سے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دیتا ہے۔ سچے صرف حق سے انس اور باطل سے محبت ہونی چاہیے۔ اور اگر تم ان کی دُنیا قبول کیے تو وہ تم سے محبت کرنے لگے اور اگر دُنیا کا قرصہ اُن سے لیتے تو تمھیں امین سمجھتے!

فقد وقضا

شعبی نے ضرار بن حمزہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس پر راضی رہنا اطاعت حکم ہے۔ ضرار کہتے ہیں اور آپ نے فرمایا لوگ کسی چیز کے متعلق جب یہ کہتے ہیں کہ کس قدر عمدہ ہے تو قدر و قضا اور زمانہ اس کے برے دن کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

اور والہی نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے قدر کے متعلق سوال کیا مجھے بتائیے کہ قدر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک تار ایک راستہ ہے اس پر نہ چلو۔ پھر اس نے کہا کہ قدر کے متعلق مجھے بتائیے فرمایا خدا کا راز ہے اسے فاش نہ کرو۔ پھر اس نے کہا کہ قدر کے متعلق مجھے خبر دیں تو فرمایا اگر اس قدر ہے اس میں داخل نہ ہو۔ پھر فرمایا اسے سوال کرنے والے خدا نے تجھے حبسیا تو نے چاہا ہے پیر کیا ہے یا جس طرح اس نے چاہا۔ بے کہنے لگا حبسیا اس نے چاہا، فرمایا تیرا دایاں ہاتھ تیری چاہ کے مطابق ہے یا اس کے چاہنے کے کہنے لگا اس کی چاہ پر ہے۔ پھر فرمایا کیا تیری مشیت خدا کی مشیت کے اوپر ہے یا اس کی مشیت کے ساتھ ہے یا اس کی مشیت سے الگ ہے۔ اگر تم کہو کہ اس کی مشیت کے اوپر ہے تو ہم نے اللہ پر غالب ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اگر کہو کہ اس کی مشیت کے ساتھ ہے تو ہم نے شرکت کا دعویٰ کیا اور اگر کہو کہ تمہاری مشیت اس کی مشیت سے الگ ہے تو ہم نے اس کی مشیت کے بجائے اپنی مشیت کو کافی سمجھا۔ پھر آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ جب وہ شخص یہ فقرات کہہ چکا تو کہنے لگا اے امیر المومنین ان کی تفسیر مجھے بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی نافرمانی سے اسکے بچاؤ کے بغیر نہیں بچا جاسکتا۔ اور اس کی اطاعت پر اس کی مدد کے بغیر قوت حاصل نہیں ہوتی۔ کیا تو اللہ کے متعلق

کچھ سمجھا ہے کہنے لگا ہاں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تمھارا بھائی اب مسلمان ہو
ہے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرو۔

توحید

عطیہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنینؑ سے
سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں تو اسکی عبادت
کرتا ہوں جسے نہیں دیکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس رب کی عبادت
ہیں کرتا جسے نہ دیکھا ہو تو وہ شخص کہنے لگا کس طرح آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے
یا کہا آپ کیسے اسے دیکھتے ہیں؟ فرمایا کہ انسانی آنکھیں اسے عینی مشاہدہ کے طور
پر ادراک نہیں کر سکتیں بلکہ دل حقائق ایمان کے ساتھ اس کا ادراک کرتا ہے۔
وہ چیزوں سے قریب ہے ان سے ملا ہوا نہیں، ان سے دور ہے ان سے جدا
نہیں۔ وہ متکلم ہے نہ فکر سے اور وہ ارادہ کرتا ہے نہ سوچ کر، وہ صالح ہے آلم سے
سے نہیں، وہ لطیف ہے اسے خفا سے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کبیر ہے اس
نعت جفا نہیں، وہ بصیر ہے لیکن حاقہ نہیں، وہ رحیم ہے لیکن رعونت یا رقت
نہیں۔ چہرے اس کی عظمت پر جھکتے ہیں اور دل اس کے ثبوت سے بل جاتا
ہیں۔

خطوط برائے امراء لشکر

اس کو شعبی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ سلام علیک۔ اما بعد
مختصر گروہ اطاعت کی طرف پلٹ آئے تو یہی وہ چہرہ ہے جسے میں چاہتا ہوں اگر
اگر انھیں نافرمانی بد بختی کی طرف کھینچ لے جائے تو ان لوگوں کو ساتھ لیکر اٹھ جوتیری

کرتے ہیں ان کے مقابلے میں جو نافرمان ہیں۔ اور مدد طلب کر ان لوگوں سے جو تیرے
مطیع ہیں ان کو چھوڑ کر جو کچھ سے پہلو ہتی کرتے ہیں کیونکہ جس کو مجبوراً لایا جائے اس
کا غائب رہنا حاضر ہونے سے بہتر ہے۔ اور اس کا عدم وجود سے بہتر ہے۔ اور
اس کا بیٹھا رہنا اٹھنے سے بے پرواہ کر دیتا ہے !

علمِ مخبر

عکرمہ نے ابن عباس سے اور شعبی نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حبیب المؤمنین
مقام ابناریا کوفہ سے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ہروان کی طرف مڑے
تو آپ کے ساتھ مسافر بن عوف بن اہمر بھی تھا اور وہ علمِ مخبرم میں درک رکھتا تھا اس
نے عرض کی اے امیر المؤمنین آپ اس ساعت میں کوچ نہ کیجئے، دن کی تیسری ساعت
میں کوچ کریں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ اگر آپ اس ساعت میں چلے تو
آپ اور آپ کے ساتھی سختی و مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور اگر تیسری ساعت
میں چلے تو کامیاب و کامراں ہوں گے تو آپ نے فرمایا اللہ وہ ہے کہ جس کے علاوہ
کوئی معبود نہیں اور وہ یقیناً کہ اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ خداوند عالم نے اپنے نبی سے
سے فرمایا ہے کہ وہ کہ میں اپنی ذات کے لفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو خدا چاہتا
ہے اور اگر میں عیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا۔ اور بُرائی مجھے چھو نہ سکتی۔
اور میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی بخومی یا کابن کی تصدیق
کرے گویا اس نے اس چیز کو چھٹلایا جو محمد پر نازل ہوئی ہے۔ اور ایک روایت میں
ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور میں نے آپ کو کہتے سنا ہے اپنی امت سے دو چیزوں کا خوف
ہے بخومی کی تصدیق کرنا اور قصاص و زکر کو چھٹلانا۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میری اس
گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے۔ کہنے لگا اگر میں حساب کروں تو جان سکوں گا۔ آپ نے فرمایا

جو شخص تیرے اس قول کی تصدیق کرے اس نے قرآن کی تکذیب کی۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ بیشک اللہ کے پاس ہے علم الساعة (قیامت کا علم) انہی چیز کے علم کا تو تے دعویٰ کیا ہے اس کا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ذکر نہیں کیا پس جو تیرے قول کی تصدیق کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خدا کے علاوہ اور شرکار کا قائل ہو۔ خدا یا کوئی نیک قال نہیں ہے مگر تیری فال اور کوئی اچھائی نہیں ہے مگر تیری طرف سے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابنِ احمربہم تیری تکذیب کرتے اور مخالفت کرتے ہیں اور اسی ساعت میں کوچ کرتے ہیں جس سے تو نے روکا ہے۔ پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم علم نجوم کے سیکھنے سے بچو مگر جس سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں رہبری حاصل کی جائے۔ بخومی کافر ہے اور کافرائش جہنم میں ہے۔ اے احمربہم خدا کی قسم اگر مجھے یہ خبر پہنچی کہ تم آج کے بعد علم نجوم میں غور و خوض کرتے ہو تو میں تمہیں جہنم باندھنے والے شخص کی طرح کوڑے لگاؤں گا اور بھاری اور اپنی زندگی بھر تمہیں قید میں رکھوں گا اور تجھے بخشش سے محروم کر دوں گا۔ اور جب تک تم زندہ اور میں حکمراں رہا پھر اپنی اسی ساعت میں چلے جس میں اس نے منع کیا تھا۔ اور خواجہ پر فتح پائی اور انھیں ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا ہم نے تو کسریٰ و بقیہ کے بیچ و جمیر کے شہر اور بانی تمام شہر بخومی کے کہنے سے فتح کئے ہیں۔

لوگو! اللہ پر توکل رکھو، اسی سے ڈرو اور اسی پر اعتماد رکھو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر ہم اس ساعت میں چلتے جس کا اشارہ بخومی نے کیا تھا تو لوگ کہتے کہ ہمیں بخومی کے کہنے پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور جانو کہ یہ ستارے تو چراغ ہیں کہ صغیں زینت اور شیا طین کو مارنے کے لیے بتایا گیا ہے اور خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ان سے رہبری لی جاتی ہے۔

اور بخومی تو رسولوں کی ضد میں اور یہ تکذیب کرتے ہیں اس چیز پر جو رسول خدا

کی طرف سے لیکر آئے ہیں۔ یہ قرآن اور شریعت کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ یہ تو ظاہری انسان کا پردہ ڈال لیتے ہیں اور باطنی طور پر بتسبیار کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا کہتا ہے۔ ان کی اکثریت اللہ پر ایمان لائیکادعویٰ نہیں کرتی مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ابن احمس نے کہا اے امیر المؤمنینؑ آپ اس ساعت میں نہ جاتیے۔ آپ نے فرمایا کس لیے وہ کہنے لگا چونکہ قمر در عقرب ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارا قمریان کا! — اور یہ بہترین جواب ہے۔

قصائے حوائج کا تذکرہ؟

حسن بصری نے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے جریر بن عبد اللہؓ بھی سے فرمایا اے جریر خداوند عالم کسی بندے پر کسی نعمت کا انجام نہیں کرتا مگر یہ کہ لوگوں کی حاجتیں اس کی طرف زیادہ ہو جاتی ہیں۔ پس حوائج میں قیام کرے اللہ کی پسند کے مطابق تو اس نے اس نعمت کو بقا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور جو کوتاہی کرے اس میں جسے خدا دوست رکھتا ہے تو اس نے اپنی نعمت کو زوال کے لیے پیش کیا ہے۔

آپ کا کلام والدین سے نیکی کرنے کے بارے میں

کیوں بن زیاد نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنینؑ والدین سے نیکی کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے۔ اور کہتے تھے اے بیٹے! تمہیں ان دونوں سے نیکی کرنا چاہیے کیونکہ ان کی دعائیں معاملہ سنوارتی اور بگاڑتی ہیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں ہمارے اسباتہ نے اس موضوع کے کئی حصے لکھے ہیں

خبر دی۔ (حذف اسناد کے ساتھ) امام حسن بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں ایک رات اپنے والد بزرگوار کے ساتھ طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا جبکہ آواز میں خاموشی اور آنکھیں سوچتی تھیں۔ تو آپ نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا جو دردناک آواز میں کہہ رہا تھا۔ :

یا من یحب المذنب فی الظلم
قد اقام وفداً حول البیت وانتبهوا
هیب لی یجود وقتل الحق وعن جرحی
ان کان عفوک لای جرح ذی سمرت
یا کاشف الضر والبلای مع الالہ
یدعوا وعینک یا قیوم لم تنہ
یا من الیہ الی الحاج فی الحسرت
فمن یجود علی الصالحین مالک
ترجمہ : اے وہ جو تاریکیوں میں مضطرب کی دعا کو قبول کرتا ہے اور وہ جو ضرر و مصیبت اور درد کو دور کرتا ہے۔ سیری بارگاہ میں آیا لے میرے گھر کے گرد سونے کے پتھر بیدار ہو کر مجھ سے دعا کر رہے ہیں اے قیوم ذات حالانکہ تو نہیں سوتا۔ اپنے جرح سخا کے زیادہ عفو سے میرے جرم کو بخش دے، اے وہ کہ حرم میں جس کے پاس حاجی ہیں۔ اور اگر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا میرے عفو کی امید نہ رکھے تو گنہگاروں کو ن کرم کی بارش کریگا !

امام حسن کہتے ہیں کہ مجھے فرمایا اے بیٹا کیا اپنے گناہ پر بلند آواز سے رونا کی آواز تمہیں سن رہی ہے جو اپنے رب سے معافی طلب کر رہا ہے، جاؤ اور اُسے میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا رسول اللہ کے چچا اوبھان بھتیجے بلارہے ہیں۔ وہ کہنے لگا مھٹا و طاعاً یعنی میں ان کے حکم کو سننے اور ان کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے سلام کیا آپ نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد فرمایا تیرا نام کیا ہے۔ کہنے لگا منازل بن لاجق۔ آپ فرمایا تو عرب ہے اس نے کہا کہ ہاں، تو فرمایا تیری کیا حالت اور داستان ہے وہ رونا

اور کہنے لگا کیا قصہ ہے اس کا جیسے کہ ہوں نے (ہلاکت کے) سپرد اور عیبوں نے قید کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا تفصیل سے اپنے حالات بتاؤ۔ کہنے لگا میں ایک نوجوان تھا جو ہوو لعب اور خوشی میں لگا ہوا تھا میرے والد مجھے وعظ و نصیحت کرتے اور کہتے کہ بیٹا جو انی کی بیوی و گویوں اور لغزشوں سے بچو کیونکہ اللہ کی طرف سے عکلمہ اور ایسے انتقامات ہیں جو ظالمین سے دور نہیں جتنا وہ وعظ و نصیحت میں اصرار کرتا میں اسے مارنے پینے پر مصر ہوتا ایک دن اس نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے اسے کافی مارا جس سے اسے تکلیف ہوئی۔ اور اس نے قسم کھائی میں بیت اللہ الحرام کی طرف جاتا اور کعبہ کا غلاف پکڑ کر تیرے لیے بددعا کرتا ہوں پس وہ مکہ میں آیا اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر میرے لیے بددعا کی اور یہ کہا:

يا من اليه اتي الحاج قد قطعوا
ارعن التماسه من قرب ومن بعد
اني اتيتهك يا من لا يجيب من
يدعوه مستاك يا لواحد الصمد
هذا انازل لا يرتد عن عهده
فخذ بحق يا رحمان من وليدي
ومثل منه يقول منك حابيه

ترجمہ: اے وہ ذات کہ حاجی زمین تھام کر نزدیک و دور سے عبور کر کے جس کے پاس آتے ہیں۔ میں تیرے پاس آیا ہوں اے وہ واحد و صمد کہ گڑ گڑا کر دعائیں مانگنے والے کو ناامید نہیں پھٹاتا۔ یہ سنازل میری نافرمانی سے نہیں باز آتے اے رحمان میرا حق نیچے میرے سر پہ بیٹھے سے لیکر دے۔ اپنی قوت سے اس کے جسم کے ایک حقے کو شل کر دے اے وہ ذات جو منترہ سے نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا ہے۔

کہنے لگا خدا کی قسم اس کی دعا ختم نہیں ہوتی تھی کہ مجھ پر یہ مصیبت نازل ہوئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے اپنا دائرہ طریت کا کپڑا ہٹا کر دکھایا وہ خشک ہو چکا تھا۔

کہنے لگا پھر میں اس کو راضی کر نیکی کو شیش میں لگا رہا۔ اور عجز و انکساری ظاہر کرتا رہا۔ اور اس سے کہتا کہ مجھے معاف کر دے۔ اسے مجھ پر رحم آیا اور وعدہ کیا کہ میں اس مقام پر جا کر دوبارہ تیرے لیے دعائے خیر کروں گا۔ میں نے اسے دس ماہ کی حاملہ ناتہ پر سوار کر دیا اور میں اس کے پیچھے چلا۔ جب ہم وادی اور اک میں پہنچے تو ایک درخت سے ایک پرزہ اڑا جس سے اونٹنی ڈر گئی اور اس نے اسے پتھروں کے درمیان گرا دیا جس سے اس کی سرریزہ ریزہ ہو گیا اور وہ مر گیا۔ میں نے اسے وہیں دفن کیا اور مایوس ہو کر آگے بڑھا۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ میں مشہور ہو گیا ہوں کہ باپ کی نافرمانی نے میری یہ حالت کر دی ہے اور میں اسی عذاب میں گرفتار ہوں۔

امام حسنؑ کہتے ہیں کہ اس سے میرے والد گرامی نے فرمایا کہ تجھے بشارت اے میری بھری فریادرسی ہو گئی ہے۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنی تکلیف کی جگہ کو ظاہر کرے۔ آپ نے اس پر کئی بار دعا پڑھی اور اپنے دست مبارک سے اُسے مس کرتے رہے۔ پس وہ تندرست ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔ قریب بھاگتا تھا۔ شخص خوشی سے دیوانہ ہو جائے۔ اس کے بعد میرے والد گرامی نے اس سے فرمایا کہ اگر تیرے باپ نے تجھ سے دعا کرنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تیرے لیے دعا کرتا، پھر فرمایا: بیٹا والدین کی بددعا سے بچو، کیونکہ ان کی دعا سے زیادتی اور حیران بھی ہوتا ہے اور ہلاکت و تباہی بھی!

قوس قزح

سدی نے اپنے بزرگوں سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے ایک دفعہ آسمان کی طرف نظر کرتے ہوئے قوس قزح دیکھا تو فرمایا تم اسے کیا کہتے ہو لوگوں نے عرض کی کہ ہم اسے قوس قزح کہتے ہیں۔ فرمایا ایسا نہ کہنا کرو بلکہ یوں کہو کہ خدا

(قوس) کمان ہے اور عرق ہونے سے امان ہے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ لوگ قوس قزح ذال کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سخت قسم کی غلطی ہے۔ کیونکہ اس کا نام قوس قزح اس لیے پڑا کہ وہ پہاڑ جس سے لوگ مزدلفہ میں کنکریاں اٹھاتے ہیں اسے قزح کہتے ہیں اور اسی کی طرف مشروب ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سب پہلے یہ قوس وہاں دیکھا گیا تھا۔

مناظرہ

شعبی اور ابن مسیب نے روایت کی ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپؐ سے مناظرہ کیا جب لا جواب ہو گیا تو کہنے لگا تم لوگوں نے ابھی اپنے بنی کو وزن بھی نہیں کیا تھا کہ اس میں اختلاف کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا مجھ پر واسع ہو تو جھوٹ بکھا۔ ہم نے رسولؐ میں اختلاف نہیں کیا ہے اور تمہارے تو ابھی دریا کے پانی سے پاؤں بھی خشک نہیں ہوئے تھے کہ موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہمیں ایک خدا بنا دے۔ پس وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

علوم مختلفہ

مختلف علوم میں جو کمالی منشورہ تھے اپنی رائے کے مراداً تو ہم نے ذکر کر لیا اب جو ہم تک آپؐ کے در منقولہ پہنچے ہیں ان کو ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کی طرف جو اشعار مشروب ہیں ان کے متعلق علماء کے ایک گروہ نے جن میں ابراہیم بن محمد علوی ابو القاسم خطیب موصلی اور عمر بن صفائی وغیرہ ہیں۔ انہوں نے اپنی اسناد سے اپنے بزرگوں سے خبر دی اور وہ مختلف فرقوں میں ہیں۔ ان اشعار میں آپؐ کا ارشاد ہے جبکہ آپؐ ولید بن عتبہ کے مقابل میں جنگ میں آئے اور اسے قتل کیا۔

الم تر ان الله اسبى رسوله
 بها انزل الكفار دار مدله
 داعسى رسول الله قد عرفت صوره
 فجاوب بيهان من الله مستبى
 فامن اقوام بذاك واليقنوا
 وانكر اقوام فرالت عقولهم
 وامكن منهم يوم سدر رسوله
 بايد بهم بيق خفات حيوتها
 فكم جد لوا من دائن ذى حمية
 تبديت عيون النائمات عليهم
 نواح تنهى عتبة الغى وابنه
 تنهى ابن جدعان وذا الرجل بعده
 ترى منهم فى بئر بدر عصابة
 فاصحرا لى دار الجحيم شرارة

بلا عن عزيزى اقتدار ودى فضل
 قد انورنا من اسرار ومن فضل
 وكان رسول الله ارسل بالعدل
 مبينة اياته وذوى العقل
 فاسويهم الله عجب الشبه
 وزادهم الرحمن خيلا على خيال
 وقوماً عتصاما فذلهم احسن الفعل
 وقد زنبوها بالجلال وبالعدل
 صريحا ومن شيخ كبير ومن كهل
 مجتودا سباب الرشاش وبالويل
 وشيبة تنغاد وبتكى ايا جهل
 سبله جوى مبينة المشكل
 زدر خجالات فى المحروب وفى العلم
 من الذل والاعلال فى اسفل السف

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اپنے رسول پر احسان کیا وہ احسان ایسی ذات کا
 جو عزیز صاحب اقتدار اور صاحب فضل تھا۔ کفار کو مقام ذلت میں جگہ دی جواری کا
 قید و قتل سے اکھڑنے چکا۔ رسول اللہ کی مدد عزت دار بتایا نوالی تھی اور وہ عدل
 انصاف کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ اللہ کی طرف سے روشن برہان لیکر آئے جس کے
 علامات صاحب عقل کے لیے واضح تھیں۔ ایک گروہ ایمان لایا اور اس نے یقین کر
 اور الحمد للہ ان کی پرانگی دور ہو گئی۔ اور ایک گروہ نے انکار کیا ان کو عقل زائل
 خدا نے جن نے ان کی بیوقوفی میں زیادتی کر دی۔ بدر کے دن رسول اور ایک ایسی قوم

غلبہ دیا جو ان پر غضبناک اور بہترین افعال بجا لانی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں ایسی
تواریخ تھیں جن کے پیام خفیف اور وہ جلاہ و صیقل سے مزین تھیں انھوں نے
کہتے ہی بوڑھوں اور جوانوں کو جو گمراہ اور مستعصب تھے پھپھاڑ دیا۔ نوچہ کر نیوالوں کی
آنکھیں ان پر کھم وزیاد آتشوں کا پینہ برسائی تھیں۔ وہ نوچہ گمراہ عتبہ اور اس کے
بیٹے شیبہ کی موت کی خبر دیتی اور ابو جہل کی موت پر روتی تھیں۔ ابن جبرعلان اور
اس کے بعد سبلہ کی موت کی خبریں سنائی تھیں یہ ظاہر کرتی کہ ان کے بیٹے مارے گئے
بچتے بدر کے کنوئیں میں ایک جنگجو اور جیلہ باز بہادر دل کا گروہ پڑا ہوا نظر آئیگا۔ جہنم کے
اسفل الساقین طبقے میں بیٹھ لوں اور ذلت کے ساتھ وہ رہ رہے ہیں۔

ذیل کے اشعار آپ نے جنگ احد کے دن ارشاد فرمائے جبکہ کفار نے کہا کہ ہم نے
مخمس سے اپنا بدلہ لے لیا۔

اللہ ربی وھو الواحد الصمد	نہ میں شریک نہ حکمہ احد
وہی صمد اللہ من والا لا معتمد	وہی حق الکافرون انعم اذ عندا
ومن قتلہ علی ما کان من دخل	فانہم طابقوا خیرا و قد سعدا
لہم جنان من البرد و من طیبہ	لا یعنویہم بہا حرو ولا سورا
قوم و ذوال رسول اللہ و احسنہوا	شم العد انین فہم حمتہ الاسد
لیسوا کفنادکم منا اللہ اذ غلہم	نار الجحیم علی ابوابہا رسل

ترجمہ: اللہ میرا رب ہے وہ بے نیاز ہے حکم کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں خدا اس
کی مدد کرتا ہے جو اس پر اعتماد کرے اور اس سے مدد طلب کرے اور کافروں کو ان کے
عداوت کی بنیادیں دیا جاتا ہے۔ اور جنہیں تم نے قتل کیا کینہ کی بنیاد انھوں نے خیر کی مطلق
کی اور سعادت مند ہوئے ان کے لیے جنت فردوس کے پاکیزہ باغات ہیں جہاں انہیں
گرمی اور سردی محسوس نہیں ہوگی وہ ایسی قوم ہے جنہوں نے وفا کی رسول سے قرب الہی اکیلے

جنگ کی وہ عزت مند رہیں جن میں سے حمزہ شیر خدا ہیں۔ وہ مختارے مقتولوں کی طرح نہیں
کہ جنہیں اللہ نے جہنم کی آگ میں ڈالا ہے جس کے دروازہ پر پیر ہیں۔

قتاعت کے متعلق فرمایا :

لا تحسبن لم مخلوق طمعاً فان ذاك مضمونك بالدين
واستوزق الله صفا في خزائنه فان ذاك بين الكاف والنون
ترجمہ: مخلوق کے سامنے لالچ کرتے ہوئے نہ جھک۔ یہ بات میرے دین کیلئے مضر ہے۔
اللہ سے اس کے خزانہ میں سے رزق طلب کر کیونکہ وہ کاف و نون کے درمیان ہے۔
نیز قناعت کے متعلق ارشاد فرمایا :

اعتن عن المخلوق بما الخالق تعن عن الكاذب والصادق
واستوزق الرحمن من فضله فليس غير الله حسن رازق
ترجمہ: خالق کے سبب مخلوق سے بے پرواہ ہو جا۔ جھوٹے اور سچے سے بے پرواہ ہو جا۔
خدا سے رحمان سے اس کے فضل و کرم سے رزق طلب کر کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی رازق
ہے۔

من ظن ان الناس يغفون له لم يك بالرحمن با السواثق
او ظن ان الوزق في كفه زلت به الغلان من خالقه
ترجمہ: جو یہ گمان کرے کہ لوگ اسے تو تکر بنا دیں گے اسے خدا نے ہر ان پر وثوق نہیں
یا گمان کرے کہ اس کا رزق اس کے قبضے میں ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو بلند
سے گرے۔

نہایت دنیا میں آپ کی طرف یہ شعر منسوب ہے :

ومن يصحب الله بياكف مثل قابض على الماء فانت فزوج الاصاب
جو دنیا کو اپنا سا بھتی بنا لے وہ اس شخص کی طرح ہے جو پانی کو اپنی مٹھی میں بند کر رہا ہو کہ

انگیوں کے شگاف اسی سے خیانت کریں گے۔

نیز اسی مقصد میں یہ شعر بھی ہے :

ما الدھر الا یقظۃ ونوم ولیلة بینہا ونوم

زمانہ بیداری اور نیتد کا نام ہے جس کے درمیان رات اور دن ہوتے ہیں۔

یعیش قوم ویسوت قوم والدھر قاضی ماعلیہ یوم

ایک گروہ زندگی حاصل کرتا ہے ایک مرجاتا ہے زمانہ ایسا قاضی ہے کہ جسے ملامت نہیں کی جاسکتی۔

نیز اسی مقصد کو اس شعر میں ادا کیا ہے۔

دنیا محول بالہامی کل یوم مرتین فغدوہا لتجھج ورداحہا شائبین

دنیا اپنے رہنے والوں پر دو دن حالتیں بدلتی ہے صبح اکس کو جمع کر دیتی ہے اور

شام انھیں جدا کر دیتی ہے۔

ذیل کے شعر بھی آپ کی طرف منسوب ہیں :

ولسوانا ازمتنا ترکنا لکان الموت راحت کل حی

اگر مرنے کے بعد ہمیں چھوڑ دیا جاتا تو موت ہر زندہ کیلئے باعث راحت ہوتی

ولکننا اذا متنا یعشنا ونسئل بعد لاعن کل شی

لیکن جب ہم مرتے ہیں تو دوبارہ ہمیں زندہ کیا جاتا ہے اور ہر چیز کے متعلق ہم سے سوال ہوتا ہے

قناعت کے متعلق فرمایا :

رسن البلاء للبلاء علافتہ ان لا تری لک من ہواک نزع

مصیبت اور مصیبت کی نشانی یہ ہے کہ تو اپنی خواہش نفس کو نہ چھوڑے

العبد عبد النفس فی شہر استہا والحریشع تاوہ یجوع

غلام تو وہ ہے جو خواہشات نفس کا غلام ہو اور آزاد شخص کبھی سیراؤ کبھی بھوکا رہتا ہے

نیز اسی کے متعلق فرمایا:

صَابِرًا لِّفَقْرَةٍ يَّجْلِبُهَا وَمَبْذُلًا لِّوَجْهِهِ مَبْذُلًا
انسان کا حالت فقر میں صبر کرنا اُسے جلیل القدر بنا دیتا ہے اور اس کا اپنی آبروریزی کرنا
اسے ذلیل کر دیتا ہے۔

الْحَبْوُ لِلْجَالِغِ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

امام غزالی کی کتاب سر العالمین میں میں نے دیکھا ہے کہ اس نے ذیل کے اشعار
کی نسبت آپ کی طرف دی ہے۔

السرعة في زمن الاقبال كالشجرة
وحولها الناس ماوات بها الشجرة
بخت و اقبال کے زمانہ میں انسان کی مثال درخت کی ہے کہ لوگ اس کے گرد جمع رہتے ہیں۔
جب تک اس میں پھل موجود ہو۔

حق اذا ما عرت من حملها انصرفت
عنها عمرا وقد كانوا بها بسورة
جب وہ پھل سے عاری ہو جاتا ہے تو لوگ اس سے نافرمانی کرتے ہوئے مڑ جائیں گے حالانکہ
پہلے اس سے نیکی کرتے تھے۔

وهما لو قطعها من بعد ما شققوا
وهما اعليها من الاريح والعنبر
وہ اس کے کاٹنے پر تیار ہو جائیں گے بعد اس کے کہ ایک زمانہ تک اس پر ہوا اور عنبر
پڑنے سے بھی ڈرتے تھے۔

قلت مروات اهل الارض كاهم
الا اهل فلان من العش من عشري

میں کہتا ہوں چند اشخاص کے علاوہ تمام اہل زمین کی مروت مروت کے عشر عشر بھی نہیں۔
 لا یتحدن امرًا حتی یتجویہ فربہا لہم یوافق خیر خمسہ
 جب تک کسی شخص کا تجربہ نہ کر لے اسکی تعریف نہ کر اکثر اوقات اس کا تجربہ اسکی دی ہوئی
 خیر کے موافق نہیں ہوتا۔

قد رفقنا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اذا عقد القضا علیک عتدا فلیس بحیلہ الا القضا
 جب قضا و قدر پر سے اوپر کوئی گمراہ لگا دے تو پھر اسی کو قضا کے علاوہ کوئی نہیں کھول سکتا
 فمالک قد اتمت سداد ذل وارحم اللہ واسعه قضا
 تجھے کیا ہو گیا کہ تو ذلت کے گھر میں مقیم ہو گیا ہے حالانکہ اللہ کی زمین کی قضا وسیع ہے۔
 تبلغ بالیسیر فکل شئی من الدنیا یكون له انقضاء
 تو تھوڑے سے زاد راہ سے مقصد کو پالے گا اور دنیا کی ہر شے فنا ہوئی والی ہے۔

نیز اسی مضمون کے متعلق فرمایا:

للتاس حرص علی الدنیا بتدبیر وصفوہا لک محروج بتکدیر
 لوگ تدبیر کے ساتھ دنیا پر چریں ہیں حالانکہ دنیا کا صاف پانی گدے سے ملا ہوا ہے۔
 لہم یرزقواہا من رزقوا لکمما رزقواہا بما مقتا دیر
 یہ رزق ان کی عقل کی بنا پر نہیں ملا بلکہ تقدیر کی وجہ سے ملا ہے۔

لورکان عن فتوة او عن مخالطة طار الیبراہ بارزاق العصابیر
 اگر رزق قوت و طاقت یا مخالطہ کی وجہ سے ہوتا تو باز چڑیا کا رزق لے اڑتا۔
 اسی سلسلے میں فرمایا:

الا یكون فلا یكون بحیلة ابدا و ما ہو کائن سیکون
 جس چیز کو نہ ہونا ہے وہ حیلے بہانوں سے نہیں ہوگی اور جسے ہونا ہے وہ ہو کر رہے گی۔

سیکون ماہو کائن فی وقتہ واخوابہا لہ متعب محزون
جو چیز ہو تو الی یہ ہے وہ اپنے وقت پر ہو جائیگی اور جاہل اپنے آپ کو تعب و محزن میں
ڈالے رہتا ہے۔

یسعی القوی تلا ینال لیسعہ خطا وید رک عاجز موہون
طاقت و رکوشش کرتا ہے لیکن کوشش سے اپنا حصہ نہیں لے سکتا۔ اور عاجز و حقیر
اسے پالیتا ہے۔

علم کی مفصلیت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

التاس من جہۃ المثال اکنا ابوہم ادم والام حواء
لوگ شکل و شبابیت میں برابر ہیں ان کے باپ آدم اور ماں حوا ہیں۔

وان یکن فلم من اصلہم شوقاء یقاخرون بہ قالطین والسما
اگر ان کی اصل میں کوئی مشرت ہے کہ جس پر وہ فخر کریں تو وہ مٹی و ریانی ہے۔

مالعمر الا لاهل العلم انہم الی الہدیٰ لمن استہدیٰ اولاد
مخضرت صاحبان علم کے لیے ہے جو ہدایت حاصل کر نیوالوں کے لیے رہبر ہیں۔

وقبۃ المرع ما فتد کان یحتہ والی اہل العلم اعداء
انسان کی قیمت وہ چیز ہے جو اسے حسین بنا دیتی ہے جاہل اہل علم کے دشمن ہیں۔

اور آپ نے فرمایا:

قلا تعجب اذا الجمل وایاک وایاک فکم من جاہل اودی حلیما حین اخاء
جاہل کو اپنا سا بھائی نہ بنا اور اس سے بچ کر رہ کئے جاہل ہیں کہ بھنوں نے صاحبان علم کو ہلاک کر دیا
جب ان کے ساتھ ان کا بھائی چارہ ہو گیا۔

یقاس المرع بالمرع اذا المرع ماشا ولاستواء الی الشیء علامات واشیاہ
جب دو شخص ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوں تو ایک کا دوسرے پر قیاس کیا جاتا ہے ایک۔

ایک چیز دوسری کی علامت اور شبیہ ہوتی ہے

والقلب علی القلب دلیل حین یلقا

اور ایک دل دوسرے کا رہبر ہوتا ہے جب ملاقات ہو جائے

رسول اکرمؐ کی وفات پر یہ اشعار آپؐ نے کہے :

الاطرق النائی بلیل فتواعنی وارفتنی لہا اسفل متادیا
موت کی خبر دینے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا اور مجھے رقت طاری
ہوئی جب وہ پکارنے لگا۔

فقلت لہ لما رثیت الذی اغیر رسول اللہ ان کنت ناعیا
جب وہ خبر دینے لگا تو میں نے کہا کہ تو رسول اللہؐ کے علاوہ کس کی موت کی خبر دیتا ہے۔

فحق ما شفقت منہ ولم یبیل وکان خلیلی ہدائی ورجائی
اس نے اس بات کو ثابت کیا جس سے میں ڈرتا تھا اور کوئی پرواہ نہ کی، حالانکہ آپؐ میرے دوست
پشت پناہ اور جائے امید تھے۔

فواللہ ما انکاح احد ما حدث بی العیس فی ارض وھا وزنت وادیا
پس خدا کی قسم اے احمد مجھ پر آپؐ کو نہیں بھولوں گا جب تک زندہ رہا۔

لیک رسول اللہؐ جلیات طیبہ ویک علی الاسلام عن کان باکیا
مدینہ میں رہنے والے رسول اللہؐ پر روتیں اور اسلام پر گریہ کریں جو دنا چاہتا ہے۔

شعبی کہتا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امیر المؤمنینؓ رسول اللہؐ کی قبر پر کھڑے ہوئے
اور کہنے لگے آپؐ کے علاوہ کسی پر حزن و غم کرنا قبیح ہے اور آپؐ کے علاوہ کسی کے
فقدان پر غم کرنا جمیل ہے۔ فرمایا :

ما فاض دما ہی عندنا زلۃ الا جعلتک للیبکا سببا

کسی مصیبت میں میرے آنسو نہیں بہتے مگر یہ کہ اپنے رونے کا سبب آپؐ کی جدائی کو قرار دیتا ہوں

وَاِذَا ذَكَرْتَكَ سَامِعَتَكَ بِهٖ مَنِ الْخَيْرُ خَفَاضُ وَالْمُسْكِبُ
جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھیں برسنے لگتی ہیں۔

اِنِّ اَجَلَ مَشْوٰی حَلَّتْ بِهٖ اِنَّ لَا اَرٰی سِوَاہٖ مَكْتَبًا
میری نظر میں وہ مقام اس سے جلیل ہے کہ جہیں آپ اترے ہیں کہ میں اس مقام پر
حرین و مفہوم نظر نہ آؤں۔

آپ نے فرمایا: (دُنیا کے بارے میں)

مَا احْسَنَ الدُّنْيَا وَاَقْبَالَہَا اِذَا اطَاعَ اللّٰہُ مِنْ تَالِہَا
دُنیا اور اس کا اقبال کس قدر اچھا ہے اگر اللہ کی اطاعت کرے وہ شخص جسے دُنیا مل گئی
ہو نہ ہم یحیٰس الناس من فضیلتہا عرض للادبار اقبالہا
جو شخص اپنی بخت سے لوگوں کی مدد نہ کرے تو اس نے دُنیا کے اقبال کو ادبار کے سپرد کر دیا
فاحذر الفقر یا ذالغنی واعظم من الدنیا من تالہا
اے تو غلو فقر کے آنے سے بچ اور جو بھٹو سے دُنیا کی بخشش طلب کرے اسے عطا کر۔

فَاِنَّ ذَا الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ الْجِزَاءُ یُضَعْفُ لِلْحَبَّةِ امثالہا
بیشک صاحب عرش عظیم بلا دینے والا ایک دانہ کے کئی دانے اس جیسے بنا دیتا ہے
اور ابن عباس نے کہا ہے جیسا کہ عوفی نے ان سے روایت کی ہے کہ امیر المؤمنین
نے ذیل کے شعر پڑھے اور آپ سے سورہ فاتحہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ دے فرمایا
کہ یہ سورہ عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے اس سے نازل ہوئی۔ اگر میرے سامنے منہ
علم بچھا دی جائے تو میں اس سورہ کے فضل کے بارے میں ایک اونٹ کا بار ذکر کر
اور قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ کب اور کس بارے میں اترتا
ہے پھر یہ اشعار کہے:

اِذَا الْمَشْکَلَاتُ تَعْدٰی لٰی کَشَفَتْ حَقًا مَقَامَ الْمَقَلِّ

جب مشکلات تیرے درپے ہوں تو میں نظر و فکر سے ان کے حقائق کو منکشف کر لیتا ہوں
 وان بسوت فی خلال الصواب عیاء لا تقتر منین
 اگر صحیح نظریہ فکر کے درمیان بجلی جہالت کی چمکے تو بھی مجھے فکر لاحق نہیں ہوتی۔

مقتنہ بعیون الاعبور وحضت عایہا فقہین الدور
 وہ امور جن پر نقاب پڑے ہوئے ہیں میں ان پر نقیض ہوتی (الفاظ) رکھ دیتا ہوں۔

لساناکشفشقه الا رجی اور کا الحسام اذا سطر
 دور آنکھ لیکہ زبان مثل شقشقه (مستی کے دوران اونٹ کے منہ سے جو کھن نکلتا ہے) ہے یا کاٹنے
 والی تلوار کی طرح۔

ولست بافعہ فی الرحبال اسائل هذا ذوالا الخسیر
 اور میں ہر شخص کے پیچھے جاؤں گا نہیں کہ اس سے یا اس سے پوچھتا پھر دوں کہ فلاں بات کیسی ہے
 ولکنی صدرة الاصفرین وجلاب خیر و دافع شر
 لیکن میں تو دل و زبان کا خطیب خیر کو کھینچ کے لائیں والا اور شر کو دور کر دین والا ہوں۔
 اور صبر کے بارے میں فرمایا:

ولربما نطق العقی فنافست فیہ العسیرات وامنہ لمہوہ
 اور بعض اوقات انسان بولتا ہے اور آنکھیں اسکو دیکھنا پسند کرتی ہیں حالانکہ وہ گنگ ہوتا ہے
 ولربما سکت العقی عن خوصہ حذر الجواب وامنہ لمہوہ
 اور بعض اوقات انسان خاموش ہو جاتا ہے دشمن کے جواب کے خوف سے حالانکہ وہ بول سکتا ہے
 ولربما صبر العقی عند الاذی وفترا ذل من حمیرہ ویتشاورہ
 اور بعض اوقات انسان تکلیف کے وقت صبر کرتا ہے حالانکہ اسکا دل اس تکلیف کی گری سے
 آہیں بھر رہا ہوتا ہے۔

اسی مضمون کے متعلق فرمایا:

یمثل ذوالاب فی نفسہ مصائبہ قبل ان تنزل
عقلہ انسان مصائب کے آنے سے پہلے اپنے نفس میں ان کی تصویر کشی کرتا ہے۔

فان نزلت بغتۃ لم تتوعد لها کان فی نفسہ مثلاً
جب مصائب اچانک اس پر وارد ہو جائیں تو ان سے نہیں گھبراتا کیونکہ انکی تصویر اس کے
دل میں موجود ہوتی ہے۔

راعی الاھل یغضی الی الآخر مصیر الخسرۃ اولاً
وہ سمجھتا ہے کہ ایک چیز دوسری تک پہنچاتی ہے تو پہلی چیز کی وجہ سے دوسری پر صبر کرتا ہے۔

وذوالجہل یا من امیاء دینی مصارع من متداخلاً
اور جاہل شخص زمانہ سے مامون ہو جاتا ہے اور گزرے ہوئے لوگوں کے بھڑنے کو بھول جاتا ہے
فان سندھتہ صراوت الزمان ببعض عجائبہ اعول
اگر گردش دہرا سے اپنے بعض عجائب میں اچانک گھیرے تو رونے لگتا ہے۔

ولو قدم الصبر فی نفسہ لعلمہ الصبر حسن البلاء
اور اگر وہ پہلے سے اپنے نفس کو صبر بتائے تو صبر اسے مصیبت کو خوبصورتی سے نبھانا سکھادے۔
شعبی کہتا ہے کہ امیر المومنین نے ایک شخص کو چلتے ہوئے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کو
حرکت دیتا اور سنا زخروں سے چل رہا تھا تو آپ نے فرمایا:

یا مورتی الدنیا علی دینہ والتاثر الخیران فی قصده
اے دنیا کو دین پر ترجیح دینے والے اور اپنے مقصد میں حیران و پریشان

اصبعت ترجوا الخلا فیہا وقد ابوزناب الموت من حدہ
تو دنیا میں ہمیشہ رہنے کی امید رکھتا ہے حالانکہ موت نے اپنے دانت حد سے باہر نکالے ہوئے ہیں

ہیسات ان الموت ذورسہم من یرعہ بہا یودہ
دنیا کی بقا دور ہے موت کے ایسے تیر ہیں کہ جسے ان سے ڈرتی ہے اسے داپس پٹا دیتی ہے۔

لا یشرح الواعظ قلب اہل ہر لیتہم اللہ علی وشدہ
وعظ کرینوالا اس شخص کے دل کو نہیں کھول سکتا جسکی ہدایت کا خدا عز و جل نہ رکھتا ہو
آپ نے اسلام پر گریہ کرنے کے متعلق فرمایا :

لبیک علی الاسلام من کان باکیا فقد ترکتم اركانہا و معالمہا
جو روٹا چاہتا ہے وہ اسلام پر روئے کیونکہ اسلام کے ارکان اور علامات چھوڑ دیے گئے ہیں
فقد ذهب الاسلام الا بقیۃ قلیل من الدنیا الذی ہولاء و فہ
کھوڑے سے اسلام کے علاوہ باقی ختم ہو گیا ہے وہ لگتے قلیل ہیں جو اسے اپنائے ہوئے ہیں
آپ نے راز کو چھپانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا :

ولا تقش سرک الا ایک فان لکل نصیحا نصیحا
اپنے علاوہ کسی کے سامنے اپنا راز فاش نہ کر کیونکہ ہر نصیحت کرنے والے کے لیے ایک نصیحت کرینوالا ہے
فانی و شیت عنواۃ الرجال ولا تری کون او یہا نصیحا
کیونکہ میں نے گمراہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ کسی شخص کو صحیح نہیں رہنے دیتے۔
زمانہ اور دوستوں کی مذمت میں فرمایا :

ہذا زمان لیس اخوانہ یا الیہا المرء باخوان
یہ ایسا زمانہ ہے کہ اس کے بھائی سچے بھائی نہیں اسے شخص

اخوانہ کلہم ظالم لہ لسانان دو جہات
اس زمانہ کے سب دوست ظالم ہیں ان کی دو زبانیں اور دو رخ ہیں۔

یلتاک بالبشر فی قلبہ داعی و ادیب سبکتہا
مجھ سے کشادہ رونی سے ملتا ہے لیکن اس کے دل میں بیماری ہے جس نے اسے چھپا رکھا ہے۔

حتی اذا ما غبت عن عینہا رجاک بالزور و بہتان
جب بھی تو اسکی آنکھ سے اہوا تو جھوٹ اور بہتان کی کبریاں بچھہ پکڑے گا۔

هذه ازان هكذا امهله تعز عن روث انسان
اس زمانہ والے ایسے ہی ہیں، تو کسی انسان کو دیکھ کر ہی دھوکا کھاتا ہے۔

اپنے مکارم اخلاق کے متعلق فرمایا:

ان المكارم اخلاق معدودة قال عقل اولها والعلم ثانیها

مکارم گئے چنے اخلاق کا نام ہے پہلا ان میں سے عقل اور دوسرا علم ہے

والحلم ثالثها والعرف رابعها والعفو خامسها والصبر سادسها

بشیرا علم چوتھا نیکی، پانچواں عفو و بخشش، اور چھٹا صبر ہے

والعین تخبر عن عین مورثها انكان من حزیها او من اعدایها

آنکھ اس سے بات کرینوالے کی خبر دیتی ہے کہ آیا اسکے دوستوں یا دشمنوں میں سے ہے

والنفس تكلف السديا وقد علمت ان السلافة فیها ترك ما فیہ

نفس دنیا کے لیے تکلیف اٹھاتا ہے حالانکہ اسے علم ہے کہ جو کچھ ہمیں ہے اسے بھڑجاتا ہے

دیکھنے کے بارے میں فرمایا:

وكبر نظرة آوت الى القلب شروكة فاصبح منها القلب في الهلكات

کستی نگاہیں ہیں جو دل کی طرف شہوت کو کھینچ لاتی ہیں جن سے دل ہلاکتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے

ابو لہب کی مذمت میں فرمایا:

ابا لہب بقت ید اک ابی لہب رقت ید اہاتلک حیاۃ الخطا

اے ابی لہب تیرے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس عورت کے ہاتھ جو کڑیاں اٹھانے والی ہے

خدا مت نبیا خفی من وصی العطا فکنت کن باع السلاصۃ یا العطب

تو نے نبی کو چھوڑ دیا جو زمین پر چلنے والوں میں بہترین ہے اور سلامتی کو ہلاکت کے بدلے فروخت

ورقت ابی جہل فاصبحت متابعاً لہ وکذا اک المراس یقعہ الذن

تو ابو جہل سے ڈر گیا اور اس کا تابع بن گیا اور دم سر کے جی تابع ہوئی ہے۔

فصبح ذاک الامر عاراً یهیلها علیک صبیح اللہ فی موسم الترویج
 چیز تیرے لیے تنگ و عار ہے جسکو ظاہر کرتا ہے اللہ کی محبت پیش کرنا والا موسم حج میں عرب کے سامنے
 و لو کان من یغض الاعادی محمد حمایت عتاء بالراح و یا القصب
 اگر محمد تیرے دشمن ہوں تو بھی تجھے انکی نیزے اور تلوار کے ساتھ حمایت کرنی چاہیے تھی۔
 آپ نے فرمایا جبکہ آپ عمر بن عبدور کے مقابلے میں نکلے اور عمرو خذقی کے دن
 میدان جنگ میں آیا اور مبارز طلب ہوا لیکن اس کے مقابلے میں کوئی بھی نہ نکلا تو عمرو
 نے کہا:

ولقد بحرت من النداء لجمع حکم هل من عسار
 تمھاری جماعت کو آواز دیتے دیتے میری آواز بیٹھ گئی کہ کیا کوئی مبارز ہے
 ووقفت اذ حین الشجاع مواقف القوت المناجز
 میں ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں شجاع بزدل ہو جاتا ہے جو مقام ہے جنگ کو نیر الہ حریف کا
 ان کذا الک لہ ازل مقسری یخوالہوا ہز
 اور میں ہمیشہ جنگوں کی طرف جلدی کرتا ہوں

ان المشاعسة للفستی والجود من خیر الخسائر
 کیونکہ شجاعت اور سخاوت جو ان کی بہترین عادات میں سے ہیں
 پس رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ جاد اس کے مقابلے میں اور میری تلوار ذوالفقار
 لے جاؤ آپ نے دعا کی تو حضرت علیؑ اس کے مقابلے میں نکلے اور فرمایا:

لا تعجلین فقد اتاک عجیب صوتک عنیر عاجز
 جلدی نہ کر تیری آواز کا جواب دینے والا آگیا جو عاجز و کمزور نہیں۔

ذو یسنة وبصيرة والصدق من جاکل منائر
 جو نیک نیت اور صاحب بصیرت ہے اور سچائی پر کامیاب ہوئی اے کیلئے نجات کی جگہ ہے

ان لا وجوات اقسم عليك نائحة الخبائث
میں امید کرتا ہوں کہ بچہ پرنوحہ کہ منوالی عورتوں کو کھڑا کر دوں گا جو جنازوں پر نوحہ کرتی ہیں۔

من ضربة بجلاء يسمع عند ناحوت الهوا هن
ایسی وسیع ضرب کے ساتھ کہ جس کے پڑنے کے وقت تمام جنگوں کی آواز آنے لگے گی۔
پھر دونوں طرف سے وار چلے تو حضرت علیؑ نے عمرو کو قتل کر دیا پھر واپس لوٹے ہوئے کہہ رہے تھے۔

اعلى يقتحم الفوارس هكذا وتتوعد عنها اسرى وصحابى
اے علیؑ شاہسوار اسی طرح میدان جنگ میں گھس جاتے ہیں اور میرے قبیلہ والے اور صحابی دور ہٹتے ہیں۔

علمه بن عبد حنين البصر صا حى يهتزان الاهر غير لعاب
عبدود کے بیٹے کو معلوم ہو گیا جب انہوں نے میری کاٹنے والی تلوار کو حرکت کرتے دیکھا کہ یہ بات کھیل نہیں۔

عبد الحجاره من سقاته رايه وعبدات رب محمد بصوات
اس نے اپنی اہم قاتلہ رائے سے پتھر کی عبادت کی اور میں نے درست رائے سے محمدؐ کے رب کی عبادت کی۔

لاحتسبوا الرحمن خا ذل دينه وشيئه يامعشر الاحزاب
اے گروہ احزاب! نہ کہنا کہ خدائے رحمن اپنے دین اور نبی کو چھوڑ دینا اور مدد نہیں کریگا۔

وفاء حنظلان

علماء تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ اپنے قاتل کی تاخیر کا اظہار کرتے اور فرماتے، کب اٹھے گا اس امت کا بدترین شخص۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے۔

دعوت اسناد کے ساتھ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اسے علیؑ کیا جانتے ہو کہ اولین کا بدترین شخص کون تھا۔ میں نے عرض کی کہ خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا دناۃ (صلح کی کوئٹھیں کاٹنے والا)۔ پھر فرمایا جانتے ہو کہ آخرین کا بدترین کون ہے میں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا جو اس کو اس سے خضاب کر گیا۔ یعنی تیری دائرہ کی دوسرے خون سے! نیز یہی روایت احمد کے بیٹے عبداللہ نے اپنی کتاب زہد میں اپنی سند سے اپنے باپ سے نقل کی ہے اور امام احمد نے سنن میں کہا ہے (دعوت سند کے ساتھ) زید بن وہب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کی خدمت میں اہل بصرہ کے خارجیوں کا ایک وفد حاضر تھا ان میں ایک شخص تھا جس کا نام جہد بن نعبہ تھا۔ تو وہ (غیث) آپ سے کہنے لگا خدا سے ڈرو آپ مرنے والے ہیں آپ نے فرمایا بلکہ میں شہید ہونے والا ہوں اس پر ضرب لگے گی جس سے یہ خضاب ہوگی یعنی ریش مبارک سر کی ضرب سے۔ یہ ایک عہد کیا گیا ہے اور فیصلہ ہو چکا ہے اور غائب و حاضر ہے وہ جو افترا باندھے ابو نعبہ نے آپ کے لباس کی دہشتی پر آپ کو عتاب کیا تو فرمایا یہ تکبر سے دور اور اس قابل ہے کہ مسلمان اس کی اقتدا کریں۔

امام احمد نے سنن میں کہا ہے (دعوت اسناد کے ساتھ) فضالہ بن ابوفضالہ انصاری سے روایت ہے اور یہ ابوفضالہ اہل بدر میں سے تھا۔ فضالہ کہتا ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت علیؑ کی عیادت کے لیے گیا۔ اس مرض میں جسمیں آپ مبتلا ہوئے اور پھر اس سے صحت یاب ہو گئے تھے تو میرے پاس آپ سے کہا کہ آپ جہینہ کے اعراب میں قیام کیوں گئے ہوئے ہیں آپ مدینہ کی طرف نہ کوچ کیجئے، اگر آپ کی اجل آگئی تو آپ کے سامعی اور قرآن کے قاری آپ کے متولی بنیں گے اور آپ پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہوں اگر تم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک یہ اس سے خضاب نہیں ہوگی۔ یعنی آپ کی ریش مبارک سر کے خون سے یہ ابوفضالہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی

معیشت میں شہید ہو گئے۔

اور یہیں (مؤلف) میرے جدِ مادری ابو الفرج نے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ)
ابو طفیل عامر بن واثلہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا۔ تو
عبدالرحمن بن بلعم مرادی بھی آیا۔ آپ نے دو مرتبہ اس سے واسپ کیا۔ پھر وہ آیا تو آپ نے
فرمایا اس امت کے شقی ترین کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ خطاب کرے یا نہ کرے اس کو
اس سے۔ پھر آپ نے یہ دو اشعار تمثیل کے طور پر کہے:

استند و حیا ز مہکت للموت فان الموت لا قیسک
ولا یخزع عن السموت اذا حل بسوا دیکک
(اپنی کموت کے لیے مضبوطی کے ساتھ کس لیے کیونکہ موت بھرتے ملاقات کرنے ہی
والی ہے اور موت اسے نہ گھبرا دے تیری وادی میں آکر اترے)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ابن بلعم کو دو یا تین مرتبہ واسپ کیا پھر اس کی
بیعت لے لی۔ اس کی بیعت کے وقت فرمایا اس امت کے شقی ترین شخص کو کس نے روک
رکھا ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ ضرور اس کو اس
سے خطاب کریگا۔ اور آپ نے اپنا ہاتھ پیش مبارک اور سر مبارک پر رکھا اور منہ جہر
بالاد و نون شمر کہے۔

اور ابن سعد نے کہا ہے حذف اسناد کے ساتھ کہ آپ کی خدمت میں قبیلہ مراد کا
ایک شخص آیا جب کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے تو کہنے لگا اپنی حفاظت کیجئے کیونکہ
قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ
دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں جب تک اس کی تقدیر نہیں آتی اور
جب تقدیر آجاتی ہے تو وہ اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اجل ایک حفاظت کرنے
والی ڈھل ہے۔

ایک اور روایت آپ سے ہے آپ نے فرمایا میری آنکھ لگ گئی تو رسول اکرمؐ میرے سامنے آئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا معیبتیں ہیں نے آپ کی امت کے بیٹھے بن اور جھگڑوں میں پائی ہیں تو فرمایا ان کے لیے بدو عاکرو تو میں نے کہا کہ خدا ان کے بدلے مجھے اُن سے بہتر دے گا اور میرے بدلے خدا انہیں برائی دے گا پس چند دن بعد ابن جهم نے آپ کو ضربت لگائی۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے مرادی (ابن جهم) سے کہا جب وہ آپ سے عطا لینے کے لیے آیا:

ارید جاشہ و سیرید نقتل خدیجک عن خلیاک من عسادی
میں اس پر بخشش کرنا چاہتا ہوں وہ میرا قتل چاہتا ہے میرے مرادی ساتھی سے کون تیرا
عذر قبول کرے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن جهم نے کہا اسے امیر المومنین مجھے ایک گھوڑا سواری کے لیے عطا فرمائیے۔ آپ نے اپنی گھوڑا اسے دیا۔ وہ اس پر سوار ہو کر حب داہن مڑا تو آپ نے مندرجہ بالا شعر فرمایا۔

ابو سعد کہتا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تم میں سے بدترین شخص کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ آئے اور مجھے قتل کرے خدا میں نے انہیں تھکا دیا ہے۔ اور انہوں نے مجھے تھکا دیا ہے پس انہیں مجھ سے اور مجھے ان سے راحت آرام دے۔

ابن سعد کہتا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن سبیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ ضروریہ اس سے خفتاب ہوگی۔ بدترین شخص کو کس بات کا انتظار ہے لوگوں نے کہا اسے امیر المومنین ہیں اس کی خبر و بھیس ہم اس کے قبیلے کو ختم کر دیں۔ فرمایا پھر تو خدا اکی قسم تم میرے قاتل کے غیر کو قتل کر دے۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف سند کے ساتھ) ام جعفر حضرت علیؑ کی کنیز سے زنا کرتی تھی وہ کہتی ہے میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ آپ نے اپنا سر بلند کیا اور اپنی ریش مبارک کو کچھ ٹکڑا کر کی طرف بلند کیا۔ اور فرمایا افسوس ہے میرے لیے کہ تو ضرور میرے خون سے خضاب ہو گئی! پس جمعہ کے دن آپ کو ضرب لگی۔!

سببِ شہادت

مؤرخین کا بیان ہے کہ جن میں سے محمد بن اسحاق، ہشام بن محمد اور سدی وغیرہ ہیں کہ خارجیوں میں سے تین اشخاص اکٹھے ہوئے:

- ۱: عبدالرحمن بن ملجم مرادی اور وہ قبیلہ حمیر سے ہے اور بعض کہتے ہیں عقی سے
- ۲: برک بن عبداللہ مہتمی صرمی۔ اور بعض کہتے ہیں اس کا نام حجاج تھا۔
- ۳: عمرو بن بکر سعدی۔ ان کا اجتماع موسم حج کے ختم ہونے کے بعد مکہ میں ہوا انھوں نے مقتولین ہنروان کا تذکرہ کیا کہ جنہیں حضرت علیؑ نے قتل کیا تھا، گریہ کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ اور کہنے لگے کہ ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ وہ ہمارے بھائی تھے۔ انہیں اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں روک سکتی پھر انھوں نے یاد کیا ان کا لیف کو جو لوگوں کو جنگِ جمل اور صفین میں (جو حضرت علیؑ و معاویہ اور عمر بن عاص کے درمیان تھی) پیش آئیں اور گہنے لگے کیوں نہ ہم ان کے نفوس بیچ دیں اور آئمہ ضلالت کو قتل کر دیں اور مسلمانوں کے شہروں اور لوگوں کو ان سے بچا دیں اور راحت میں کر دیں۔ اور اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ بھی لے لیں تو ابن ملجم کہنے لگا ابوطالب کے بیٹے کو میں اپنے ذمے لیتا ہوں اور برک نے کہا میں معاویہ کے لیے کا ہوں اور عمر نے کہا میں عمرو بن عاص کے لیے۔ پس وہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کعبہ پر

میں بیٹھ کر انھوں نے ایک دوسرے کے سامنے فستیں کھائیں، معاہدہ کیا اور عقد باندھا کہ
 ان میں سے کوئی بھی اپنے صاحب سے کہ جس کی طرف جارا ہے پیچھے نہیں ہٹے گا۔
 جب تک کہ اسے قتل نہ کر لے یا اس کے سامنے خود قتل نہ ہو جائے۔ پھر انھوں نے اپنی
 تلواریں اٹھالیں۔ انھیں زہرا لود کیا اور طے کیا کہ سترہ ماہ رمضان کو ہمارا اجتماع ہو۔
 (یعنی اس تاریخ کو اپنا اپنا کام کریں۔) اور پھر ہر شخص اسی جانب روانہ ہوا جس کا وہ
 ارادہ رکھتا تھا۔ پس ابن ملجم نے کوفہ کا قصد کیا۔ اس کی اس کے ساتھی خارجیوں سے ملاقات
 ہوئی لیکن ان سے اس نے اپنا ارادہ ملتوی رکھا۔ یہ ان سے ملتا وہ اس کے پاس آتے،
 لیکن خاموش رہتا کہ کہیں وہ یہ بات ظاہر نہ کر بیٹھے جس کے لیے وہ یہاں آیا ہے۔
 یہ ایک دن بنی تیم رباب میں جو اس کے ساتھی تھے ان سے ملنے گیا اور جنگِ ہروان میں
 حضرت علیؑ نے ان کے کچھ آدمی قتل کیے تھے پس ابن ملجم نے ان میں ایک عورت دیکھی۔
 جسے قطاعہ بن شجنہ بن عدی بن عامر کہتے تھے، حضرت علیؑ نے جنگِ ہروان میں اس کے
 باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ وہ حد درجہ حسین بھتی۔ یہ اس پر عاشق ہو گیا۔ اور وہ اس کے
 دل و دماغ پر چھا گئی۔ وہ کام اسے بھول گیا جس کے لیے یہ آیا تھا۔ پس اس نے اس کی
 خواستگاری کی تو وہ کہنے لگی میں اس وقت تک بھتے سے شادی نہیں کروں گی جب تک
 تو میں ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور علی ابن ابی طالب کو قتل نہ کرے۔ اس
 نے کہا درہم غلام اور کنیز تو تجھے دوں گا باقی رہا ابی طالب کے بیٹے کا قتل تو میں نہیں سمجھ
 سکتا کہ یہ بیان کرنے کے بعد تو مجھے چاہتی ہے۔ کیونکہ میں اسے کیسے قتل کر سکتا ہوں؛
 کہنے لگی کہ تو اسے دھوکہ سے قتل کر۔ اگر تو نے اسے قتل کر لیا تو تو نے اپنے اور میرے نفس
 کو شفا بخش اور میرے ساتھ تیری زندگی نفع بخش ہوگی، اور دوستوں کا بدلہ بھی تو چکا
 لے گا۔ اور اگر تو ہلا گیا تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہے والا ہے
 تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یہی ارادہ یہاں لے کر آیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم نے اس سے بدکاری کی، جب فارغ ہوا تو اس کا عشق اور بڑھ گیا تو وہ اس سے کہنے لگی خدا کی قسم تو مجھ سے سکون نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ علی کو قتل نہ کرے۔ پھر کہنے لگی میں تیرے لیے ایسا شخص تلاش کروں گی جو تیری اس معاملے میں مدد کرے گا۔ پھر اس نے اپنے قبیلہ تمیم رباب سے ایک شخص کو بلا بھیجا جس کا نام وردان بن محالد تھا۔ اس سے اس معاملہ میں بات چیت کی تو وہ تیار ہو گیا۔ پھر ابن ملجم کے پاس قبیلہ انجیع میں سے ایک شخص آیا اس کا نام شیب بن بجرہ تھا، وہ ابن ملجم سے کہنے لگا تو مشرف دنیا و آخرت چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ کیا ہے۔ وہ کہنے لگا ابوطالب کے بیٹے کا قتل کرنا۔ ابن ملجم نے کہا تیری ماں تیرے ماتم ہیں روئے تو ایک عجیب بات کہتا ہے کس طرح تو اس تک پہنچ سکتا ہے؟ اس نے کہا میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا جب وہ صبح کی نماز کے لیے نکلے گا تو ہم اس پر سختی سے حملہ کر کے اسے قتل کر دیں گے۔ پھر اگر ہم بچ نکلے تو کلیجے ٹھنڈے سے مارجائیں گے۔ اور ہم اپنا بار لائے چکے ہوں گے۔ اور اگر ہم قتل ہو گئے تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور بد ایسی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر ابن ملجم قطعاً کے پاس آیا۔ وہ مسجد جامعہ میں اختلافت کیجئے ہوئے تھی اور ایک خیمہ لگا رکھا تھا پھر ان دونوں نے اسے آکر یہ بات بتائی۔ وہ کہنے لگی کچھ اور اس وقت ارادہ ہے؟ کہنے لگے آج رات اور وہ جمعہ کی رات تھی۔ وہ دونوں اس کے پاس چھپ بیٹھے اور وردان بھی آگیا۔ قطعاً نے اس کو ریشم کی پیٹیاں باندھیں۔ انھوں نے اپنی تلواریں اٹھائیں اور اس دروازہ کے سامنے جا بیٹھے جہاں سے امیر المومنین آتے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اشعث بن قیس بھی امیر المومنین کے قتل میں شریک تھا۔ پس رات کو یہ لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ حجر بن عدی مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔ انھوں نے سنا کہ اشعث ان سے کہہ رہا ہے جلدی کرو صبح ہونے والی ہے۔ حجر نے اس سے کہا اے کائنات کیا کہتا ہے؟ پھر وہ حضرت علیؑ کی طرف گئے کہ انھیں جا کر بتائیں تو حجر کو معلوم ہوا کہ آپ دوسرے راستے سے چلے گئے ہیں۔

اور بعض نے کہا کہ جب آپ نماز صبح کے لیے گھر سے نکلنے لگے تو بطن میں آپ کے سامنے
 آکر بیٹھنے لگیں۔ آپ نے فرمایا یہ نوحہ کر رہی ہیں۔ جب آپ گھر میں پہنچ گئے تو ان
 ملائین نے آپ پر حملہ کر دیا۔ ابن بلجم نے آپ کے سر پر کاری ضرب لگائی اور روانہ
 شیب بھاگ گئے۔ اور ابن بلجم چپخنے لگا اسے ابو طالب کے بیٹے اللہ کے سوا کسی کا
 حکم نہیں۔ جب اس نے آپ کے سر پر ضرب لگائی تو حضرت علیؑ نے بلند آواز سے کہا
 یہ کٹا تم لوگوں سے نکلنے نہ پاتے پس لوگوں نے اسے حملہ کر کے پکڑ لیا اور روانہ
 قتل ہو گیا۔ اور شیب نکل بھاگا۔ حضرت علیؑ کو قصر کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ آپ نے
 فرمایا اس شخص کو میرے پاس لے آؤ۔ اس کو حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا اے دشمن
 خدا کی اس نے تجھ پر احسان نہیں کیا تھا۔ کہنے لگا بیشک۔ آپ نے فرمایا پھر کس چیز نے
 تجھے اس بات پر اکسایا؟ حضرت علیؑ کا اشارہ آپ کے اس پر احسان کو کرنے اور اہل
 گھوڑا سوار کی کیلئے وسیع کی طرف تھا!

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس سے فرمایا بیشک میں جانتا تھا کہ
 تو میرا قاتل ہے اور میں نے تجھ پر احسان اس لیے کیا تھا تاکہ خداوند عالم کو میرے خلاف
 اپنا مددگار بنا لوں۔ پھر آپ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا اے بیٹا اگر میں فوت ہو جاؤں
 تو نفس کے بدلے نفس ہے، اسے قتل کر دینا اور اگر میں زندہ رہا تو میں اپنی رائے
 کا تختار ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو ضربت المیسوری کی راست لگی۔ اور آپ مجروح ہوئے تھے
 دن زندہ رہے اور اتوار کی رات رحلت فرمائی۔ اور بعض کہتے ہیں اتوار کے دن۔
 آپ کے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ اور عبد اللہ بن جعفر نے غسل دیا۔ اور نماز جنازہ
 حضرت امام حسنؑ نے پڑھائی۔ اور آپ پر پیر اور بعض نے کہا کہ پارچ اور جھنڈے چھ
 یا سات تکبیریں کہیں۔ اور آپ کے پاس رسول اللہ کا پیرا ہوا حنوط تھا جس سے حنوط دیا گیا

اور وقتِ سحر آپ کو دفن کیا گیا !

آپ کے مقامِ قبر کے متعلق اختلاف ہے معتبر قول یہ ہے کہ آپ بخف میں دفن ہوئے۔ اس مشہور حکم میں جہاں آج تک آپ کی زیارت کی جاتی ہے۔ اور یہی قول صحیح ہے اور کافی روایات اس پر موجود ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ آخری کلمہ جو حضرت علیؑ نے فرمایا تھا وہ **فن یعمل مثقال ذرۃ خیراً** تھا۔ یعنی جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے اس کو دیکھے گا۔

واقعی نے زہری سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو ابنِ بلجم کو میرے ساتھ ملحق کرنا تاکہ میں بے لعین کے پاس اس سے محاصمت کروں۔ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو امام حسنؑ نے اسے قتل کرانے کے لیے حاضر کرایا ابنِ بلجم کہنے لگا۔ کیا آپ میری ایک بات قبول کریں گے خدا کی قسم میں خدا کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اسے پورا کرتا ہوں۔ میں نے تحکیم کے دن خدا سے عہد کیا تھا کہ میں علیؑ اور معاویہ کو قتل کروں گا یا ان کے سامنے مرجاؤں گا۔ پس اگر تم چاہو تو مجھے معاویہ کے لیے چھوڑ دو اور میں اللہ کو گواہ بناؤں ہوں کہ تمھارے پاس لوٹ آؤں گا اور اپنا ہاتھ تمھارے ہاتھ پر رکھوں گا۔ امام حسنؑ نے فرمایا نہیں، خدا کی قسم جب تک کہ تو جہنم کی آگ کو نہ دیکھے !

حضرت امیر المومنینؑ کے سن مبارک کے متعلق مؤرخین نے چند اقوال پر اختلاف کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کا سن مبارک ۶۳ سال کا تھا۔ رسولِ اکرمؐ کی عمر کے برابر۔ یہ قول ابنِ جریر نے معقر بن محمدؒ سے نقل کیا ہے۔ اور واقعی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی یہی ثابت ہے۔

واقعی نے کہا ہے کہ آپ کی (ظاہری) خلافت تین ماہ کم پانچ سال تھی کیونکہ آپ کی بیعت ۱۸ ذی الحجہ کے دن ۲۵ مئی کی گئی اور رمضان ۶۳

آپ شہید ہوئے۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اور ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ جب حضرت علیؑ شہید ہوئے اور عائشہ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

فالت عصاها واستقر بها البحري

کھا فقہر عینا بالایاب المسافر

اس عورت نے اپنا عصا پھینک دیا اور اس دور کے مقام پر اس کی آنکھیں

ٹھنڈی ہوئیں جس طرح مسافر واپس لوٹ کر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔
پھر کہنے لگیں علیؑ کو کس نے قتل کیا ہے۔ لوگوں نے کہا قبیلہ مراد کے ایک شخص نے
تو عائشہ نے کہا:

فانک مالکاً فلفلد نصا

نعمی لیس فی نینہ السراب

اگر وہ مر گیا ہے تو اس کی موت کی خبر ایسے شخص نے دی ہے کہ جس کے منہ میں

خاک نہیں!

لوگوں نے عائشہ کی اس بات کا بہت بُرا مانا اور زینب بنت سلمہ بن ابی سلمہ

نے کہا کیا تم علیؑ کے لیے یہ کہتی ہو تو کہنے لگی میں بھول جاتی ہوں مجھے یاد دلا دیا کرو

بہت سے لوگوں نے آپؐ کا مرثیہ کہا ان میں سے ابو اسود وڈلی بھی ہیں۔ وہ

کہتے ہیں:- (ان اشعار کو غور سے پڑھیں):

الا ابلغ معاویہ بن حرب

فلا قسوة عیون الشامتین

خبردار معاویہ بن حرب کو یہ خبر دیدینا کہ شامت کر نیوالوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں

انی شہر الصیام فجعتمونا

بخیرو الناس طورا جمعینا

کیا روزوں کے مہینہ میں تم نے ہمیں درد پہنچایا ایسے شخص کا جو تمام لوگوں سے بہتر تھا

قلت من ركب الطایا

سای خیر من ركب السفینا

مہتین نے قتل کیا اس شخص کو جو خشکی کی سواریوں اور کشتیوں پر سوار ہونیوالوں میں سے بہترین تھا

ومن ليس النعال ومن متمسك بالسيح المشاني والمشيمة
اور ان میں سے بہتر تھا جنہوں نے جو تاپنا اور جو سیح مشانی (سودہ فاتحہ) اور باقی سورہ قرآن
سے متمسک نہیں۔

لقد علمت قریش حیث کانت بانک خیر ماماد و دینہ
قریش جہاں بھی ہوں وہ جانتے ہیں کہ تو (اے علیؑ) ان سے حسب و نسب اور دین کے لحاظ سے
بہتر تھا۔

اذا استقبلت وجهی ابی سواب ریت البدوحار الناظرین
جب تو ابورزا کے چہرے کی طرف متوجہ ہو تو مجھے چودھویں کا چاند نظر آئیگا جو دیکھنے والوں کو
حیران کر دیتا ہے۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ہمیرہ سے روایت ہے کہ
حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ کل تم میں سے ایک
شخص فوت ہوا ہے کہ جس سے اولین سبقت نہیں لے سکے اور آخرین اس مرتبہ کو نہیں
سکے۔ جناب رسالت آپؐ اس کو علم دیکر بھیجے تو جبریل و میکائیل اس کے دائیں بائیں
وہ اس وقت تک نہ پلٹتا جب تک کہ خدا اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دے دیتا۔
واقعی کہتا ہے کہ جب آپؐ کی شہادت کی خبر صحابہ کو پہنچی تو انہوں نے آپؐ پر گریہ
اور ابومسعود انصاری نے کہا ہے کہ ہم آپؐ کو خیر البشر سمجھتے تھے۔
اور ابن بلجم لعین کی مذمت میں طاہر بن محمدؑ نے کہا ہے:

یا ضریۃ من لعین ما اراد بها الا امام الہدی ظلمها وعدا
اے لعین کی ضربت کہ جس سے اس کا قصد ظلم وعدوان کی بنا پر امام ہدی کے علاوہ کوئی نہ تھا
انی لا ذکر لا یوماً قابضہ اشقی السبریۃ عند اللہ خسران
میں کسی دن اسے یاد کرتا ہوں تو اللہ کے نزدیک خسران کے لحاظ سے اسے بدترین خلائی سمجھاؤں

وقال هذا رسول الله سيدنا وخاتم المرسلين اعلاناً واعلاناً
اور یہ بات اعلان و اعلام کے طور پر ہمارے آقا خاتم المرسلین نے فرمائی ہے۔

عمران بن حطان خارجی نے ابن بلجم کی تعریف میں کچھ اشعار کہے تھے جب وہ اشعار
قاصی ابو الحارث طبری کے پاس پہنچے تو انہوں نے عمران ملعون کے جواب میں یہ اشعار کہے:

انی لا برء حمانت فاشله عن ابن ملجم الملعون بسہانا
میں بری ہوں اس چیز سے جو تو نے بیتان باندھتے ہوئے ابن بلجم ملعون کے متعلق کہی ہے۔

انی لا ذکر لا یومانا لعنہ دنیا والعن عمران بن حطانا
میں کسی دن اسے یاد کرتا ہوں تو دین سمجھ کر اس پر اور عمران بن حطان پر لعنت کرتا ہوں۔

علیہ ثم علیک الدھر متصلاً لعائن اللہ اسرارنا واعلاناً
ابن بلجم پر پھر تجھ پر متصل زمانہ بھر اللہ کی لعنتیں ہوں پوشیدہ اور علی الاعلان

فانتم من کلاب النار حباءہ نص الشریعة برہاناً ونبیاناً
تم جہنم کے کتے ہو اس پر شریعت کی نص آئی ہے جو برہان و واضح ہے۔

قاصی نے اشارہ کیا ہے حضور اکرم کے اس ارشاد کی طرف کہ خارجی اہل جہنم کے
کہتے ہیں۔

میراث امیر المؤمنینؑ

علامہ تاریخ کا اتفاق ہے کہ آپ نے کوئی دینار و درہم نہیں چھوڑے۔

انگشتری

آپ کی انگوٹھی پر نقش تھا:

اللہ الملک علی عبدہ لا یعنی اللہ ہی اسے بندہ کا مالک و بادشاہ ہے۔

آپ دائیں ہاتھ میں انگلی پینتے تھے۔ اور اسی طرح امام حسن و امام حسین بھی۔

غلام امیر المومنینؑ

قبر اور یحییٰ بن ابی کثیر تھے۔ یحییٰ نے ادزاعی سے روایت کی ہے یحییٰ عالم و فاضل تھے اور ان کا بیٹا عبد اللہ بن یحییٰ بھی عالم تھا۔ اور آپ کے کچھ اور غلام بھی تھے

ازواج

واقعی کہتا ہے جب حضرت علیؑ شہید ہوئے تو آپ نے چار آزاد بیویاں چھوڑیں

۱: امامہ بنت زینب بنت (ربیعہ) رسول اللہ

۲: لیلیٰ تمیمیہ۔

۳: ام البنین کلابیہ۔

۴: اسماء بنت عمیس۔ اور اٹھارہ کنیزیں جو ام ولد تھیں۔

یہ تھیں وہ چیزیں جو آپ کی سیرت کے سلسلے میں ہم نے اس مختصر کتاب میں ذکر کرنے کے لیے انتخاب کی تھیں۔ خداوند عالم آپ کی محبت سے نفع پہنچائے اور ہمیں آپ کے گروہ میں محشور فرمائے!

تذکرہ جعفر بن ابیطالب

ہم نے ابتدا میں چونکہ آپ کے والد، بھائی اور بہنوں کے حالات کا تذکرہ لیا تو یہ (مناسب) سمجھا کہ اختتام پر کچھ حالات حضرت جعفر طیار کے ذکر کیے جائیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ذکر کر آئے ہیں کہ جعفر کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہیں اور یہ کہ جعفر حضرت علیؑ سے دس سال بڑے ہیں۔ وہ ابتدائی مسلمان تھے اور ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم رہے یہاں تک کہ سترہ میں جنگ خیبر فتح ہوئی تو اس سال وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ کھڑے ہو گئے اور جعفر سے معاف کیا اور پیشانی پر دسہ دیا اور فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ کس بات پر زیادہ خوشی کروں جعفر کے آنے یا خیبر کے فتح ہونے پر یہ بات ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہؓ سے ذکر کی ہے۔ بنی اکرمؓ نے جعفر سے فرمایا تم خلقت اور خلق میں میرے مشابہ ہو۔ ابو ہریرہؓ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ جعفر کو ابوالمساکین کہتے تھے۔ کیونکہ جعفر مساکین و فقرا سے محبت کرتے، انہیں کھانا کھلاتے اور ان کے پاس بیٹھ کر ان سے رفق و مدارات کرتے تھے ان کی مشہور کیفیت ابو عبید اللہؓ تھی۔

ہجرت حبشہ

امام احمد نے مستدین کہا ہے (حذف سند کے ساتھ) جناب ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب ہم زمین حبشہ میں پہنچے ہم بہترین پڑوسی نجاشی کے پڑوس میں اپنے دین کے

مامون تھے اللہ کی ہم عبادت کرتے اور کوئی ہمیں اذیت نہ پہنچاتا۔ جب یہ خبر قریش کو ہوئی تو انھوں نے مشورہ کیا کہ ہمارے سلسلے میں نجاشی کے پاس دو سخت قسم کے آدمی بھیجیں اور نجاشی کے پاس کچھ عمدہ قسم کے ہدیے ہمگہ کی چیزوں میں سے بطور ہدیہ پیش کریں پس انھوں نے بہت سا چٹا جمع کیا اور اس کے قائدین لشکر میں سے کوئی قائد ایسا نہ چھوڑا کہ جس کے پاس ہدیہ نہ بھیجا ہو۔ اور یہ سب چیزیں انھوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی اور عمرو بن عاص کی وساطت سے بھیجیں اور ان سے کہا کہ ہر قائد و مشیر کو یہ ہدیہ پیش کریں۔ قبل اس کے کہ مہاجرین کے متعلق کوئی بات نجاشی سے کرو، پھر نجاشی کے پاس ہدایا لے جانا، پھر اس سے التماس کرنا کہ مہاجرین کو ان سے بات کیے بغیر تمھارے حوالے کر دے۔

یہ دونوں مکہ سے نکلے یہاں تک کہ نجاشی کے پاس پہنچے اور ہر قائد و مشیر کو اس کا ہدیہ دیا۔ اور اس سے کہا کہ بادشاہ کے شہر میں ہمارے کچھ بیوقوف لڑکے چلے آئے ہیں۔ انھوں نے اپنا دین ترک کر دیا ہے اور تمھارے دین میں بھی داخل نہیں ہونے انھوں نے ایک بنیادین گھر بنایا ہے۔ ہمیں ان کے اشراف و بزرگوں نے بادشاہ کے پاس بھیجا تھا تا کہ وہ انھیں واپس کر دے۔ جب ہم بادشاہ سے اس معاملے میں بات چیت کریں تو ہم بادشاہ کو یہ مشورہ دیتا کہ وہ انھیں ہمارے سپرد کر دے اور ان سے کوئی بات نہ کرے کیونکہ ان کی اپنی قوم ان کے معاملات کو بہتر سمجھتی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہو گا۔ پھر ان دونوں نے وہ تحفہ جات نجاشی کی خدمت میں پیش کیے۔ نجاشی نے وہ قبول کر لیے پھر ان سے گفتگو شروع کی تو وہ دونوں کہنے لگے کہ اے نجاشی ہمارے کچھ بے وقوف چھو کرے تیرے شہر میں آگئے ہیں۔ انھوں نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے بلکہ ایک بنیادین گھر لائے ہیں کہ جسے نہ ہم

ان کے آیا و احدا و چچاؤں اور قبیلے والوں نے ان کے سلسلے میں آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ انھیں واپس کر دیں کیونکہ وہ ان کی کڑی نگرانی کر سکتے ہیں اور زیادہ جانتے ہیں کہ جو انھوں نے ان پر عیب لگائے ہیں۔ نجاشی کے قائدین و مشیر بھی کہنے لگے یہ سچ کہتے ہیں آپ انھیں ان کے سپرد کر دیں۔ نجاشی کو غصہ آیا۔ وہ کہنے لگا ہمیں خدا کی قسم میں ان کو ان کے حوالے نہیں کروں گا اور میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ ایک قوم میرے پڑوس میں آرہی ہے اور میرے شہروں میں انھوں نے قیام کیا اور مجھے انتخاب کیا جب تک میں انھیں بلا کر سوال نہ کر لوں کہ یہ دونوں ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اگر وہ ایسے ہی ہوئے جس طرح یہ کہتے ہیں تو میں انھیں ان کے سپرد کروں گا ورنہ میں ان کی حفاظت کروں گا اور ان سے حسن سلوک کروں گا جب تک وہ میرے ملک میں رہیں گے۔

پھر نجاشی نے کسی کو اصحاب رسالت آپ کی طرف بھیجا۔ جب اس کا قاصد ان کے پاس آیا تو یہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ بادشاہ سے کیا کہو گے۔ کہنے لگے ہم اس سے کہیں گے کہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں اور ہمیں کچھ کہنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم نہیں دیا۔ جو بھی ہونا ہو جائے۔ جب نجاشی کے پاس آئے نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلایا ہوا تھا۔ انھوں نے اس کے گرد اپنی کتاہیں کھول رکھی تھیں۔ نجاشی نے کہا یہ کوئسادین ہے کہ جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہو؟ اور تم میرے دین اور ان مختلف امتوں میں سے کسی اور دین میں داخل نہیں ہوئے۔ ام سلمہ کہتی ہیں بادشاہ نے گفتگو جعفر بن ابی طالب سے شروع کی تو وہ کہنے لگے اے بادشاہ ہم اہل جاہلیت میں سے ایک قوم تھے بتوں کی عبادت کیا کرتے، مردار کھاتے، برے کام کرتے، قطع رحمی کرتے، پڑوس سے برا سلوک کرتے، ہم میں سے قوی ضعیف کو کھا جاتا، ہم اسی طریقے پر تھے یہاں تک

کہ خداوند عالم نے ہماری طرف ایک امین رسول بھیجا جس کے نسب، صداقت
امانت اور عفت کو ہم سچا پتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ عزوجل کی طرف بلایا، تاکہ
ہم اس کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی عبادت کریں۔ اور ان چیزوں کو چھوڑ
جن میں ہم مبتلا تھے۔ اور ان پتھروں اور بتوں کی عبادت ترک کر دیں جن کی عبادت
ہم اور ہمارے بڑے کرتے تھے اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت ادا کریں۔
صلہ رحمی، پڑوسی سے حسن سلوک، محرمات اور خون بہانے سے بچیں اور ہمیں فحشاء
جھوٹ، یتیم کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں کو ہمت لگانے سے منع کیا ہے
اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار
نہ دیں۔ اور ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزہ کا حکم دیا ہے۔ ہم نے اس کی تصدیق کی اور
اس پر ایمان لائے، خدا نے وحدۃ لا شریک کی عبادت کی، اس کا کسی کو شریک
نہیں بناتے۔ ہم نے اس کو حرام سمجھا جسے اللہ نے ہم پر حرام قرار دیا ہے اور
حلال قرار دیا اُسے جسے اللہ نے ہم پر حلال قرار دیا ہے۔ پس ہماری قوم نے ہم
سے زیادتی کی اور ہمیں تکالیف دینے لگی وہ ہمیں اپنے دین سے پھسلانے لگے تاکہ
ہمیں بتوں کی پرستش کی طرف پلٹا دیں۔ اور یہ کہ ہم حلال سمجھیں اُن چیزوں کو جن پر
چیزوں کو پہلے حلال سمجھتے تھے۔ جب ہم پر انھوں نے مظالم اور سختیاں شروع
کیں اور ہمیں مشقت میں مبتلا کیا اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل
ہوئے تو ہم نے تیرے ملک کی طرف خروج کیا اور تجھے تیرے عزیز پر ترجیح دی۔
تیری ہمسائیگی کو پسند کیا اور یہ امید کی کہ اے بادشاہ تیرے یہاں رہتے ہوئے
ہم پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا!

راوی کہتا ہے کہ نجاشی نے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز اس میں سے ہے جو تمہارا نبی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے لایا ہے۔ جعفر نے جواب دیا:

ان۔ نجاشی نے کہا وہ میرے سامنے پڑھو تو جناب جعفرؑ نے سورہ کہلے حص کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی۔ پس خدا کی قسم نجاشی اتنا روکا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور پادریوں نے اتنا گریہ کیا کہ ان کی کتابیں تر ہو گئیں۔

پھر نجاشی نے کہا بیشک یہ اور جو کچھ حضرت موسیٰؑ لے کر آئے تھے ایک ہی مشکوٰۃ (روشنی) سے ہیں۔ تم دوڑیں چلے جاؤ میں انھیں کبھی بھی تمھارے حوالہ نہیں کروں گا۔ اُم سلمیٰ کہتی ہیں جب نجاشی کے دربار سے باہر گئے تو عمر و ابن عاص کہتے لگا خدا کی قسم میں کل نجاشی کے پاس آؤں گا اور ان کے سامنے میں انھیں ایسے عیوب کا نشانہ بناؤں گا کہ جن سے ان کے وجود کو ختم کر دوں گا تو عبداللہ بن ابی ربیعہ اس سے کہنے لگا اور وہ ان دوڑوں میں سے ہمارے بارے میں زیادہ پرہیز سے کام لیتا تھا، ایسا نہ کیونکہ یہ لوگ ہمارے عزیز و رشتہ دار ہیں۔ کہنے لگا خدا کی قسم میں نجاشی سے کہوں گا کہ یہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم بندہ ہے۔ اُم سلمیٰ کہتی ہیں دوسرے دن عمر و عاص صبح کے وقت نجاشی کے پاس گیا اور کہنے لگا اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ایک عظیم بات کہتے ہیں۔ پس ان کے پاس کسی کو بھیج کر ان سے سوال کیجئے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ پس نجاشی نے قاصد بھیجا اور یہ سوال پیش کیا کہ اُم سلمیٰ کہتی ہیں کہ ہم پر اس عیسیٰ کوئی مصیبت نازل نہ ہوئی تھی پس اگر وہ باجرین جمع ہوا اور ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جب نجاشی نے سوال کیا تو کیا جواب دو گے تو کہنے لگے ہم وہی کچھ کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو نبی کریمؐ لے کر آئے ہیں۔ جو کچھ ہونا ہو جائے جب یہ لوگ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو اس نے ان سے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو جناب جعفرؑ نے کہا کہ ہم وہی چیز کہتے ہیں جو ہمارے نبیؐ لے کر آئے ہیں کہ عیسیٰؑ اللہ کے بندے اس کی روح، اس کے رسول اور اس کے کلمہ تھے کہ جیسے اس نے مریم عذرا بتولؑ

سنگی طرف القا کیا۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور اس
ایک بکڑی اٹھائی۔ پھر کہنے لگا اس بکڑی کی طرح حضرت عیسیٰؑ اس کے علاوہ کچھ
ہیں جو کچھ تم نے ان کے بارے میں کہا ہے پھر کہنے لگا تم لوگ جاؤ تم اس زمین
میں امن میں ہو جو تمہاری برائی کرے گا وہ سختی میں مبتلا ہوگا۔ پھر جو تمہیں برا بھلا
کہے وہ نقصان اٹھائے گا۔ یہ بات اس نے تین بار دہرائی۔ پھر کہنے لگا کہ ان دونوں
کے تحفے اور ہدیے انہیں واپس کر دو مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ خدا کی قسم یہ مجھ
رشتہ نہیں لے سکے۔ جبکہ میرا ملک میرے پاس ہے؟

اور ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذیفہ اسناد کے ساتھ) بہا بدو
اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ
جعفر بن ابی طالب کے پاس سرزمین حبشہ کی طرف یا نجاشی کی طرف جائیں۔ پس
خبر قریش کو مل گئی تو قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو بہت سے تحفے
ہدیے دیکر روانہ کیا۔ اور وہی واقعہ ذکر کیا ہے جو گزر چکا ہے۔ اور اس میں
ہے کہ جعفر نے اپنے ساتھیوں سے کہا آج میں تمہاری طرف سے تقریر کروں
گا۔ تم میں سے کوئی بھی بات نہ کرے۔ جب اس کے دربار کے پاس پہنچے تو دربار
میں سے بعض لوگ بڑھ کر کہنے لگے کہ بادشاہ کو سجدہ کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ
سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے تو نجاشی نے کہا تمہارے لیے اور جس کی طرف
سے تم آئے ہو مر جانا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی شخص ہے جس کی عیسیٰؑ
مریم نے خوشخبری دی تھی۔ اگر میں ملک و بادشاہی میں بھینسا نہ ہوا ہوتا تو ان کی
میں جا کر قد مہوسی کا شرف حاصل کرتا۔

نیز ابو نعیم نے حلیہ میں عمرو بن عاص سے نقل کیا ہے کہ جب ہم نجاشی کے
دربار کے دروازہ پر پہنچے تو میں نے پکار کر کہا کہ عمرو بن عاص کو اذن حضورؐ دیا

میرے عقب سے جعفر نے پکارا کہ خدا کے گروہ کو اذن ملے اور نجاشی نے ان کی
 آواز سن لی تو انھیں مجھ سے پہلے اجازت دیدی !
 اور ایک روایت میں ہے کہ نجاشی نے ایک چھوٹا سا دروازہ بنایا ہوا تھا
 تو جی بھی اس کے دربار میں داخل ہوتا وہ اسے مسجد کرتا۔ جب جناب جعفر آئے تو
 آپ نے اس کی طرف پشت کی اور داخل ہوئے جب نجاشی نے یہ دیکھا تو یہ بات
 اس کی نظروں میں عظیم اور بڑی معلوم ہوئی اور آپ کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول
 کیا۔

شہادت حضرت جعفر طیار

مؤرخین کہتے ہیں کہ جناب جعفر مقام موتہ میں شہید ہوئے اور یہ مقام زمین بلقار
 کا حجاز سے قریب ترین خطہ تھا۔ اور آپ کی شہادت ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ہجری
 میں واقع ہوئی۔

ابن اسحق کہتا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب رسالت آپ نے حرث بن عمیر
 ازوی کو بادشاہ بصری کی طرف ایک خط دیکر بھیجا تھا۔ جب حرث مقام موتہ میں وارد
 ہوا تو مشرجیل بن عمرو غسانی سے حرث کا سامنا ہوا۔ اس نے حرث کو قتل کر دیا اور
 اس کے علاوہ اس نے رسول اللہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ کو یہ
 شاق گزرا۔ آپ نے لوگوں کو بلایا۔ اور مقام حرف پر شکریندی کی اس شکر کی
 تعداد تین ہزار تھی اور ثنیۃ الوداع تک آپ نے اس شکر کی مشابعت کی۔ پس یہ لوگ
 چلے یہاں تک کہ سرزمین موتہ میں پہنچ کر ڈیرے ڈال دیے۔ ان کے مقابلہ میں ہر قل
 چار لاکھ کا لشکر لے کر آیا ان میں سے چالیس ہزار اشخاص ایسے تھے جو شجاعت
 میں ایک دوسرے کے مد مقابل تھے۔ پس جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان ثابت قدم

رہے۔ زید بن حارثہ، جعفر اور ابن رواحہ جو کہ سردار لشکر تھے شہید ہو گئے۔
 ابن سعد نے طبقات میں ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ جناب جعفر کے بدن
 اگلے حصے میں دونوں کندھوں کے درمیان تلوار اور نیزہ کے توتے زخم تھے۔
 ابن سعد نے طبقات میں (حذف سند سے) انس بن مالک سے روایت کی
 ہے کہ جناب رسالتؐ نے جعفر، زید اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر ان کی طرف
 کی اطلاع آنے سے پہلے ہی اور ان کی شہادت کی خبر اس حالت میں دے دی
 تھی کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ
 (آپ نے فرمایا) میں جعفر کو جنت میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے دونوں پروں کے ساتھ
 اڑ رہے ہیں۔

اولاد جعفر طیار

۱: عبداللہ اور اسی سے آپ کی کنیت ہے۔ ۲: محمد۔ ۳: عون ان تینوں
 کی والدہ اسماء بنت عیسٰی ہے۔ یہ سمرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے جب کہ جعفر
 دوسری مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان میں سے عبداللہ زیادہ مشہور ہیں
 وہ سب سے تیز لوگوں میں سے تھے۔ اور پانچویں طبقے میں سے ہیں کہ جو رسول اللہؐ کی
 وفات کے وقت نو عمر تھے۔

جب یہ سمرزمین حبشہ میں اسماء کے بطن سے پیدا ہوئے تو چند دنوں کے
 بعد نجاشی کا ایک بیٹا پیدا ہوا اس نے ان کے نام پر بترگا اس کا نام بھی عبداللہ
 رکھا۔ اور اسماء نے عبداللہ بن نجاشی کو اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ دو وہ بلا
 اور ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) یحییٰ بن ابی یعلیٰ
 نقل ہے کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھے وہ منظر یاد ہے جب

رسول اللہ میری والدہ کے پاس تشریف لائے اور انھیں میرے والد کی شہادت کی خبر دی اور مجھے نظر آ رہا تھا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ان کے قطرات ریش مبارک پر پڑ رہے تھے۔ پھر فرمایا خدا یا بیشک جعفر بہترین ثواب کی طرف گئے ہیں پس تو ان کا بہترین جانشین بنا۔ اس کی اولاد میں جس طرح بہترین جانشینی کرتا ہے اپنے بندوں کی اولاد میں۔

پھر فرمایا اے اسماعیل میں تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ میری والدہ نے کہا ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا بیشک خداوند عالم نے جعفر کے لیے دو پر پرواز قرار دیے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ تو اسماعیل نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ بات لوگوں کو بھی بتائیے۔ عبد اللہ کہتے ہیں پس رسول اللہ کھڑے ہو گئے، میرا ہاتھ پکڑا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے اپنے سامنے منبر کے پچھلے درجہ پر بٹھا دیا۔ حزن و ملال آپ کے چہرہ سے ٹپک رہا تھا۔ آپ نے تقریر شروع کی اور فرمایا۔ انسان کو اپنے بھائی اور چچا زاد کی بڑی ڈھارس ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ جعفر شہید ہو گئے ہیں اور خداوند عالم نے ان کے لیے پر پرواز قرار دیے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ پھر آپ منبر سے اترے اور گھر میں تشریف لے آئے اور مجھے بھی ساتھ لے آئے اور ہمارے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر میرے بھائی کو بلوا بھیجا۔ ہم نے آپ کے ساتھ بیٹھ کر پاکیزہ و بابرکت کھانا کھایا۔ مسلمانوں نے کچھ جو لیے انھیں پسپا پھر انھیں چھانا، پھر پکایا۔ پھر ان پر زیون ملا اور اس پر فلفل ڈالی۔ پس میں نے اور میرے بھائی نے آپ کے ساتھ وہ کھانا کھایا۔ تین دن تک ہم وہیں رہے۔ آپ کے ساتھ آپ کی ازواج کے گھروں میں پھرتے رہے۔ پھر

ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ رسول اللہ تشریف لائے۔ میں اپنے بھائی سے ایک بکری (مصنوعی) فروخت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا اس کو تجارت میں برکت عطا فرمائے۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی چیز کی فروخت نہیں کی مگر یہ کہ مجھے اس میں برکت نصیب ہوئی۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حسن بن سعد غلام حسن بن علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے جعفر کی اولاد کو تین دن کی مہلت دی۔ ان کی شہادت کی خبر آ جانے کے پھر ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میرے بھائی پر آج کے بعد گریہ نہیں کرو۔ میرے بھائی کے بیٹوں کو بلاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ تین چھوٹے بچے لائے گئے وہ مرغ سے بچوں کی مانند معلوم ہوتے تھے۔ محمد، عون اور عبد اللہ۔ آپ نے فرمایا حجام کو بلاؤ۔ حجام آیا اور اس نے بچوں کی حجامت کی اور آپ نے فرمایا۔ محمد تو ہمارے چچا ابی طالب کے مشابہ ہے۔ اور عون سیرت و صورت میں میرا شبیہ ہے۔ پھر آپ نے عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا اسے بلند کیا اور فرمایا خدا یا جعفر کی اولاد کا تو بہترین محافظ بن اور عبد اللہ کو اس ہاتھ کی تجارت میں برکت دے۔ راوی کہتا ہے ان کی والدہ آئی وہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کیا تجھے ان کے فقر و فاقہ کا خوف ہے حالانکہ ان کا آخرت میں ہیں ان کا ولی ہوں۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن جعفر سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ صبح سے آ کر تے تو اپنے اہلبیت کے بچوں سے ملاقات کرتے۔ ایک دفعہ تشریف لائے تو میں نے آپ کی طرف سبقت کی آپ نے مجھے اٹھا کر اپنے آگے بٹھالیا۔ پھر فاطمہؑ کے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ میں سے ایک آیا تو اسے آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ ہم تینوں آپ کے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے اور نیزان نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن جعفر سے نقل ہے کہ آپ

رسول اللہؐ نے اپنی سواری پر مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا اور مجھے ایک راز کی بات بتائی جو میں کسی کے سامنے کبھی بیان نہیں کروں گا۔

اور بخاری و مسلم نے عبداللہ بن زبیر کے متعلق روایت کی ہے کہ اس نے عبداللہ بن جعفر سے کہا کیا تجھے یاد ہے جب میں تم اور ابن عباس نے رسول اللہؐ سے ملاقات کی تھی۔ تو عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ ہاں ہمیں آپؐ نے اٹھالیا تھا اور تجھے چھوڑ دیا تھا۔

اور ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حدیث سند سے) کہ عبداللہ بن عمر جب عبداللہ بن جعفر سے ملاقات کرتے تو کہتے کہ السلام علیک یا ابن ذی الجناحین یعنی سلامتی ہو تمہارے لیے اے دوپیر پرواز والے شخص کے بیٹے!

عبداللہ بن جعفر

واقعی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی وفات ۳۷ھ میں ہوئی۔ وہ سیلاب کا سال تھا۔ مکہ میں سیلاب آیا تھا جس میں حاجی اور اونٹ سہاوان سمیت غرق ہو گئے تھے۔ اور یہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کا زمانہ تھا اور اس وقت مدینہ کا حاکم ابان بن عثمان تھا عبداللہ کی نماز جنازہ ابان نے پڑھائی تھی۔ جب آپؐ کو چارپائی پر رکھا گیا اور نماز جنازہ ہو چکی تو ابان نے آپؐ کی چارپائی کو کندھا دیا۔ اور اس وقت تک وہ اپنی گردن پر اٹھائے رہا جب تک کہ جنت البقیع میں آپؐ کی قبر تک جنازہ نہ پہنچا۔ عبداللہ بن جعفر کی عمر اس وقت نوے سال تھی۔

اولاد عبداللہ بن جعفر

آپؐ کی کئی ایک اولادیں تھیں ان میں سے ایک جعفر اکبر ہیں کہ جن سے آپؐ کی کئی

ان کی ماں ام عمرو بنت خراشی بن بقیض تھیں۔ ۲ علی۔ ۳ عون اکبر۔ ۴ محمد۔ ۵ عیاس
 ۶ ام کلثوم۔ ان کی والدہ جناب زینب بنت علی ہیں کہ جن کی والدہ جناب فاطمہ بنت
 رسول تھیں۔ ۷ حسن ورج۔ ۸ عون اصغر۔ یہ عون حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کریمہ
 میں شہید ہوئے ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان دونوں بھائیوں کی ماں جہانہ بنت
 مسیب بن نجہ فزاری تھیں۔ ۹ ابوبکر۔ ۱۰ عبید اللہ۔ ۱۱ محمد ان کی والدہ خواجہ
 بنت حفصہ تھیں جو قبیلہ بکر بن وائل سے تھیں۔ ۱۲ صالح۔ ۱۳ یحییٰ ان دونوں کی
 کوئی اولاد نہیں۔ ۱۴ موسیٰ ان کی بھی کوئی اولاد نہیں۔ ۱۵ جعفر ۱۶ ام ابیہا۔ ۱۷
 ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہے۔ ۱۸ حمید۔ ۱۹ ام الحسن یہ امیک کنیز سے ہیں۔ ۲۰
 ۲۱۔ ابو سعید ان دونوں کی والدہ ام الحسین بنت عمر بنی صعصعہ میں سے ہے۔ ۲۲
 ۲۳ اسحاق۔ ۲۴ اسماعیل۔ ۲۵ قشعم۔ ۲۶ عباس۔ ۲۷ عون مختلف کنیزوں سے
 (خاندان بنی ہاشم میں کسی فرد کا نام معادیہ سننے میں نہیں آیا یقیناً راوی کو
 تسلیح ہوا ہے)

تذکرہ امام حسن علیہ السلام

آپ کی کمیت ابو محمد ہے اور القاب قائم مجتبیٰ، سید، سبط اور ولی ہیں۔ آپ ۳۰ ہجری پندرہ رمضان المبارک کو پیدا ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان کہی۔

امام احمد بن حنبل نے منہ میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب میرا بیٹا حسن پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام اپنے چچا کے نام پر حمزہ رکھا اور جب حسین پیدا ہوا تو اس کا نام اپنے بھائی کے نام پر جعفر رکھا جس بھی رسول اللہؐ نے بلایا اور فرمایا اسے ابو تراب! مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں ان دونوں بچوں کے نام تبدیل کروں۔ اور آپ نے ان کے نام حسن و حسین رکھے۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حسن و حسین کا عقیقہ دو مندرھوں سے کیا۔ اور جناب فاطمہؑ نے جب ان کے سر تر شوائے تو ان کے بالوں کو وزن کیا اور اتنی مقدار میں چاندی اور بعض کہتے ہیں سونا اور چاندی کا صدقہ دیا یہ ساتویں دن کیا گیا اور ان کے بالوں کا وزن ایک درہم تھا۔

فضائل

آپ بہت بڑے سخی و جواد تھے۔ روشن ضمیر تھے اور رسول اللہؐ آپ سے

بے حد محبت کرتے تھے۔

امام احمد نے مسند میں (حذف اسناد کے ساتھ) برابر بن عاذب سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ امام حسن کو اپنے کندھے پر بٹھا رکھے اور فرما رہے تھے خدا یا میں بیشک اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ یہ روایت متفق علیہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت کرے۔

نیز امام احمد نے کہا ہے (حذف سند سے) عقبہ بن حارث سے کہ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر وفات رسول ﷺ سے چند دن بعد عصر سے فارغ ہو کر جا رہے تھے حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے کہ حضرت ابو بکر نے بن علی کو بچوں کے ساتھ کھیلنے دیکھا تو انھیں اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور کہنے لگا یا بانی شیعہ النبی لیس شیعہ ہا بعلی (اے وہ جس پر میرا باپ قربان ہو جو منی کی شبیہ ہے نہ علیؓ کی) اور حضرت علیؓ مسکرائے لگے۔ یہ روایت مفرد بخاری سے ہے۔

نیز امام احمد نے کہا ہے (حذف سند سے) ابو بکرہ اور نفع بن حوف نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا حسنؓ بھی آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور ایک دفعہ حسنؓ کی طرف اور فرماتے میرا یہ بیٹا سوا اور ہو سکتا ہے خدا اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرادے یہ روایت مفردات بخاری میں سے ہے۔

بخاری کے مفردات میں سے ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ حسنؓ و حسینؓ کے لیے محفوظ رہنے کی دعا فرماتے اور کہتے تھے میں تم دونوں کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس کے کلمات تامہ کے ساتھ یہ شیطان اور بربر۔ قصہ

کرنے والے اور بُری نگاہ سے۔ اور فرماتے کہ تمہارے باپ جناب امیرِ مسلمین بھی
ہمیں داسحاق کے لیے یہ دعا کیا کرتے تھے۔

بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ امام حسن بن علیؑ کے علاوہ کوئی شخص
نبی اکرمؐ کے مشابہ نہیں تھا۔ بخاری نے حسینؑ کے متعلق بھی یہی کہا ہے جسے عنقریب
ہم آپ کے مقتل میں بیان کریں گے۔ جب آپ کا سر ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا
مذاہم میں ہے کہ امام حسنؑ چہرہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ شبیہ رسولؐ تھے
اور ایک روایت میں ہے کہ سر سے لیکر ناف تک امام حسنؑ مشابہ رسولؐ تھے۔
اور ناف سے لیکر دونوں پاؤں تک حسینؑ۔

ابن سعد نے طبقات میں اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن زبیر سے روایت
کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں ہوتے اور حسنؑ آکر
پشتِ رسالت پر سوار ہو جاتے آپ انھیں نہ اتارتے جب تک کہ حسنؑ خود نہ اتر جاتے
اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ حالتِ رکوع میں ہوتے اور حسنؑ آ جاتے تو آپ اپنے
پاؤں کشادہ کر دیتے یہاں تک کہ حسنؑ دوسری طرف نکل جاتے۔

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ
مدینہ کے ایک بازار میں تھا جب آپ واپس آئے تو میں بھی ساتھ تھا۔ مجھ سے تین
مرتبہ فرمایا اے کم علم و کم مقدار حسنؑ بن علیؑ کو بلاؤ۔ میں انھیں بلا لایا۔ ان کی گردن
میں ایک بار تھا۔ رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا خدا یا میں اسے
دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اس سے محبت کر جو اس سے محبت
کرے۔ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اس ارشاد کے بعد کوئی بھی میرے نزدیک
حسن بن علیؑ سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔ اور ابو ہریرہ کہتا ہے کہ رسول اللہؑ کے
پسے لیا کرتے تھے۔

ابو نعیم (صفہانی) نے علیہ میں لکھا ہے کہ (حذف سند سے) محمد بن علی سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حسن بن علیؑ نے مدینہ سے مکہ تک بیس حج پایادہ کیے۔ سواریاں بھی آپ کے ساتھ ہوتیں۔ اور وہ فرماتے کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے میں اس کی بارگاہ میں جاؤں تو اس کے گھر کی طرف پیدل چل کے نہ جاؤں!

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے پچیس حج پایادہ پاکئے اور تین اپنا مال نصف نصف خدا کی راہ میں تقسیم کیا۔ یہاں تک کہ ایک جوہر رکھ لیتے اور ایک راہ خدا میں دیدیتے۔ اور دو مرتبہ سارا مال اللہ کے لیے دے دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ خدا سے دس ہزار روئے سوال کر رہا ہے۔ آپ نے وہ رقم اس کو بھیج دی۔ یہ کتاب میرے جد مادری نے کتب صفوہ میں ذکر کی ہے۔

پیش آمدہ واقعت

مورخین کا کہنا ہے کہ امام حسنؑ کی بیعت خلافت اسی دن کی گئی جس دن حضرت علیؑ شہید ہوئے۔ اور سب سے پہلے قیس بن سعد بن عبادہ نے بیعت کی۔ قیس کہنے لگا میں کا کہنا ہے کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں کتاب خدا اور سنت رسول پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کیونکہ ان میں ہر قسم کی شرط آجاتی ہے۔ پس قیس نے بیعت کی اور اس کے بعد سب لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے دن بعد آپ کی بیعت ہوئی۔

زہری کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کی اہل عراق میں سے چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ وہ حضرت کی بیعت میں شام کی طرف جائیں گے۔ اور جب حضرت علیؑ شہید ہو گئے تو ان لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کر لی۔ امام حسنؑ چھ مہینے ماہ ربیع الاول کے گزرتے

۱۲۔ میں کوفہ میں رہے۔ پھر آپ کوفہ سے نکلے اور مدائن میں قیام کیا۔ اور قیس بن سعد کو مقدمۃ الجیش کے طور پر بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور معاویہ اپنا لشکر لے کر شام کی طرف سے آگیا۔

شعبی کہتا ہے کہ امام حسن مدائن میں اپنے خیام میں تشریف فرما تھے کہ قیس بن سعد آگئے۔ و لشکر معاویہ کی طرف بڑھ چکا تھا۔ اچانک کسی نے لشکر میں منادی کر دی۔ یاد رکھو قیس قتل ہو گیا ہے پس بھاگ چلو۔ یہ لوگ امام حسن کے خیام کی طرف بھاگے اور آپ کو ٹٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ سند بھی کھینچ لی جو آپ کے نیچے تھی اور ایک شخص نے آپ کو خنجر مارا جس سے آپ زخمی ہو گئے۔ اور ابن سعد کہتا ہے کہ جب امام حسن نے لوگوں کا آپ سے متفرق ہو جانا اور اہل عراق کا اختلاف کرنا اور اہل کوفہ کا عذر و دھوکا دینا دیکھا تو صلح کی طرف مائل ہو گئے اور معاویہ بھی پوشیدہ طور پر حضرت کو خط لکھا تھا اور صلح کی دعوت دے چکا تھا لیکن ابھی تک آپ نے اسے جواب نہیں دیا تھا پھر (ان حالات) میں آپ نے صلح کی پیشکش منظور کر لی۔

شعبی کہتا ہے کہ معاویہ سے امام حسن نے ان شرائط پر صلح کی کہ کوفہ کے بیت المال سے آپ پانچ لاکھ دینار لیں گے۔ اور یہ کہ معاویہ حضرت علیؑ پر سب و شتم نہیں کریگا۔ اور کچھ اور شرائط بھی تھے اور اس سلسلے میں ایک تحریر بھی لکھی گئی۔ اور مدعی کہتا ہے کہ امام حسن نے معاویہ سے طمع دنیا کے لیے صلح نہیں کی تھی۔ بلکہ اس لیے صلح کی تھی کہ آپ نے دیکھ لیا تھا اہل کوفہ مجھ سے عذر و دھوکا کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے کیا آپ کو جو کچھ کیا آپ کو یہ حدیث محسوس ہوا کہ کہیں انھیں معاویہ کے سپرد نہ کر دیں اور اس امر کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے صلح سے پہلے مقام نخیلہ میں خطبہ دیا اور فرمایا ہے اے لوگو یہ امر خلافت میں

میرا اور معاویہ کا اختلاف ہو رہا ہے۔ یہ وہ حق ہے کہ جسے میں اصلاح امت اور ان کے خون محفوظ رہنے کی غرض سے چھوڑ رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمھارے امتحان کے لیے ایک اور وقت تک فائدہ حاصل کرنے کے لیے پھر معاویہ چلا اور کوفہ میں داخل ہوا تو عمر وعاص نے مشورہ دیا کہ امام حسن کو حکم دے کہ وہ خطبہ پر طہین تاکہ لوگوں کے سامنے ان کا عجز ظاہر ہو جائے۔ معاویہ آپ سے کہا اٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیے۔ آپ کھڑے ہو گئے اور خطبہ دینے لگے اے لوگو! بیشک خدا نے ہمارے پہلے کے سبب تمہیں ہدایت کی اور آخری کے ذریعے تمھارے خون محفوظ کیے۔ ہم تمھارے نبی کے اہلبیت ہیں کہ جن سے خدا نے ہر قسم کے جس کو دور رکھا ہے اور ہمیں پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے اس امر خلافت کی ایک مدت ہے اور دنیا منتقل ہونے والی چیز ہے۔ اور خداوند عالم نے اپنے نبی سے فرمایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمھارے آزمائش اور ایک وقت تک بقیع دینے والی ہے پس لوگ فریاد کر کے رونے لگے۔ معاویہ عمر وعاص کی طرف ملقت ہوا۔ اور کہنے لگا یہ بھی میری رائے ہے۔ پھر امام حسن سے کہنے لگا اے اباعبداللہ! کافی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہم اللہ کا فلاح پانے والا گروہ اس کے رسول پاک کی عمرت اور ان کے اہلبیت طیب و طاہر اور ثقلین میں سے ایک ہیں کہ جنہیں رسول اللہ تم میں چھوڑ کر گئے ہیں بس ہماری اطاعت خدا کی آگاہی کی قرین ہے پس اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اللہ اور رسول کی طرف اسے کر دو۔ اور معاویہ نے ہمیں ایک ایسی چیز کی طرف بلایا ہے کہ جس میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف، اگر تم ساتھ دو تو ہم اس کی بات کو روک دوں اور ہم اللہ کے لیے اس کا مقابلہ کریں گے۔ تلواروں کی دھار پیرا اور اگر تم انکار کرتے ہو تو ہم قبول کر لیں گے۔

لوگوں نے ہر طرف سے پکار کر کہا کہ رحم کیا جائے رحم کیا جائے!
 اور ابن عبد البر اسکی کتاب استیعاب میں روایت ہے کہ ابو عامر بن سفیان
 بن یزید خارجی، بعض کہتے ہیں کہ ابن یزید نے آپ کو پکار کر کہا اسے مومنین کے
 میل کرینوالے اور ہشام کی روایت میں ہے اسے مومنین کے پیرے سیاہ
 زینوالے۔ آپ نے فرمایا دانتے ہو تجھ پر اسے خارجی مجھ سے سخت کلامی نہ کر۔
 چونکہ مجھے جس چیز نے اس صلح کرنے پر مجبور کیا ہے وہ مختار امیرے باپ کو قتل
 بنا اور مجھے خنجر مارنا امیرے مال و متاع کو لوٹنا ہے۔ جب تم جنگ صفین کی طرف
 پلے گئے تو مختار دین و دنیا سے آگے بھاگا اور آج کے دن مختاری دنیا دین سے آگے
 ہے۔ تجھ پر دانتے ہوا ہے خارجی میں نے دیکھا ہے کہ اہل کوفہ ایسی قوم ہے کہ جن
 سے بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اور جو بھی ان کے دھوکے میں آئیگا وہ ذلیل ہو جائیگا
 ایک کی رائے دوسرے سے نہیں ملتی۔ اور تحقیق میرے باپ کو ان سے سخت
 کالیف اور تلخ شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ شہر بہت جلد تباہ ہو جائیگا اور اس
 شہر والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین میں تقویٰ ڈالا اور کسی گروہوں میں بٹ
 گئے۔

اور ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی
 تو آپ نے کوفہ میں قیام فرمایا اور تیاری میں مشغول تھے جب آپ کا زخم ٹھیک ہو گیا
 تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اسے اہل کوفہ اپنے پڑوسیوں اور مہانوں
 کے بارے میں جو مختار سے نبی کے اہلبیت ہیں، خدا سے ڈرو۔ پس تمام لوگ
 رونے لگے۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی اور
 کوفہ میں مقیم تھے اور مدینہ کی طرف تیاری کر رہے تھے تو معاویہ کے پیروں کا ایک گروہ معاویہ پر تہمت لگایا

جن میں عمرو بن عاص، ولید بن عقیہ (ولید عثمان کا مادری بھائی تھا جسے حضرت علی
 نے شراب پینے کی وجہ سے کوڑے لگائے تھے) اور عقبہ تھا۔ کہنے لگے ہم چاہتے
 کہ تم امام حسن کو زیارت کے بہانے اپنے دربار میں بلاؤ تاکہ مدینہ جانے سے پہلے
 انہیں بثر مسار کریں۔ معاویہ نے انہیں منع کیا اور کہنے لگے۔ یہ بنی ہاشم میں سب سے
 زیادہ صاحبِ لسان ہیں۔ انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو معاویہ نے کسی کو آپ کی
 طرف بھیجا اور زیارت کا شوق ظاہر کیا۔ جب آپ تشریف لائے یہ لوگ حضرت
 علیؑ کی بدگوئی کرنے لگے۔ امام حسنؑ خاموش بیٹھے رہے۔ جب یہ فارغ ہوئے تو امام
 حسنؑ نے خدا کی حمد و ثنا اور اس کے رسول محمدؐ پر صلوٰۃ بھیجی اور فرمایا کہ وہ شخص جس
 کی طرف تم اشارہ کر رہے ہو اس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور دونوں معینین
 کہیں جب کہ تم سب مشرک تھے۔ اور جو کچھ اللہ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا تھا اس کے
 منکر و کافر تھے۔ اور اس شخص نے اپنے نفس کو شہوات سے محروم اور لذات سے
 محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی کہ
 اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو اپنے نفوس کو ان طیبات سے محروم نہ رکھو جو اللہ
 نے تم پر حلال قرار دیے ہیں اور تو اسے معاویہ ان اشخاص میں سے ہے کہ جن کے
 متعلق رسول اللہؐ نے فرمایا خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے (یہ روایت مسلم نے ابن
 عباس سے نقل کی ہے) اور امیر المومنینؑ نے مشرکین سے رسول اللہؐ کی حفاظت
 کرتے ہوئے ان کے بستر پر رات گزار لی اور شب ہجرت اپنا نفس ان کا فدیہ قرار دیا
 یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل کی "اور لوگوں میں ایسے
 جو رہنمائے الہی چاہتے ہوئے اپنے نفس کو بھیجے ہیں" اور انہیں وصف
 ایمان کے ساتھ متصف کر کے خداوند عالم نے فرمایا "یس تمہارا ولی اللہ اس کا
 اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اس سے مراد امیر المومنینؑ ہیں اور

کائنات سے کہا تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ اور تم دنیا و آخرت
 کے لیے میرے بھائی ہوئے اور تو اسے معاویہؓ وہی شخص ہے جس کی طرف جنگ احزاب (خندق)
 میں رسول اللہؐ نے نگاہ کی۔ آپ نے دیکھا کہ یہ ابابہ اونٹ پر سوار تھا اور وہ
 اس کو آپ سے جنگ کرنے پر اکسار رہا تھا۔ میرا بھائی اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے
 تو پیچھے سے اونٹ کو ہنکار رہا تھا۔ پس آپ نے فرمایا خدا اونٹ کے سوار اس کے
 بچے والے اور ہنکارنے والے پر لعنت کرے کسی مقام پر میرا ابابہ آپ کے
 اہل نہیں آیا۔ مگر یہ کہ آپ نے اس پر لعنت کی اور تو بھی اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ تجھے
 نے شام کا گورنر بنایا اور تو نے خیانت کی۔ پھر عثمان نے بنایا تو تو نے اس کی مدد میں
 ہی کی۔ اور تو ہی وہ شخص ہے جو اپنے باپ کو اسلام لانے سے روکتا تھا۔
 اب تک کہ تو نے اسے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا:

يَا خِرْلَانِ يَا طَوْعًا مَقْضِيًّا بَعْدَ الَّذِينَ بَدَأُوا صَبْرًا مَرْقَا
 ے صحرا طاعت کرتے ہوئے اسلام قبول نہ کرو ورنہ ہمیں تو رسوا کر دیگا بعد ان لوگوں کے
 جنہیں جنگ بدر میں چیرا لیا گیا۔

اور تو جنگ بدر، احد اور خندق بلکہ تمام جنگوں میں رسول اللہؐ سے جنگ کرتا رہا
 اور مسلمانوں کو اس فرشتے نے متعارف کرایا جس پر آج ہوا۔

پھر عمرو بن عاص کی طرف ملقت ہوئی۔ یہ ادعویٰ قریش
 سے پانچ اشخاص نے کیا تھا اور ان میں سے جو زیادہ اداۃ الہدایہ غلبہ حاصل ہوا
 وہ عمرو بن عاص ہے اور تو ایک مشرک کے بستر پر پیدا ہوا۔ اور میرے متعلق یہ آیت
 نازل ہوئی کہ میرا دشمن ابتر (جس کی نسل نہ چلے) ہے اور تو اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا
 دشمن تھا اور تو تمام مشرکین میں سے مسلمانوں کے لیے زیادہ مضر تھا اور تو نے یہ اشارہ

لَا أَشْفَى عَنْ مَبْنَى هَاشِمٍ بِهَا اسْتَطَعْتُ فِي الْغَيْبِ وَالْمَحْضَمِ

وعن عائب اللات لا اثنى ولولا رضى اللات لم تنظر

میں حضور و غیاث میں جلتی میری طاقت ہوگی بنی ہاشم کے مقابلہ سے منہ نہیں موڑوں گا۔

اور لات بہت کی عیب جوئی کر نوالے سے منہ نہیں موڑوں گا اور اگر لات راضی نہیں تو بارش

بہنیں برسے گی۔

اور تو اسے ولید میں تجھے امیر المومنین سے بعض رکھنے پر ملامت نہیں کرتا۔

لیونیکہ انھوں نے میرے باپ کو سختی سے قتل کیا تھا اور مجھے شراب پینے کی وجہ سے

لوڑے لگائے تھے۔ جب کہ تو نے مسلمانوں کو صبح کی نماز حالت نشہ میں پڑھائی تھی۔

اور تو نے کہا تھا کہ اور زیادہ کروں اور میرے متعلق حطہ کہتا ہے :

شهد الخطية حين يلقى ربه ان الوليد احمق بالعدو

انفید کم سکراً و ما یدری

يُمَوِّدُهُمْ اٰخَرٰى وَلَوْ تَبَوَّءُوا
لَا تَصْلٰتُهُمْ عَالِ الْعٰشِرِ

فَاتُوا بِالْأَهْبِ وَلَوْ سَيِّئًا

جموعا عنانك اذ جريت ولو شرکوا عنانک لم تزل بحری

۵۔ کم لگا کہ بیشک ولید زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کا

عذر قبول کیا جائے۔ اور امیر المومنین (علیہ السلام) کی ستار تمام ہوشی بھتی کیا زیادہ کروں بھائی

لیے، نشے کی حالت، بستر پر رہا وہ تمہیں جانتا تھا کہ وہ نماز اور زیادہ کر رہا ہے اور اگر وہ قبو

رہیے تو ان کی ساز و س رکعت تک پہنچ جاتی۔ انہوں نے ابو وہب سے سجاوڑ کیا اور اگر قبول

میتے تو تم شفع و دتر کو ملا دیتے۔ انھوں نے تیری مہار روک فی حب تو چلنے لگا اور اگر تیری مہار

و تپوئے دینے کو چلیا رہتا۔

اور خداوند عالم نے اپنی کتاب میں میرا نام فاسق رکھا ہے اور ائمہ المؤمنین کو

کہا ہے۔ اس قول میں کیا وہ جو مومن ہے اس کی مثل ہے جو فاسق ہے۔ یہ آپس میں مساوی نہیں ہو سکتے۔

تیرے اور امیر المومنین کے بارے میں حسان بن ثابت کہتا ہے:

انزل اللہ ذوالجلال علینا فی علی و فی الولید قرانا
میں من کان مومنا عمرک اللہ کہن کان فاسقا خورا نا
سوف یدعی الولید بعد قلیل و علی اے الجزاء عیاننا
فعلی یجزی ہناک جنانا و ولید یجزی ہناک ہوانا

خدا نے ذوالجلال نے ہم پر علی اور ولید کے بارے میں قرآن نازل فرمایا ہے۔ خدا تجھے زندگی دے مومن، فاسق و فاسق کی طرح نہیں ہو سکتا۔ عنقریب ولید اور علی کو آنکھوں کے سامنے بدلہ دینے کے لیے بلایا جائیگا۔ علی کو وہاں جزا و بدلہ میں جنت اور ولید کو ذلت و خواری ملے گی۔

اور باقی رہا تو اسے عتبہ تو جتھے بھی امیر المومنین کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ انھوں نے جنگ بدر کے دن تیرے باپ کو قتل کیا تھا اور تیرے چچا زاد شیبہ کے قتل میں شریک تھے اور کیا جتھے برانہ لگا وہ شخص جس نے تیرے بستر پر قبضہ کیا اور تو نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا یہاں تک کہ تیرے متعلق نصر بن حجاج نے کہا:

نبیۃ عتبۃ میاتہ عرسہ بصد اقة الہدلی من الحیان
انفلا معانی الفرائش فلم یکن بخلا واسک غشیۃ النسران
لا یعتبن یا عتب بن ففسک ان النساء حبائل الشیطان

مجھے عتبہ کے متعلق خبر ملی ہے کہ اس کی بیوی نے اسے قبیلہ حیان کے ہذلی نامی شخص کی دوستی کے لیے تیار کیا۔ عتبہ نے اسے اپنی بیوی کے پاس سویا ہوا پایا تو جو امزدہ بنا اور عورتوں کی طرح

خوف کے مارے رک گیا۔ اسے عتبہ اپنے نفس کو اپنی بیوی کی محبت پر ملامت کرتے ہوئے عورتیں شیطان کا جال ہیں۔

پھر امام حسنؑ نے اپنے دامن کو جھاڑا اور کھڑے ہو گئے پس معاویہ نے کہا
 احرکتکم اھراً فسلم ستمحوالہ
 وقلت لکم لا تتبعن اے الحما
 فلا ابیتم کنت فیکم کبعضکم
 وکان خطابی فیہ عینا من
 محسبکم ما قال مہا علمتم
 میں نے تمہیں ایک چیز کا حکم دیا لیکن تم نے میری بات نہ سنی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ
 کو نہ بلاؤ۔ جب تم نے انکار کیا تو میں بھی تم میں سے بعض کی طرح کھڑا اور میرے متعلق
 نقصان در نقصان تھا۔ پس تمہارے لیے کافی ہے جو کچھ اس نے کہا کہ جسے تم خود بھی
 دیکھتے اور میرے لیے کافی ہے کہ جسے میں قبر و کفن میں بھی محسوس کروں گا۔

تفسیر عجیب

احص نے اور ہشام بن کلبی نے اپنی کتاب (جس کا نام مثالب ہے) لکھا ہے کہ
 اور اس کتاب میں امام حسنؑ کے اس قول کی تشریح کی ہے جو آپ نے معاویہ سے کہا
 بستر معلوم ہے جس پر تو پیدا ہوا۔ میں مطلع ہوا کہ معاویہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ
 کے چار اشخاص سے ہے۔ ۱: عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی۔ ۲: مسافر بن ابی ہریرہ
 ۳: ابوسفیان۔ ۴: عباس بن عبدالمطلب اور یہ لوگ ابوسفیان کے نزدیک حضور
 ان میں سے ہر ایک ہند کے ساتھ مقیم تھا۔ عمارہ بن ولید قریش میں سے حسین بن علی
 تھا۔ اور یہ وہی شخص ہے جس کی چغلی عمرو بن عاص نے نجاشی کے پاس کی تھی۔ یہی
 ایک جادوگر کو بلایا اس سے اس کے آگے تناسل میں پھونکا تو یہ دیوانہ ہو گیا۔ اور چغلی
 جانوروں کے ساتھ پھرنے لگا۔ اور نجاشی کی بیوی اس پر عاشق ہو گئی تھی اور مسافر بن ابی

عمر کے متعلق کلبی کا بیان ہے کہ عام لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ معاویہ اسی کے نطفہ سے پیدا ہوا کیونکہ اسے ہند سے بڑی محبت تھی۔ جب ہند حاکم ہوئی تو مسافر کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ یہ محمد سے ہے۔ لہذا حیرہ کے بادشاہ ہند ابن عمرو کے پاس بھاگ گیا اور اسی کے پاس رہنے لگا۔ جب ابوسفیان حیرہ میں گیا تو مسافر سے اس کی ملاقات ہوئی۔ وہ ہند کے عشق میں بیمار ہو گیا تھا اور اس کے پیٹ میں پانی پڑ گیا تھا اس نے ابوسفیان سے مکہ کے حالات پوچھے وہ بتاتا رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے مکہ سے مسافر کے چلے آنے کے بعد ہند سے شادی کی۔ ابوسفیان نے اس سے یہ بھی کہا کہ میرے آنے کے بعد میں نے ہند سے شادی کر لی ہے۔ یہ سننے کے بعد اس کی بیماری میں اضافہ ہو گیا اور یہ پھلنے لگا۔ اور نیز ہشام بن محمد کلبی نے کتاب مثالب میں ذکر کیا ہے کہ ہند بڑی شہوانی عورت تھی، سیاہ رنگ کی طرف مائل تھی۔ جب کوئی سیاہ بچہ پیدا ہوتا تو اسے مار دیتی تھی۔

ہشام کہتا ہے کہ یزید بن معاویہ اور اسحق بن طاہر بن عبید کے درمیان معاویہ کے سامنے جبکہ وہ خلیفہ تھا طعن و تشنیع کی بات ہوئی۔ یزید نے اسحق سے کہا کہ تمھارے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام بنی حرب جنت میں داخل ہوں۔ یزید نے اس سے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ اسحق کی ماں بنی حرب کے ایک شخص سے بہتم تھی۔ تو اسحق نے یزید سے کہا کہ تمھارے لیے بہتر یہ ہے کہ بنی عباس سارے جنت میں داخل ہوں۔ یزید اس کی بات نہ سمجھا اور معاویہ سمجھ گیا۔ جب اسحق چلا گیا تو معاویہ نے یزید سے کہا کہ کس طرح لوگوں سے گالی گلوچ کی بات کرتا ہے جب تجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تجھے کیا کیا کہا جا رہا ہے۔ کہنے لگا کہ میں نے اسحق پر طنز کیا ہے اور وہ بے بھی ایسا ہی۔ معاویہ نے کہا اور اس نے کیا کہا؟ تمہیں معلوم نہیں کہ بعض

قریش کا زمانہ جاہلیت میں یہ گمان تھا کہ میں عباس سے ہوں۔

شعبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے فتح مکہ کے دن ہند کی طرف اس بات کچھ اشارہ کیا تھا کہ جب ہند بیعت کرنے کے لیے آئی۔ حالانکہ آپ نے اس کا خواہ مخواہ قرار دیا تھا۔ وہ کہنے لگی کس شرط پر آپ کی بیعت کروں؟ آپ نے فرمایا یہ کہ زنا نہیں کرو گی۔ کہنے لگی تو کیا کوئی شریف عورت زنا کرتی ہے تو آپ نے اسے پہچان لیا اور حضرت عمر کی طرف دیکھ کر قسم فرمایا۔

اور امام حسن کا عمر بن عاص سے یہ فرمانا کہ تو مشرک فرماں پر پیدا ہوا ہے نیز کلبی نے مثالب میں ذکر کیا ہے کہ نابغہ عمر کی ماں ان زانیہ عورتوں میں سے تھی کہ جنہوں نے مکہ میں اپنے نشان لگا رکھے تھے۔

پس عاص بن وائل نے چند قریش کے ساتھ جن میں ابولہب، امیہ بن خلف، ہشام بن مغیرہ اور ابوسفیان بن حرب تھے ایک ہی طہر میں اس سے بد فعلی کر لی کلبی کہتا ہے کہ جو لوگ مکہ میں زانی مشہور تھے وہ ایک جماعت تھی۔ ان سے مذکورہ بالا اشخاص کے علاوہ امیہ بن عبد شمس، عبدالرحمن بن حکم بن ابی عامر مروان بن حکم کا بھائی عبیدہ بن ابوسفیان معاویہ کا بھائی اور عقبہ بن ابی معیط تھے۔ پس جب نابغہ عمر سے حاملہ ہوئی تو لوگوں نے اس بارے میں باتیں کیں جب اسے جن چکی تو ان پانچ آدمیوں نے (جن کا ہم نے ذکر کیا ہے) جھگڑا کیا ہر ایک یہ گمان رکھتا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ ان میں سے عاص بن وائل اور ابوسفیان زیادہ مصرعے۔ ہر ایک کہتا تھا خدا کی قسم یہ میرا نطفہ ہے۔ ان دونوں نے بعد کو فیصلہ مقرر کیا اس نے عاص کا انتخاب کیا۔ کہنے لگی یہ اس کا ہے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھے اس بات پر کس چیز نے اکسایا ہے حالانکہ ابوسفیان اس کے زیادہ بزرگ ہے وہ کہنے لگی تمہاری بات درست ہے لیکن ابوسفیان بخیل ہے

اور عاصی بھی ہے یہ میری بیٹیوں پر خرچ کریگا۔ لیکن ابوسفیان بتیں کریگا۔ نابغہ کی
 بچہ لڑکیاں بھتیں۔ اور رہا امام حسنؑ کا ولید بن عقبہ سے یہ فرمانا کہ حضرت علیؑ نے
 شراب پینے کی وجہ سے مجھے کوڑے لگائے تھے تو سب مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت
 عثمان بن عفان نے ولید بن عقبہ کو ۱۲۰۰ میں کوفہ کا حاکم بنایا تھا، ولید ہمیشہ
 شراب پیتا تھا وہ شراب کی محفل جاتا اور اس کے ندیم اور گانے والے ساری
 رات صبح تک اس کے ساتھ رہتے اور جب مؤذن اسے صبح ہونے کی اطلاع دیتا
 تو وہ نشہ کی حالت میں جا کر نماز پڑھاتا۔ ایک دن وہ شب خوابی کے لباس میں
 نکلا اسے ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اسی حالت میں محراب کی طرف بڑھا اور
 نماز فجر چار رکعت پڑھا دی اور کہنے لگا کیا زیادہ کروں؟ تو عبداللہ بن مسعود نے
 کہا ہم آج تک تجھ سے زیادتی میں ہیں۔ جب سجدہ میں گیا تو کہنے لگا تو پی اور مجھے
 پلا۔ پس ابن عیلام ثقفی نے کہا۔ تجھے اور میں نے تجھے ہم پر میرنا کر بھیجا ہے خداوند
 عالم پیپ پلائے۔ پھر ابن عیلام اور اہل مسجد نے ولید کو کنکریاں ماریں۔ ولید
 قصر الامارہ میں داخل ہو گیا۔ وہ نشے میں جھوم رہا تھا، جاتے ہی تخت پر سو گیا۔
 ایک جماعت نے اس پر جھوم کیا جن میں ابو جندب بن زہیر اسدی، ابن عوف
 ازدی وغیرہ تھے لیکن وہ نشے میں دھست پڑا تھا انھوں نے اسے بیدار کرنا چاہا
 لیکن وہ بیدار نہ ہوا۔ پھر اس نے ان پر شراب کی قے کر دی۔ اس کے ہاتھ سے
 انھوں نے اس کی انگوٹھی اتاری اور فوراً ماریہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ پس دربار
 خلافت میں داخل ہوئے اور ولید کے خلاف انھوں نے گواہی دی کہ اس نے
 شراب پی ہے۔ وہ کہنے لگا تمہیں سے معلوم ہوا کہ جو اس نے پی تھی وہ شراب
 ہے؟ وہ کہنے لگے وہی شراب اس نے پی ہے جو زمانہ جاہلیت میں ہم پیتے تھے
 پس عثمان نے ان دونوں (ابو جندبہ اور ابن عوف کو) جھٹک دیا اور برا بھلا کہا

وہ دونوں حضرت عثمان کے پاس سے نکلی کہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو سارا واقعہ بتایا۔ آپ عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم نے گواہوں کو رد اور غرور کو باطل کر دیا ہے تو عثمان کہنے لگے آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا اس فاسق کی طرف کسی کو بھیج کر اسے حاضر کر پس اگر گواہ قائم ہو گئے تو اس پر حد جاری کر۔ پس عثمان نے کسی کو ولید کے پاس بھیجا اور اس کو حاضر کیا پس لوگوں نے اس کے خلافت گواہی دی۔ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ عثمان نے کوڑا حضرت علیؑ کی طرف پھینکا اور کہنے لگے۔ پھر آپ اس پر حد جاری کریں۔ آپ نے کوڑا اٹھایا اور ولید کے قریب ہوئے۔ ولید حضرت سے ہٹتا جاتا تھا۔ پس آپ نے اسے پکڑ کر زمین پر پٹج دیا۔ عثمان نے کہا آپ کو یہ حق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا یاں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اس لیے کہ یہ فاسق ہو گیا ہے پھر یہ اپنا بیجا و کرتا ہے اس سے کہ اس سے خدا کا حق بیا جا رہا ہے۔ پھر آپ نے اسے چاند کے ٹرے لگائے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ رسول اللہؐ نے ولید کو بد دعا دی جبکہ اس نے آپ کی امان کو رد کر دیا تھا جس کی تفصیل اس طرح ہے :

امام احمد سند میں کہتے ہیں (حدیث اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ عقبہ کی بیوی رسول اللہؐ کی خدمت میں اس کی شکایت لے کر آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسولؐ ولید مجھے مارتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ رسول اللہؐ نے مجھے پناہ دی ہے۔ بھڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہی عورت پھر آئی اور کہنے لگی کہ اس نے تو مجھے اور زیادہ پٹیا ہے۔ آپ نے اسے کپڑے کا ایک کنارہ پھاڑ کر اسے دیا اور کہا کہ اس سے جا کر کہو کہ یہ میری امان ہے۔ رسول اللہؐ کی طرف سے۔ بھڑی ہی دیر ہم رُکے کہ وہ پھر آئی اور کہنے لگی اس نے

مجھے اور زیادہ مارا ہے۔ رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا خدایا تو ہی ولید سے بدلہ لے۔ اور ایک روایت میں ہے خدایا فاسق کو کیفر کر داتک پہنچا۔

ولید کے فاسق ہونے کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ ولید نے ایک دن حضرت علیؑ سے کہا کیا میں آپ سے زیادہ زبان دراز اور زیادہ تیز باز نہیں ہوں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **مَنْ كَانَ مَوْنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ** کیا مومن مثل فاسق کے ہے یہ دونوں مساوی نہیں ہیں۔ یہ ابن عباس نے ذکر کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بنی اکرم نے ولید کو ستم میں بنی مصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا وہ مسلمان ہو گئے تھے اور انھوں نے مسجد بھی بنائی تھی جب انھیں ولید کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اس کے استقبال کے لیے ہدایا اور ہتھیار لیکر خوشی میں باہر نکلے جب اس نے اپنی طرف آتے دیکھا تو یہ مدینہ کی طرف واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ انھوں نے زکوٰۃ نہیں دی اور ہتھیار لیکر میری طرف چل پڑے پس ان کی طرف کوئی لشکر جنگ کیلئے بھیجئے۔ پس حارث بن عباد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا تو نے میرے قاصد کے قتل کا ارادہ کیا اور زکوٰۃ بھی نہیں دی۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو بنی بصرہ بھیجا ہے وہ تو ہم تک پہنچا ہی نہیں اور راستے سے پلٹ آیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے پس خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا** اے ایمان والو جب فاسق کوئی خبر دے تو اس کی دیکھ بھال کرو۔

ہشام بن محمد کلبی نے محمد بن اسحق سے بیان کیا ہے کہ مروان بن حکم نے جبکہ وہ مدینہ کا حاکم تھا امام حسنؑ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور کہا کہ حسنؑ سے کہنا مروان بن حکم کہتا ہے کہ میرا باپ وہ تھا جس نے افریق ڈالا، حضرت عثمان بن عفان کو قتل کیا اور علماء و زیادہ کو ختم کر دیا یعنی خوارج اور تو اسے غیر پر مخز کرتا ہے جب تجھے کہا جائے کہ تمھارا

باپ کون ہے تو تم کہتے ہو کہ میرا ماموں گھوڑا ہے۔ پس قاصد امام حسنؑ کی خدمت
 حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابو محمد میں ایسے شخص کا پیغام لے کر آیا ہوں جس کے
 کا خوف اور تلو کا ڈر ہے۔ اور اگر آپ پسند نہ کریں تو میں وہ پیغام نہیں پہنچاؤں
 اور اپنے نفس سے آپ کا بچاؤ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں پیغام پہنچاؤ۔
 پر اللہ کی مدد چاہتے ہیں۔ پس اس نے پیغام دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مروانؓ
 کہو اگر تو سچا ہے تو خدا تجھے سچائی کی جزا دے اور اگر جھوٹا ہے تو خدا سخت انتقام
 والا ہے۔ وہ قاصد امام حسنؑ کی بارگاہ سے نکلا تو امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی
 نے فرمایا کہاں سے آرہے ہو کہنے لگا آپ کے بھائی امام حسنؑ کی خدمت میں سے
 آپ نے فرمایا وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ کہنے لگا مروان کا پیغام لے کر آیا تھا۔ آپ
 فرمایا وہ کیا پیغام تھا۔ قاصد نے بتانے سے انکار کیا آپ نے فرمایا بتاؤ ورنہ تم
 قتل کر دوں گا۔ امام حسنؑ غے یہ بات سُن لی۔ تشریف لے گئے اور فرمایا بھائی اسے
 دو۔ امام حسینؑ نے کہا نہیں خدا کی قسم جب تک یہ بتائیگا نہیں۔ قاصد نے وہ
 دہرائے۔ آپ نے فرمایا حسین بن علی اور فرزند فاطمہؑ تجھے کہتا ہے اے زرقا
 بیٹے جو لوگوں کو اپنی طرف باز اور ذی المجاز میں بلاتی اور باز اور کا ظہیں صاحبِ ثناء
 تھی اور اے رسول اللہؐ کے دھتکارے ہوئے اور لعنت کیے ہوئے کے بیٹے
 پہچان کہ تو کون ہے، تیری ماں کون تھی اور تیرا باپ کون تھا؟ وہ قاصد مردانہ کے
 پاس آیا اور اپنی فقرات کا اعادہ کیا۔ جو دونوں بزرگواروں نے فرمایا۔ تو مردانہ
 لگا کہ حسنؑ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ رسول اللہؐ کے بیٹے ہیں اور حسینؑ
 میرے ہی بھائی ہیں کہ تم علی بن ابیطالبؑ کے بیٹے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مروان کے کہنے
 یہ دونوں بائیں میرے لیے ہیں اور تیری ناک رگڑنے کے لیے۔
 صبحی کہتا ہے کہ حسینؑ کا یہ کہنا اے اپنی طرف بلانے والی کے بیٹے۔ ابنِ حنفیہ

نے ذکر کیا ہے کہ مروان کی ماں حبس کا نام امیہ تھا یہ زمانہ جاہلیت کی بدکار عورتوں میں سے تھی اور اس کا جھنڈا تھا بيطار (نعل لگانے والے) جھنڈے کے ساتھ جس طرح وہ مشہور تھی اور اس کا نام ام حبیل زرقا تھا۔ مروان کا باپ نامعلوم تھا اور حکم کی طرف ایسے ہی منسوب ہو گیا تھا جس طرح عمرو عاص کی طرف منسوب تھا اور آپ کا یہ فرمانا کہ اے رسول اللہؐ کے نکالے ہوئے کے بیٹے اس سے آپ کا اشارہ حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس کی طرف تھا۔ حکم فتح مکہ کے دن اسلام لایا اور مدینہ میں سکونت اختیار کی یہ رسول اللہؐ کی خبریں کفار مکہ کی طرف منتقل کرتا اور آپ کے خلاف جاسوسی کرتا تھا۔ شعبی کہتا ہے کہ اس نے اسلام صرف اسی مقصد کے لیے قبول کیا تھا اور یہ حقیقت میں مسلمان نہیں ہوا تھا۔ رسول اللہؐ نے اسے ایک دن دیکھا کہ وہ چل رہا ہے اور چلتے چلتے جھک جاتا ہے اور رسول اللہؐ کی نقل اتارتا ہے۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تو ہمیشہ کے لیے ایسا ہی ہو جائے۔ اس کے بعد جب وہ چلتا تو معلوم ہوتا کہ وہ ابھی گر پڑے گا۔ آپ نے اسے طائف کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اور اسے لعنت کی جب سرکار رسالت مآبؐ کی وفات ہو چکی تو حضرت عثمان نے حضرت ابوبکر سے بات چیت کی کہ اُسے واپس بلا لے کیونکہ حکم عثمان کا چچا تھا۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا یہ کام میرے بس میں نہیں کیونکہ یہ وہ امر ہے جو رسول اللہؐ نے کیا ہے۔ خدا کی قسم میں حضورؐ کی کسی طرح مخالفت نہیں کروں گا۔ جب ابوبکر انتقال کر گئے اور ان کی جگہ عمر کی حکومت ہوئی تو عثمان نے عمر سے یہی بات کی تو حضرت عمر نے کہا اے عثمان بھتیجے رسول اللہؐ اور ابوبکر سے حیا و شرم نہیں آتی تم اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کو مدینہ میں واپس بلانا چاہتے ہو! خدا کی قسم یہ بات کبھی نہیں ہوگی۔ پس جب وفات پا گئے اور عثمان ان کی جگہ آئے تو اسی دن جس دن تخت نشین ہوئے اُسے واپس بلایا۔ اُسے اپنے قریب بٹھایا اور اسے مالِ عظیم دیا، اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا۔

مسلمان عثمان کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اور ان کی اس حرکت کو بُرا مانا اور یہ پہلا چیز تھی کہ جسے مسلمانوں نے برا جانا۔ کہنے لگے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کو واپس بلایا ہے۔ اور خدا اور رسول کی مخالفت کی ہے تو عثمان کہنے لگے رسولؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ واپس بلا لیں گے۔ پس اسی سبب سے مجاز کے ایک گروہ نے عثمان کے پیچھے جنازہ پڑھنی چھوڑ دی۔ پھر حکم عثمان کی خلافت ہی کے زمانہ میں فی الزمر ہوا۔ حضرت عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے جنازہ کے پیچھے چلے۔ پس یہ بات مسلمانوں کو بہت شاق گزری اور کہنے لگے کیا وہ کافی نہیں تھا جو تم نے کیا تھا۔ یہاں تک کہ تم نے منافق ملعون کی نماز جنازہ پڑھائی کہ جس پر رسول اللہؐ لعنت کی اور اسے شہر بدر کر دیا تھا۔ پس مسلمانوں نے عثمان کی بیعت توڑ دی اور انہیں قتل کر دیا۔ اور حضرت عثمان نے حکم کے بیٹے مروان کو افریقیہ کا خمس جو کہ پانچ لاکھ دینار تھا دیدیا۔ جب یہ خبر حضرت عائشہ کو ملی تو حضرت عثمان کو پیغام بھیجا کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں تھا کہ تم نے منافق کو واپس بلایا یہاں تک کہ تم نے اسے مسلمانوں کا مال بھی واپس دے دیا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور شیعہ جنازہ بھی کی۔ اسی وجہ سے انہوں نے فرمایا تھا کہ نعل کو قتل کرو و خدا سے قتل کرے بیشک یہ کافر ہو گیا ہے۔

جب مروان کو پتہ چلا کہ بی بی عائشہ نے اس کا بہت بُرا مانا ہے تو وہ ان کے پاس آیا اور عتاب و ملامت کرنے لگا۔ بی بی عائشہ نے فرمایا نکل جا یہاں سے اور زرقا کے بیٹے میں رسول اللہؐ پر گواہی دیتی ہوں کہ آپ نے میرے باپ پر لعنت کی جب کہ تو اس کی پشت میں تھا۔

شعبی کہتا ہے کہ مروان ۲۷ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ فتح میکہ کے دن مسلمان ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے اسے شہر بدر کیا۔

وفات امام حسنؑ

مؤرخین کا بیان ہے کہ معاویہ سے صلح کرنے کے بعد ۴۹ھ تک آپ مدینہ میں میقم رہے۔ چالیس دن تک بیمار رہے اور ۲۵۔ ربیع الاول کو وفات پائی۔ آپ کے من مبارک میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کا سن ۴۹ سال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۳۷ سال ہے۔ پہلا قول صحیح ہے۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مشہور ہے جہاں زیارت کی جاتی ہے۔

سبب شہادت

مؤرخین کہتے ہیں جن میں سے عبدالبر بھی ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کنذی نے زہر دیا تھا۔ اور شعبی کہتا ہے کہ معاویہ نے جعدہ سے مکاری کی اور اس سے کہا کہ امام حسنؑ کو زہر دیدو اور جس کے عوض میں میری شادی یزید سے کر دوں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تجھے دوں گا جب امام حسنؑ شہید ہو گئے تو جعدہ نے معاویہ کی طرف پیغام بھیجا اور وعدہ پورا کرنے کا مطالبہ کیا تو معاویہ نے رقم تو اسے بھیج دی اور کہا ابھیجا کہ میں یزید سے محبت کرتا ہوں اور اس کی زندگی چاہتا ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یزید سے میری شادی کر دیتا۔

شعبی کہتا ہے اس بات کی تصدیق اس سے ہوئی ہے کہ امام حسنؑ اپنی شہادت کے وقت فرماتے تھے۔ اور آپ کو وہ معلوم ہو چکا تھا جو معاویہ نے کہا تھا کہ معاویہ کا بھیجا ہوا زہر اپنا کام کر چکا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم جو اس نے جعدہ سے وعدہ کیا ہے وہ اسے پورا نہیں کرے گا اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسے اس کا مطالبہ حضرت امام حسنؑ ۲۸ صفر ۵۰ھ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

وہ قابل اعتماد نہیں۔

اور میرے حیدر اوری نے کتاب صفوۃ میں بیان کیا ہے کہ یعقوب بن سفیان نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ جعدہ نے ہی آپ کو زہر دیا تھا۔ شاعر اسی ضمن میں کہتا ہے :

تغفرنکم لک من سلوۃ تغرج عنک غلیک الحزن

صبر کر پس کتنے مقام عقلی کے تیرے لیے موجود ہیں جو مجھ سے حزن و ملال کی سوزش کو دور کر دینگے

بہوت النبی وقتل الرعی وقتل الحسین وسم الحسن

دستلی حاصل کر، وفات رسول، قتل وصی، شہادت حسینؑ اور زہر حسنؑ کے ساتھ ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ معاویہ نے آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا کیونکہ امام حسنؑ اور ان کے بھائی حسینؑ شام میں معاویہ کے پاس گئے تھے۔

ابو نعیم نے کہا ہے عذت اللہ کے ساتھ (عمیر بن اسحق کہتا ہے کہ میں اور ایک دوسرا شخص امام حسنؑ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس گئے کہ جس بیماری میں آپ نے وفات پائی تو آپ نے فرمایا اے شخص جو حاجت ہو سوال کر۔ وہ شخص کہنے لگا ہمیں خدا کی قسم ہم آپ سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے جب تک خداوند عالم آپ کو فانی نہیں بخت تا۔ آپ نے فرمایا سوال کر لے قبل اس کے کہ سوال نہ کر سکے۔ کیونکہ میرے جگر کے کئی ٹکڑے باہر آچکے ہیں۔ اور مجھے کئی مرتبہ زہر ملا یا گیا ہے لیکن اس مرتبہ جیسا کوئی زہر نہیں تھا۔

راوی کہتا ہے کہ دوسرے دن میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آنجنابؑ کا آخری وقت تھا۔ حسینؑ ان کے سر پر ہاتھ پھیلتے ہوئے تھے۔ کہنے لگے اے بھائی آپ کس کو ملزم جانتے ہیں؟ فرمایا کیوں؟ تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ حسینؑ نے کہا ہاں اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو خدا از زیادہ طاقتور اور سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میرے بدلے کوئی بے گناہ قتل ہو۔

ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسنؑ کا وقتِ احتضار آیا تو آپؐ نے فرمایا مجھے اپنے نانا کے پاس دفن کرنا یعنی رسول اللہؐ کے پاس۔

پس امام حسینؑ نے چاہا کہ آپؐ کو رسول اللہؐ کے حجرہ میں دفن کریں پس بنی امیہ مروان اور سعید بن عاص جو کہ حاکم مدینہ تھا اس امر سے مانع ہوئے۔ اس پر تمام بنی ہاشم تیار ہو گئے کہ ان سے جنگ کریں۔ ابو ہریرہؓ نے کہا تھا تمھارا کیا خیال ہے اگر موسیٰ کاہنؑ ٹافوت ہو جاتا تو کیا وہ اپنے باپ کے ساتھ دفن نہ ہوتا؟!!

ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ بھی ان کے ساتھ تھیں وہ کہنے لگیں کہ رسول اللہؐ کے ساتھ کوئی دفن نہیں ہو سکتا۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ مروان نے معاویہ کی طرف خط لکھا کہ بنی ہاشم نے چاہا تھا کہ حسنؑ کو رسول اللہؐ کے پاس دفن کریں اور سعید بن عاص بھی اس معاملے میں بنی ہاشم کا ہمنوا ہو گیا تھا۔ میں نے عثمانؓ منطلقاً وہی وجہ سے انھیں روک دیا کہ عثمانؓ تو جنت البقیع میں دفن ہوں اور حسنؑ رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ کے ساتھ دفن ہو جائے۔ اس پر معاویہ نے شکر یہ کا خط اس کی طرف لکھا اور سعید بن عاص کو معزول کر کے مروان کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔

جب آپؐ دفن ہو چکے تو آپؐ کے بھائی محمد بن حنفیہ قبر پر کھڑے ہو گئے درآنحالیکہ آپؐ رو رہے تھے اور کہا اے ابو محمد خدا آپؐ پر رحمت نازل کرے اگر آپؐ کی زندگی باعثِ عزت تھی تو آپؐ کی وفات نے کم توڑ دی ہے۔ اور بہترین روح وہ تھی جس نے آپؐ کے بدن کے ساتھ زندگی گزاری اور بہترین بدن وہ تھا کہ جسے آپؐ کے کفن نے چھپایا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ آپؐ ہدایت کے فرزند، پرہیزگاری کے حلیف اور خامس اصحاب کسار تھے۔ اسلام کی گود میں پلے اور ایمان کے سینے

سے دودھ پیا تھا۔ آپ کے کارنامے عظیم اور مدارج انتہائی تھے۔ اور آپ کے ذریعے خداوند عالم نے دو گروہوں میں مصالحت کرائی۔ آپ کے سبب دین کی پروا گزری جمیع ہوئی۔ پس آپ پر سلام ہے۔ آپ زندگی اور وفات کے بعد طیب و طاہر ہیں۔

واقعی کہتا ہے جب آپ کی وفات کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ اس وقت مقام خضر میں تھا اس نے تکبیر کی آواز بلند کی جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔

ابن سعد کہتا ہے کہ جب امام حسن فوت ہوئے تو ابن عباس اس وقت شام میں تھے، ان کی بصارت جاتی رہی تھی۔ وہ معاویہ کے پاس گئے اور اپنے چلانے والے سے کہا کہ مجھے نہ کھینچنا تاکہ معاویہ شہادت نہ کرے۔ معاویہ کہنے لگا خدا کی قسم میں تجھے ایسی بات کی خبر دیتا ہوں جو میری شہادت سے بھی زیادہ سحت ہے پھر کہنے لگا حسن بن علی فوت ہو گئے ہیں۔ ابن عباس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون ! اور خدا کی قسم اسے معاویہ تو بھی ان کے بعد نہ رہ سکے گا۔

اولاد امام حسنؑ

واقعی اور ہشام نے کہا ہے کہ آپ کے پندرہ فرزند اور آٹھ بیٹیاں تھیں ان میں سے علی اکبر، علی اصغر، جعفر، فاطمہ، سکینہ، ام حسن، عبداللہ، قاسم، زید، عبدالرحمن، احمد، سمیع، حسین، عقیل اور حسن ہیں۔ اور وہ ابو عبداللہ حسن بن حسن بن علی ہیں۔ یہ ترتیب جو ذکر ہوئی ہے یہ واقعی اور محمد بن ہشام کی ہے۔

لیکن محمد بن سعد نے طبقات میں ان کی ترتیب اس کے علاوہ بیان کی ہے اور اس نے کہا ہے کہ امام حسنؑ کی اولاد میں سے محمد اصغر، جعفر، حمزہ، فاطمہ، ان کی والدہ ام کلثوم بنت فہل بن عباس بن عبدالمطلب تھیں اور محمد اکبر کہ جن سے آپ کی کنیت ہے

حسن ان کی والدہ خولہ بنت منثور خطفانیہ ہے۔ اور زید ام حسن اور ام غیسہ کی والدہ ام بشر بنت ابو مسعود انصاری ہے کہ جس کا نام عقبہ بن عمرو تھا۔ اسماعیل اور یقوب کی ماں جعدہ بنت اسد بنت بن قیس ہے جس نے آپ کو زید پیدا کیا تھا۔ قاسم ابو بکر اور عبداللہ جو امام حسن کی کنیت میں کر بلا میں شہید ہوئے۔ ان کی ماں نیز بھتی اور ان کی نسل نہیں چلی۔ بعض کہتے ہیں ان کی ماں کا نام نفیدہ تھا۔

سین الثرم، عبدالرحمن، ام سلمہ ایک کنیز سے ہیں جس کا نام طہیا تھا۔ عمر بھی کنیز سے پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد بھی نہیں ہے۔ اور ام عبداللہ یہ امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین کی والدہ ہیں ان کی والدہ ایک کنیز بھتی جس کا نام صافیہ تھا۔ محمد کی کوئی اولاد نہیں اس کی ماں ام اسمعٰل بنت طلحہ بن عبداللہ تھی ہے اور عبداللہ مغز کی ماں زینب بنت سلیم بن عبداللہ تھی یہ سلیم جریر بن عبداللہ بھلی کا بھائی تھا اور دل زیادہ صحیح ہے۔

واقعہ نے ذکر کیا ہے کہ زید بن حسن کی اولاد بھتی جن میں سے محمد ایک کنیز سے پیدا ہوا۔ آگے اس کی اولاد نہیں اور نفیہ بنت زید سے نفیہ کی والدہ کا نام بانہ بنت عبداللہ بن عباس ہے اور حسن بن زید ابو جعفر منصور کی طرف سے حکم دینہ ہوئے تھے ان کی ماں کنیز بھتی۔

واقعہ کہتا ہے کہ زید بن حسن نے بطحا بن ازہر میں وفات پائی یہ مقام مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کا جنازہ بقیع میں لایا گیا۔ ان کی تاریخ وفات نہیں معلوم ہو سکی۔ مگر یہ کہ وہ تابعین کے دور سے طبقے میں سے ہیں۔

حسن بن حسن بن علی کی اولاد میں سے عبداللہ بن حسن بن حسن بن حسن بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی ہیں یہ سب منصور کی قید میں کوثر میں وفات پا گئے ہم آئندہ ان کا تذکرہ کریں گے اور زینب بنت حسن بن حسن اور ام کلثوم بنت حسن اور ان

کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علیؑ ہیں۔ اور فاطمہ کی والدہ ام سہلی بنت طلحہ
عبداللہ ہیں اور جعفر بن حسن بن حسن اور فاطمہ ام قاسم ملیکہ یہ ایک کنیز سے بد
ہوئے۔ جسے حبیبہ فارسیہ کہا جاتا تھا۔ ام کلثوم ایک کنیز سے ہے یہ
بن حسن بن علی کی اولاد ہیں۔ جن میں سے عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی علیہ السلام
ہم عبداللہ کے کچھ حالات ذکر کرتے ہیں۔ واقعہ نے آپ کے حالات
کہا ہے کہ عبداللہ کی کنیت ابو محمد تھی۔ یہ مدینہ میں رہتے تھے یہاں تک کہ بنی امیہ
سلطنت ختم ہوئی۔ جب ابوعباس سفاح نے خلافت پر قبضہ کیا تو اولاد ابوطالب
کی ایک جماعت کے ساتھ عبداللہ اس کے پاس گئے وہ مقام ابار میں تھا اس
سب کو بہترین جائزہ دیا۔ اور عبداللہ کو مقدم رکھا انھیں عطیہ دیا اور اپنے
بٹھایا۔ اور ان سے وہ سلوک کیا جو دوسروں سے نہیں کیا تھا۔ اور وہ رات
وقت اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے۔ ایک رات آدمی رات تک
ہوتی رہیں۔ ابوعباس نے ایک ڈبیہ منگوائی جس میں کچھ جواہرات تھے اسے
کہنے لگا اے ابو محمد خدا کی قسم یہ ان جواہرات میں سے ہیں جو بنی امیہ کے قبضہ
تھے اور میں ملے ہیں۔ اور وہ عبداللہ کے ساتھ تقسیم کر لیے پھر ابوالعباس کو
اونگھ آگئی وہ اپنا سر رکھ کر سو گیا تو عبداللہ نے یہ اشعار کہے:

الم تر حوشباً امسى دینبی تصور انفعھا لبنی نفعیہ
یومل ان یسرعو منسوج و امر اللہ بانی کل لیلۃ
دیکھا تو حوشب کی طرف نہیں دیکھتا کہ وہ محلات تعمیر کرتا ہے جن کا نفع بنی نفع کو
پہنچے گا۔ وہ امید رکھتا ہے کہ فوج جتنی عمر گزارے گا۔ حلا نکہ خدا کا حکم ہر رات آتا ہے۔
ابوالعباس بیدار ہو گیا اور اس نے آپ کے اشعار کا مفہوم سمجھ لیا اور اپنے
لگا کیا یہ شعر میرے پاس مثلاً پڑھے جارہے ہیں۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے جو ان

نارین نے تمھارے ساتھ کیا ہے اور میں نے کوئی چیز تم سے چھپا نہیں رکھی پس انھوں نے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم میں نے برائی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ اشعار یوں ہی میری زبان پر آگئے تھے۔ اور اگر آپ اس چیز کو برداشت کر سکتے ہیں جو مجھ سے برادر ہوئی ہے تو کر لیجئے۔ کہنے لگا میں نے برداشت کر لیا۔

صولی نے کتاب اوراق میں ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں اشعار عبداللہ نے ایک دوسرے موقع پر کہے تھے۔ وہ کہتا ہے جب عبداللہ ابوالعباس کے پاس آئے تو اس نے ان کا ہاتھ پکڑا اور آپ کو ان محلات اور مکانات میں پھرتا رہا جنہیں اس نے ہاشمیہ میں تعمیر کیا تھا۔ اور ان پر بڑا اتراتا تھا۔ عبداللہ نے اس وقت یہ دونوں اشعار پڑھے۔ تو سفاح آگ بگولا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ اور کہنے لگا تمھاری کیا مراد ہے۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم میرا مقصد سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ میں تمھیں ان سے زہد اور پرہیزگاری کی تلقین کروں۔ سفاح نے کہا: ارید حیات ویرید قتلی الخ (میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے) تو عبداللہ نے کہا مجھے معاف کر دیجئے سفاح کہتے لگا خدا مجھے معاف نہ کرے اگر تجھے کبھی بھی معاف کر دوں۔

عبداللہ بن حسن کی اسیری

مورخین کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسن کی کئی اولادیں تھیں جن کا تذکرہ آگے کریں گے۔ ان میں سے ممتاز حیثیت کے محمد اور ابراہیم تھے اور یہ دونوں حصول خلافت کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ منصور ان سے خائف تھا اور یہ منصور کے خوف سے دیہاتوں میں رہتے تھے۔ پھر یہ شہروں کی طرف منتقل ہو گئے۔ حجاز سے یمن کی طرف پھر بصرہ کی طرف پھر سندھ چلے گئے۔ جب ۱۲۲ھ میں منصور حج پر

گیا تو مدینہ میں عبداللہ بن حسن بن حسن کے ساتھ ملاقات کی اور ان سے ان کے دو بیٹوں کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم مجھے ان کا علم نہیں تو منصور ان سے صحت کلامی کی پھر انھیں قید کر دیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب ان سے ان کے بیٹوں کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم اگر وہ دونوں میرے قدم نیچے ہوتے تو بھی میں قدموں کو نہ اٹھاتا۔

اور مولیٰ نے کتاب اوراق میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگوں نے عبداللہ کو ان دونوں بیٹوں کے معاملے کو چھپانے کے سلسلے میں ملامت کی تو وہ کہنے لگے کہ میرا امتحان ابراہیمؑ خلیل اللہ کے امتحان سے زیادہ عظیم ہے کیونکہ خداوند عالم نے انھیں اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اللہ کی اطاعت بھتی تو خدا نے فرمایا بیشک یہ واضح ابتلا ہے۔ یہ مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ میں اپنے بیٹوں کی اس محزنی کروں۔ تاکہ یہ انھیں بے قتل کر دے۔ اور یہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ پس منصور نے ان کی قید کا حکم دے دیا۔ وہ تین سال قید رہے۔ ان کے ساتھ ایک جماعت قید بھی جو میں حسن اور ابراہیم عبداللہ کے بھائی حسن کے بیٹے تھے۔ اور حسن بن جعفر بن حسن ابو بکر بن حسن بن حسن جو عبداللہ کے بھائی تھے۔ سلیمان عبداللہ علی عباس جو قادیان بن حسن کے بیٹے تھے اور محمد داؤد بن جواہر ابراہیم بن حسن بن حسن کے بیٹے تھے اور عباس بن حسن بن حسن بن علی کو اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ اپنے دروازہ پر بیٹھے تھے ان کی والدہ نے فریاد کی کہ خدا کے لیے اسے چھوڑ دو کہ میں اسے آخری بار دیکھ لوں۔ لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا۔ علی بن حسن بن حسن بڑے عابد و پرہیزگار تھے۔ میں عبداللہ بن حسن بن حسن اور علی بن محمد بن عبداللہ اور ان کی گرفتاری کا کام ریاکار بن عثمان کے سپرد کیا گیا۔ یہ منصور کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا اس نے انھیں بیڑیاں پہنا دیں اور بہت سختی سے پیش کیا۔

ان میں سب سے پہلے عبداللہ کو قید سے رہا کیا گیا۔ پھر باقی کے بعد دیگرے قید ہوئے۔ اور اسی حالت میں قید رہے۔ یہاں تک کہ ابو جعفر منصورؒ نے حج کے لیے آیا اور بعض کے قول کے مطابق عبداللہؒ میں قید ہوئے۔ جب منصور حج سے پلٹا تو ریح کی طرف پیغام بھیجا وہ ان کو لے چلا۔ اور ان کے ساتھ ہی محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان کو (جو حسن بن حسن کی اولاد کا مادری بھائی تھا اور جسے دربارج کہا جاتا تھا) بھی ساتھ لیا۔ اور ان سب کی دادی جناب فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابیطالب تھیں۔ پس ریح نے ان کو مزید بیڑیوں اور طوقوں میں جکڑا اور ان کے حلقے تنگ کر دیے۔ یہاں تک کہ ان کے پاؤں میں زخم ہو گئے۔ اور انھیں مقام ربذہ میں لے کر آیا۔ کیونکہ منصور اس سال مدینہ میں داخل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ربذہ ہی میں قیام ٹھہرا ہوا اور یہ لوگ بے کجاوہ اونٹوں پر وہاں پہنچے۔ ان کے نیچے کوئی کپڑا یا گدّہ وغیرہ نہیں تھا۔ اور ابو جعفر پر وہ کے پیچھے ان کی حالت دیکھا گیا تھا۔

عبدالرحمن بن ابوموالی کہتا ہے کہ میں نے ان لوگوں کی ربذہ میں حالت دیکھی کہ یہ لوگ دھوپ میں پڑے ہوئے تھے۔ ابو جعفر منصورؒ نے محمد دیباچ کو بلایا ان کی بیٹی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کے نکاح میں تھی اور کہنے لگا مجھے بتاؤ کہ کہاں ہیں دونوں جھوٹے اور فاسق محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن بن حسن کے بیٹے محمد نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں۔ اس ملعون نے آپ کو چار سو کوڑے مارے پھر ایک سخت درشت قیدیوں پر ڈال دی۔ پھر اس قیدی کو کھینچا تو ان کا چمڑا بھی ساتھ ہی آگیا۔ یہ ایک حسین ترین انسان تھے اسی لیے انھیں دیباچ کہا جاتا تھا۔ ان کی آنکھ پر ایک کوڑا لگا جس سے ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ انھیں بیڑیوں سمیت ان کے بھائی عبداللہ کے پاس لایا گیا یہ پیاسے تھے لیکن کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ انھیں پانی پلا دیتا۔ جناب عبداللہ نے فریاد کی کہ اے گروہ مسلمان کیا اولاد رسول پیاسی مرتگی؟

پھر ابو جعفر منصور ایک محل میں سوار ہوا اس کے دوسری جانب اس کے مد مقابل
ربیع تھا۔ اور اولاد حسن کو اونٹوں کے پالانوں پر سوار کیا گیا۔ ان کے سر ننگے تھے،
دھوپ ان پر پڑتی تھی۔ ان کے نیچے بھی کوئی کپڑا نہیں تھا۔ ننگے، پیاسے اور بھوکے
تھے۔ ایک دن ابو جعفر منصور ان کے قریب سے گزرا۔ وہ محل میں تھا کہ جس پر
ریشم و دیباچ کے پروے پڑے تھے۔ تو عبد اللہ بن حسن نے پکار کر کہا کیا ہم نے جنگ
بدر میں یہی سلوک کیا تھا؟۔ اس ملعون نے کوئی جواب نہ دیا۔
ان کا اشارہ جناب رسالت آعلیٰ کے سلوک کی طرف تھا جو آپ نے عباس سے کیا تھا۔
جب وہ جنگ بدر میں قید ہوئے تھے اور تکلیف سے کراہتے تھے تو آپ نے فرمایا عباس
کے کراہنے سے آج رات میں سو نہیں سکا۔ پھر انھیں چھوڑ دیا تھا۔ صولی نے کتاب
اور اوراق میں ذکر کیا ہے کہ جب ان بھیکوں کو اونٹوں پر مدینہ سے باہر نکالا گیا، ہر ایک
کے ساتھ ایک سپاہی تھا۔ اس وقت ابن زیاد سعدی نے یہ اشعار کہے:

من نفس کشیۃ الاشفاق ولعین کشیۃ الاطواق

زیادہ ڈرائے ہوئے نفس اور زیادہ نیچے دیکھنے والی آنکھ کا کون ہے

جہدت الذی دھاها زمانا تم جادت بدمھا المھراق

ایک زمانہ تک وہ خشک رہی اس مصیبت کے سبب جس نے اسے گہرے رکھا پھر خون کے آنسو بہائے

فراق الذین راحوا الی الموت عیاناً والموت مر البذاق

ان کے فراق میں آنسو بہائے جو کھلی ہوئی موت کی طرف جا رہے تھے موت کا ذائقہ تلخ ہے

شم ظلموا یسلمون علینا باکف مشدودۃ فی رشاۃ

پھر وہ ہم پر سلام کرنے لگے ایسی ہتیلیوں سے جو مضبوط رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ دیباچ کی اس بیٹی کا نام جس کی شادی انھوں نے ابراہیم

سے کی رقیہ تھا۔ یہ لوگ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ ابو جعفر منصور انھیں بدترین

حالت کے ساتھ کوفہ میں لایا۔

واقعی کہتا ہے کہ یہ لوگ اولاد امام حسنؑ میں سے ہیں افراد کہتے کہ جنیں کوفہ میں قید کر دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں ہاشمیہ میں۔ جو کوفہ کے مقابل تھا۔ انہیں ایک سرداب میں رکھا گیا جو زمین کے نیچے تھا جس میں نہ رات کا پتہ کھانا دن کا۔ یہ سرداب کوفہ کے پبل کے سامنے معروف جگہ ہے جہاں اب زیارت کی جاتی ہے۔ ان کے پاس پانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ وہ وہیں بول و براز کرتے تھے اس لیے وہاں سخت بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے پاؤں پر ورم آ گیا۔ جب ان میں سے کوئی مرجاتا تو دفن بھی نہیں ہو سکتا تھا بلکہ ان کے سامنے گل کر مٹی ہو جاتا اور وہ اسے دیکھتے رہتے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سرداب ان پر گر پڑا اور وہ سب وہیں مر گئے۔

طبری کا کہنا ہے کہ وہ پیاس سے مر گئے کیونکہ ان کے پاس پینے کے لیے پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔

مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا عبداللہ بن حسن اپنے بیٹوں محمد و ابراہیم کے منصور کے خلاف خروج کرنے کے بعد فوت ہوئے یا پہلے زیادہ صحیح ہی ہے کہ ان کا خروج عبداللہ کی زندگی ہی میں تھا جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

خروج محمد و ابراہیم

مورخین کا بیان ہے کہ جب ابو جعفر منصور عبداللہ بن حسن اور ان کے خاندان کو گرفتار کر کے کوفہ لایا تو محمد و ابراہیم اس سے خوف زدہ ہوئے پس وہ مین کی طرف چلے گئے، پھر سند و ستان کی طرف، پھر خفیہ طور پر کوفہ آئے اور ابو جعفر ان کے پیچھے جاسوس لگا رکھے تھے۔ منصور کے لشکر میں سے بہت سے لوگوں نے محمد و ابراہیم کی بیعت کر لی پھر انہیں خوف محسوس ہوا۔ محمد حجاز اور ابراہیم بصرہ کی طرف چلے گئے

شہادت محمد بن عبداللہ بن حسن

مورخین کا بیان ہے کہ منصور کی تمام شہروں میں بیعت لی گئی لیکن جب لوگوں نے اس کا ہر ظلم دیکھا تو محمد نے دوسو پچاس شہسواروں کے ساتھ ماہ رجب میں مدینہ میں خروج کیا۔ انھوں نے لغرۃ تجیر بلند کیا اور قیدخانہ پہنچ کر اس کا دروازہ توڑ دیاں جتنے قیدی تھے سب کو باہر نکال لیا۔ رباح بن عثمان کو ہشام کے گھر میں مجبوس کر دیا۔ محمد منبر پر گئے اور خطبہ دیا کہ اے لوگو اس سرکش، خدا کے دشمن ابو جعفر منصور کا معاملہ تم سے مخفی نہیں۔ اس نے خدا کی دشمنی میں کعبہ محترم کی امانت کرتے ہوئے قبۃ حضر بنایا ہے اور خداوند عالم نے فرعون کو اس وقت پکڑا جب اس نے یہ کہا تھا کہ میں تمھارا رب اعلیٰ ہوں۔ اس امر کے قیام میں زیادہ حقدار مہاجرین و انصار کی ولادہیں۔ خدایا ان لوگوں نے تیرے حرام کو حلال اور تیرے حلال کو حرام قرار دیا ہے۔ اور جسے تو نے ڈرایا اسے انھوں نے امان دے رکھی ہے۔ اور جسے تو نے امان دی اسے ڈراتے ہیں۔ ان کی تعداد کو ختم کر دے اور انہیں علیحدہ علیحدہ ختم کر دے۔ ان میں سے کسی کو نہ باقی رہنے دے۔ پھر وہ منبر سے اتر آئے۔

واقعی کہتا ہے کہ مکہ، مدینہ اور یمن پر محمد کا قبضہ ہو گیا تھا۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ مالک بن انس سے محمد کے ساتھ خروج کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا اور کہا گیا کہ ہماری گردنوں میں منصور کی بیعت پڑی ہوئی ہے تو مالک نے کہا تم لوگوں نے مجبوراً بیعت کی تھی اور مجبور کی قسم کا کچھ مواخذہ نہیں ہوتا۔ پس لوگوں نے محمد کا ساتھ دینے میں جلدی کی۔ مالک اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور باہر نہ نکلا۔

واقعی وغیرہ نے کہا ہے کہ عبداللہ بن علی بن عبداللہ ابن عباس منصور کا چچا بھی

اس کی قید میں رکھا۔ ابو جعفر منصور نے کہا کہ اس معاملے میں ان سے مشورہ کرو تو عبداللہ نے کہا کہ ابو جعفر کو نخل نے قتل کیا ہوا ہے اس سے کہو کہ مال خرچ کرے۔ اگر غالب آگیا تو وہ مال دوبارہ اس کے پاس واپس آجائے گا اور اگر مغلوب ہو گیا تو اس کے دشمن کے پاس ایک درہم بھی نہ ہوگا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب ابو جعفر کو محمد کے خروج کی خبر ملی تو اس نے اسے خط لکھا: اے المؤمنین ابو جعفر کی طرف سے محمد بن عبداللہ کی طرف خداوند عالم فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں خدا کے اس قول تک مگر وہ جو توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تمہیں ان پر قدرت حاصل ہو تو جان لو کہ خدا بخشش کرے والا مہربان ہے اور مجھ پر تمہارے لیے اللہ کا میثاق اور اللہ رسول کا ذمہ ہے اگر تم توبہ کر لو اور لوٹ آؤ قبل اس کے کہ مجھے تمہارے اوپر قدرت حاصل ہو تو تم، تمہارے تمام فرزند، بھائی عزیز اور جنہوں نے تمہارا ساتھ دیا ہے ان کے خون اور مال محفوظ ہیں اور میں تمہیں دس لاکھ درہم عطا کروں گا۔ اور جس شہر میں تم چاہو گے وہاں رہنے دوں گا اور تمہارے عزیزوں میں سے جو فائدہ میں سب کو رہا کروں گا۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے متعلق پختہ میثاق و عہد لو تو جسے چاہو بھیج دو وہ مجھ سے امان نامہ اور موافق و عہد لے جائے۔ والسلام!

پس محمد بن عبداللہ نے اس کی طرف خط لکھا:۔

محمد بن عبداللہ مہرہ کی طرف سے عبداللہ بن محمد کی طرف! طسم یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ ہم تجھ پر موسیٰ و فرعون کی خبر کی حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں اس قوم کیلئے جو ایمان لائے ہیں بیشک فرعون نے اپنے آپ کو زمین میں بلند سمجھا اور اہل زمین کو کئی فرشتے بنا دیا، ایک گروہ کو اس نے کمزور سمجھا، ان کے بیٹوں کو فوج

کرنا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھنا اور بیشک وہ مفسدین میں سے تھا اور ہم چاہتے
 ہیں کہ احسان کریں ان پر جنہیں زمین میں کمزور بنا دیا گیا۔ انہیں امام بنائیں اور
 انہیں وارث قرار دیں اور زمین پر انہیں متکین و امانت رکن بنائیں اور فرعونؑ ہلاک
 اور ان کے لشکر کو وہ کچھ دکھائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔ اور میں بکھرے ہوئے فتنہ
 کی امان پیش کرتا ہوں جیسی تو نے پیش کی، اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم نے اس امر کا
 دعویٰ ہماری وجہ سے کیا۔ اور ہمارے شیعوں کی وجہ سے خروج کیا۔ اور ہمارے
 فضل و کرم کے خطبے پڑھے اور ہمارے باپ علیؑ ہی وہی تھے اور وہی امام
 ہیں تم ان کی ولایت و حکومت کے وارث کس طرح بن گئے؟ جبکہ ان کی اولاد
 زندہ ہے۔ پھر محققین معلوم ہے کہ کسی نے اس امر خلافت کا دعویٰ نہیں کیا کہ جو
 کالنسب اور شرف ہم ایسا ہو۔ ہم نہ طلقار و فتح محمدؐ کے وقت رسول اللہؐ کے
 جنہیں آزاد کیا تھا کے نہ دشمنوں کے ہوئے لوگوں کے نہ ملائین کے بیٹے ہیں
 اور بنی ہاشم میں سے کسی کے پاس وہ وسیلہ اور ذریعہ نہیں جو ہمارے پاس
 قرابت، سبقت اور فضل میں ہے۔ ہم رسول اللہؐ کی زمانہ طفولیت کی والدہ فاطمہؑ
 بنت عمرو کے بیٹے ہیں۔ اور اسلام میں فاطمہ بنت رسول اللہؐ کی اولاد ہیں ہمارے
 باپ تمام لوگوں میں سے پہلا مسلمان ہے اور پہلا وہ شخص ہے جس نے رسول اللہؐ
 کے ساتھ نماز پڑھی۔ ہمارے جد امجد رسول اللہؐ کا خدیجہ طاہرہ ہیں۔
 اور ہمارا باپ دو طرف سے ہاشم کی اولاد ہے، ایک باپ کی طرف سے اور
 ایک ماں فاطمہ بنت اسد کی طرف سے اسی طرح حسنؑ و ولولہؑ کی طرف سے ہیں
 پس میں اوسطی ہاشم ہوں نسب کے لحاظ سے اور اشرف ہوں میں ماں باپ
 کی نسبت سے۔ نہ ماؤں کی وجہ سے کوئی جھگڑ سکتا ہے اور نہ اولاد کے سبب
 اور نہ اس کی اصل ہاشم میں ہے اور میرے لیے امان ہے جس طرح تو نے ذکر کیا

اگر تو میری اطاعت میں داخل ہو جائے۔ اور میری دعوت کو قبول کر لے۔ میں تجھے
میری ذات بتیری اولاد، مال، عزیز اور ہر وہ کام جو تو نے کیا ہے اس میں امان
دیتا ہوں۔ مگر اللہ کے حدود میں سے کوئی حد، کسی مسلمان یا ذمّی کا کوئی حق، ہو
اور باقی رہا بتیری امان، تو تو کو سب امان مجھے دیتا ہے اپنے چچا عبداللہ بن علی
یا ابو مسلم یا ابن ہبیرہ والی۔ والسلام!

پس ابو جعفر نے محمد کی طرف خط لکھا:

اما بعد میں تمہارے خط مطلع ہوا، تمہارا زیادہ زور اور فخر عورتوں کی قربت
سے تھا تاکہ بے راہ اور گھٹیا لوگوں کو تم گمراہ کر سکو۔ حالانکہ خداوند عالم غور توں کو
چچاؤں کی مانند قرار نہیں دیا۔ اور عورتیں قرابت داروں اور اولیاء کی طرح نہیں
ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے چچا کو باپ قرار دیا ہے۔ اور یہ جو تم نے ذکر کیا ہے کہ
اولادِ فاطمہ بنت عمر وہیں سے ہو تو کفر اس کے لیے حاجب ہو گیا، نہ وہ وارث
ہے نہ اس کی اولاد۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ علیؑ دو طرف سے با شتم کی اولاد میں سے
ہیں تو رسول اللہؐ اول و آخرین کے سردار ہیں اور ان کو با شتم نے صرف ایک طرف
سے خلق کیا ہے۔ اور تم نے یہ خیال جو ظاہر کیا ہے کہ تم کنیزوں کی اولاد میں سے
ہنیں ہو تو تم نے اس شخص پر فخر کیا ہے جو تم سے بہتر ہے اور وہ ابراہیمؑ سرزند
رسول اللہؐ ہیں۔ حالانکہ تم میں سے بہترین اشخاص کنیزوں کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ
رسول اللہؐ کے بعد علی بن ابی طالبؑ تم میں ایسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ اور ان کی والدہ
کنیز ہے اور وہ تم سے اور تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر ہیں۔ اسی طرح
امحییٰ بن ابراہیمؑ خلیل الرحمن کی والدہ کنیز تھیں۔ اسی طرح محمد بن علی بن ابی طالبؑ
کی والدہ کنیز سے تھیں۔ حالانکہ تم میں سے ان ایسا کوئی نہیں اور نہ ان کے بیٹے
جعفرؑ جیسا، حالانکہ ان کی والدہ کنیز تھیں۔ الح زطلالت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا

اور حبیب ابو جعفر محمدؑ سے مایوس ہو گیا تو ان کے مقابلہ کے لیے اپنے چچا عیسیٰ کو
 بھیجا اور کہنے لگا مجھے پرواہ نہیں ان میں سے جو دوسرے کو قتل کر دے کیونکہ اس
 سفاح نے ابو جعفر کے بعد ولی عیسیٰ کو بنایا تھا لیکن ابو جعفر اس کو اچھا نہیں سمجھتا
 تھا۔ عیسیٰ کو چار ہزار کالت شکر دیکر روانہ کیا۔ پھر اس سے کہا کہ جنگ کرنے سے
 پہلے اسے امان پیش کرنا۔ عیسیٰ روانہ ہوا۔ جب وہ مقام صید پر پہنچا تو محمدؑ کے
 ساتھیوں میں سے ایک گروہ سے خط و کتابت کی وہ محمدؑ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ محمدؑ
 کے ساتھ ایک لاکھ جمع ہو گئے تھے۔ پس محمدؑ نے خندقیں مدینہ کے گرد کھودیں۔
 اور تیار ہو گیا۔ صولی کہتا ہے کہ جب ابو جعفر کالت شکر محمدؑ کے محلہ میں آ گیا تو محمدؑ
 کسی چیز کی اتنی فکر نہیں تھی جتنا اپنے دفتر کے جل جانے کا تھا۔ کیونکہ اس میں ان
 لوگوں کا ریکارڈ تھا جنہوں نے محمدؑ سے خط و کتابت کی تھی۔ اور اس کی بیعت
 کی تھی۔ جب اس سے فارغ ہوا تو کہنے لگا اب میں طیب خاطر سے مروں گا۔ اگر
 مجاہد نہ کرتے تو لوگ مصیبت عظیم میں مبتلا ہو جاتے۔ عیسیٰ آیا اور وہ ایک ٹیلہ
 پر کھڑا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا اے محمدؑ تمہارے لیے امان ہے۔ محمدؑ نے چلا کر کہا
 خدا کی قسم میں میری بات نہیں سنتا اور بیشک عزت کی موت ذلت کی زندگی سے
 بہتر ہے۔ پھر محمدؑ گھوڑے سے اتر پڑے۔ آپ کے ساتھ ایک لاکھ ہیں سے
 صرف تین سو تیرہ افراد اہل بدر کی تعداد جتنے باقی رہ گئے تھے۔ پھر محمدؑ اور ان کے
 ساتھیوں نے غسل کیا کا فور گایا پھر عیسیٰ اور اس کے لشکر پر حملہ کیا اور تین دفعہ
 ان کو شکست دی۔ پھر ان کی تعداد زیادہ ہو گئی اور محمدؑ کو شہید کر دیا۔ حمید بن
 قحطبہ نے محمدؑ کو شہید کیا۔ وہ اکتھیں پہچان نہ سکا ان کا سر لیکر وہ عیسیٰ کے پاس آیا۔
 محمدؑ کی بہن زینب اور بیٹی فاطمہ نے ان کا جسم حبشہ بیعت میں دفن کر دیا۔ ان کا
 سر ابو جعفر کے پاس پہنچایا گیا۔ اس نے سر کو کوفہ میں نصب کرایا اور شہر میں

تشہیر کیا۔ محمد خروج کے بعد شہادت تک دو مہینے سرترہ دن زندہ رہے کیونکہ
اول رجب میں خروج کیا تھا اور رمضان کی چودہ راتیں بھٹیں کہ شہادت پر فائز
ہوئے۔ ان کا سن شہادت کے وقت ۴۵ سال تھا وہ احجار زیت کے پاس شہید
ہوئے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو ایک شخص ابو جعفر منصور کے پاس آیا تو منصور
نے اس سے پوچھا کیا حالات ہیں؟ وہ کہنے لگا محمد بھاگ گئے ہیں۔ ابو جعفر نے
کہا تو جھوٹ بکتا ہے ہم ایسے خاندان سے ہیں جو بھاگتے نہیں۔

ابن سعد کہتا ہے کہ محمد کی اولاد میں سے عبداللہ کو ہشام بن عمر نے بلاؤ قثمیر
میں میدان جنگ میں قتل کیا اور علی مہر کی قید میں وفات پا گیا۔ حسن کو موسیٰ بن
عیسیٰ نے مقام فتح میں بید روی سے قتل کیا، فاطمہ سے حسن بن ابراہیم نے
شادی کی۔ زینب سے محمد بن سفاح کا عقد ہوا۔ ان سب کی والدہ ام سلمہ بنت
محمد بن حسن بن حسن بن علی بن ابریطالب بھٹیں اور طاہر کی ماں فاختہ بن ملیح اولاد
زبیر میں سے تھیں۔ ابراہیم کنیز سے پیدا ہوئے!

شہادت ابراہیم بن عبداللہ برادر محمد بن عبداللہ

مؤرخین کا بیان ہے کہ اسی سال عبداللہ منصور نے بغداد کی تعمیر شروع
کی کہ اسے خبر ملی کہ ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں خروج کیا ہے۔ اہواز اور
فارس پر اس کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک انوہ کثیر جمع ہو گیا
ہے۔ لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔

جب سے ابو جعفر نے محمد کو شہید کیا تھا ابراہیم ابو جعفر سے جنگ کرنے
کے لیے بہت مشتعل اور بیتاب تھے۔

ابراہیم کا خروج ابتداء شوال اور بعض کے نزدیک ابتداء رمضان میں
 اسی سال تھا۔ ابو جعفر نے تعمیر بغداد کا کام روک دیا۔ عورتوں اور لذات سے
 کنارہ کشی کی۔ اور کہنے لگا خدا کی قسم میں ان میں سے کسی چیز کی طرف اس وقت
 تک رغبت نہیں کروں گا جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ابراہیم کا سر
 میرے لیے ہے یا میرا سر اس کے لیے۔ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر
 مل گیا تھا۔ ابو جعفر کے پاس اس وقت صرف دو ہزار شاہسوار تھے کیونکہ وہ
 اپنا لشکر شام اور خراسان میں تقسیم کر چکا تھا۔

ابراہیم اپنا لشکر لیکر کوفہ کی طرف چلے اور مقام باخمیری میں جو کوفہ کے
 نزدیک تھا ڈیرے ڈال دیے۔ اہل بصرہ نے ابراہیم کو مشورہ دیا تھا کہ بصرہ
 سے نہ جاؤ۔ لیکن کوفہ سے جو وفد آیا تھا اس نے کہا کہ کوفہ میں ایک لاکھ افراد آپ
 کی آمد کے منتظر ہیں اور جب آپ کو دیکھ لیں گے تو آپ پر کٹ مریں گے۔ وہ
 اسی لالچ میں کوفہ کی طرف آئے۔ جب باخمیری میں اترے تو ایک رات ابراہیم
 نکل کر اپنے لشکر کا جائزہ لینے لگے۔ انھوں نے لشکر میں گانے بجانے کی آواز
 سنی تو کہنے لگے میں خیال نہیں کر سکتا کہ جس لشکر میں یہ چیز ہو وہ کامیابی سے
 ہمنار ہو!

پھر ابو جعفر نے عیسیٰ کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ ابراہیم
 سے کہا گیا کہ عیسیٰ پر شیخوں ماریں۔ انھوں نے کہا میں شیخوں کو پسند نہیں کرتا تو لوگوں
 نے کہا کہ ٹک چاہتے ہیں لیکن قتل کرنا پسند نہیں کرتے۔ پھر باخمیری میں جنگ شروع
 ہوئی۔

شیخی کہتا ہے کہ یہ مقام کوفہ سے سولہ فرسخ پر واقع ہے۔ جنگ شروع
 ہوئی ابو جعفر کے لشکر کو شکست ہوئی۔ مگر عیسیٰ اپنے اعزہ اور خواص کے ساتھ

کے ساتھ ثابت قدم رہا۔ ابراہیم کی کامیابی ظاہر تھی۔ وہ میدان جنگ میں ہی تھے کہ ایک تیر آیا جو نہ معلوم ہوسکا کہ کس طرف سے آیا، وہ چھری کا کام کر گیا۔ پس ابراہیم زمین پر گرے اور کہنے لگے کہ امر الہی مقدر ہو چکا ہے۔ ہم کچھ ارادہ کرتے ہیں اور خدا کا ارادہ کچھ اور ہوتا ہے۔ اس کے بعد ابراہیم کے ساتھی بھاگ نکلے۔ عیسیٰ کے ساتھی آئے اور انھوں نے ابراہیم کا سر کاٹ لیا۔ عیسیٰ کے پاس لے گئے۔ اس نے سجدہ شکر کیا، پھر وہ سر ابو جعفر کے پاس بھیج دیا۔

ابراہیم کی شہادت پیر کے دن اسی سال ۲۵۔ ذیقعدہ کو ہوئی۔ شہادت کے دن ان کا سن ۴۸ سال تھا۔ خروج سے لیکر شہادت تک کی مدت پانچ دن کم تین مہینے تھی۔ جب ابراہیم کا سر ابو جعفر کے پاس لایا گیا تو وہ رو پڑا۔ یہاں تک کہ اس کے آنسو ابراہیم کے رخسار پر بہنے لگے۔ پھر کہا کہ خدا کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر ان کا سر کوفہ میں نصب کر دیا گیا۔ ابو جعفر نے ربیع سے کہا کہ اس کا سر اس کے باپ عبداللہ کے پاس قید خانہ میں لے جا۔ پس ربیع ابراہیم کا سر لیکر اس وقت پہنچا جب عبداللہ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگا کہ جلدی نماز ختم کرو۔ (انھوں نے جلدی کی اور سلام پھیرا، سر کو دیکھا اسے اٹھایا اور اپنی گود میں رکھا پھر کہا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ اے ابوالقاسم اھلاً وسبلاً بٹیک تم نے اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کیا ہے۔ ربیع کہنے لگا ابوالقاسم تمہارے نزدیک کیسا تھا؟ عبداللہ نے جواب دیا جیسا اس شتر میں کہا گیا ہے:

فقی کان یحمیہ من الذل سفینہ ویکفیہ سوات الذنوب اجتنابہا

دایا جو ان تھا کہ اس کی تلوار ذلت سے بچاتی اور گناہوں سے ان کا اجتناب کافی تھا۔ پھر ربیع سے کہا اپنے صاحب سے جا کر کہنا کہ ہماری تنگی و ترشی اور تیری ناز و نعمت کے دن گزر گئے ہیں ہماری ملاقات قیامت کو ہوگی اور خدا فیصلہ کرے لا الہ الا ہوگا۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ کا پیغام ابو جعفر کو پہنچایا۔ میں نے اسے کبھی اتنا متاثر نہیں پایا تھا جتنا میرے اس کہنے سے متاثر ہوا۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ابراہیم کی والدہ ہند بنت ابی علیہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطعب ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جب محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں عزوج کیا اور اس پر خلیفہ کہہ کر سلام ہونے لگا تو اس نے اپنے بھائی ابراہیم کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ وہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو بصرہ میں اسی سال یعنی ۴۵ھ میں داخل ہوا۔ اور اس نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ فقہاء میں سے عیسیٰ بن یوسف، معاذ بن معاذ، عباد بن عوام، اسحاق بن یوسف، ازرق اور معاویہ بن ہیشم بن بشیر نے علماء کے ایک گروہ کے ساتھ ابو جعفر کے خلاف عزوج کیا۔ ابراہیم بصرہ میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس کا بھائی مدینہ میں شہید ہوا تو یہ بھی عراق کی طرف گیا اور وہاں شہید ہو گیا۔ ابراہیم کی اولاد میں سے حسن بن امامہ بنت عصمت کلابیہ تھا اور علی جو ایک کنیز سے تھا۔ اسی سال ابو جعفر مشہور نے محمد دیاج کو شہید کیا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ بری الذمہ اور بے قصور ہیں۔ ان کی شہادت کا سبب یہ تھا کہ انھیں عبداللہ بن حسن بن حسن کے ساتھ قید کیا تھا اور منصور کے نائب ابو عون نے خراسان سے اسے خط لکھا کہ محمد و ابراہیم کے عزوج کی وجہ سے اہل خراسان ہمارے خلاف ہو گئے ہیں۔ اور وہ ان کے عزوج کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ منصور نے محمد دیاج کا سر قلم کر کے ابو عون کی طرف بھیجا اور کچھ اشخاص بھی ساتھ روانہ کئے جو خدا کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ محمد بن عبداللہ بن حسن کا سر ہے اور اس کی والدہ فاطمہ بنت رسول ہیں۔ پس جب اہل خراسان پر یہ بات منکشف ہوئی تو وہ کہنے لگے ابو جعفر کے اس جیسے جھوٹ پر پہلے مطلع نہ تھے۔

اسی سال عبداللہ بن حسن بن حسن اور جو ان کے ساتھ تھے ان کی وفات ہوئی۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ واقدی نے ہم سے بیان کیا کہ قیدیوں میں سے سب سے پہلے عبداللہ بن حسن نے وفات پائی تو قید خانہ کا داروغہ کہنے لگا تم میں سے اس کا جو زیادہ قریبی ہو وہ باہر اس کی نماز جنازہ پڑھے تو ان کے بھائی حسن بن حسن باہر آئے اور انھوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ یہ عید قرباں کا دن تھا اور اس وقت عبداللہ کی عمر ۷۷ سال تھی۔ اور بعض کے نزدیک ۷۲ سال اور بعض نے کہا ہے کہ ۷۶ سال تھی۔ لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

ابو فرج اصفہانی نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز عبداللہ بن حسن بن حسن کا تعظیم کیا کرتا تھا، ان کی ضروریات پوری کرتا رہتا۔ ایک مرتبہ اس نے عبداللہ کو اپنے دروازہ پر کھڑا دیکھا تو کہنے لگا میں نے آپ سے نہیں کہا ہوا کہ جب آپ کو فی حاجت درپیش ہو تو مجھے اطلاع بھیج دیا کیجئے۔ خدا کی قسم مجھے خدا سے شرم ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر کھڑا ہوا دیکھے۔

اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن کی والدہ فاطمہ بنت الحسین ہیں عبداللہ کی اولاد محمد و ابراہیم بن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور موسیٰ یارون و فاطمہ بنت ورقہ و ام کلثوم ان سب کی ماں بنت بنت عبید بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب ہیں۔ اور علی بن وادریس اصفہانی کہ صاحب اندلس اور بربر تھے اور داؤد بن خالد بن عاتکہ بنت عبدالملک بن حوث شاعر مخزومی ہیں۔ اور سلیمان بن یحییٰ صاحب دہلیم بن دونوں کی ماں قریبہ بنت ایح بن ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی کنیت ابو محمد تھی اور وہ مدینہ کے چوتھے طبقے کے تابعین میں سے تھے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ عابد صاحب سہلیت و شرافت اور فصیح و بلیغ تھے واقدی نے کہا ہے کہ ان کا بیٹا اولیں بن عبداللہ بچپن میں مدینہ میں رہا۔ جب حسین

بن علی نے مقام فتح میں خروج کیا تو ادریس بھی ان کے ساتھ تھے۔ لیکن حسین کی شہادت کے بعد یہ اندلس چلے گئے۔ وہیں سکونت اختیار کر لی اور وہیں اولاد ہوئی اور ان کی اولاد اس علاقہ پر قابض ہو گئی۔ ادریس مدینہ میں ایک دختر بنام فاطمہ چھوڑ گئے جس سے ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے شادی کر لی تھی۔ ہشام کہتا ہے کہ علی نے ہارون الرشید نے تلاش کرنا شروع کیا۔ یہ ولیم کی چلے گئے۔ وہاں کافی تعداد میں لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ ہارون نے ان کے ہاتھ میں بھیجی کو بھیجا اس نے انھیں امان دی۔ پس وہ ہارون کے پاس آئے اور اس انھیں مدینہ واپس بھیج دیا۔ جب حسین بن علی نے مقام فتح میں خروج کیا تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے اور وہاں سے بچ نکلے۔

واقعی کہتا ہے کہ علی نے عبداللہ بن حسن بن حسن کے بعد وفات پائی پھر دیباج نے کہ جن کے سر کو ابو جعفر منصور نے خراسان کی طرف بھیجا تھا وہ محمد بن بن عمرو تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی تھیں، ان کے والد کو ان کے جمال کی وجہ سے مسطوف کہا جاتا تھا۔ وہ اپنی والدہ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور ان کے ماوری بھائی ان سے محبت کرتے اور ان کی وجہ سے ہی محمد کو جعفر نے قتل کیا تھا۔ اور محمد کی اولاد میں سے خالد عبدالعزیز، عبداللہ، قاسم، عثمان تھے۔ ان سب کی والدہ ام کلثوم بنت ابراہیم بن محمد بن طلحہ تھیں اور ام کلثوم کی والدہ سبائتہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔ ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ ان کے ساتھ قید میں علی بن حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابراہیم تھے۔ اور وہ ابو حسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسن صاحب فتح ہیں۔ وہ عبادت و ریاضت کے لحاظ سے اپنے زمانہ کے فضیل ترین شخص تھے۔ وہ اپنے اہلبیت میں سے کسی کا کھانا اور جو جاگیریں ابو العباس

اور ابو جعفر منصور نے لوگوں کو دے رکھی تھیں ان میں سے بہنیں کھاتے تھے، بلکہ ان کے چہنچوں سے نہ دھنوکرتے اور نہ پانی پیستے تھے اور یہ لوگ قید خانہ میں ان پر لڑائی کرتے اور کہتے کہ یہ بیچارے بھی ہماری وجہ سے مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں۔

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ۔ انقباب سید، ونی، ولی، مبارک، سبط اور شہید کر بلا ہیں۔ آپ ماہ شعبان ۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت چھ ماہ ہوئی یہ خصوصیت صرف آپ کو حضرت یحییٰ ابن زکریا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کو حاصل ہوتی۔

ابن سعد کہتا ہے جب آپ پیدا ہوئے تو رسول اللہ نے کان میں اذان پڑھائی اور عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ حسینؑ سے بے انتہا محبت کرتے اور انہیں اپنے کانڈھوں پر سوار فرماتے اور ان کے ہونٹوں اور دانوں کے بوسے لیا کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ جبریلؑ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ حسینؑ کے بوسے لے رہے تھے۔

جبریلؑ نے کہا کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں فرمایا ہاں۔ جبریلؑ نے کہا عنقریب آپ کی امت اٹھیں شہید کرے گی۔

بخاری نے کہا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) ابن عمر سے روایت ہے کہ کہتے ہیں سرکار رسالتؐ نے فرمایا یہ دونوں دنیا میں میرے بھول ہیں یعنی حسن و حسینؑ یہ روایت مفرد است بخاری میں ہے۔

امام احمد نے کہا ہے (حدیث سند سے) ابو سعید خدری سے روایت ہے

کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ جو امانِ جنت کے سردار ہیں اور ترمذی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔

ابو محمد جوہری نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد سے) عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جو ان سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جو ان سے بغض رکھے اس نے مجھ سے بغض رکھا۔
یعنی حسنؑ و حسینؑ۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) وائل بن اسقع سے روایت ہے کہ میں قاطمہؓ کے (دوروازہ کے) پاس آیا اور ان سے حضرت علیؑ کے متعلق پوچھا وہ کہنے لگیں کہ رسول اللہؐ کی طرف گئے ہیں۔ میں ان کا بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اچانک رسول اللہ تشریف لائے ان کے ساتھ حضرت علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ پکڑا اور حجرہ میں داخل ہوئے حسنؑ کو اپنے دائیں زانو پر حسینؑ کو بائیں زانو پر اور حضرت علیؑ و قاطمہؓ کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر ان پر اپنی ردائیں ڈالی۔ پھر یہ آیت پڑھی انہا یسین اللہ لیدھب عنکما الوجہین اهل البیت و بیطہو کما تظہیروا۔ پھر فرمایا عذابا یہ میرے حقیقی اہلبیت ہیں اور یہ حدیث حسنینؑ اور باقی حضرات کی فضیلت پر مشتمل ہے۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں حضرت علی بن الحسینؑ سے انھوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھ سے ان دونوں سے اور ان کے باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن عبید کہتا ہے کہ حسینؑ نے پچیس حج پایادہ ادا کئے حالانکہ سواریاں آپ کے ساتھ ہوتی تھیں۔

نیز ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ امام حسینؑ ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس آئے اس وقت وہ رسول اللہؐ کے منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت امام حسینؑ نے حضرت عمرؓ سے کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آ۔ لیکن حضرت عمرؓ نے انہیں اپنی گود میں اٹھالیا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور کہنے لگے کہ کیا ہمارے سروں پر بال آپ کے باپ کے علاوہ کسی اور نے اگائے ہیں؟

عکرمہ کہتا ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ عمر بن خطابؓ حسینؑ سے دعا فرماتا تھا کرتے تھے اور انہیں اپنے بیٹے سے مقدم رکھتے تھے انہوں نے ایک دن مالِ عقیقہ تقسیم کیا تو حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار درہم دیے اور اپنے بیٹے عبداللہؑ کو ایک ہزار درہم دیے اس پر عبداللہؑ اپنے باپ سے کچھ ناراض ہوئے اور کہنے لگے آپ میری سبقت اسلامی اور ہجرت کو جانتے ہیں اور پھر بھی ان دو نو عمر لڑکوں کو آپ مجھ پر فضیلت دیتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا وائے ہو مجھ پر اسے عبداللہؑ تو ان کے نانا جیسا نانا ان کے باپ جیسا باپ، ان کی ماں جیسی ماں ان کی نانی جیسی نانی، ان کے ماموں جیسا ماموں، ان کی بہن جیسی بہن، ان کے چچا جیسا چچا، ان کی پھوپھی جیسی پھوپھی لے آ۔ ان کے نانا رسول اللہؐ، ان کا باپ علیؑ، ان کی فاطمہؑ، نانی خدیجہؑ، ماموں ابراہیمؑ، فرزند رسول اللہؐ، ان کی بہن زینبؑ و اُمّ کلثومؑ۔ ان کے چچا جعفر بن ابیطالبؑ اور ان کی پھوپھی اُمّ ہانی بنت ابیطالبؑ ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ و حسینؑ کی رکاب بٹھاتا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات سوار ہوتے اور کہا کرتے تھے کہ یہ دونوں فرزند ان رسول اللہؐ ہیں۔

تعلیٰ نے خداوند عالم کے اس ارشاد و مرج البحرین یلتقیان بیتہما برزخ لا یبغیان یعنی دو دریا موہرن ہوئے ان کے درمیان برزخ ہے وہ ایک دوسرے

پر تجاوز نہیں کرتے۔ کی تاویل میں سفیان ثوری اور سعید بن جبیر سے ذکر کیا ہے کہ
 بحیر بن علی وفاطمہؑ ہیں۔ برزخ محمد رسول اللہ اور یحیٰج منہما اللہ لواء المرعان
 (یعنی ان سے لواء مرعان نکلتے ہیں) وجہ حسن و حسین ہیں!

ست مہارکہ

مؤرخین کہتے ہیں کہ اپنے بھائی امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کا دستور تھا کہ ہر
 سال مدینہ سے مکہ کی طرف پیدل حج کرتے۔ بھتیہاں تک کہ ۶۰ھ میں معاویہ مر گیا۔
 اس کی جگہ یزید برسر اقتدار آیا۔ معاویہ نے یزید سے کہا تھا جب اسے وصیت کی
 تھی کہ میں نے تیرے لئے زمین بھوار کر دی ہے۔ تمام شہر اور لوگوں کو تیرے سامنے
 بچھا دیا ہے اور عرب کی گردنیں تیرے لیے جھکا دی ہیں اور مجھے کوئی ڈر نہیں کہ
 کہ تیرے ساتھ اس امر حکومت میں کوئی تنازعہ کرے کہ جس کی میں نے بنیاد ڈالی ہے
 سوائے قریش کے چار افراد کے حسین بن علیؑ۔ عبداللہ بن زبیر۔ عبداللہ بن عمر
 اور عبدالرحمن بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر کو عبادت نے پچھاڑ دیا ہے، جب اس کے
 علاوہ کوئی نہ رہا تو وہ تیری بیعت کر لیا۔ حسینؑ کو اہل عراق کبھی نہ چھوڑیں گے۔
 یہاں تک کہ ان سے خروج کروائیں گے۔ اگر وہ خروج کرے اور تو اس پر کامیاب
 ہو جائے تو ان سبے اعراض کرنا کیونکہ ان کی قریبی رشتہ داری اور حق عظیم ہے
 اور ابوبکر کا بیٹا تو اس کی ہمت عورتوں اور لہو و لعب کے علاوہ کچھ نہیں جب وہ
 دیکھے گا کہ اس کے سامنے کچھ کر رہے ہیں تو وہ بھی کرنے لگے گا اور باقی زیادہ جو شیر کی
 طرح گھٹنے ٹیکے گا اور سانپ کی طرح سر نیچا کرے گا اور لومڑی کی طرح چال بازیاں دکھائے گا
 وہ زبیر کا بیٹا ہے اگر وہ کو دپڑے اور بچھے فرصت ملے تو اسے ٹکڑے ٹکڑے
 کر دینا!

پس جب معاویہ مرا تو اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عقیبہ بن ابی سفیان مکہ کا عمر
بن سعید بن عاص اور کوفہ کا لقمان بن بشیر اور بصرہ کا عبید اللہ بن زیاد باپ کی موت کے
بعد یتیم کا کوئی مقصد نہ تھا مگر یہ کہ ان اشخاص سے بیعت لے جن کے نام اس کے
باپ نے اسے گنوائے تھے۔

پس یتیم نے ولید بن عقیبہ کو خط لکھا اور اسے حکم دیا کہ ان اشخاص سے سبھی سے
بیعت لے جس میں کسی قسم کی ڈھیل نہ ہو۔ پس جب ولید نے خط پڑھا تو مروان بن حکم کو
طلب کیا۔ اسے یتیم کے خط سے آگاہ کرنے کے بعد اس سے مشورہ کیا کہ میری کیا رائے
ہے میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میری رائے یہ ہے کہ اسی وقت کسی کو بھیج کر
انہیں بلا لے اور انہیں بیعت اور اطاعت کی دعوت دے اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان
کی گردنیں اڑا دے قبل اس کے کہ انہیں معاویہ کی موت کا علم ہو کیونکہ اگر انہیں علم ہو گیا
تو ہر ایک کو دپڑے گا اور اختلاف و مخالفت کا اظہار کریگا۔ اور اپنی طرف لوگوں کو
بلائے گا سو رائے ابن عمر کے کہ وہ جنگ و جدال کرنا نہیں چاہتا مگر یہ کہ اسے اپنا دفاع
کرنا پڑے یا سختی سے یہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے پس ولید نے عمر بن عثمان کو حسینؑ
اور عبید اللہ بن زبیر کی طرف بھیجا اس نے ان دونوں کو مسجد میں پایا اور کہنے لگا میری
بلا رہا ہے انہوں نے کہا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ پھر ابن زبیر نے امام حسینؑ سے کہا آپ کا
کیا ارادہ ہے کہ اس نے ہمیں کیوں بلا لیا ہے حالانکہ اس وقت وہ کسی خاص امر کے
علاوہ نہیں بیٹھا کرتا آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ ان کا سر پرست کشرش مر گیا ہے پس
اس نے اس لیے بھیجا ہے کہ ہم سے یتیم کے لیے بیعت لے قبل اس کے کہ لوگوں میں وقت
کشرش کی خبر پھیلے۔

ابن زبیر کہنے لگا یہی بات ہوگی۔ پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا
میں اپنے جوانوں کو جمع کرتا ہوں اور انہیں ہمراہ لے کر اس کے پاس جاتا ہوں پس آپ نے

اپنے اعزاز اور جلالوں کو جمع کیا پھر ان سے فرمایا جب میں تمہیں بلاؤں تو اندر گھس آنا۔
 پھر آپ ولید کے دربار میں داخل ہوئے۔ مروان اس کے پاس موجود تھا ولید
 نے یزید کا خط آپ سے پڑھوایا اور بیعت کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا میرا جیسا شخص
 پوشیدہ بیعت نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ جمع عام میں ہوگی اور یہی بات تمہیں محبوب ہے
 ولید عاقبت کو دوست رکھتا تھا۔ کہتے تھے لگا آپ خدا کی عاقبت، وپناہ میں تشریف
 لے جائیں۔ یہاں تک کہ آپ اور لوگوں کے ساتھ ہمارے پاس آئیں تو مروان نے
 ولید سے کہا خدا کی قسم اگر یہ اس وقت بچھڑے جد ہو گئے تو پھر بیعت نہیں کریں گے
 اور بچھڑے ان پر کبھی قدرت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ بھٹارے درمیان بہت سے
 لوگ قتل نہ ہوں۔ انہیں اسی وقت گرفتار کر لے یہاں تک کہ یا بیعت کریں یا ان کی
 گولہ اڑا دے۔ امام حسینؑ فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا اور زرقا کے بیٹے وہ مجھے
 قتل کریگا۔ یا تو تو جھوٹ بکتا ہے اور افترا باندھتا ہے پھر آپ وہاں سے باہر چلے آئے
 تو ولید مروان سے کہنے لگا اسے مروان خدا کی قسم میں اسے دوست نہیں رکھتا کی جن
 چیزوں پر سحر و جادو کرتا ہے یہ مجھے دی جائیں اور میں حسینؑ کو شہید کروں۔
 ابن زبیر نے کہا تھا میں ابھی آتا ہوں پھر وہ راتوں رات مکہ کی طرف ایک غیر معروض
 راستے سے خروار اپنے بھائی جعفر بن زبیر کے ساتھ نکل گئے۔ ان کے پیچھے کچھ لوگ بھیجے
 گئے لیکن وہ ان سے آگے نکل گئے۔

حسینؑ دوسری رات اپنے اہل و عیال اور جلالوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔
 وہ لوگ تو ابن زبیر کی تلاش میں رہے اور آپ مکہ میں پہنچ گئے۔ پھر ولید نے ابن
 عمر کی طرف بھیجا تو اس نے کہا باقی لوگ بیعت کریں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔
 عذری کہتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ مدینہ سے نکلنے وقت یہ آیت پڑھ رہے
 تھے فخرج منها خائفًا يترقب یعنی وہ نکلا اس سے خوف کی حالت میں انتظار کرتے

جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو عمرو بن سعید نے آپ سے کہا کیسے آنا ہوا آپ نے فرمایا کہ خدا اور اس کے گھر کی پناہ لیٹے آیا ہوں۔ آپ نے مکہ میں قیام فرمایا جب ولید کی کارگزاری یثیر تک پہنچی تو اس کی جگہ عمرو بن سعید کو حاکم مدینہ بنایا۔ واقعہ یہ ہے کہ معاویہ کی موت کے وقت ابن عمر یمن میں نہیں بلکہ مکہ میں تھا۔ اس کے بعد عمر اور ابن عباس مدینہ میں آئے جب امام حسینؑ نے مکہ میں قیام کر لیا اور اہل کوفہ اس کا عالم ہوا تو انھوں نے آپ کی طرف خط لکھا۔ اور اس میں کہا کہ ہم اپنے نفوس کو آپ کے لیے روکے ہوئے ہیں۔ ہم حاکمان وقت کے ساتھ نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔ آپ ہمارے طرف آئیے ہم آپ کی لاکھ کی تعداد میں ہیں ہم میں ظلم و جور عام ہو گیا ہے۔ ہم میں کتاب خدا اور سنت نبی کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ خدا کا عالم آپ کی وجہ سے ہمیں حق پر جمع کر دے گا۔ اور آپ کے ذریعے ہم سے ظلم کو دور رکھے گا۔ آپ اس امر خلافت کے زیادہ عقیدار ہیں یثیر اور اس کے باپ سے کہ جس نے امت اس بارے میں غاصبانہ معاملہ کیا ہے، جو شراب پیتا۔ بندروں اور طنوروں کے اوروین کا مذاق اڑاتا ہے۔ خط لکھنے والوں میں سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجار اور کوفہ کے بڑے بڑے لوگ تھے۔

بشام بن محمد کہتا ہے پھر حضرت حسینؑ کی طرف اہل کوفہ کے خطوط کثرت سے آئے۔ ان کے مقاصد یہ درپے آئے کہ اگر آپ ہماری طرف تشریف نہ لائے تو اس گناہ آپ پر ہوگا۔ آپ نے جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس سے منع کیا اور کہتے تھے اے ابن عم اہل کوفہ غدار لوگ ہیں انھوں نے آپ سے والد کو شہید کیا، آپ کے بھائی کی مدد نہ کی، ان کو بھڑا کر ان کا نام سبایہ چھین لیا اور انھیں دشمن کے سپرد کر دیا وغیرہ۔ آپ نے فرمایا یہ ان کے خطوط اور مقاصد ہیں کہ جن کی بنا پر میرے لئے وہاں جانا اور دشمنان خدا کے ساتھ جہاد کرنا ضروری ہے۔

دیکھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لکھا اور کہا وحسیناہ !
 جب ابن زبیر کو آپ کا ارادہ معلوم ہوا تو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر آپ
 یہاں قیام کریں تو ہم آپ کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں کیونکہ آپ یزید اور اس
 کے باپ سے زیادہ حشمت میں۔ اور ابن زبیر آپ کے جانے کی خبر لوگوں سے چھپاتا
 تھا اور یہ تو صرف اس لیے کہا تھا کہ کسی اور بات کی نسبت اس سے نہ دی جائے۔
 اور جب محمد بن حنفیہ کو آپ کے جانے کی خبر ملی تو وہ دھمک کر رہے تھے اور طشت
 ان کے سامنے رکھا تھا۔ وہ اتنا رنجور تھا کہ طشت کو اپنے آنسوؤں سے پر کر دیا۔
 مکہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کے جانے سے مخزون و غمگین نہ ہو۔ جب لوگوں نے
 اس سلسلے میں بہت گفت و شنید کی تو آپ نے قبیلہ اوس کے شاعر کے یہ اشعار
 پڑھے:

سأصنع داء الموت ما ولى الفتى اذا انوى خابا و ساء همد
 میں جاؤنگا اور موت مرد کے لیے ہمارا نہیں جب نیت نیک ہو یہاں ذکر ہے اور قرض آتا ہے
 و اسی الم حال الصالحین بنفسہ
 و ان طشت لم اوهم و ان مت لم الم کف بک ذل ان تعیش و تر عنہما
 اور مرد کو یہ سارے لوگوں کی اپنے نفس سے اور ہلاکت سے بچاؤ و قتل و عرام کی مخالفت کرے
 اگر میں زندہ رہوں تو نہ مہم ہوں اور اگر مر جاؤں تو قابل ملامت نہیں میری ذات کے لیے
 کافی ہے کہ تو زندگی گزارے اور تجھے ذلیل کیا جائے۔
 پھر آپ نے یہ آیت پڑھی و کانت اھوال اللہ و قدر اللہ و در۔ اور خدا کا حکم
 مقرر شدہ تقدیر ہے۔

پھر امام حسینؑ نے مکہ سے مکہ کے لیے پہلے مسلم بن حنفیل کو کوفہ کی طرف بھیجا اور
 اس سے کہا جا کر دیکھو کہ جو کچھ کھنوں نے یہاں لکھا ہے اگر درست ہے تو ہمیں اطلاع دو۔

اور امام حسینؑ نے ذی الحجہ ۶۰ھ میں مکہ سے روانہ ہوئے پس جب آپ بنی ہاشم کے بستان میں پہنچے تو فرزدق شاعر آپ سے ملا۔ وہ آکھڑیں ذی الحجہ کا دن تھا۔ فرزدق نے کہا اے فرزند رسول آپ نے حج سے پہلے کیوں جلدی کی۔ فرمایا اگر میں جلدی نہ کرتا تو سختی سے گرفتار کر لیا جاتا پس اے فرزدق مجھے بتاؤ کہ تم کیا خبر رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے عراق کے لوگوں کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ ان کے دل آپ کے راز اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ اپنی فات کے بارے میں ڈریے اور واپس لوٹ جاتے۔

آپ نے اس سے فرمایا اے فرزدق یہ ایسی قوم ہے جس نے شیطان کی اطاعت لازم کر لی ہے اور جہنم کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ زمین میں مناد برپا کر رکھا ہے حدودِ الہی کو باطل کر دیا ہے، شراب پیتے ہیں اور فقر اور مساکین کے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ دینِ خدا کی مدد، اس کی شریعت کی عزت اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے کھڑا ہو جاؤں۔ فرزدق نے اپنی راہ لی اور چلا گیا۔

حضرت مسلم بن عقیلؓ

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو عسجد نامی ایک شخص نے یہاں قیام ہوا۔ اہل کوفہ آپ کے پاس آئے جانے لگے اور بارہ ہزار بعض کے نزدیک اٹھارہ ہزار اشخاص نے آپ کی بیعت کر لی۔ آپ نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور انھیں ان تمام حالات سے آگاہ کیا۔ ایک شخص جو ہوا خاں یزید میں سے تھا نعمان بن بشیر کے پاس گیا۔ نعمان کوفہ کا گورنر تھا اس سے کہنے لگا تو کمزور ہے اسے تجھے کمزور سمجھ لیا گیا ہے، ہشمر کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔ اس نے مسلم کا سا

کلام حقہ بیان کیا۔ نعمان نے کہا خدا کی قسم اللہ کی اطاعت میں میرا کمر فدا ہوتا مجھے اس کی نافرمانی میں قوی ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔ خدا کی قسم میں اس پر دے کو نہیں بھاڑوں گا جسے خدا نے چھپا رکھا ہے۔

اس شخص نے یہ بات یزید کو تحریر کی۔ یزید عبید اللہ بن زیاد کو سب لوگوں سے زیادہ معوق رہتا تھا۔ لیکن اس کی ضرورت اسے محسوس ہوئی تو اسے غلط لکھا کہ میں نے تجھے بصرہ کے ساتھ کوفہ کا گزر بھی بنایا ہے۔ حسین کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں ان سے بچاؤ کی تدبیر کرو اور مسلم بن عقیل کوفہ میں ہیں ان کو قتل کر دے۔ پس ابن زیاد بصرہ کے سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ کوفہ میں ڈھلا باز رہے ہوئے داخل ہوا۔ ان کی کسی ہتھیار کے سامنے سے گزرتا اور سلام کرتا تھا۔ مگر یہ کہ وہ لوگ کہتے کہ آپ پر سلام ہوا ہے فرزند رسولؐ۔ وہ لوگ گمان کرتے تھے کہ یہ حسینؑ ہیں۔ اسی طرح وہ قصر امارت میں آکر فریاد کش ہوا۔ اپنے ایک غلام کو بلایا اسے بتین ہزار درہم دیے اور کہنے لگا جاؤ اور پوچھ گچھ کرو اس شخص سے متعلق کہ جس کی اہل کوفہ بیعت کر رہے ہیں۔ پس اُسے بتایا کہ میں مختار بنے شیعوں میں سے ہوں، اور یہ مال اُسے دیدینا کہ اسے دشمن کے خلاف استعمال کرو۔ پس وہ شخص نرمی سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کے پاس پہنچا ان کے پاس ہانی بن عروہ بھی موجود تھے۔ پس اس شخص نے آپ کی بیعت کی اور مال سپرد کیا۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ پس ابن زیاد نے اہل کوفہ سے پوچھا کہ ہانی بن عروہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ میرے پاس نہیں آتا۔ مختار بن اشعث کہنے لگا کہ میں اسے بھکاریے پاس لاتا ہوں۔ پس محمد ہانی کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا امیر تجھے یاد کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ انھیں ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ ابن زیاد کے پاس اس وقت قاضی شریح بھی بیٹھا تھا۔ جب ابن زیاد نے ہانی کی طرف دیکھا تو کہنے لگا کہ خاتن شخص کو

اس کے اپنے پاؤں لائے ہیں۔ جب ہانی نے ابن زیاد پر سلام کیا تو وہ کہنے لگا اے
 ابی مسلم کہاں ہے۔ ہانی نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ ابن زیاد نے اس غلام کو حاضر ہو کر
 حکم دیا جسے تین ہزار درہم دیکر بھیجا تھا۔ جب وہ باہر آیا اور ہانی نے اسے دیکھا
 تو وہ پریشان ہو کر کہنے لگا خدا کی قسم میں نے انھیں نہیں بلایا تھا۔ وہ خود میرے
 مکان میں آگئے تھے۔ ابن زیاد کہنے لگا پھر اسے میرے پاس لے آ۔ ہانی کہنے لگا خدا
 کی قسم اگر وہ میرے دونوں قدموں کے سائے میں ہوتے تو بھی میں اپنے قدموں کو بلند
 نہ کرتا۔ ابن زیاد نے ہانی کو تھپڑی سے اتنا مارا کہ ان کا خون بہنے لگا۔ ہانی انکی سیاری
 کی تلوار کی طرف جھپٹے کہ تلوار اس سے چھین لیں لیکن اس نے آپ کو روک دیا۔ تو
 ابن زیاد کہنے لگا خدا نے تیرا خون حلال قرار دیا ہے۔ قبیلہ مذحج کے لوگ دارالامارہ
 کے دروازہ پر جمع ہو گئے اور آوازیں بلند کرنے لگے۔ ابن زیاد نے قاضی شریح سے
 کہا ان کے پاس انھیں جا کر کہو کہ ہانی کو پوچھ گچھ کے لیے روکا گیا ہے۔ ہانی نے شریح
 سے کہا خدا سے ڈرو یہ مجھے قتل کرنے والا ہے۔ پس شریح ان کے پاس گیا اور ان سے
 ابن زیاد والی بات کہی پس وہ لوگ منتشر ہو گئے۔

مسلم بن عقیل کو یہ خبر مل گئی پس وہ ہانی کے گھر سے باہر آئے اور اپنی علامت
 کے ساتھ منادی کرانی۔ پس اہل کوفہ میں سے چار ہزار افراد ان کے گرد جمع ہو گئے۔ مسلم
 نے انھیں جنگ کے لیے تیار کیا اور قصر الامارہ کی طرف چلے۔ ابن زیاد کے پاس
 سرداران کوفہ موجود تھے، وہ ان سے کہنے لگا کہ جا کر اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو
 مسلم سے منتشر کرو ورنہ تمھاری گردنیں اڑا دوں گا۔ وہ قصر الامارہ پر چڑھ گئے اور
 ان سے باتیں کرنے لگے۔ پس جتنے لوگ مسلم کے ساتھ تھے وہ تتر ستر ہو گئے۔ اتنے
 میں شب کی سیاہی زیادہ پھیل گئی اور مسلم بن ہنارہ گئے۔ وہ انکی دروازہ کے
 پاس آکر بیٹھ گئے۔ اس گھر سے ایک عورت نکلی آپ نے اس سے کہا اے کعب بن

مجھے پانی پلاؤ۔ اس نے آپ کو پانی پلایا اور کہنے لگی آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا میں
 مسلم بن عقیل ہوں۔ اس نے کہا اندر تشریف لے آئیے۔ آپ اس گھر میں داخل
 ہو گئے۔ وہ عورت محمد بن اشعث کے غلام کی ماں تھی۔ اس کے بیٹے نے مسلم کو پہچان
 لیا اور جا کر ابن اشعث کو خبر کر دی۔ اس نے ابن زیاد کو بتایا۔ ابن زیاد نے عمرو بن
 حریث مخزومی کو جو اس کی سپاہ کا سردار تھا محمد بن اشعث سمیت مسلم کی طرف بھیجا
 انھوں نے آکر اس گھر کو گھیر لیا۔ مسلم ان سے جنگ کرتے ہوئے باہر نکلے۔ محمد بن اشعث
 نے آپ کو سامان پیش کی اور اخصی ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ اس کے حکم سے مسلم کو
 دارالامارہ کے اوپر لایا گیا اور ان کا سر قلم کر کے لوگوں کی طرف پھینک دیا اور جسم
 کناسہ میں لٹکا دیا۔ حیرانی بن غزوہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ اس سلسلے میں شاعر
 کہتا ہے :

ان كنت لامتددين بالموت فانظري الى هاني بالعروق وابن عقیل
 احسبهم هارب المنون فاصبحا احاديث من يسعي بكل سبیل
 اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کسے کہتے ہیں تو بازار میں ہانی اور مسلم بن عقیل کی طرف دیکھ
 حوادث زمانہ ان پر وارد ہو گئے اور وہ ہر طرف جانے والے کیلئے باعث گفتگو بن گئے
 دوسرا شاعر مسلم بن عقیل کے خلاف محمد بن اشعث کی تلک و دو کے متعلق کہتا ہے
 وتركت عيك لم تقتل دوت فتلا ونولا انت كان مسنعا
 وقلت وافد حزب ال محمد رسلت رسيا فانه ودرعا
 اور تو نے اپنے چچا کو چھوڑ دیا اور بزدلی کی وجہ سے اس کے سامنے نہ لڑا اگر تو نہ ہوتا تو
 محفوظ رہتا اور تو نے آل محمد کی جماعت کے آئے ہوئے ایک شخص کو قتل کیا اور اس کی
 تلوار اور زره اتاری۔

ابن زیاد کے پاس لانے سے پہلے ابن اشعث نے آپ کا سامان جنگ اتار لیا

اور مسلم آنحضرتؐ کو شہید ہوئے۔ امام حسینؑ کے مکہ سے روانہ ہونے سے ایک دن بعد اور بعض کہتے ہیں اسی دن شہید ہوئے۔ جس دن امام نے مکہ سے کوچ کیا تھا اور ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کا سر و مشق کی طرف سنا پڑید کے پاس بھیج دیا۔ یہ بنی ہاشم کے سروں میں سے پہلا سر تھا جو بھیجا گیا اور مسلم کا جسم پہلا بنی ہاشم کا جسم تھا جسے سولی پر لٹکایا گیا۔

ابن ہشام بن محمد اور ابن اسحق نے مسلم بن عقیل کا واقعہ اس سے زیادہ مکمل طور سے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ جب امام حسینؑ مدینہ سے روانہ ہوئے تو عبداللہ بن مطیع نے آپ سے ملاقات کی۔ اس نے کہا میں آپ پر سے قربان جاؤں اسے اب عبداللہ کہاں کا راہ وہ ہے آپ نے فرمایا کہ میں کوفہ جارہا ہوں۔ اس نے عرض کی کہ اہل کوفہ آپ کو محفوظ رکھنا۔ ان کا دھوکا اور حضرت علیؑ و امام حسنؑ سے جو سلوک انھوں نے کیا تھا وہ ذکر کیا، پھر کہنے لگا آپ حرم خدا کو نہ چھوڑیں۔ کیونکہ آپ سردار عرب ہیں اور لوگ آپ کے برابر کسی کو بھی نہیں قرار دیں گے اور ہر طرف کے لوگ آپ کی خدمت میں آئیں گے اور خدا کی قسم اگر آپ شہید ہو گئے تو آپ کے بعد ہمیں غلام بنالیا جائیگا۔ آپ آگے بڑھے یہاں تک کہ مکہ میں نزل اجلال فرمایا۔ ہر طرف سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اور ابن زبیر کعبہ سے چٹا ہوا تھا، دن میں کعبہ کے پاس نماز اور رات کو طواف کرتا اور درمیان میں دو مرتبہ آرام کرتا۔ روزانہ امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور آپ کا مکہ میں رہنا ابن زبیر کے لیے سب لوگوں سے زیادہ ناگوار تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ لوگوں کا رجحان آپ کی طرف ہے نہ کہ ابن زبیر کی طرف۔ اسی لیے ابن زبیر آپ کو مکہ سے چلے جانے کا مشورہ دیتا۔

ابن اسحق کہتا ہے کہ ابایان کوفہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت حسینؑ مکہ میں ہیں اور انھوں

نے بیعت بڑید سے انکار کر دیا ہے۔ تو وہ لوگ سلیمان بن عمرو کے مکان پر جمع ہوئے
 سلیمان نے ان سے کہا اے قوم حسینؑ نے بڑید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور تم ان
 کے باپ کے پیروکار ہو پس اگر تم لوگ ان کی مدد کرو اور ان کے دشمن کے ساتھ جہاد کرو
 تو انہیں خط لکھو اور اگر کھتیں اپنی بڑوں اور سستی کا خوف ہے تو انہیں دھوکا نہ دو
 وہ لوگ کہنے لگے ہمیں خدا کی قسم ہم آپ کی نصرت کریں گے اور ہم ان پر اپنی جانیں
 قربان کر دیں گے۔ پس ان لوگوں نے آپ کو وہی کچھ لکھا جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے
 ہیں اور انہوں نے وہ خط عبداللہ بن سبیع صمدانی اور عبداللہ بن والی کے ہاتھ روانہ
 کیا پس یہ دونوں امام حسینؑ کی خدمت میں وہی رمضان المبارک کو پہنچے۔ پھر ان دونوں
 کے دون بعد قیس بن مسر صیداوی اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی اور عمارہ بن عبداللہ
 بن سلوی کو ایک سو پچاس خط دیکر روانہ کیا۔ پھر وہ دون گزار سننے کے بعد صمدانی بن والی
 سبعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو روانہ کیا اور ان کے ساتھ جو خط لکھا اس میں امام حسینؑ
 کو لکھا کہ لوگ آپ کے قدم مہینت و زوم کے منتظر ہیں اور آپ کے علاوہ ان کی رائے
 میں اور کوئی نہیں ہے پس آپ تشریف لائے اور شہید بن لشی، عمار بن ابی بکر، زید
 بن حرث اور عروہ بن قیس نے اور لوگوں کے ساتھ آپ کو خط لکھا۔ (مال جاسپ کھیت
 تیار ہو چکے ہیں چل پک گئے ہیں آپ تشریف لائے۔ آپ تیار شدہ لشکر اپنے لیے
 پائیں گے۔ والسلام!

یہ تمام خطوط آپ کو مکہ میں تو اس وقت آپ مسلم بن عقیل کو اس طرف بھیجا اور
 انہیں خط لکھا کہ وہ تحقیق ہیں۔

میں تمہاری طرف اپنے بھائی اپنے چچا کے فرزند اپنے اہل بیت میں سے
 قابل و ثوق شخص کو بھیج رہا ہوں اور میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ میری طرف نہ کھائے
 حالات تحریر کرے پس اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمہارے گروہ اور تم ہیں۔ میرے عہد جاہان

عقل و دانش کی رائے مجتمع ہے جس طرح کہ مختار سے خطوط سے معلوم ہوتا ہے تو یہ مختار سے پاس آؤں گا ورنہ نہیں۔ والسلام!“

پھر آپ نے مسلم بن عقیل کو بلایا اور انھیں قلیس بن مسہر صیداوی، عبداللہ بن عمارہ سلوی اور عبدالرحمن بن عبداللہ خارجی کے ساتھ روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ یہ کام صیغہ راز میں رہے۔ پس مسلم کوفہ کی طرف چلے جب وہاں پہنچے تو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر قیام کیا۔ شیعہ ان کے پاس آنے لگے۔ آپ نے ان کے سامنے امام حسینؑ کا خط پڑھا وہ سب کے سب رونے لگے۔ پھر وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم آپ کے لئے تلوار زنی کریں گے یہاں تک کہ ہم سب مرجائیں۔ یہ خبر نعمان بن بشیر تک پہنچ گئی۔ اس نے غصہ دیا اور کہنے لگا قتل اور خون بہانے سے بچو۔ نعمان ایک عافیت پسند شخص تھا پس عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی نے جو بنی امیہ کا ساتھی تھا پکار کر کہا کہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اس کی اصلاح سختی اور تشدد کے بغیر نہیں ہو سکتی اور مختار ہی رائے تو کمزور قسم کے لوگوں والی ہے۔ نعمان نے کہا کہ میں اطاعت خدا میں کمزوری کو نافرمانی خدا میں قوت سے بہتر سمجھتا ہوں۔

عبداللہ نے یہ بات یزید کو لکھی۔ اس نے نعمان کو معزول اور ابن زیاد کو ذکوہ کا گورنر بنا دیا۔ جب ابن زیاد کوفہ میں پہنچا تو اس نے مسلم بن عقیل کو تلاش کیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں انھیں شہید کر دیا۔ اور ان کا سر بانی بن عروہ کے سر کے ساتھ یزید کے پاس بھیجا اور یزید کو خط لکھا کہ حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے امیر المومنین کا حق لیا اور اس کے دشمن کو ٹھکانے لگایا۔ یزید نے اس کو خط کا جواب دیا۔ اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا تو نے ایک عقلمند آدمی والا کام کیا اور مضبوط دل اور فتیاع کی طرح حکم کیا اور تیرے متعلق جو مجھے ظن تھا اُسے سچ کر دکھایا۔ اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف متوجہ ہیں اس کے لیے دیکھ بھال کر نوا لے اور سرحدوں کی رکھوالی کرنے والے معین کر

اور ان سے پوری حفاظت کر لے اور جس پر براگمان ہو جائے اسے قید کر دے جو مشتبہ ہو
اس کا مواخذہ کر اور جو کچھ اچھا یا بُرا حادثہ پیش آئے اس کی مجھے اطلاع دے۔ والسلام
ہشام نے کہا ہے کہ امام حسینؑ مکہ سے مدینہ کی طرف بروز اتوار ۲۸۔ ۶۰ رجب
کو نکلے اور بروز جمعہ تین شعبان مکہ میں داخل ہوئے اور مکہ میں ماہ شعبان، رمضان،
شوال اور ذیقعدہ کا ہینہ قیام کیا۔ اور ۸۔ ذی الحجہ بروز منگل مکہ سے روانہ ہوئے۔
وہ ترویہ کا دن تھا کہ جس دن مسلم بن عقیل نے کوفہ میں ظہار کیا تھا۔

فیہ ہشام بن محمدؑ نے کہا ہے کہ امام حسینؑ نے قیس بن مسہر کو مسلم بن عقیل کی طرف
روانہ کیا تاکہ آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے آپ کو ان کے حالات معلوم ہو جائیں آپ
کو ان کے حالات معلوم ہو جائیں۔ قیس کو ابن زیاد نے گرفتار کر لیا اور ان سے کہا کہ
لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کذاب بن کذاب (معاذ اللہ) یعنی امام حسینؑ کو برا بھلا
کہو۔ قیس منبر پر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے لوگو میں امام حسینؑ کو مقام حاضر میں بھڑ
آیا ہوں۔ اور میں تمہاری طرف اللہ کا قصد ہوں۔ میں خداوند عالم کذاب ابن کذاب
ابن زیاد پر لعنت کرے۔ قیس کو فقر الارہ سے بھینکا گیا۔ اور وہ جاں بحق ہو گئے۔

عراق میں امام کا ورثہ ؟

ابن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا کہ اس شخص (حسینؑ) کی میرے لیے کفایت کرو
مگر آپ سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ابن زیاد سے کہنے لگا مجھے اس سے معاف
کرو۔ ابن زیاد نے کہا معاف نہیں کروں گا۔ اور ابن زیاد نے اسے رے اور غزستان
کی حکومت دیدی تھی۔ پس کہنے لگا کہ حسینؑ سے جنگ کرو ورنہ میں تمہیں معزول کر دوں گا
مرنے کہا مجھے ایک رات کی مہلت دی جائے ابن زیاد نے مہلت دیدی ابن زیاد نے
مہلت دیدی۔ وہ سوچا رہا۔ پس اس نے ملائیت کے قتل حسینؑ پر ترجیح دی جب صبح

ہوئی تو ابن زیاد کے پاس گیا اور کہنے لگا میں حسینؑ سے لڑوں گا۔ محمد بن سیرین نے کہا کہ آپ کے معاملے میں حضرت علی ابن ابیطالبؑ کی کرامت ظاہر ہوئی۔ آپ کی ملاقات ایک درباری عمر سعد سے ہوئی جب وہ نوجوان تھا تو آپ نے فرمایا وائے ہو ترے لیے اسے ابھی سعد تیری کیا حالت ہوگی جبکہ تو ایسے مقام پر کھڑا ہوگا کہ تجھے جنت اور جہنم کا اختیار دیا جائیگا اور تو جہنم کی آگ کو ترجیح دے گا۔

واقعی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے قادسیہ سے کوچ کیا تو آپ ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور اترنے کے لیے جگہ کا انتخاب کر رہے تھے کہ اچانک سواد شکر نامی رات کی طرح ظاہر ہوا۔ ان کے نشان گدھوں کے پیر اور نیزے منگل معلوم ہوتے تھے۔ وہ آن کرہ آپ کے مد مقابل اترا اور تین دن تک آپ پر پانی بند کر دیا اور عبداللہ بن ازوی نے پکار کر کہا اے حسینؑ پانی کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ گویا وسط آسمان سے خدا کی قسم آپ اس کا ایک قطرہ نہیں پی سکتے جب تک پیاس سے مرنے جائیں۔ اس نے عرض کی خدایا اسے پیاس کے ساتھ قتل کر اور اسے کبھی نہ بخشنا۔ وہ اس کے بعد پیتا لیکن سیر نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پانی سے پھول گیا اور وہ پیاس واصل جہنم ہوا۔

عمر بن حجاج نے پکار کر کہا اے حسینؑ! یہ وہ پانی ہے جسے کئے، خنزیر، گدھے اور بھیڑیے پیتے ہیں لیکن خدا کی قسم تم اس کا ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے۔ جب تک (معاذ اللہ) جہنم میں کھرتا ہو پانی نہ پو۔ اس بات کا سنا امام حسینؑ کے لیے پانی نہ پئے سہمیں سخت تھا!

واقعی کہتا ہے کہ جب عمر سعد کے پاس پھر پہنچا تو عمر سعد نے اسے پکار کر کہا اے ختم ترے لیے ابلاؤ سہلا نہیں ہے اے میرے خدا تیرے گھر کو قریب نہ کرے اور تیری ملاقات نہ ہو اور میرا چہرہ تو لیکر آیا ہے۔ پھر عمر بن سعد نے غلطی ہو

کہنے لگا خدا کی قسم تو نے ابن زیاد کو اس کے ارادہ سے موڑ دیا ہے۔ وہ تو مان گیا تھا لیکن تو شیطان ہے جو کچھ تو نے کرنا تھا کیا ہے۔ شمر کہنے لگا اگر امیر کے حکم کی پیروی کرتی ہے تو ٹھیک ورنہ لشکر میرے حوالہ کرو۔ پس عمر سعد نے امام حسینؑ کی طرف کسی کو بھیج کر اسکی خبر دی تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنا ہاتھ مرجانہ کے بیٹے کے ہاتھ پر کبھی نہ رکھوں گا۔ اور ہم نے ذکر کیا ہے اور ہمارے جدادری ابوالفرج نے بھی کتاب منظم میں بیان کیا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن حضرت امام حسینؑ کے اصحاب کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں۔ پس اس کے سامنے جناب عباسؑ، عثمان اور جعفر علی ابن ابیطالب کے فرزند نکلے اور کہنے لگے تو کیا چاہتا ہے تو وہ (طعون) کہنے لگا اے ہماری بہن کے بیٹے تم امان میں ہو۔ ان حضرات نے کہا خدا تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے کیا تو ہمیں امان دیتا ہے اور فرزند رسول کے لیے امان نہیں!

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ شمر کے اس قول کو کہ ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں سے مراد یہ ہے کہ شمر کا اشارہ ام البنین بنت عزام کی طرف تھا جو کلابیہ خاندان سے تھیں اور شمر بھی اسی خاندان سے تھا۔

اور ابن جویر نے ذکر کیا ہے کہ ام البنین بنو زید بن عبد اللہ بن مظلہ کلابی کی پھوپھی تھیں اسی لئے شمر بن ذی الجوشن نے ان کے لیے امان حاصل کی تھی۔

شہادت

ہشام کہتا ہے کہ عمر بن سعد جب پاپوس ہو چکا تو اس نے پکار کر کہا اے اللہ کے شہسوار و سوار ہو جاؤ پس یہ لشکر گے بڑھا۔ اور جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ یہ مجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہیں تو اپنے اصحاب اور اعزاسے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اور مجھ سے

خدا ہوا جاؤ۔ انھوں نے کہا خدا اس زندگی کو قبیح قرار دے جو آپ کے بغیر ہو اور یہ بات آپ کی بہن جناب زینب بنت علیؓ نے سن لی وہ کھڑی ہو گئیں، دامنی چادر زمین پر خط دے رہا تھا۔ انھوں نے کہا ہائے افسوس کاش کہ موت نے میری زندگی ختم کر دی ہوتی۔ میرے باپ علیؓ، میری ماں فاطمہؓ اور بھائی حسنؓ آج کے دن مجھ سے بچھڑ گئے۔ آگے گزرتے ہوئے بزرگوں کے جانشین اور اسے باقی رہنے والوں کے فریادرس! پھر آپ نے اپنے ہرے پر طمانچہ مارے حسینؓ انھیں تسلی دیتے لیکن ان کے دل کو چین نہ آتا۔

پھر امام حسینؓ نے فرمایا اس زمین کو کیا کہا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا کربلا اور اسے فیضا بھی کہتے ہیں۔ آپ ابدیدہ ہوئے اور فرمایا کرب و بلا (یعنی دکھ اور مصیبت) مجھے میری مائی ام سلمہؓ نے بتایا تھا کہ جبریلؑ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ختم اس وقت میرے پاس تھے، ختم رونے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔ اور رسول اللہؐ نے تمہیں اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ پس جبریلؑ نے کہا کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ جبریلؑ نے عرض کی آپ کی امت عترتِ نبیؐ اسے قتل کر دیگی۔ اور ان کتاب چاہیں تو میں آپؐ اس زمین کی مٹی دکھا دوں جس میں یہ شہید ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جبریلؑ نے زمین کو بلا پر اپنے پر پھیلادیا اور آپؐ کو وہ زمین دکھا دی پس جب امام حسینؓ سے کہا گیا کہ یہ زمین کربلا ہے تو آپؐ نے اسکی مٹی کو سونگھا اور فرمایا خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جس کی خبر جبریلؑ نے رسول کو دی تھی۔ اور میں یقیناً اسی زمین میں شہید ہوں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے مٹی بھر مٹی اٹھائی اور اس کو سونگھا اور فرمایا خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں اس بات کو واقعی سے بیان کیا ہے اور کہا کہ رسول اللہؐ بیدار ہوئے تو آپؐ کے ہاتھ میں شمشیر رنگ کی مٹی تھی۔

نیز ابن سعد نے شعبی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ جنگ صفین کو جاتے ہوئے جب کربلا سے گزرے اور فیذا جو فرات کے سامنے ہے اس کے پاس پہنچے تو کھڑے ہو گئے

آپ نے وضو کا پانی لانے والے سے کہا ابو عبد اللہ کو بتا دیا حسینؑ کے باپ کو بتاؤ کہ اس زمین کا کیا نام ہے۔ اس نے کہا کر بلا! پس آپ آبدیدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ گریے کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی کہ کس چیز نے آپ کو رلایا۔ آپ نے فرمایا ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے انھوں نے بتایا کہ تحقیق میرا بیٹا حسینؑ فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائیگا جسے کر بلا کہتے ہیں پھر جبریل نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور وہ مجھے سونگھنے کے لئے دی پس میری آنکھیں میرے قابو میں نہ رہیں اور وہ تر ہو گئیں۔

حسن بن کثیر اور عبد بن جبر نے روایت کی ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کر بلا پہنچے تو آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا میرا باپ قربان ہو جائے ان پر کچھ جہان ہیں جو یہاں مارے جائیں گے، یہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے یہاں ان کے خیمے لگیں گے یہاں وہ شخص شہید ہوگا پھر آپ کا گریہ و بکا زیادہ ہو گیا۔

پس جب وہ رات آئی جس کی صبح آپ (حسینؑ) شہید ہوئے تو امام مظلوم تمام رات عبادت الہی میں مصروف رہے۔ اور اپنے بھائی حسنؑ کے لیے دعائے رحمت کرتے رہے۔

جب صبح طلوع ہوئی وہ جمعہ کا دن اور دسویں محرم کی تاریخ تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کا دن اور اساتذہؑ تھی۔ آپ نے اپنے اصحاب کو مہینہ اور میسرہ پر تیار کیا اور ۴۵ سوار اور ایک سو پیادے تھے اور کچھ لوگ کہتے ہیں ستر سوار اور سو پیادے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ تیس پیادے تھے لیکن یہ بات قرات سے ثابت ہے کہ انصار چھوٹے بڑے سب ملا کر بہتر تھے۔ آپ نے علم اپنے بھائی عباسؑ کو دیا غیہ اور ابوہریرہؓ اپنے پیچھے رکھے۔

پھر امام حسینؑ نے پکار کر کہا اے اہل کوفہ کیا یہ تمھارے خطوط نہیں جو تم نے میری

بھیجے اور مجھے دھوکا دیا۔ تمھارے عہد و پیمان کہاں گئے کسی نے جواب نہ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پکارا اے شیت بن ربحی، اے حجار بن حر، اے قیس بن اشعث، اے زید بن عرث اے فلاں اے فلاں کیا تم لوگوں نے مجھے غلط نہیں لکھے تھے؟ وہ ملاعین کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہتے ہیں!

حمید بن یزید ربیعہ ان کے سرداروں میں سے تھے وہ کہنے لگے ہاں خدا کی قسم ہم نے آپ کی طرف خط لکھے اور آپ کو بلایا۔ خدا باطل اور اس کے ماننے والوں کو دور کرے خدا کی قسم میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پھر انھوں نے اپنے گھوڑے کو اڑھائی لگائی۔ اور حسینؑ کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ پس حسینؑ نے ان سے کہا ابلا و سہلا تم خدا کی قسم دنیا اور آخرت میں تم ہو۔

پھر حمر نے فوج شام کو پکار کر کہا وائے ہو تم پر تمھاری ماں تمھارے غم میں بیٹھتی تھیں وہ لوگ ہو صفوں نے حسینؑ کو بلایا ہے۔ جب وہ تمھارے پاس آ گئے تو تم نے انھیں دشمن کے سپرد کر دیا۔ اور وہ ایک قیدی کی طرح ہو کر رہ گئے اور تم نے انھیں اس بہنے والے پانی سے منع کیا جسے یہود و نصاریٰ اور مجوس پیتے ہیں اور جنگل کے سوز جس میں لوٹتے ہیں۔ بہت برا سلوک کیا ہے تم نے محمدؐ کے اہلبیت اور ذریت کے ساتھ ان کے بعد۔ اور اگر تم لوگوں نے اس کی مدد نہیں کی اور جس کے لیے قسمیں کھائی تھیں اُسے پورا نہیں کیا تو اسے چھوڑ دو کہ وہ جہاں چاہے خدا کی زمین میں جا کر رہے کیا تم اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور کیا ان کے نانا محمدؐ کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے، کیا تم قیامت کا یقین نہیں پھر مرنے حملہ کیا اور کہا:

اضرب فی اعدائکم بالسیف عن خیون حل منی والحیف

میں تمھاری گردنوں پر اس شخص کی حمایت میں تلوار ماروں گا جو منی اور حیف میں اترنے والوں میں بہتر ہے۔

مُرنے ان میں سے ایک جماعت کو قتل کر دیا۔ پھر وہ زیادہ ہو گئے اور انھوں نے
مُحَمَّد کو شہید کر دیا۔

واقعی کہتا ہے کہ لشکرِ حسینؑ کی طرف سب سے پہلے عمر سعدؓ نے تیر بھینکا۔
ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ وہ ان کے قتل کرنے پر مُصر ہیں تو
انہوں نے قرآن مجید اٹھایا اور اسے کھول کر اپنے سر پر رکھا اور بلند آواز سے فرمایا میرے
دادا اور بھٹا رے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا رسول اللہؐ ہیں۔ اسے قوم کس بنا پر قتل
میرے خون کو حلال سمجھتے ہو۔ کیا میں تمھارے نبی کی دختر کا فرزند نہیں ہوں۔ کیا تمھیں
میرے جد کا ارشاد میرے اور میرے بھائی کے متعلق نہیں پہنچا۔ کہ یہ دونوں نوجوانانِ
بہشت کے سردار ہیں۔ اگر تم میری بات کی تصدیق نہیں کرتے تو جابر، زید بن ارقم اور ابو
سعید خدری سے پوچھ لو، کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں۔ شمر ملعون نے پکار کر کہا اسی گھڑی تم
ہاویہ میں وارد ہو گے (معاذ اللہ) حسینؑ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے میرے جد رسول اللہؐ نے
خبر دی ہے اور فرمایا ہے میں نے دیکھا ہے گویا ایک کتا میرے اہلبیت کے خون کو پی رہا
ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے۔ شمر کہنے لگا میں خدا کی ایک حرف پر عبادت کروں اور
میری سمجھ میں نہ آئے کہ تم کیا کہتے ہو۔

پھر امام حسینؑ ملققت ہوئے کہ آپ کا ایک بچہ پیاس سے رو رہا ہے آپ نے اسے
اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور فرمایا اگر مجھ پر تمھیں رحم نہیں آتا تو اس بچے پر رحم کرو پس ایک شخص نے
اس بچے کو تیرا قتل کر دیا پس حسینؑ نے فرمایا خدا یا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم
فرما کہ جنھوں نے مجھے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ فضا سے ایک
آواز آئی اے حسینؑ اس بچے کی فکر نہ کرو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔
حسین بن متیم نے آپ کو ایک تیر مارا جو آپ کے ہونٹوں پر لگا اور آپ کے
ہونٹوں سے خون بہنے لگا۔ حسینؑ نے فرمایا خدا یا میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں اس

سلوک کی جو مجھ سے میرے بھائیوں، میری اولاد اور میرے اہلبیت سے کیا جا رہا ہے
 پھر نماز ظہر کا وقت آیا تو آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف ادا کی۔ آپ حالتِ
 میں تھے کہ دشمن نے آپ پر سخت ترین حملہ کیا۔ پس زبیر بن عقیل نے حسینؑ کی حفاظت میں
 کر دیا۔ وہ کہتے تھے :

انا زہیر وانا بن القین اردکم بالسيف عن حسين
 (میں زہیر قین کا بیٹا ہوں اور تمہیں حسینؑ سے تلوار کے ذریعے رو کروں گا۔)

امام حسینؑ کو غزوہ کی آگئی۔ بیدار ہوئے تو فرمانے لگے میں نے اسی وقت اپنے
 رسول اللہؐ کو دیکھا ہے وہ کہتے تھے بیٹا صبر کرو ابھی ہمارے پاس پہنچنے والے ہو۔ پھر
 نے چنچ کر کہا کیا دیکھ رہے ہو اس پر حملہ کرو پس حصین بن مہتم نے آپ کے سر پر تلوار ماری
 سے آپ زمین پر گر پڑے۔ اور زرعة بن شریک مہتمی نے آپ کے سر پر تلوار ماری جس
 اور آپ کے دائیں کندھے پر مار گیا اور اسے الگ کر دیا۔ سنان بن انس نے آپ کی
 کی ہڈی پر نیزہ مارا پھر وہ ملعون گھوڑے سے اتر ا اور خون گرنے کے بعد آپ کا سر
 کھدایا۔ اور آپ کے قاتل کے متعلق مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ اقوال میں
 ایک قول یہ ہے کہ آپ کا قاتل سنان بن انس نخعی ہے۔ یہ قول ہشام بن محمد کا ہے
 دوسرا قول ہے کہ حصین بن مہتم نے آپ کو تیر مارا پھر گھوڑے سے اتر کر آپ کو ذبح
 اور آپ کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیا تاکہ ابن زیاد کا قرب حاصل ہو۔ اور
 تیسرا قول ہے کہ مہاجر بن اوس مہتمی نے آپ کو شہید کیا اور چوٹھایا ہے کہ کثیر بن
 اشجعی ہے۔ اور پانچواں قول ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو شہید کیا۔ اور زیاد
 صحیح قول یہ ہے کہ سنان بن انس نخعی اور شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو شہید کیا
 اور حبیب بن جراح کے دربار میں داخل ہوا تو اس نے کہا تو قاتل حسینؑ ہے؟ اس نے
 کہا ہاں۔ حجاج نے کہا تجھے بشارت ہو کہ تو اور وہ ایک گھر میں کبھی جمع نہیں ہو سکیں۔

موزغین کہتے ہیں کہ حجاج کی زبان سے اس حملے سے اچھی بات کبھی نہیں سنی گئی۔ پھر انھوں نے آپ کے جسم کے زخم شمار کئے تو ۳۳ زخم تیروں کے اور ۳ زخم تلوار کے تھے۔ آپ کے لباس میں ۱۲۰ سوراخ تیروں کے تھے۔ ان ملاعین نے آپ کا لباس اتار لیا۔ یہاں تک کہ آپ کا زیر جامہ سحر بن کعب مسمیٰ نے لیا مسمیٰ اسحاق بن حویہ حضرمی نے اور آپ کی تلوار خلاش غشلی نے لی، اور پکی چادرقیس بن اشعث کندی نے، نعلین اسود بن خالد ازوی نے، عمامہ حابر بن یزید نے اور ٹوپی مالک بن بشیر کندی نے لی۔ اور عمر بن سعد نے کہا جو حسینؑ کا سر لیکر آئیگا اُسے ہزار درہم دیا جائیگا۔

اور عمر سعد نے یہ بھی کہا کون ہے جو ان کے سینوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرے۔ ان ملاعین نے آپ کی پشت اور سینہ کو گھوڑوں سے روندنا۔ آپ کی پشت پر سیاہ نشانات نظر آئے، ان کے متعلق سوال کیا تو بتایا گیا کہ حسینؑ رات کے وقت مساکین مدینہ کیلئے کھانا لیکر جاتے تھے۔ فاطمہ بنت الحسینؑ کی اوڑھنے والی چادر ایک ملعون نے چھین لی۔ اور زیور دوسرے نے۔ اور آپ کے اہل حرم اور بیٹیوں کی چادریں چھین کر اٹھیں تھائے مگر دیا۔ اور واقدی نے کہا ہے کہ سنان بن انس آیا اور بعض کہتے ہیں کہ شمر تھا اس نے عمر بن سعد کے خمیے کے دروازہ پر کھڑا ہو کر کہا:

اور ترکابی فقه، و ذہبا انا قتلت سیدہ حبا

میری رکاب کو سونے چاندی سے بھروسے میں نے صاحبِ دربان سردار کو قتل کیا ہے۔

قتلت خیر الناس اہا و ابا او خایہم ان ینبون نسبنا

میں نے اسے قتل کیا ہے جو ماں باپ کے لحاظ سے افضل اور حسب و نسب ذریعے سب سے بہتر تھا

ابن سعد نے پکار کر کہا کیا تو مجنون ہے۔ اگر ابن زیاد نے یہ استعار سن لیے تو وہ

تجھے قتل کر دینگا۔

اور ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ سنان بن انس نے ابن زیاد کے دروازہ پر

آکر یہ اشعار پڑھے تو اس نے اسے کچھ بھی نہ دیا۔

شہادتِ نبی ہاشمی

مشام بن محمد نے کہا ہے کہ آل ابوطالب میں سے جو جماعت شہید ہوئی ان میں سے حسین ابن علیؑ ہیں جنہیں کسان بن انس نے شہید کیا، عباسؑ ابن علیؑ کو زید بن رزقہ نے، عباسؑ کے بھائی جعفرؑ، عبداللہؑ اور عثمانؑ بھی شہید ہوئے، ان سب کی والدہ ام المومنینؑ ہیں جن کا ذکر ہم کر آئے ہیں محمد بن علیؑ شہید ہوئے ان کی والدہ کنیز تھتی۔ ابو بکر بن محمد شہید ہوئے ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن دارم تھتی، علی بن الحسن بن علیؑ وہ علیؑ ہیں ان کی والدہ لیلیٰ بنت مرثہ ثقفیہ تھتی آپ کو مرثہ بن سعد عیدی نے شہید کیا اور علی بن الحسنؑ (سجادؑ) کو بیمار سمجھ کے شہید نہ کیا گیا۔ عبداللہ بن حسین (علی الصغر) جن کی والدہ رباب بنت امرأ القیس تھتی انہیں ہانی بن ثابت حضرمی نے شہید کیا۔ اور عبداللہ بن حسن بن علیؑ جن کی والدہ کنیز تھتی عبداللہ بن عقبہ عنوی نے شہید کیا۔ اور عبداللہ بن حسن بن علیؑ کہ جن کی والدہ کنیز تھتی انہیں سعد بن عمر بن قحیل ازوی نے شہید کیا۔ عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو عبداللہ بن قطیبہ طائی نے شہید کیا۔ ان کی والدہ جانا بنت مسیب بن بخیہ تھتی۔ اور محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابیطالب کو شہید کیا گیا۔ ان کی والدہ حوط بنت حنفہ مہتمیہ تھتی۔ جعفر بن عقیل شہید ہوئے ان کی والدہ ام المومنینؑ بن لقرہ تھتی۔ ان کو بشر بن حوط صمدانی نے شہید کیا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن عقیل جن کی والدہ کنیز تھتی ان کو عمر بن صلیح صیداوی نے شہید کیا۔ اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسلم بن عقیل کو ابن زیاد نے شہید کیا اور ان کی والدہ کنیز تھتی۔ اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل شہید ہوئے ان کی والدہ رقیہ بنت علیؑ تھتی اور رقیہ کی والدہ کنیز تھتی۔ انہیں عمر بن صلیح صیداوی نے شہید کیا۔ اور محمد بن مسلم بن عقیل کہ جن کی والدہ کنیز تھتی انہیں لایط بن یاسر مہتمی نے شہید کیا۔

اور حسن بن حسن بن علی اور عمر بن حسن بن علی کو صغیر السن سمجھ کے چھوڑ دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اولاد ابوطالب میں سے سترہ افراد میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ جن میں سات افراد اولادِ علیؑ تھے حسینؑ، عباسؑ، جعفرؑ، عبداللہؑ، جعفرؑ، عثمانؑ اور ابوبکرؑ۔ حسینؑ کے دو فرزند تھے علیؑ (اکبر) اور عبداللہؑ (صغیر) اور اولادِ حسنؑ میں سے تین تھے ابوبکرؑ، قاسمؑ اور عبداللہؑ۔ اور عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے عونؑ اور محمدؑ عقیل کی اولاد میں سے پانچ مسلم، جعفرؑ، عبداللہؑ، عبدالمسلمؑ اور ان کے بھائی محمد بن مسلم۔ مدائنی نے ذکر کیا ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ عبدالرحمن بن عقیل اور عون بن عقیل بھی شہید ہوئے۔ اس بنا پر وہ اکیس بنیں گے۔ اور اکھنوں کے بارے میں سمرقہ بن باہل کہتا ہے :-

یاعین ابکی بحبرة وعویل واندی ان ندیت ال الرسول
اے آنکھ! آنسو کے ساتھ گریہ کر اور اگر آل رسول پر ندیدہ کرنا چاہتی ہے تو ندیدہ کر۔

سبعة عنہم لصلب علی قد ابیدوا وسبعة عقیل
ان میں سے سات علیؑ کے اور سات عقیل کے بیٹے فنا کے گھاٹ اتار دیے گئے۔
لعن اللہ حیث حل زیاداً وابنه والعجوز ذات البحول
زیادہ (غلبہ) جہاں بھی ہو اس پر اس کے بیٹے پر اور کئی شوہروں والی بڑھیا پر خدا لعنت کرے۔ بڑھیا سے مراد سمیہ ہے جو بدکار تھی، اس کا واقعہ مشہور ہے اور بعض کہتے ہیں اس کا نام مرجانہ تھا۔

شعبی کہتا ہے سب سے پہلے ان میں سے حضرت عباسؑ پھر علی بن الحسینؑ شہید ہوئے اور جب علی اکبر میدان میں آئے تو اکھنوں نے یہ اشتعال پڑھ لیا:

انا بن الحسن بن علی نحن وبیت اللہ اولی بالنبی
من شئ وعمر اسین دعی

(میں حسین بن علی کا علی بیٹا ہوں خانہ خدا کی قسم ہم نبی اکرم کے زیادہ حقدار ہیں شمر، عمر اور
حرامزادے ابن زیاد سے)

آپ کو ایک ملعون نے نیزہ مار کر شہید کیا تھا۔ ان کے بعد عون بن جعفر، پھر قاسم بن
حسن پھر عبداللہ بن حسن، پھر عبداللہ بن علی پھر عثمان بن علی، پھر عبدالرحمن بن عقیل پھر محمد
بن عبداللہ بن جعفر پھر خود حسینؑ شہید ہوئے۔ یہ سب یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ زبیر
بن قین حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے (واقعات کربلا سے کم از کم واقفیت رکھنے والا شخص
جانتا ہے کہ شہدار کربلا کے واقعات جو اوپر بیان کئے گئے ہیں مجمل ہونے کے علاوہ تمام
مورخین کے بیانات کے بھی خلاف ہیں۔ یہ واقعات کسی مفصل کتاب میں دیکھے جائیں
مترجم) زبیر کی بیوی نے اس کے غلام سے کہا جاؤ اور اپنے آقا کو کفن پہناؤ۔ وہ غلام
گیا تو دیکھتا ہے کہ حسینؑ کی نعش مبارک بے کفن پڑی ہے اس نے خیال کیا کہ اپنے آقا کو
تو کفن پہناؤں اور حسینؑ کو اسی طرح چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا۔ پس اس نے
آپ کو کفن پہنایا پھر دوسرا کفن زبیر کو پہنایا۔ محمد بن سعد نے محمد بن حنفیہ سے روایت
کی ہے کہ انھوں نے فرمایا اٹھیں جو ان ایسے شہید ہوئے جو جناب فاطمہؑ سے ہیں۔ اور یہ
روایت دلالت کرتی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے کافی حضرات شہید
ہوئے۔ آپ کی شہادت نماز ظہر اور عصر کے درمیان جمع کے دن واقع ہوئی۔ کیونکہ آپ
نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف (ظہر) پڑھ لی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کا دن تھا

سہاے شہداء اور اسیران بلا

ہشام بن محمد واقفی اور ابن اسحق کہتے ہیں پھر عمر سعد نے امام حسینؑ اور آپ کے
ساتھتوں کے سر اور آپ کی بیٹیاں اور جو بچے باقی رہ گئے تھے انھیں خولی بن یزید صبحی
کے ساتھ ابن زیاد کی طرف روانہ کیا۔ ان میں علی بن الحسینؑ بھی تھے جو کہ مریض تھے جب ان کا

از امام حسینؑ کی لاش مبارک سے ہوا تو جناب زینب بنت علیؑ پکاریں اور محمدؑ اہل صلی
 علیک اللہ اسماء ہذا حسینؑ مریل بالعراع وبالاعا وینا تک سبا یا و ذرتیک
 انتالی تسفی علیہم الصبایا محمدؑ اہل انفس ہے اے محمدؑ مصطفیٰؐ آپ پر تو خداوند
 عالم نے درود و سلام کیا اور پیہ حسینؑ زنگ صحران اور خون میں بہانے میدان میں پڑے ہیں
 آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی ذریت کو شہید کر دیا ہے۔ ان پر سولہ کے جھونکے
 خاک ڈال رہے ہیں اے محمدؑ! نہیں آپ نے یہ فقرات کہہ کر ہر دوست اور دشمن کو
 لڑایا۔ اور امام حسینؑ کے سر مبارک کے ساتھ ۹۲ سر ہائے شہداء تیزوں پر بلند کیے گئے
 اور مفردات بخاری میں ابن سیرین سے مروی ہے کہ جب عمر حسینؑ ابن زیاد کے
 سامنے ایک طشت میں رکھا گیا اور وہ ملعون آپ کے دانتوں پر چھڑی مارتا اور آپ
 کے حسن و جمال کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔ اور اس کے دربار میں انس بن مالک بھی موجود تھے
 تو وہ رونے لگے۔ اور کہا کہ یہ قوسب سے زیادہ رسول اللہؐ سے مشابہت رکھتے تھے
 اور آپ کی ریش مبارک پر وہمہ کا خضاب تھا اور بعض کہتے ہیں سیاہ رنگ سے خضاب
 کیا تھا۔ اور ابن ابی دنیا نے روایت کی ہے کہ ابن زیاد کے دربار میں زید بن ارقم موجود
 تھے، انھوں نے کہا اپنی چھڑی کو اٹھالے خدا کی قسم میں نے بہت دفعہ دیکھا کہ رسول اللہؐ
 ان دو وزن ہونٹوں کے درمیان بوسے لیتے تھے۔ پھر زید نے لگے۔ پس ابن زیاد
 نے ان سے کہا خدا تمھاری آنکھوں کو رولائے۔ اگر تم بڑھاپے کی وجہ سے سمیٹا نہ گئے
 ہو تے تو میں تمھیں قتل کر دیتا۔ پس زید کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے لوگو تم آج کے
 بعد غلام ہو گئے ہو تم لوگوں نے جناب فاطمہؑ کے بیٹے کو شہید کیا اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر
 بنالیا۔ خدا کی قسم یہ تم میں سے اچھے لوگوں کو قتل اور برے لوگوں کو غلام بنا کر رہا گیا
 پس دوری ہے اس کے لیے جو ذلت و خواری، ننگ اور جار پر راضی رہے۔ پھر کہنے
 لگے اے ابن زیاد میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ سخت ہے

میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ نے حسن کو اپنے دائیں زانو پر اور حسین کو بائیں زانو پر بٹھایا ہوا تھا۔ پھر آپ نے دونوں کے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھا پھر فرمایا خدا میں ان دونوں اور صالح المومنین (امیر المومنین) کو میری امان میں دیتا ہوں اے ابن زیاد کس طرح تو نے رسول اللہ کی امانت کا خیال رکھا۔ اور ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ابن زیاد علیہ اللعن کے سامنے رکھا گیا تو اسے اس کے کاہن نے کہا کھڑا ہو جا اور اپنا قدم اپنے دشمن کے منہ پر رکھ دے پس وہ ملعون کھڑا ہو گیا اور اپنا حسن قدم آپ کے چہرہ مبارک پر رکھا۔ پھر زید بن ارقم سے کہنے لگا کیسا سمجھتے ہو۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ وہ اپنا منہ اس مقام پر رکھتے تھے جہاں تو نے قدم رکھا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ یزید بن معاویہ کے ہاں زید بن ارقم کے ساتھ پیش آیا اور ابن جریر نے کہا ہے کہ یزید کے دربار میں ابوہریرہؓ سلی تھے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

شعبی نے کہا ہے کہ ابن زیاد کے پاس قیس بن عبادہ موجود تھے تو ابن زیاد نے کہا تم میرے اور حسین کے معاملے میں کیا کہتے ہو تو قیس نے جواب دیا کہ قیامت کے دن حسین کے نانا، باپ اور ماں آئیں گے اور حسین کی شفاعت کریں گے اور تیرا نانا باپ اور ماں آئیں گے اور وہ تیری شفاعت کریں گے۔ ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور انھیں دربار سے نکال دیا۔

ہشام کہتا ہے کہ جب علی بن الحسین ہنغر خواتین کے ساتھ یزید کے دربار میں پیش ہوئے آپ بیمار تھے تو ابن زیاد نے کہا یہ کیسے بچ گیا اسے بھی قتل کرو۔ تو زینب بنت علیؓ نے فرمایا اے ابن زیاد جتنے خون ہمارے بہا چکا ہے وہ تمھارے لیے کافی ہیں۔ اور اگر انھیں بھی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی قتل کر دے۔ اور حضرت علی زین العابدینؓ

نے فرمایا اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو دیکھ کہ ان عورتوں کا اور کون قریبی رشتہ دار ہے جو ان کے ساتھ رہے گا؟ ابن زیاد نے کہا یہ کام بھٹکارا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ابی بن علی بن الحسین کو تو اس لیے اکھنوں نے چھوڑ دیا کہ جب ان کے باپ مارے گئے تو آپ بیمار تھے شمر ملعون آپ کے قریب سے گزرا تو کہنے لگا اسے بھی قتل کرو اس لڑکے کے درپے نہ ہو جاؤ، پھر شمر سے کہا وائے ہو بھڑپراں! بلحرم کے لیے کون ہوگا۔

اور ابن زیاد نے اس مجلس میں زینب علیا سے کہا حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہیں رسوا کیا اور قتل کیا اور بھٹکاری بات کو چھوڑا کر دکھایا تو آپ نے فرمایا بلکہ حمد ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ کی وجہ سے ہمیں کرامت و عزت بخشی، اور آپ کی وجہ سے ہمیں پاک کیا جو پاک کرنے کا حق ہے۔ اور رسوا و ذلیل تو فاسق اور چھوٹا فاجر ہوتا ہے اور خداوند عالم نے ہمارے اہل بیت کے لیے شہادت لکھ دی تھی پس وہ اپنے قبر میں لیٹنے کی جگہ کی طرف بڑھے اور عنقریب خدا ہمیں اور تمہیں اکٹھا کرے گا اور اپنے سامنے ہمارا فیصلہ کریگا۔

ابن ابی الدینا کہتا ہے کہ پھر ابن زیاد نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا خطبہ دیا اور کہتے لگا حمد ہے اس خدا کی جس نے کذاب ابن کذاب (معاذ اللہ) حسینؑ اور اس کے شیعوں کو قتل کیا پس عبداللہ بن عقیف ازومی کھڑے ہو گئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کے مسجد میں رہنے لگے تھے۔ ان کی دائیں آنکھ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی معیت میں ضائع ہو گئی تھی۔ اکھنوں نے کہا اے مرجانہ کے بیٹے کذاب بن کذاب تو اور تیرا باپ اور وہ ہے جس نے تجھے حاکم بنایا ہے اے مرجانہ کے بیٹے کیا تم لوگ انبیاء کی اولاد کو شہید کرنے والے اور قاسقین والی باتیں بیان کرتے ہو۔

پس ابن زیاد نے کہا اس کو گرفتار کر لو۔ عبداللہ علامت ازو کے ساتھ
 پکارے تو ان میں سے سات سو آدمی کو دپڑے اور وہ انہیں لیکر گھر پہنچا آئے
 پھر عمر بن سعد ابن زیاد کے دربار سے اٹھا اور اپنے گھر جا رہا تھا وہ راستے
 میں کہتا جاتا تھا اس طرح سے کوئی نہیں بٹھا جیسے میں دالیں آیا ہوں، میں نے
 ابن زیاد جیسے تاسق و قاجر کا بیٹا ہے کی اطاعت کی اور حاکم عادل کی نافرمانی کی
 ہے اور ایک شریف قرابت سے قطع رحمی کی ہے لوگوں نے بھی اسے چھوڑ دیا
 اور جب بھی لوگوں کے قریب سے گزرتا تو وہ اس سے مُنہ پھیر لیتے اور اگر مسجد میں
 جاتا تو لوگ دہاں سے نکل جاتے اور جو بھی اسے دیکھتا اس پر لعنت بھیجتا پس وہ اپنے
 گھر میں رہتے لگایا یہاں تک کہ فی النار والسقر ہوا۔ ابن سعد نے طبقات میں ذکر
 کیا ہے مرجانہ ماور ابن زیاد نے ابن زیاد سے کہا اے خبیث تو نے فرزند رسول
 کو شہید کیا ہے۔ خدا کی قسم تو جنت کو کبھی دیکھ بھی نہیں سکتا۔ پھر ابن زیاد نے
 تمام ہر کوفہ میں نیزوں پر غضب کیے۔ یہ اسلام میں مسلم بن عقیل کے بعد پہلے سر بھٹے
 جو غضب کیے گئے۔ اور وہ ستر سے زیادہ تھے۔

بعض نے کہا ہے کہ رباب بنت امرأ القیس زوجہ حضرت حسینؑ نے آپ
 کا سر مبارک اٹھایا اور اسے اپنی گود میں رکھا، اس کے بوسے لیے اور فرمایا:
 و احسینا فلا نسیت حسینا اوفدۃ السنة الاعداۃ
 ہائے حسینؑ میں کبھی حسینؑ کو نہیں بھولونگی۔ دشمن کے نیزے ان کی طرف بڑھے
 غادر و لا یکو بل لا حولینا لا سفلۃ اللہ جات ہی کے بلا
 ان کو کربلا میں بچھاڑ دیا گیا، اس جگہ کو خدا سیراب نہ کرے۔

ادھر عبید بن عمر کہتا ہے کہ میں نے اس قصر (قصر الامارہ کوفہ) میں عجیب بات
 دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ حسینؑ کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا ہوا تھا پھر میں نے دیکھا

کہ ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے رکھا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ مختار کا سر مصعب بن زبیر کے سامنے رکھا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک بن مروان کے سامنے تھا۔ پوچھا گیا کہ یہ سب کچھ کتنی مدت میں ہوا۔ کہنے لگا تین سال۔ پس لفت ہے دنیا کے لیے جو یہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ پھر ابن زیاد نے سرور کو دوسرے دن اتارا اور سر ہائے شہدار اور قیدیوں کو شام کی طرف یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کیا۔

مظلوم جاسٹ و مشق

واقعی کہتا ہے ابن زیاد نے زجر بن قیس حنفی کو بلایا اور سر ہائے شہدار اور جملہ اسیران بلا اس کے سپرد کیے۔ اور اسے دمشق بھیجا۔ ربیعہ بن عمر بیان کرتا ہے میں یزید بن معاویہ کے پاس اس کے خواص کے ساتھ بیٹھا تھا، اچانک کہا گیا کہ زجر بن قیس دروازہ پر موجود ہے اور اذن چاہتا ہے۔ یہ گھبرا کر سیدھا ہو بیٹھا اور فوراً اسے حاضر ہونے کی اجازت دی۔ وہ داخل ہوا تو یزید نے پوچھا کہ کیا خبر لایا؟ زجر نے کہا جو تجھے مرعوب و محبوب ہے۔ تجھے بشارت ہو اللہ کی فتح و نصرت کی حسینؑ اپنے اہلبیت اور شیعوں کے ستر سواروں کے ساتھ ہم پر وارد ہوئے ہم نے ان پر امان اور ابن زیاد کے حکم کو قبول کرنا پیش کیا۔ انھوں نے انکار کر دیا اور جنگ کو ترجیح دی۔ اب ان کے جسم عریاں پڑے ہیں اور وہ جنگل میں پھپھاڑ دیے گئے۔

تمام روایات مشہورہ جو یزید کے متعلق موجود ہیں ان میں ہے کہ جب حسینؑ اس کے سامنے رکھا گیا تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور وہ سر مبارک پر خیراں کی

چھڑی مارتا اور ابن زبیری کے یہ اشعار پڑھتا:

لیت اشیاخی بید و شہد و
کاش میرے جنگ بدرواے بزرگ جنگ خزرج میں نیزوں کے پڑنیکے وقت حاضر ہوئے
قد قتلنا القرن من سا و استهم وعد لنا قتل بد و فاعتد
ہم نے اسکے سرداروں میں سے ایک سردار کو قتل کیا اور بدر کا بدلہ ہم نے برابر چکا لیا۔
شعبی نے کہا ہے کہ ابن زبیری کے اشعار میں یزید نے درج ذیل ابیات کا
طرف سے اصافہ کیا:

لعبت ہاشم بالملک فلا خیر جاء ولا وحی نزل
لست من خندف ان لم انتقم من نبی احمد ما کان فعل
بنی ہاشم نے ملک و سلطنت کیلئے کھیل کھیلانہ کوئی خیر آئی تھی نہ وحی نازل ہوئی۔ میں
قبیلہ خندف میں سے نہیں اگر میں نے اولاد احمد مجھ سے ان کے کئے ہوئے کا بدلہ نہ لیا۔
زہری کہتا ہے جب سر ہاشم نے شہدار آئے تو یزید سیر و سیاحت میں مصروف
مقام جیرون میں تھا تو اس نے خود یہ اشعار کہے:

لما بدت تلک الحمول و اشتفت تلک الشمس الی ابی جیرون
نعب الغواب فقلت صح اولاً تصح فلقد قضیت من الغریم دیون
جب ظاہر ہوئے یہ اونٹ اور چمکے یہ آفتاب جیرون کے ٹیلوں پر تو فراق کا کوا بولنے لگا
میں نے کہا تو چیخے یا چپ رہے میں نے اپنے قرصخواہ سے قرعے چکائے ہیں۔
مجاہد کہتا ہے ہذا کی قسم لوگوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو یزید کو لعنت ملا مت اس
کی عیب جوئی اور اس سے قطع تعلق کا اظہار نہ کرتا ہو۔

ابن ابی الدینا کہتا ہے اس وقت یزید کے پاس ابوہریرہؓ موجود تھے وہ
سے کہنے لگے اپنی چھڑی کو اٹھا لے ہذا کی قسم میں نے اکثر اوقات رسول اللہؐ کو

لبوں کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور علی بن الحسینؑ (امام زین العابدینؑ) اور خواتین عصمت رسیدوں میں جکڑے کھڑے تھے۔ پس سید سجادؑ نے باواز بلند کہا اے یزید تیرا کیا خیال ہے اگر رسول اللہؐ ہمیں اس طرح رستہوں میں جکڑا ہوا بے کجا وہ اونٹوں پر دیکھیں تو کیا کہیں؟ اس پر تمام لوگ رونے لگے۔

ہشام بن محمدؑ نے اپنے باپ سے اس نے عبید بن عمر سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ قیصر روم کا سفیر دربار یزید میں حاضر تھا، وہ یزید سے دریافت کرنے لگا یہ کس کا سر ہے۔ یزید نے کہا حسینؑ کا۔ وہ کہنے لگا کون حسینؑ؟ یزید نے جواب دیا فاطمہؑ کا بیٹا۔ اس نے کہا کون فاطمہؑ؟ یزید نے کہا محمدؑ کی بیٹی۔ سفیر نے کہا محمدؑ! تمھارا نبی؟ یزید نے کہا ہاں۔ سفیر نے پوچھا اس کا باپ کون تھا؟ یزید نے جواب دیا علیؑ ابن ابیطالب۔ اس نے کہا علی ابن ابیطالب کون تھا؟ یزید نے کہا ہمارے نبی کا چچا زاد بھائی۔ تو اس نے کہا ہلاکت ہے تمھارے لیے اور تمھارے دین کے لیے۔ مسیح کے حق کی قسم تم لوگ نالائق ہو۔ ہمارے بعض جزیروں میں ایک گرجا ہے جس میں اس گدھے کا کھڑ رکھا ہوا ہے جس پر ہمارے ہزار مسیح سوار ہوتے تھے۔ ہم لوگ ہر سال اطراف دنیا سے اس کی زیارت کیلئے جاتے ہیں اس پر نذریں مانتے ہیں اور اسکی تعظیم اسی طرح کرتے ہیں جس طرح تم لوگ خانہ کعبہ کی کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا اور دوبارہ اس کے پاس واپس نہ آیا۔

محمد بن سعد نے طبقات میں محمد بن عبدالرحمن سے بیان کیا ہے کہ میری ایک راس الحالوت (یہودی پادری) سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا میرے اور داؤد کے درمیان ستر نبی ہیں اور یہودی میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں اور تم لوگوں نے

نبی کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔

عبدالملک بن ہاشم نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابو محمد عبدالملک بن ہشام بخوی بصری نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ جب ابن زبیر نے سر حسینؑ قید یوں سمیت یزید کی طرف روانہ کیا وہ جس منزل پر قیام کرتے سر حسینؑ اس صندوق سے نکالتے جو اس سر کیلئے بنایا گیا تھا اور سر کو نیزے پر رکھ کر ساری رات صبح کوچ کے وقت تک اس کی حفاظت کرتے رہتے اور پھر دوبارہ اسے صندوق میں رکھ کر اپنا سفر شروع کر دیتے۔ پس ایک ایسی منزل پر اترے کہ جہاں قریب ایک گرجا تھا اس میں ایک پادری رہتا تھا۔ انھوں نے معمول کے مطابق سر مبارک صندوق سے نکال کر نیزے پر باندھ دیا اور سر کی محافظت کرنے لگے اور نیزہ کو گرجا کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ پس جب آدھی رات ہوئی تو راہب نے دیکھا کہ سر انورؑ لیکر آسمان تک نور کا ایک شعلہ بلند ہے۔ اس نے دیوار سے جھانک کر ان لوگوں سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم ابن زیاد کے آدمی ہیں۔ اس نے کہا یہ کس کا سر ہے تو انھوں نے بتایا یہ سر حسین بن علی بن ابیطالب اور فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے فرزند کا ہے اس نے کہا جو مختار انبی ہے انھوں نے کہا ہاں۔ راہب کہنے لگا تم بڑی قوم ہو اگر عیسیٰ مسیح کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے آنکھوں پر بٹھلاتے پھر وہ راہب ان سے کہنے لگا کیا میرے ساتھ ایک معاملہ کرو گے؟ کہنے لگے وہ کیسا؟ راہب نے کہا میرا پاس دس ہزار دینار ہیں وہ لے لو اور یہ سر مجھے دیدو کہ جتنی رات باقی رہ گئی ہے اس میں یہ سر میرے پاس رہے اور جب تم کوچ کرنے لگو تو اسے واپس لے لینا۔ انھوں نے کہا کیا حرج ہے۔ انھوں نے سر راہب کے حوالہ کیا اور اس نے دینار کی لاری انھیں دیدیے۔ راہب سر لے گیا، اسے دھویا خوشبو لگائی اور اپنے زانو پر رکھ کر ساری رات بچھا رہا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو کہنے لگا اے سر میں اپنے علاوہ

ایسی چیز کا مالک نہیں ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
اور آپ کے جد امجد اللہ کے رسول ہیں اور میں آپ کا خادم اور غلام ہوں اور پھر
جو کچھ گرجا میں اس کے پاس تھا وہ لیکر نکلا اور اہلبیت کی خدمت کرنے لگا!

ابن ہشام نے سیرت میں کہا ہے کہ پھر انھوں نے سر لیا اور چل پڑے جب
مشق کے قریب پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے آؤ یہ دنیا را پس میں تقسیم
رہیں تاکہ یزید انھیں دیکھ کر ہم سے لے نہ لے۔ وہ بھیتلیاں اٹھائیں۔ انھیں کھول
کر دیکھا تو وہ دنیا ٹھیکریاں ہو چکے تھے۔ ان کی ایک جانب یہ آیت تحریر تھی ولا
تحتسبن الله عاقل عاقل الظالمون یہ گمان نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے عمل سے
عاقل ہے۔ اور دوسری جانب یہ آیت تھی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب
ینقلبون عقریب ظالموں کو معلوم ہو جائیگا کہ ان کی بازگشت کس طرف ہے۔ پس وہ تمام
ٹھیکریاں انھوں نے تہریر دایں پھینک دیں۔

ہشام بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ جب خواتین عصمت و طہارت و بارزیدیں داخل
ہوئیں تو اہل شام میں سے ایک شخص نے فاطمہ بنت حسین کی طرف دیکھ کر یزید سے
کہا کہ یہ لڑکی مجھے بخش دے کیونکہ یہ ہمارے لیے حلال ہیں۔ وہ شہزادی فریاد کرنے
لگی، کانپنے لگی اور اپنی پھوپھی کے دامن سے لپٹ گئی۔ جناب زینب نے باوازیلند
کہا یہ بات یزید کے بس کی نہیں اور نہ اسے کوئی حق حاصل ہے۔ یزید غصے میں آکر
کہنے لگا اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔ حضرت زینب نے کہا۔ ہمارے قبلہ کے
علاوہ کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھا اور ہماری ملت کے علاوہ کوئی اور دین اختیار
کر لے پھر جو چاہے کرتا پھر۔ پس اس لعین کا غصہ یہ سن کر ٹھنڈا ہوا۔

سمر مظلوم کہاں دفن ہوا؟

سمر کے بارے میں مورخین کے درمیان مختلف اقوال ہیں۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ یزید نے قیدیوں کے ساتھ ہی مدینہ واپس کر دیا تھا پھر وہاں سے جسدا طہر کی طرف کر بلا میں پلٹا دیا گیا اور جسم کے ساتھ دفن ہوا۔ ہشام وغیرہ نے یہی کہا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی والدہ جناب فاطمہؓ کی قبر کے پاس دفن ہوا۔ یہ قول ابن سعد کا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب سمر مدینہ میں پہنچا تو اس وقت مدینہ کا حاکم سعید بن عاص تھا اس نے سمر مظلوم اپنے سامنے رکھا ناک پکڑی، پھر حکم دیا کہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر ان کی والدہ فاطمہؓ کے پاس دفن کیا جائے۔ شعبی نے لکھا ہے کہ مروان بن حکم مدینہ میں تھا اس نے سمر مظلوم کو اٹھایا اور اپنے سامنے رکھا اور ناک کی بڈی کو پکڑا اور یہ شعر کہا:

یا حبد اب وک فی الیدین ولونک الاھم فی الخدین

کس قدر اچھی ہے ٹھنڈک تیری دونوں ہاتھوں میں اور تیرا سر رخ رنگ رخساروں میں خدا کی قسم عثمان موت کے دن میرے سامنے ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سمر حسینؑ دمشق میں ہے۔

ابن ابی الدینا نے بیان کیا ہے کہ سمر حسینؑ دمشق میں خزانہ یزید میں پایا گیا۔ پس لوگوں اُسے کفن و سکر باب الفراولیس کے پاس دفن کر دیا۔ بلاذری نے اپنی تاریخ میں اسی طرح ذکر کیا ہے کہ سمر حسینؑ دمشق کے دارالامارہ میں ہے۔ اور واحدی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ سمر حسینؑ مسجد رفیعہ میں فرات کے کنارے ہے۔ رقعۃ مشہور شہر ہے۔ یہ قول عبداللہ بن عمرو راق نے کتاب مقتل میں ذکر کیا ہے۔ وہ

ہے کہ جب سر حسینؑ یزید ابن معاویہ کے سامنے لایا گیا تو وہ کہنے لگا —
 سر عثمان کے بدلے یہ سر میں آل ابی معیط کے پاس بھیجوں گا اور وہ رقبہ میں تھے
 سران کے پاس بھیجا گیا۔ انھوں نے ایک گھر میں سر مبارک دفن کر دیا۔ پھر وہ گھر
 کی مسجد جامع میں داخل کر لیا گیا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ خلفائے فاطمیین نے سر مبارک کو باب فرادیس سے
 قتلان کی طرف منتقل کیا پھر وہاں سے قاہرہ منتقل کر دیا۔ اور وہ سر وہیں قاہرہ
 میں ہے، وہاں مشہد عظیم ہے جہاں زیارت کی جاتی ہے، خلاصہ یہ کہ جہاں بھی ہو
 آپ کا سر مبارک یا جسم مبارک لیکن آپ دلوں میں ساکن اور اسرار و خواطر
 میں گھر کئے ہوئے ہیں۔ ہمارے بعض بزرگوں نے یہ استعارہ ہمارے سامنے
 ہے :

لا تطلبوا المولیٰ حسینؑ بارجنی مشرق اور مغرب
 عوا الجمع و عوجوا مخویٰ من شہد لا لقلبی
 آتائے حسینؑ کو زمین مشرق و مغرب میں تلاش نہ کرو۔ سب کو چھوڑ کر میری
 لاف آؤ کیونکہ آپ کا قبر میرے دل میں ہے۔

آپ کے سن مبارک میں چند مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی
 عمر ۵۶ برس ہے۔ یہ واقفی کا قول ہے کیونکہ آپ ۳۷ھ میں پیدا ہوئے تھے
 دوسرا قول یہ ہے کہ ۵۵ برس یہ صدی کا ہے اور تیسرا قول ۵۸ برس ہے۔

سر مبارک اور ان اونٹوں کا تذکرہ جن پر سوار تھے

(عذف اسناد کے ساتھ) مروان بن حصین سے روایت ہے وہ کہتا ہے

کہ جن اونٹوں پر حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تھے جب الجھن
 کیا گیا تو کوئی بھی ان کا گوشت نہ کھا سکا۔ وہ ایلوے سے بھی زیادہ کڑوا۔
 واقعہ یہ کہ جب ہجر حسینؑ اور اسیرانِ بلامدینہ کے قریب پہنچے تو
 میں کوئی بھی باقی رہا سب چیخ و پکار کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ زینب بنت
 بن ابی طالب اس حالت میں باہر آئیں کہ ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا، بال پریشان
 وہ و امجاد فریاد کر رہی تھیں و احسیناہ و اختاہ و ابلاہ و امجاد۔
 ہائے میرے بھائی ہائے میرے عزیز۔ پھر کہنے لگیں:

ماذا نقولون اذ قال النبی لکم ماذا جعلتم و انتم اخوالہم
 تم کیا جواب دو گے جب بنی اکرمؑ تم سے کہیں گے کہ یہ تم نے کیا کیا علانہ تم آخری
 یا ہلبیتی و اولادی اما لکم عہد اما تم توفون بالسد
 تم نے میرے اہلبیت اور اولاد کے ساتھ کیا کیا، کیا وعدوں کا پاس نہیں کرتے
 تم میثاقوں کی وفا نہیں کرتے۔

ذریعتی و ینما عی بمضیقہ منہم اساری و قتلی خو جواس
 میری اولاد اور میرے رشتہ داروں کو صنایع کرو یا گیا۔ بعض قید اور بعض خون میں لہریں
 ماکان ہذا اجزائی اذ نصحت لکم ان تحلفونی بسوء فی ذریعتی
 میری نصیحت کا یہ بدلانہ تھا کہ تم میرے رشتہ داروں سے برا سلوک کرو

واقعہ کربلا کے سلسلے میں

جناب ام سلمہ، حسن بصری، ربیع ابن خثیمہ وغیرہ کے اقوال
 ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب ام سلمیٰ کو شہادتِ حسینؑ کی اطلاع ملی تو
 نے کہا کیا ان لوگوں نے ایسا کیا ہے خداوند عالم ان کے گھروں اور قبروں کو آگ لگا دیا

سے پھر وہ رونے لگیں یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئیں۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ ام سلمہؓ نے کہا خداوند عالم اہل عراق پر لعنت ہے۔

زہری کہتا ہے کہ جب حسن بصریؒ کو شہادت حسینؑ کی خبر ملی تو وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی کنپیاں حرکت کرنے لگیں۔ پھر کہنے لگا کس قدر ذلیل ہے وہ امت جس نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کو شہید کیا ہے۔ خدا کی قسم حسینؑ کا سر ان کے جسم کے تھو دوبارہ ملحق کیا جائیگا اور حسینؑ کے جد بزرگوار پدروالابتار ابن مرجانہ سے ضرور اکابر لیں گے۔

زہری کہتا ہے کہ جب ربیع ابن خثیمہؒ کو شہادت حسینؑ کی خبر ملی تو وہ رو کر کہنے لگا اے اٹھو! میں نے ایسے نوجوانوں کو قتل کیا ہے کہ اگر رسول اللہؐ انہیں دیکھتے تو ہمارے محبت کرتے اپنے ہاتھ سے انہیں کھانا کھلاتے اور اپنے زانو پر مالتے۔

نیز ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور زہری نے حسن بصریؒ سے ذکر کیا ہے کہ حسن نے لکھا کہ پہلی مصیبت جو عرب پر وارد ہوئی ہے وہ معاویہ کا زبردستی زیاد ابن ابیہ واپس بھائی بنانا اور شہادت حسینؑ ہے۔

عامر شعبیؒ کہتا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیرؒ کو شہادت حسینؑ کی خبر پہنچی تو اس نے لکھ میں خطبہ دیا اور کہا اور یاد رکھو کہ اہل عراق دھوکہ باز اور فسق و فجور کرنے والی قوم ہے اور یاد رہے کہ ان میں سے اہل کوفہ شریعہ میں انہوں نے حسینؑ کو بلایا تھا تا کہ وہ ان پر حکومت کریں۔ ان کے معاملات کو سیدھا کریں اور ان کے دشمن کے خلاف ان کی مدد کریں۔ اور ارکان اسلام کو دوبارہ قائم کریں جب حسینؑ ان کے پاس گئے تو ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کے ساتھ جنگ کرنے لگے۔ اور ان سے

کہا کہ فاجر ملعون ابن زیاد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھو تاکہ جو اس کی رائے ہو وہ اس مطابق آپ کے ساتھ سلوک کرے پس حسینؑ نے شریفانہ موت کو ذلت کی زنجیر ترجیح دی، خداوند عالم حسینؑ پر اپنی رحمت نازل کرے اور ان کے قاتل کو رسوا ان کے قتل کا حکم دینے والے اور راضی ہونے والے پر لعنت کرے۔ کیا جو کچھ آپ کے ساتھ معاملہ ہوا ہے اس کے بعد بھی کوئی ان پر اعتماد کر سکتا ہے اور ان بدکرداروں کو بازوؤں کے وعدہ پر اعتبار کر سکتا ہے۔ یاد رکھو خدا کی قسم حسینؑ دن کو روزے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے اور حسینؑ ان کے درمیان حکومت کرتے تھے فاجر ابن فاجر سے بہتر تھے۔ خدا کی قسم وہ قرآن کے بدلے گانے اور غوغاہ میں گریہ کرنے کے بدلے حدی خواہی اور روزے کی جگہ شراب خواری اور رات کی عبادت کی بجائے طینور سے اور ذکر الہی کی مجالس کے بجائے شکار کے پیچھے دوڑتے اور بندروں سے کھیلنا نہیں چاہتے تھے۔ ایسے شخص کو اکھنوں نے شہید کر دیا ہے پس عنقریب یہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں جا گریں گے۔ یاد رکھو خدا کی لعنت ظلم کرنے والوں پر۔ پھر وہ منبر سے اتر آیا۔

ابن عباس کا خواب !

(حذف اسناد کے ساتھ) عمار بن ابی عمار نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دو ہر کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال پریشان و عبا آلود ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول اس شیشی میں کیا ہے۔ فرمایا حسینؑ اور اس کے سر پر کا خون ہے۔ میں آج دن پھر یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم انہیں کر لے رہے ہیں معلوم ہوا کہ اسی دن حسینؑ شہید ہوئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ

خواب عمار بن ابی عمار نے دیکھا تھا۔

نوحۃ جنّات

زہری نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے جن کا نوحہ نہیں سنا تھا مگر اسی رات جس میں حسینؑ شہید ہوئے تھے۔ میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا

الایا عیننا خلتی بجہد
وعن یبکی علی الشہداء بعدی
علی رھط نقود ہم المناہیا
الی ما یخوفی ثوب عبدا!
اے آنکھ پوری کوشش سے گریہ کر کیونکہ میرے علاوہ ان شہدار پر کون روئے گا۔
اس قوم پر گریہ کر جنہیں موت ایک عابر حاکم کی طرف کھینچ لے گئی جس نے غلام کا لباس پہنا ہوا ہے۔

ام سلمہ کہتی ہیں مجھے معلوم ہو گیا کہ بیشک حسینؑ شہید ہو گئے۔ اور شعبی کہتا ہے کہ اہل کوفہ نے ایک کہنے والے کو رات کے وقت کہتے سنا:

اسکی قتیلا سب کو بلا
مضوج الجسم بالاماء
میں کر بلا میں شہید ہونے والے پر روتا ہوں جس کا جسم خون سے لت پت ہے
اسکی قتیلا الطفاۃ ظلمنا
بغیر جرم مسوی الوفاء
میں اس پر روتا ہوں جسے سرکش لوگوں نے ظلماً شہید کیا ہے جس کا جرم سوائے وفائے عہد کے کچھ نہ تھا۔

اسکی قتیلا سبکی علیہ
عن ساکن الارض والسماء
میں اس پر روتا ہوں جس پر آسمان و زمین کے رہنے والوں نے گریہ کیا ہے۔

هتک اهلوه واستحلوا
ما حرم الله فی الامماء
اس کے ناموس کی بے حرمتی کی گئی اور ان سے وہ سلوک کیا جو کتیزوں سے بھی جائز نہیں۔

یا بانی جسمہ المعری الا من الدین والحياء
 میرا باپ قربان ہوا اس پر جس کا جسم دین و حیا کے علاوہ لباس سے بے نیاز تھا
 کل الرزایا لها عزاء ومالذ الرزاع من عزاء
 ہر مصیبت پر صبر کیا جاسکتا ہے لیکن اس مصیبت پر صبر نہیں ہو سکتا۔
 زہری کہتا ہے قول جن میں سے جو محفوظ رہ سکا یہ اشعار ہیں :

مسح النبی جبینہ ولہ بریق فی الحدود
 نبی اکرمؐ اس کی پیشانی کو چھو رہے تھے اور اس کے رخسار چمکتے تھے۔

البواہ من علیا قریش وحبدہ خیر الحبدود
 اس کے ماں باپ قریش کے بلند خاندان سے تھے اور اس کے جد بزرگوار بہترین جد تھے۔
 قتالوک یا بن رسول اللہ فامسکونا دار الخلود
 اے فرزند رسول ان لوگوں نے آپؐ کو شہید کیا اور ہمیشہ کی آگ میں سکونت اختیار کی
 اور ہشام بن محمدؒ نے کہا کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آپؐ کے قاتلوں نے آسمان
 سے کسی کہنے والے کو کہتے سنا :

ایہا القاتلون جہلا حسینا البشر و بالعداب والتنکیل
 اے جہالت کی بتا پر حسینؑ کو قتل کرنے والے تجھے سخت عذاب و وبال کی بشارت ہو
 کل اهل السماء یدعوا علیکم من بنی و موسیٰ و قبیل
 تمام اہل آسمان تجھے بد دعا کرتے ہیں وہ بنی ہوں یا رسولؐ اور ہر قسم کے ملائکہ !
 قد لعنتم علی لسان بن داؤد و موسیٰ وصاحب الانجیل
 سلیمان بن داؤد، حضرت موسیٰؑ و صاحب الانجیل عیسیٰؑ کی زبان پر تجھے لعنت کی گئی ہے
 وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اشعار بعض ملائکہ کہہ رہے ہیں۔

ہمارے بعض اساتذہ نے بیان کیا ہے کہ ابن ہبار یہ شاعر کا گزر کر بلا سے ہوا

تو وہ وہاں بیٹھ گیا۔ حسینؑ اور آپ کے اہلبیت پر گریہ کیا اور آپ کے متعلق فی اللہ میرے
مرثیہ میں اشعار کہے۔ پھر وہ اسی جگہ سو گیا تو اس نے خواب میں جناب رسالتؐ کو
دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے شخص خداوند عالم تجھے میری طرف سے جزائے خیر عطا
فرمائے بیشک خدا نے تجھے اس گروہ میں رکھ لیا ہے جس نے حسینؑ کی معیت میں
جہاد کیا تھا!

شفیق و رحیم؟

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ یہ سرخنی شہادت حسینؑ سے پہلے آسمان
پر نہیں دیکھی گئی تھی۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے کتاب تبصرہ میں کہا ہے کہ انسان کا چہرہ
عقہ کے وقت سرخ ہو جاتا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس وقت عقہ میں ہے
اور یہ ناراضگی کی علامت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ مجسم نہیں ہے لہذا اس نے
اپنے عزیز و غضب کو قاتل حسینؑ کے متعلق آسمان پر شفیع کی صورت میں ظاہر فرمادیا
ہے۔ اور جو صاف صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ظلم عظیم ہے۔ (عقل سلیم رکھنے
والے سمجھتے ہیں)

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے اسی کتاب میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب عباس
جنگ بدر میں قید ہو گئے تو رسول اللہؐ نے ان کے کراہنے کی آواز سنی جس کے باعث
آپ اس رات نہ سو سکے۔ لیکن اس وقت آپ کی کیا حالت ہوتی اگر حسینؑ کے
کراہنے کی آواز سن لیتے۔؟!

نیز کہا ہے کہ جب جناب حمزہ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا تو اس سے سرکار
رسالتؐ نے فرمایا کہ تو اپنے چہرہ کو میرے سامنے سے ہٹالے کیونکہ میں اسے کیسے

رکھ سکتا ہوں جس نے دوستوں کو قتل کیا ہو؟ حالانکہ اسلام گزشتہ باتوں کو محو کر دیتا ہے۔ لیکن رسول خداؐ کس طرح دیکھ سکتے ہیں اسے جس نے حسینؑ کو ذبح کیا اور جس نے آپؐ کے قتل کا حکم دیا۔ اور آپؐ کے اہلبیتؑ کو اونٹوں پر سوار کیا؟ ابن سرین کہتا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو تین دن تک دنیا تاریک رہی پھر یہ سورجی ظاہر ہوئی۔

(حذف اسناد کے ساتھ) ہلال بن ذکوان سے روایت ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو دو یا تین ماہ تک یہ کیفیت رہی کہ نماز صبح سے لیکر غروب آفتاب تک دیوانوں پر گویا خون ملا ہوا ہے۔ ہم ایک سفر پر گئے وہاں بارش ہوئی تو اس کا اثر مثل خون ہمارے لباس پر باقی رہا۔

ابن سعد کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون ہوتا تھا۔ آسمان سے خون کی بارش ہوئی تا آنکہ اس کا اثر کپڑوں کے پھٹ جانے تک باقی رہا۔

سہی کہتا ہے جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے گریہ کیا۔ اس کا گریہ اس کی مہرخی تھی!

ابن سرین نے کہا ہے کہ جناب رسالتؐ کی بعثت سے پانچ سو سال پہلے کا ایک پتھر ملا جس پر سریانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا جب اس پتھر کو عربی میں منتقل کیا گیا تو وہ یہ تھی:

اترحوا ملة قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب
کیا وہ امت قیامت کے دن حسینؑ کے جد کی شفاعت کی کوئی امید رکھ سکتی ہے جس نے حسینؑ کو شہید کیا
سليمان بن يسار نے کہا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر تحریر تھا:
لا سبدا ان ترد القيامة فاطمة وبيتهما بدم الحسين ملطخ

مذہب جناب فاطمہؑ میدان قیامت میں اس حالت میں روانہ ہونگی کہ ان کی قمیصیں خون حسینؑ سے لٹھری ہوئی ہوگی۔

ومل من شفاءہ خصمہ والصور فی یوم القیامہ ینفخ
اور روز قیامت صور پھونکا جائیگا تو بلاکت اس شخص سمیٹے جسکی سفارش کرنیوالے دشمن ہوں

عبداللہ ابن عمرؓ

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن ابی نعیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس سے سوال کرنے لگا کہ لباس میں مچھڑ کا خون لگا ہو تو وہ پاک ہے کہ جنس؟ ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو اس نے کہا اہل عراق میں سے ہوں تو ابن عمرؓ نے کہا اس کی طرف دیکھو کہ یہ مچھڑ سے خون کے متعلق سوال کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے دختر رسولؐ کے فرزند کو شہید کر دیا ہے۔ اور میں نے حضورؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔ یہ روایت مفردات بخاری میں سے ہے۔

یزید کا خط

واقعی۔ ہشام۔ ابن اسحاق نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن عباسؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس کی بیعت کریں۔ اور کہا کہ میں یزید جیسے فاسق و فاجر سے زیادہ مقدار ہوں بھئی میں میری سیرت اور یزید کی سیرت اور میرے باپ زبیر کی کارکردگیاں رسول اللہؐ کے ساتھ اور معاویہ کے کرۂ معلوم ہیں تو ابن عباسؓ نے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ فتہ کھڑا ہو گیا ہے اور خون غرابہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ مجھے ان معاملات سے کیا سروکار ہے

میں مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ یہ خبر یہ یہ کو پہنچی تو اس نے ابن عباس کو خطا
 سلام علیک۔ ابا بعد تحقیق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ منکر خدا نے حرم خدا میں مختار
 بیعت کی طرف دعوت دی ہے اور تم نے ہماری بیعت کی وفاداری میں انکار کر دیا
 ہے پس دیکھو جو لوگ مختار سے اہل بیت میں سے اور جو لوگ مختار سے پاس مختلف
 شہروں سے وارد ہوں انہیں اپنی بہترین رائے سے جو میرے اور ابن زبیر کے
 متعلق تم رکھتے ہو اس سے مطلع کرو اور سوائے اس کے نہیں کہ ابن زبیر نے مختار
 اپنی اطاعت کے لیے بلایا تھا۔ اور اپنی بیعت کی دعوت دی تھی تاکہ تم باطل میں
 اس کے مددگار اور گناہ میں اس کے شریک بنو۔ لیکن تم نے ہماری اطاعت کرتے
 اور ہمارے حق کو بچا پنتے ہوئے ہماری بیعت کے ساتھ اپنا بچاؤ کیا۔ پس خداوند
 عالم تمہیں ذی رحم کی طرف سے بہترین جزا دے۔ جو صلہ رحمی کر نیوالوں کو اور اسے
 عہد و میثاق کی وفا کر نیوالوں کو دیتا ہے۔ میں بہت کچھ بھول جاتا ہوں لیکن مختار
 نیکی نہیں بھولوں گا۔ اور تم سے فوراً صلہ رحمی کروں گا جس کے تم اہل ہو۔ دیکھنا
 بلاد اسلام کے اطراف سے جو بھی مختار سے پاس آئے اسے ابن زبیر کی ملیح کار لہجہ
 سے ڈراؤ اور اس کی چرب زبان سے بچاؤ کیونکہ وہ لوگ مختاری بات کو زیادہ تو
 سنے سننے اور ان باتوں کی زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔ والسلام!

پس ابن عباس نے (جواباً) اسے خط لکھا۔ میرے پاس تیرا خط پہنچا جس میں تو
 دعویٰ کیا ہے کہ میں نے تیرے حق کو پورا کرتے ہوئے ابن زبیر کی بیعت ترک کر دی
 ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے میں نے تیری تعریف کے مد نظر یا تیری محبت کے لیے
 ایسا نہیں کیا۔ تو سمجھتا ہے کہ حسینؑ اور بنی مطلب کے جوانوں کو قتل کرنا میں بھول
 جاؤں گا۔ جو خاک و خون میں غلطاں ریگستان میں بغیر لباس کے پڑے پڑے اور جن
 پر ہوائیں خاک اڑا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے لیے ایک قوم کو

اور بھی جس نے انھیں دفن کر دیا۔ میں سب کچھ بھول سکتا ہوں لیکن تیرا حسین کو حرم ہوں اور حرم خدا سے زبردستی نکالنا اور تیرا ابن مرجانہ کو خط لکھنا اور اس میں حسینؑ کو قتل کا اسے حکم دینا، یہ سب تو نہیں بھول سکتا۔ میں خدا سے اتنا دیر رکھتا ہوں کہ انقریب وہ مجھے پکڑے گا جبکہ تو نے اس کے نبی محمدؐ کی عزت کو قتل کیا ہے اور اس کے قتل پر راضی ہوا ہے اور باقی تر با تیرا یہ کہنا کہ تو میری نیکی کو نہیں بھولے گا میں تو روک لے اپنی نیکی اور صلہ رحمی کو مجھ سے کیونکہ میں اپنی محبت کو مجھ سے رکے ہوئے ہوں اور مجھے اپنی جان کی شتم ہے کہ جو ہمارا حق تیرے پاس ہے تو میں سے بہت کم نہیں دیتا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا حصہ تو روکے ہوئے ہے۔ پھر تو مجھ سے تاکید کرتا ہے کہ میں لوگوں کو تیری اطاعت کی ترغیب دوں اور ان کی اطاعت سے باز رکھوں یہ تیرے کوئی باعث شرف نہیں، تو مجھ سے اپنی عزت و مودت کے لیے کہتا ہے حالانکہ تو نے میرے چچا کے بیٹے اور اہلبیت رسولؐ شہید کیا ہے جو ہدایت کے چراغ اور تاریکی کے ستارے تھے کہ جنہیں تیرے لشکروں نے تیرے حکم سے ایک ہی مقام پر بچھاڑ کر شہید کر دیا ہے۔

کیا تو بھول چکا ہے کہ تو نے اپنے آدمی حرم الہی کی طرف بھیجے تھے تاکہ وہ حسینؑ کو قتل کر دیں اور تو ہمیشہ ان کے پیچھے لگا رہا اور انھیں ڈراتا رہا یہاں تک کہ تو نے انہیں عراق کی طرف نکلنے کے لیے مجبور کر دیا۔ (اور یہ تو نے) اللہ اس کے رسولؐ اور اس کے اہلبیتؑ کے ساتھ اپنی عداوت کی بنا پر کیا۔ وہ اہلبیتؑ کہ جن سے خدا نے اس کو دور رکھا ہے اور انھیں پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔ پس لوگ ہم ہیں نہ کہ تیرے وہ آباء و اجداد جو حق سے روگردان سرکش اور کافر تھے جو فاسق تھے جو اونٹ کے جگر اور گدھوں کے کھڑوں والے تھے، جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن تھے جنہوں نے رسولؐ اللہؐ سے ہر مقام پر جنگ کی اور تیرا دوا

اور باپ وہ بھتے جھنوں نے لوگوں کو لٹا اور اس کے رسول کے خلاف جمع کیا تھا اگر تو مجھ سے نکل گیا اور دنیا میں بھتے سے اپنے بدلے نہ چکا سکا تو مجھ سے پہلے بہت سے بنی قتل کیے گئے ہیں اور خدا نصرت کے لیے کافی ہے اور یہ بات بھتے ایک وقت گزر جانے کے بعد معلوم ہوگی، اس پر تو میری موت و محبت کا مطالعہ کرتا ہے اور مجھے علم تھا جب کہ میں نے تیری بیعت کی تھی یہ بات میں نے نہیں کی تھی مگر یہ کہ میں جانتا تھا کہ میرے باپ اور چچا کی اولاد اس امر خلافت کی تھی اور میرے باپ سے زیادہ حقدار ہے۔ لیکن تم لوگوں نے ظلم کیا اور دعویٰ کیا اور وہ چیز لے لی جو تمہارا حق نہ تھی۔ اور تم نے اصل حقدار پر ظلم کیا ہے۔ مجھے اس پر رور و کار کی طرف سے یہ یقین ہے کہ وہ بھتے اسی طرح عذاب دیگا جیسے اس قوم عاد و ثمود، قوم لوط اور اصحاب مدین کو کیا تھا۔

اے یزید میرے عظیم توین گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تو دخترانِ نبوی اطفالِ نبوی اور حرمِ پیغمبر کو عراق سے شام تک قیدی بنا کر بے مقتض و چادر اس لیے لے گیا تاکہ لوگوں کو ہمارے خلاف اپنی شوکت و عظمت اور قوت دکھائے اور کہ تو نے ہم پر ہر ظلم کیا ہے اور تجھے آلِ رسول پر غلبہ حاصل ہوا ہے اور اپنے زعمِ ناقص میں تو تو نے اپنے کافر و فاجر شہداء و اولاد کا جو جنگ بدر میں قتل ہوا تھا بدلہ چکا لیا ہے اور اس انتقام کو ظاہر کر دیا جو تو اپنے دل میں چھپائے ہوا تھا۔ اور ان کینوں کا اظہار کیا ہے جو عرصے سے تیرے دل میں اس طرح پوشا ہتے جیسے آگ حقیقہ کے سینے میں چھپی ہوئی ہے۔ اور تو نے اور میرے باپ کے خون عثمان کو تو ان حسد اور کینوں کے اظہار کا ایک وسیلہ بنایا ہے پس ہلاکت تیرے لیے یومِ جزا کے فیصلہ کرنے والے کی طرف سے اور خدا کی قسم اگر تو میرے ہاتھ کے زخم سے محفوظ ہو گیا ہے تو تو میری زبان کے لگائے ہوئے چرکوں سے محفوظ

ہنیں رہ سکتا۔ تو کمزور رائے اور ہلاک ہونی والا ہے۔ تیرے لیے خاک ہے
 اور تو مذمت کیا گیا ہے۔ اور تو اس خیالِ خام میں نہ رہتا کہ تو آج ہم پر فتیاب
 ہو گیا ہے پس خدا کی قسم اگر میں تجھ پر آج فتح و ظفر حاصل نہیں کر سکتا تو کل ضرور
 حاکم عادل کے سامنے مجھے فتح نصیب ہوگی۔ جو اپنے حکم میں ظلم و جور نہیں کرتا۔
 اور عنقریب وہ بہت جلد دردناک عذاب سے تیرا مواخذہ کرے گا۔ اور تجھے دنیا
 سے لعنت کیا ہوا ڈھٹکارا ہوا اور گناہ گار اٹھالے گا۔ پس زندہ رہ میرا باپ نہ ہو
 جب تک تو چاہتا ہے کیونکہ جو کچھ تو کسب کر رہا ہے وہ خدا کے پاس بڑھ رہا ہے
 اور سلام اس پر چہ ہدایت کی اتباع کرے۔

واقعی کہتا ہے کہ جب یزید نے یہ خط پڑھا تو اسے سخت گناہ عارض ہوئی
 اور اس نے ارادہ کیا کہ ابن عباس کو قتل کر دے۔ لیکن ابن زبیر کے معاملہ نے اسے
 فرصت نہ دی اور جلد ہی پھر سختی کے ساتھ خدا نے اس کا مواخذہ بھی کر لیا۔

اولاد امام حسین علیہ السلام

۱: علی اکبر یہ جنگِ کربلا میں باپ کے ساتھ شہید ہوئے ان کی کوئی اولاد
 نہیں۔ ان کی والدہ آمنہ بنت ابی فردہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔ اور آمنہ کی
 والدہ ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھی۔

۲: علی اصغر (زین العابدین ہیں) نسلِ انہی سے چلی ہے۔ آپ کی والدہ
 (شہربانو) ایک کثیر بھتیجی۔ زہری کہتا ہے کہ حضرت علی (امام زین العابدین) اپنی
 والدہ کے اتنے فرمانبردار تھے کہ ایک پیالہ میں کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے، آپ سے
 اس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا اس بات سے ڈرتا ہوں کہ شاید میرا ہاتھ اس لقمہ کی طرف

جس پر میری ماں کی نگاہ پڑ گئی ہے۔ پس میں کہیں عاق نہ ہو جاؤں۔

۳: حسینؑ کا ایک بیٹا جعفر تھا جس کی کوئی اولاد نہیں اور اس کی ماں سلافہ قضائیہ تھیں۔

۴: فاطمہ تھیں۔ ان کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تھیں

۵: عبد اللہ (علی اصغر) جو باپ کے ساتھ یوم طف (دکربلا) میں شہید ہوئے۔

۶: سکینہ۔ ان کی والدہ رباب بنت امرار القیس ہیں۔

فاطمہ بنت الحسین حسن بن حسن بن علی کے نکاح میں تھیں ان کی وفات ۱۱ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

انتقام

زہری کہتا ہے کہ قاتلان حسینؑ میں سے کوئی ایسا نہیں بچا تھا جسے دنیا ہی میں عتاب نہ کیا گیا، ہو یا وہ قتل ہو یا ایا اندھا ہو گیا۔ یا اس کا چہرہ سیاہ ہوا اور یا لھوڑی ہی بدلتی ہیں اس کی حکومت ختم ہو گئی۔

اور میرے (مؤلف) حیدمادری نے کتاب المنتظم میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار افراد کو قتل کیا تھا اور فرزند فاطمہؑ کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار کو قتل کروں گا۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں آپ کی بیٹی کے بیٹے کے بدلے!

واقعی نے ابن رماح سے حکایت کی ہے اس نے کہا کوفہ میں ایک اندھا بوڑھا رہتا تھا جو شہادت حسینؑ کے وقت وہاں موجود تھا۔ پس ہم نے اس سے اسکی آنکھوں کے

ضائع ہونے کے متعلق اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں اس گروہ میں شامل تھا، ہم دس آدمی تھے مگر میں نے نہ کسی پر تلوار چلائی تھی نہ کسی کو تیر مارا تھا، نہ کسی کو نیزہ لگایا تھا۔ جب حضرت حسینؑ شہید ہو گئے اور آپؐ کا سر نیزہ پر بلند کیا گیا تو میں واپس اپنے گھروٹ آیا۔ میں اس وقت تک صبح و سالم تھا میری آنکھیں گویا دو ستارے تھتے، میں اس رات سویا تو میرے پاس حالت خواب میں کوئی آنے والا آیا اور کہنے لگا رسول اللہؐ مجھے بلارہے ہیں۔ میں نے کہا مجھے۔ بھلا مجھے رسول اللہؐ سے کیا سروکار دینی وہ مجھے کیوں بلاتے ہیں؟ پس اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور جھڑک دیا۔ میرا کمبند پکڑا اور مجھے اس جگہ لے آیا جہاں کچھ لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپؐ غمگین اور متحیر تھے۔ اپنی آستین لٹے ہوئے تھے اور آپؐ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپؐ کے سامنے چمڑے کا وہ ٹکڑا تھا جس پر لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ میرے وہ دس ساتھی آپؐ کے سامنے ذبح ہوئے پڑے تھے۔ میں نے آپؐ پر سلام کیا تو تو آپؐ نے فرمایا خدا تجھے سلامتی نہ دے اور زندہ نہ رکھے۔ اے اللہ کے ملعون دشمن کیا تجھے مجھ سے بھی مہترم و حیاء نہ آئی تو نے میری بتک کی اور میری عزت کو تہ تیغ کیا اور میرے حق کی رعایت نہ کی۔ میں نے عرصہ کی یا رسول اللہؐ میں نے جنگ نہیں کی۔ فرمایا درست ہے لیکن تو نے ان کے لشکر کی سیاہی کو زیادہ تو کیا دینی ان کی کثرت تعداد کا سبب تو بنا، آپؐ کے دائیں طرف ایک طشت تھا جس میں خون حسینؑ تھا آپؐ نے فرمایا خدا تجھے سلامتی نہ دے بیٹھ جا۔ میں گھٹنوں کے بل آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپؐ نے ایک سلاخی لئی اسے گرم کیا، پھر اسے میری آنکھ میں داخل کیا پس میں اندھا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

بشام بن محمدؑ نے قاسم بن ابی سخی سے حکایت کی ہے وہ کہتا ہے جب سروں کو کوفہ میں لایا گیا تو ایک سوار آیا جو سب لوگوں سے خوبصورت تھا اس نے

اپنے گھوڑے کی گردن میں ایک لڑکے کا سر لٹکایا ہوا تھا جس کے ابھی داڑھی نہیں
 آئی تھی گویا کہ وہ چودھویں کا چاند ہے۔ گھوڑا کنوتیاں بدلتا ہوا چلتا تھا۔ جب وہ
 اپنے سر کو جھکاتا تو توجوان کا سر زمین سے جا لگتا۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کس کا سر
 ہے اس نے کہا عباس بن علی کا ظاہر آریہ عباس بھی علیؑ کے فرزند تھے لیکن علماء کے
 علاوہ کھتے ہیں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا عرملہ بن کابل اسدی۔ راوی کہتا ہے
 کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میں نے دیکھا عرملہ کا چہرہ کوئلہ سے بھی زیادہ سیاہ تھا میں نے
 اس سے کہا میں نے تجھے اس دن دیکھا تھا جس دن تو نے گھوڑے کی گردن میں سر
 باندھا ہوا تھا۔ عرب میں تجھ سے وجیہ چہرے والا کوئی نہیں تھا اور آج تجھ سے
 زیادہ بدسبیت اور روسیہ چہرے والا کوئی نہیں ہے۔ پس وہ رونے لگا اس نے
 کہا خدا کی قسم اس دن سے لیکر جس دن میں نے وہ سر اٹھایا ہوا تھا اس دن سے
 ہر رات بلا تاغہ دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر
 ایک بھر پکڑتی ہوئی آگ کے قریب لے جاتے ہیں اور مجھے اس میں دھکیل دیتے ہیں
 میں پیچھے ہٹتا چاہتا ہوں لیکن وہ آگ مجھے جھلسا دیتی ہے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے
 پھر وہ ملعون بدترین حالت میں مرا۔

سدی نے حکایت بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں کربلا میں وارد ہوا میرے
 پاس تجارت کیلئے گندم تھی۔ ہم ایک شخص کے مہمان ہوئے اس کے پاس رات کا
 کھانا کھایا۔ پس ہم نے شہادت حسینؑ کا تذکرہ کیا کہ جو قتل حسینؑ میں شریک تھا وہ بُری
 موت مرا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا کہ میں آپؐ سے جنگ
 کرنے والوں میں سے تھا لیکن مجھے اب تک کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ راوی کہتا ہے
 جب رات کا آخری حصہ آیا تو اچانک چیخ و پکار بلند ہوئی ہم نے پوچھا کیا بات ہے
 تو انھوں نے بتایا کہ وہی شخص چراغ درست کر رہا تھا کہ اس کی انگلی جلنے لگی پھر وہ چلے

اس کے جسم میں سرایت کر گئی ہے اور وہ جل گیا ہے۔ سدی کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ وہ کوفہ کی مثل بن چکا ہے۔

ابن زیاد

علماء تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو وہ لوگ جنہوں نے آپ امداد میں کوتاہی کی تھی حیران و پریشان ہوئے اور کفارے دینے لگے جب یزید بن معاویہ ۶۴ھ میں مگر یا کوفہ کے شیعوں میں حرکت پیدا ہوئی، وہ اسکی زندگی میں اس سے ڈرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا تحریک اس سال (شہادت) اور یزید کی موت سے پہلے تھا۔ اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔

ہشام بن محمدؑ نے لکھا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو کوفیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ غمگین ہوئے انھوں نے سمجھا کہ ان کیلئے نجات کی کوئی صورت نہیں اور ان کے اس گناہ عظیم کو کوئی چیز نہیں دھو سکتی مگر یہ کہ وہ ان لوگوں کو قتل کریں جنہوں نے جناب حسینؑ کو شہید کیا تھا۔ یا خود سب کے سب انتقام خون حسینؑ کی راہ میں قتل ہو جائیں پس ان لوگوں نے سردار ان کوفہ میں سے پانچ آدمیوں کو منتخب کیا۔ سلیمان بن صرد خراسانی صحابی رسول۔ مسیب بن بختہ نزاری جو حضرت علیؑ کے بہترین و ممتاز اصحاب میں سے تھے۔ عبداللہ بن معاذ بن نفیل ازومی۔ عبد بن دالی مہلبی اور رفاعہ بن شداد سجلی۔ ان سب کا اجتماع سلیمان بن صرد خراسانی کے مکان پر ہوا۔ انھوں نے بالاتفاق ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیا کہ وہ اہل شام سے خون حسینؑ کے انتقام کے سلسلے میں جنگ کیلئے بالکل تیار رہیں اور ۶۵ھ میں انھیں تختہ میں جمع ہونا ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ شہادت حسینؑ کے فوراً بعد اللہ کے اوائل ہی میں حرکت میں آچکے

کھتے اور مال جمع کرتے رہے اور تیاریاں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یزید اپنے لیے
 پہنچا۔ پھر اسی سال یزید کی موت کے پانچ ماہ بعد ماہ رمضان میں جمعہ کے دن مختار بن
 ابی عبیدہ کوفہ سے اٹھے اور جب ۱۵۷ھ میں داخل ہوا تو سلیمان بن صرد کو فیوں سمیت
 مقام تحیلہ میں جمع ہوئے۔ سلیمان کے ساتھ اٹھارہ ہزار آدمی کوفہ کے قسطنطین کھتے۔
 لیکن صرف پانچ ہزار آدمی ان کے ساتھ رہے۔ جب انھوں نے شام جانے کا قصد کیا
 تو عبداللہ بن سعد نے کہا آپ شام جا رہے ہیں حالانکہ تمام قاتلین حسینؑ تو کوفہ میں ہیں
 عمر بن سعد اور لشکر کے باقی چاروں سردار ہیں معتم ہیں۔ تو سلیمان نے کہا مگر جس نے
 لشکر جمع اور تیار کیا تھا وہ تو شام میں ہے۔ وہ قاسق بن قاسق ابن مرجانہ ہے اور
 ابن زیاد کو جب یزید کے مرنے کی خبر ملی تو وہ کوفہ سے بھاگ کر شام میں چلا گیا تھا۔ پس
 اس نے مروان بن حکم کی پناہ لی تھی اور مروان کو اس نے ہی خلیفہ بنایا تھا تو سلیمان نے
 کہا جب ہم ابن زیاد کو قتل کر چکیں گے تو پھر قاتلین حسینؑ کی طرف پلٹیں گے۔ پھر سلیمان
 اپنے ساتھیوں سمیت روانہ ہوئے اور ان کا نام تو ابین (توبہ کرنے والے) رکھا گیا
 تھا۔ پس یہ لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ چشمہ وردہ پر پہنچے جو مقام خابور میں ہے
 یہ قرقیسیا کے علاقہ کے قریب ہے۔ پس عبداللہ بن زیاد اہل شام کا لشکر لے کر
 ان کے مقابلے میں آگیا۔ وہ لشکر مروان بن حکم نے تیار کر کے ابن زیاد کے ساتھ بھیجا
 تھا پس کئی دن تک ان کی جنگ ہوتی رہی حالانکہ یہ لوگ چار ہزار تھے اور ابن زیاد
 کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا۔ پھر ایک دن جنگ ہوئی تو دن کے ابتدائی حصے میں
 سلیمان کا پلہ بھاری تھا پھر آخر دن معاملہ الٹ گیا پھر سلیمان شہید ہو گئے اور ان کے
 ساتھ منتشر ہو گئے۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہ جب ابن زیاد تو ابین سے فارغ ہوا تو اسے خبر ملی کہ مروان
 طاعون میں مر گیا ہے۔ یہ چلتا رہا یہاں تک کہ مقام جزیرہ میں پہنچا۔

ابن سعد و غیرہ نے ذکر کیا ہے کہ تو ابین میں سے جو لوگ باقی بچ گئے تھے وہ عراق
لوٹ آئے۔ پس مختار نے عروج کیا اور بصرہ مدائن اور دوسرے شہروں سے امداد پہنچنے
لگی۔ اور ابراہیم بن مالک اشتر تختی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور کوئی بھی ان کے
ہمراہ ہو گئے۔ وہ پکارتے تھے اے خون حسین کا بدلا لینے والے!

سلیمان بن مرد

ابن سعد نے کہا ہے کہ سلیمان تبصرے طیتے کے مہاجرین میں سے تھے ان کی
کنیت ابوالمطرف ہے۔ رسول اللہ کے ساتھ رہے ان کا اصل نام بسیار تھا رسول
اللہ نے سلیمان رکھا۔ ان کا سن کافی تھا، اپنی قوم کے بزرگ تھے، حضرت علیؑ کے
ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے۔ یہ ان اشخاص میں سے تھے جنہوں نے
حضرت امام حسینؑ کو کوفہ آنے کے لیے خطوط لکھے تھے مگر یہ ابن زیاد کے ڈر سے
امام حسینؑ کی معیت میں جہاد نہ کر سکے۔ پھر یہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آگے بڑھے
لوگوں کو جمع کیا اور چشمہ وردہ پر ابن زیاد کی فوج سے لڑے۔ اہل شام کی فوج کا سپہ
سالار حصین بن نمیر تھا۔ جنگ ہوئی تو سلیمان گھوڑے سے اتر پڑے حصین نے
انہیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ جب یہ زمین پر گرے تو یہ فقرہ کہا فریت رب الکعبہ
رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ان کے ساتھ مسیب بن نجہ بھی شریک ہوئے
ان دونوں کے سر کاٹ کر مروان بن حکم کے سامنے پیش کیے گئے۔

ابن سعد کے بیان کے مطابق وقت شہادت سلیمان کی عمر تیراٹھ سال تھی
جب شہر شروع ہوا تو مختار نے امام حسینؑ کے خون کا بدلا لینے کا اعلان کر دیا۔
ابن زیاد اس وقت جزیرہ میں تھا پھر مختار نے عبداللہ بن مطیع کو جو ابن زبیر کی طرف سے

کوفہ کا گورنر تھا مکہ کی جانب روانہ کر دیا۔ اور قصر الامارہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر مختار نے ان لوگوں کو پکڑ کر قبیح ترین اور ہولناک طریقے پر قتل کرنا شروع کیا۔ جو امام حسینؑ کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ اور ان چھ ہزار افراد میں سے کسی کو بھی نہ بخشا جنہوں نے ابن سعد کی معیت میں امام حسینؑ سے جنگ کی تھی اور دریا پر قبضہ کیا تھا۔

مختار نے کچھ لوگوں کو خولی بن یزید اصبحی کی طرف بھیجا جو عمر حسینؑ ابن زیاد کے پاس لیکر آیا تھا۔ وہ بیت الخلاء میں چھپ گیا تو ان لوگوں نے اس کی بیوی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہے اس نے کہا بیت الخلاء میں۔ ان لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اس کا مثلاً کیا اور اسے جلا دیا۔ مختار نے کہا میں اس شخص کو ضرور قتل کروں گا جس کے قتل پر اہل آسمان اور اہل زمین راضی ہیں۔ مختار نے ابن سعد کو اس شرط پر امان دے رکھی تھی کہ وہ کوفہ سے باہر نہ جائے۔ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ مختار یہ باتیں کر رہا تھا۔ خدا کی قسم اس کی مراد میرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ پس عمر نے اپنے بیٹے حفص کو مختار کے پاس بھیجا۔ اس نے مختار سے کہا میرا باپ کہتا ہے کہ کیا آپ اس وعدہ کو پورا کریں گے جو ہم سے کیا گیا ہے۔ یا یہ کہنا کہ وہ پوری کریں گے جو آپ کے اور ہمارے درمیان تھی۔

مختار نے حفص سے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر مختار نے دو شخصوں سے کوئی راز کی بات کہی۔ پھر وہ دونوں اس حالت میں لوٹے کہ ایک کے ہاتھ میں عمر بن سعد کا سر تھا۔ یہ دیکھ کر اس کا بیٹا حفص کہنے لگا کیا تم نے ابو حفص کو قتل کر دیا ہے؟ مختار نے کہا کیا تو اس کے بعد زندگی کی آرزو رکھتا ہے؟ یہ میرے لیے کچھ اچھا نہیں معلوم ہو پس اس کی بھی گردن مار دی۔ مختار نے کہا عمر حسینؑ کے عوض ہے اور حفص علیؑ ابن حسینؑ کے عوض۔ حالانکہ پھر بھی یہ برابر کا قصاص نہیں۔

پھر مختار نے کہا خدا کی قسم اگر قریش کے چار حصوں میں سے تین حصے بھی حسینؑ

بدلے قتل کر دوں تو بھی کافی نہیں بلکہ ان کے ایک پورے کے برابر بھی نہیں ہو سکتے پھر بدترین طریقے پر شمر کو قتل کیا۔ اور بعض کہتے ہیں شمر کو اسی طرح ذبح کیا جیسے اس نے امام حسینؑ کو ذبح کیا تھا۔ شمر مبرص تھا، اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند اگیا۔

ابو سعد نے کہا ہے کہ شمر کا باپ جنابی کلابی تھا کہ جس کی کنیت ابو شمر تھی اور کہا گیا ہے کہ اس کی کنیت ابو نابغہ تھی اور اس کا نام ذوالجوشن تھا۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا اسلام قبول کر لے۔ اس نے قبول نہ کیا، تو رسول اللہؐ نے فرمایا تجھے کیا چیز مانع ہے کہ تو اس امر کی ابتدا میں داخل ہو، وہ کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کی تکذیب کی ہے اور آپؐ کو نکال دیا ہے اور آپؐ سے جنگ کی ہے۔ پس اگر آپؐ ان پر غالب آگئے تو میں بھی آپؐ کی اتباع کر لوں گا اور اگر آپؐ کو غلبہ حاصل نہ ہوا تو میں اتباع نہیں کروں گا پس آپؐ نے فرمایا عنقریب تجھے معلوم ہو جائیگا کہ مجھے ان پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ ذوالجوشن کہتا ہے میں اپنی قوم میں تھا جب کوئی آتا تو ہم اس سے پوچھتے کیا خبر ہے؟ وہ کہتا کہ محمدؐ نے اپنی قوم پر فتح حاصل کر لی ہے۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ ذی الجوشن رسول اللہؐ کے پاس جنگ بدر سے آپؐ کی فراغت کے بعد حاضر ہوا۔ اور ایک گھوڑا ہدیہ کے طور پر آپؐ کی خدمت میں پیش کیا جس کا نام عرجار تھا لیکن آپؐ نے اسے قبول نہ فرمایا۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ مختار نے تنہا محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بھیجے۔ پھر ابن زیاد آیا اور وہ تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ موصول میں اترا پس مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو تین ہزار کا لشکر دیکر اس کے مقابلے کے لیے تیار کیا۔ بعض کا قول ہے کہ سات ہزار کا لشکر تھا۔ یہ ۶۹ھ کی بات ہے۔ پس ابراہیم کی ابن زیاد سے جنگ۔

ہوئی اور اسے دریا کے کنارے قتل کیا۔ ابن زیاد کے لشکر کی قتل ہوئی اور
نسبت دریا میں غرق ہوئی اور زیادہ کھتے۔ مورخین نے ابن زیاد کے قاتل میں
اختلاف ہے۔

ابن جریر نے ابراہیم بن اشتر سے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس شخص کو موجزن
ہر کے کنارے قتل کیا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ ابراہیم نے کہا میں
اس کے جسم کو تلوار سے دو برابر کے ٹکڑے کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسے شریک
بن جریر ثعلبی نے قتل کیا۔ اور بعض جابر یا جبر کو اس کا قاتل ٹھہراتے ہیں۔ ابن اشتر
ابن زیاد کا سر مختار کے پاس بھیجا۔

پس مختار قصر الامارہ میں جا کر بیٹھا اور تمام سر اس کے سامنے ڈال دیے گئے
مختار نے وہ سرواں ڈال دیے کہ جہاں امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے سر رکھے
گئے تھے۔ مختار نے ابن زیاد کا سر وہیں نصب کیا جہاں امام حسینؑ کا سر نصب کیا گیا
تھا۔ پھر دوسرے دن رجم میں اور سروں کے ساتھ ڈال دیا۔

عمار بن عمیر کہتا ہے میں مقام کمناسہ میں سروں کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ لوگ کہے
لگے وہ آیا وہ آیا۔ پس اچانک ایک بہت بڑا سانپ آیا اور وہ تمام سروں کو چھوڑتا
ہوا ابن زیاد کی ناک کے دونوں نھتوں میں داخل ہوا۔ اور باہر نکل کر کچھ دیر کو غائب
ہو گیا۔ پھر دوبارہ آیا اور ویسا ہی کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سانپ نے یہ عمل قصر الامارہ
میں یہ عمل مختار کے سامنے کیا تھا پس مختار نے کہا اسے چھوڑو اسے چھوڑو۔ اور
ایک روایت میں ہے کہ یہ عمل وہ سانپ تین دن تک کرتا رہا۔

یزید بن معاویہ

علماء تاریخ نے حسن بصری سے ذکر کیا ہے کہ حسن نے کہا کہ تحقیق معاویہ میں
یسی بُرائیاں تھیں کہ اگر ان میں سے بعض تمام اہل زمین میں ہوتیں تو ان کے لیے
کافی تھیں :

- ۱: اس امر خلافت پر اس کا کود پڑنا۔
 - ۲: مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر جاگیریں دیدینا۔
 - ۳: ابن زیاد کو زبردستی اپنا بھائی بنالینا۔
 - ۴: حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنا۔ اور
 - ۵: یزید جیسے شخص کو لوگوں پر مسلط کرنا۔
- اور حسن کہتا ہے کہ معاویہ خود کہا کرتا تھا اگر مجھے یزید سے محبت نہ ہوتی تو میں
اپنی رشتہ دہایت کو دیکھ لیتا۔

اور میرے (مؤلف) عبد مادی ابو الفرج نے کتاب رد علی المستعصب
المالغ عن ذم یزید (یعنی مستعصب عنادی کی رد میں جو یزید کی مذمت سے روکتا
ہے) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھ سے ایک ساتھی نے سوال کیا کہ یزید بن معاویہ
کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تو میں نے کہا کافی ہے اس کے لیے وہ چیز جس میں
وہ ہے۔ تو اس نے کہا کیا تم اس پر لعنت کرنا چاہتے ہو؟ تو میں نے کہا وہ علماء جو
متورع اور پرہیزگار ہیں کہ جن میں سے احمد بن حنبل بھی ہیں انہوں نے یزید کے متعلق

وہ کچھ کہا ہے جو لعنت سے بھی زیادہ ہے۔

اور میرے (مؤلف) حدادری نے کہا ہے (حذف استاذ کے ساتھ) بہ بن یحییٰ سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے یزید بن معاویہ کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگا وہ وہی ہے جس نے کیا جو کچھ کیا ہے۔ میں نے کہا اے امام احمد نے کہا اس نے مدینہ میں لوٹ مار کی۔ میں نے کہا ہم اس حدیث (نقل) کر سکتے ہیں۔ کہنے لگے ہنیں وہ اس لائق ہنیں کسی کو ہنیں چاہیے کہ اس سے حدیث سحر تیر کرے۔

اور میرے حداد فرج نے (حذف استاذ کے ساتھ) صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کچھ لوگ ہمیں یزید کی کینیت دیتے ہیں۔ تو انھوں نے جس کا اللہ پر ایمان ہو وہ یزید سے دوستی کر سکتا ہے۔؟! میں نے کہا پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟ تو انھوں نے کہا تو نے مجھے کب کسی چیز پر لعنت کرتے دیکھا ہے اے بیٹا تو کیوں لعنت نہیں کرتا اس پر جس پر خدا نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا اور خدا نے کہا اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کی ہے تو انھوں نے کہا اپنے اس ارشاد میں فہم عسیتم ان تولیتم ان تفسد فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک من اللذین لعنہم اللہ فاصبہم واعمی ابصارہم (پس تحقیق تم قریب ہو اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے ارحام سے قطع رحمی کرو گے وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ پس خدا نے انھیں بہرہ بنا دیا ہے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں) پس کیا کوئی فساد قتل سے بھی زیادہ عظیم ہے۔ ایک روایت میں ہے جب صالح نے امام احمد سے سوال کیا تو انھوں نے کہا بیٹا میں کیا کہوں اس شخص کے بارے میں جس پر خدا نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے

پہرگز شدہ واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

میرے (مؤلف) عداوری تھے کہا ہے کہ قاضی ابو علی نے ایک کتاب بقیۃ فیہ کی لکھی ہے۔ اور اس میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو مستحق لعنت ہیں اور ان میں یزید کا ذکر بھی ہے اور اسی کتاب میں کہا ہے کہ جو شخص یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتا ہے اسے قاتل سے اس بات کا علم نہیں اور یا وہ منافق ہے، وہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو غلطی میں ڈالے اور بعض اوقات جاہلوں کو رسالت مآب کے اس قول سے دھوکا دیتا ہے کہ مومن لعنت نہیں کرتا۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مومن اس پر جو مستحق لعنت نہ ہو اس پر لعنت نہیں کرتا۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سائب بن خلاد ^{روایت ہے} نے رسول اللہ ﷺ فرمایا ہے جو اہل مدینہ کو ظلم اڈرائے خدا سے ڈرائے گا اور اس پر اللہ لعنت کرے گا اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے یا عدل کیا ہے قیامت سے دن خداوند عالم اسے قبول نہیں کرے گا۔

بخاری نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ کہتی ہیں کہ میں نے سعد سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اہل مدینہ سے کوئی منکر و فریب نہیں کریگا مگر یہ کہ وہ اس طرح پگھل جائیگا کہ جیسے شکر میں پانی حل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی حدیث مسلم نے بھی بیان کی ہے اور اس میں ہے کہ کوئی شخص اہل مدینہ کی بُرائی کا ارادہ نہیں کریگا مگر یہ کہ خدا اسے جہنم کی آگ میں اس طرح پگھلائے گا کہ جس طرح قلعی پگھل جاتی ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یزید نے اہل مدینہ کو ڈرایا اور اس کے رہنے والوں کو قید کیا۔ مدینہ کو لوٹا اور اسے مباح قرار دیا۔ اس واقعہ کا نام واقعہ عقرہ ہے۔ اور اس واقعہ کا سبب یہی ہے جو واقعی۔ ابن اسحاق یہ شام بن محمد نے روایت کی ہے کہ شہادت جلیل کے بعد

اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس گیا۔ پس ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ شراب پینے
 طنبوروں اور کتوں سے کھیلتا ہے۔ جب وہ واپس آئے تو علی الاعلان اعلان
 کرنے لگے، اس کی بیعت توڑ دی اور اس کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیانہ
 دیا اور وہ کہنے لگے ہم ایسے شخص کی طرف سے آئے ہیں جس کا کوئی دین و مذہب
 وہ شراب پیتا ہے اور ستار نہیں پڑھتا۔ ان لوگوں نے عبداللہ بن عتقلہ غنیل کی
 کر لی۔ اور عتقلہ کہتا ہے خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف خروج نہیں کیا جب کہ
 یہ خوف لاحق نہیں ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ مارے جائیں۔

وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں بہنوں اور سبیلوں سے بدغلی کرتا ہے، شراب
 پے اور ستار نہیں پڑھتا اور اولاد و اثبات کو قتل کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر لوگ
 سے کوئی میرا ساتھ دے تو میں یزید کے بارے میں خدا کیلئے بہترین امتحان
 تیار ہوں پس یہ غیر یزید کو پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو اہل شام میں سے ایک
 کثیر کے ساتھ بھیجا پس اس نے مدینہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیا ابن عسیر
 اشرف مدینہ کو قتل کیا۔ اور تین دن تک ان کے مال لوٹا رہا اور ہتک عمر
 رہا۔ اور ابن سعد نے کہا کہ مروان بن حکم مسلم بن عقبہ کو اہل مدینہ کے خلاف بھڑاتا
 یہ بات یزید تک پہنچی تو اس نے مروان کا شکریہ ادا کیا اس کی قرب و مندرست
 اور اسے مال بھی دیا۔ مدائنی نے کتاب حرہ میں زہری سے ذکر کیا ہے کہ حرہ کے
 کے مقتولین قریش مہاجرین و انصار اور اموال میں سے محترم بزرگ اشخاص و اہل
 تھے غیر معروف، آزاد غلام اور عورتیں دس ہزار تھیں اور ان لوگوں نے خون
 لاکھ رنگے میاں تک کہ خون قبر رسول تک پہنچے اور روضہ رسول اور مسجد نبوی
 اور مجاہد کہتا ہے کہ حجرہ رسول اور منبر رسول کی پناہ لی لیکن تلوار ان میں اپنا کام
 رہی۔

واقعہ حرہ ماہ ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا اس واقعہ اور یزید کی موت میں تین ماہ کا
 فاصلہ تھا۔ خدا نے اسے زیادہ مہلت نہ دی۔

ابو الحسن راسخی نے امام ہشتم بنت یزید سے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے
 دمشق کی ایک عورت کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ پس ایک حبشی اس کے سامنے
 آتا اس عورت نے اسے گلے لگالیا اور اس کے بوسے لیے۔ میں نے اس سے کہا
 اتنے اس سے کیا سروکار ہے۔ تو وہ کہنے لگی یہ جنگ حرہ کے دن کا میرا بیٹا ہے اس
 باپ نے میرے ساتھ منہ کالا کیا اور میں نے اسے جنا۔ راسخی نے ابوقرہ سے بھی ذکر
 کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہشام بن حسان نے کہا کہ واقعہ حرہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے
 غیر شوہر کے بچے جننے۔ اور راسخی کے علاوہ دیگر مؤرخین نے دس ہزار عورتیں کہی ہیں
 شعبی نے کہا ہے کہ کیا یزید اس پر راضی نہیں تھا۔ حالانکہ اس کا اس نے حکم
 دیا تھا۔ اور مردان بن حکم کے کثرت پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مسلم بن عقبہ مدنی سے
 لکھ کی طرف روانہ ہوا اور راستے ہی میں مر گیا تو اپنا جان شین حصین بن نمیر کو بنا گیا اور
 اس نے کعبہ کو منجنیقوں سے پتھر مارے اسے گرایا اور جلایا اور یزید کی موت کی خبر
 ماہ ربیع میں آئی خدا اس پر لعنت کرے۔

میرے (مؤلف) کے جد مادری نے کہا ہے کہ ابن زیاد کا امام حسین سے جنگ
 کرنا اور عمر بن سعد اور شمر کو آپ کے قتل پر مسلط کرنا اور سر ہائے شہدار کو اس کے پاس
 لے جانا کوئی تعجب خیز نہیں بلکہ تعجب تو اس پر ہے کہ یزید نے آپ کے سر سے گمراہ
 سلوک کیا اور آپ کے دندان مبارک پر پھڑکی لگائی۔ آل رسول کو قیدی بنا کر اونٹوں
 پر سوار کیا۔ اس نے ابن زعفری کے اشعار پڑھے کہ کاش میرے بدرواے بزرگ موجود
 ہوتے اتنا اور اس نے ہجرین مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ پس کیا جائز ہے کہ یہ عمل خوارج
 کے ساتھ بھی روا رکھا جائے۔ حالانکہ جملہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خارجیوں اور باغیوں کو

کفن دیا جائے۔ ان پر نماز پڑھی جائے اور انھیں دفن کیا جائے۔ اور اگر اس کے دل میں زمانہ جاہلیت کے کیئے اور بددلی و دشمنی نہ ہوتی تو سر حسینؑ کا احترام تکبیر اور کلمہ کے پاس پہنچا دیتا۔ اسے چھڑنی سے نہ مارتا اور عزت و احترام سے دفن کر دیتا اور آل سے سبکی اور احسان کرتا۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ جو چیز اس کی بدظنیت پر دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کو اپنے پاس بلایا اور بہت سامان دیا۔ بہت گراں قدر تحفے دیے۔ اور مجلس میں شرب اور اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا، اسے اپنی بیویوں کے سامنے کرنا اپنا مذہم بتایا۔ اکیس رات شراب پی اور مغنیہ سے کہا گاؤ پھر یہ دینے پر مجبوتہ کہا: اسقنی شربة ستروى خوادى ثم مل فاسق مشلھا ابن زیاد مجھے ایسی شراب پلا جو میرے دل کو سیراب کرے پھر پیالہ ٹکڑے کر کے دیا ہی ابن زیاد کو پالا صاحب السرا والاعانة عندی ولسد يدغى وجهادی جو صاحب راز و امانت ہے میرے نزدیک اور میرے لیے مال غنیمت اور جہاد کو درست کرتا ہے فقاتل الحادى اعانى حسينا وعبید الاعدا و الحساد جو غار حبی کا قاتل ہے یعنی حسینؑ کا (معاذ اللہ) اور دشمنوں اور حاسدوں کو ہلاک کر دینا ہے اور ابن عقیل نے کہا میخلمہ ان چیزوں کے جو خرید کے کافر و زندقہ ہونے پر دلیل ہیں چہ جائیکہ اس پر سب و لعنت کرتا وہ اشعار ہیں کہ جن کے ذریعے اس نے اپنے الحاد و خبیث باطن اور برے اعتقاد کو واضح کیا ہے ان میں سے اس کا وہ قول ہے جو اس قصیدہ کی ابتدا میں ہے:

عالمیہ عمارت و اعلى و توفى
بد لك انى لا احب التناجيا
عليه آؤا و لبند آؤا ز سے گاؤ اور رقص کرو کیونکہ میں سرگوشی کو پسند نہیں کرتا۔
حدیث ابی صفیان قد ماسی بہا
الى احد حقی اقام البواکيا

یہ واقعہ البوسفیان سے بیان کر دیکھ وہ کدوہ اُحد پر گیا اور رونیوالی عورتوں کو مڑوٹا کر کھڑا کیا۔

الاهات فاسقین علی ذاک فہو لا تحایو لعنسی کما شادیا
خیر دار وہ بات سناؤ اور اس کے ساتھ وہ شراب پلاؤ جسے شامی انگور سے علسی نے منتخب کر کے بنایا ہے
اذا ما نظی زانی اہور فتدیسہ وحیدنا حلالا شربہا متوالدا
ہم جب ماضی کے حالات پر غور و فکر کرتے ہیں تو اس کا پتہ ہمیشہ حلال پاتے ہیں۔

وان مت یا ام الحمیہ افانکھی ولاتاملی بعد الفراق تلاقیا
اور اگر میں مر جاؤں اے ام حمیرا تو کسی سے نکاح کر لینا اور جدائی کے بعد ملاقات کی آرزو نہ رکھنا۔
فان الذی حدثت عن یوم بعثنا احادیث طسم تجعل القلب ساہیا
یہ سمجھتے بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے لیے قبر سے اٹھنے کا دن ہے یہ پرانی باتیں ہیں جو دل کو غافل
کر دیتی ہیں۔

میں (مولف) کہتا ہوں کہ اپنی (کفریات) میں سے اس کا یہ قول بھی ہے :

ولو ہم میس الارض فامثل یودھا لہا کان عندی سیمۃ فی التیسم
اور اگر شراب کے بجائے گھونٹ کی ٹھنڈک زمین کو نہ چھوٹی تو میرے نزدیک تم میں زمین
کو مسیح کرنا درست نہیں تھا۔

اور ابھی میں سے اس کا یہ قول بھی ہے :

معشر النہد مان فتوسرا واسہ حواہوت الاعنا فی
اے ندیمو کی جماعت اٹھو اور گانے والی عورتوں کی آواز کو سنو

واسشربوا خالی ہذا امسا واترکوا ذکرا المعانی
خالص شراب کا پیالہ پیو اور عبادت میں گنگنائے کا ذکر نہ پڑو

اشغلتنی نغمہ العیسہ ان عن سموت الاذانی
طنبوروں کے نغمے نے مجھے اذان کی آواز سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے۔

وتعوضت عن الحضور خبورا في الامنان

اور حور کے عوض میں نے شراب کے مشکوں کو اپنا لیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے اقوال ہیں جو میں نے دوسری کتاب میں یزید کے دیوان سے نقل کئے ہیں۔

اپنی چیزوں کی وجہ سے تو اس کی حکومت اس امت کے لیے ننگ و عار ثابت ہوئی یہاں تک کہ ابوالعلازمیری نے اسے امت پر "اکب عیب" کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ادى الايام تفعل كل فتكو فما انا في العجائب مستويد

اليس تریشکم قتلت حسينا وکان علی خلافتکم یزید

میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ بالکل اٹو کھے کام کرتا ہے پس میں عجائبات میں کوئی زیادہ تعجب نہیں کیا تمھارے قریب نے حسین کو قتل نہیں کیا بلکہ تمھاری خلافت یزید کے فتنے میں تھی۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ جب میرے جد مادری ابوالفرج نے بغداد میں منیر پر

امام ناصر اور اکابر علماء کے سامنے یزید پر لعنت کی تو سر پھروں کی ایک جماعت مجلس

سے اٹھ کھڑی ہوئی اور چلو گئی تو میرے جد مادری نے کہا خیر دار دوزی ہے اہل

مدین کے لیے جیسے قوم شور و زور مچا رہی تھی۔

ہمارے بزرگوں نے اس دن کی حکایت بیان کی ہے کہ ایک جماعت نے میرے

جد سے یزید کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا پوچھتے ہو اس شخص کے متعلق جو تین

سال خلیفہ رہا۔ پہلے سال اس نے حسین کو شہید کیا دوسرے سال اہل مدینہ کو خوف و

ہراس میں مبتلا کیا اور تیسرے سال خانہ کعبہ پر مخنق سے پتھر مارے اور اسے مہدم

کیا تو انھوں نے کہا ہم اس پر لعنت کرتے ہیں تو انھوں نے کہا پس یزید پر لعنت کرو۔

اور میرے جد مادری نے کتاب رد علی المتعصب العنید میں کہا ہے کہ حدیث

میں اس شخص پر لعنت وارد ہوئی ہے جس نے وہ کام کیا ہے جو افعال یزید کا عشر عشر بھی

ہیں اور وہ احادیث ذکر کی ہیں بخاری اور مسلم نے صحیحین میں جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث ہے کہ رسول اکرمؐ نے عیب جوئی کرنے والی عورتوں اور لوگوں کے عیب^۳ تلاش کر نوا لوں پر لعنت کی۔ اور ابن عمرؓ سے حدیث ہے کہ اللہ نے عیب جوئی اور عیب تلاش کرنے والی عورت پر لعنت کی ہے۔ اور اللہ نے بت بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور عابد سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے سود کھانے اور کھلانے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور ابن عمرؓ کی حدیث سند میں ہے کہ شراب پر دس وجوہ کی بنا پر لعنت کی ہے اور اسیاب میں بہت سی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں یزید کے افعال سے کہیں کم ہیں جو کہ حسینؑ، ان کے بھائیوں اور اہل کا قتل کرتا۔ مدینہ کو لوٹنا، کعبہ کو گرائنا اور اسے منجنيقوں سے پتھر مار کر لٹا اور وہ اشعا کتاب جو اس کے فاسد عقیدہ پر دلالت کرتے ہیں۔ جو شخص مزید معلومات چاہتا ہے اس معاملہ میں اسے وہ کتاب ابوالفرج دیکھنی چاہیے جس کا نام ”رد متعصب العنید“ ہے۔

محمد بن حنفیہ

آپ کی کنیت ابو القاسم اور بعض کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ ہے، وہ تابعین کے طبقہ اول میں سے ہیں۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ امام احمد نے سند میں حدیث اسناد کے ساتھ کہا ہے کہ میں محمد بن حنفیہ نے اپنے باپ حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ اگر آپ کے بعد میرا کوئی بیٹا پیدا ہو تو میں اس کا نام اور کنیت آپ کے نام اور کنیت پر رکھ لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پس رسول اللہ کی طرف سے حضرت علیؑ کو اجازت تھی۔

زہری کہتا ہے کہ محمد عقل مند ترین اور شجاع ترین اشخاص میں سے تھے فتنوں اور جن جھگڑوں میں باقی لوگ پڑے تھے محمد ان سے کنارہ کش تھے۔ اور کیسا بیوقوف کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ محمد بن حنفیہ مرے نہیں بلکہ وہ جبل رصوی کی ایک گھاٹی میں مقیم ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے چالیس ساتھی بھی ہیں۔ جو اس شعب میں داخل ہوئے تھے۔ پس کسی کو ان کا علم نہیں وہ زندہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں۔ ہشام کہتا ہے کہ محمد کو ابن زبیر نے قبیۃ زمزم میں مقید کر دیا تھا۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے قبیلے کے بزرگ اور بنی ہاشم کے گروہ میں سے بیس افراد کو قید کیا تھا کہ جنہوں نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی تھی۔ اور ابن زبیر نے ان کے لئے ایک مدت مقرر کر دی تھی کہ اگر اس مدت کے اندر بیعت نہ کی تو انہیں آگ سے جلا دیا جائے گا۔

آپ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ آپ مختار کو پیغام بھیجیں اور اپنے حالات
 راہن زبیر نے جو دھمکی دی ہے اس کی اطلاع دیں۔ آپ نے اس مشورہ پر مختار کو خط
 لکھا اے اہل کوفہ ہمارا ساتھ نہ چھوڑنا جس طرح حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ پس جب
 آئے خضہ پڑھا تو رو پڑے۔ اسرافت کوفہ کو جمع کیا، ان کے سامنے خط پڑھا اور کہا
 یہ خط مختار سے ہمدی اور مختار سے نہیں کے اہلبیت کے ہمدار کا ہے۔ انہیں ہمد
 ان حالت میں چھوڑ آیا ہے کہ وہ قتل ہوتے اور جل جانے کے منتظر ہیں اور میں ابھی
 میں ہوں۔ اگر میں نے ان کی مدد نہ کی اور میں لشکر کے پیچھے لشکر روانہ کروں گا۔ مثل
 یلاب کے یہاں تک کہ کاہلیہ کے بیٹے (ابن زبیر) پر ہلاکت ہوگی۔ پھر مختار نے عبداللہ
 بنی کو ہزار شہسوار کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر ہزار درہزار کا لشکر چلا یہاں تک
 مکہ میں گئے اور پکارنے لگے اے حسینؑ کے خون کا بدلہ لیتے واپس آئے اور یہیں وقت
 بچے کہ لکڑیاں قصبہ کے دروازے پر جمع ہو چکی تھیں اور مدت معینہ میں سے صرف دو
 ن باقی تھے۔ پس لوگوں نے قبۃ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو نکالا
 اور محمدؐ پر سلام کیا اور کہنے لگے ہمارے اور اللہ کے دشمن (کہ جس نے کعبہ میں جنگ کو
 طلال سمجھا ہے) کے درمیان حائل نہ ہو جسے محمدؐ نے کہا میں اللہ کے حرم میں جنگ کو
 طلال نہیں سمجھتا۔ پھر پے درپے مختار کی طرف سے تعداد بڑھتی رہی یہاں تک کہ محمدؐ
 چار ہزار افراد کے ساتھ باہر نکلے اور مقام امیہ میں جا کر دو سال قیام کیا۔ اور ابن زبیر
 نے آپ کا گھر جلا دیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ محمدؐ مقام طائف میں مقیم رہے اور یہی قول
 زیادہ مشہور ہے۔

ارشادات محمدؐ

(حذف اسناد کے ساتھ) منذر ثوری سے روایت ہے وہ کہتا ہے محمدؐ بن حنفیہ

کہا کرتے تھے۔ وہ داتا گھنیں جو اچھی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کون ہے کہ جسے زندگی بسر کرنی ہی ہو اور خدا اس کے لیے کشائش اور نکلنے کا راستہ نہ قرار دے۔
 اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ محمدؐ نے کہا جس کے نزدیک اپنا نفس عزت دار ہے اس کی آنکھوں میں دنیا حقیر و ذلیل ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ محمدؐ نے کہا کہ بیشک اللہ نے تمہارے نفوس کی قیمت جنت قرار دی ہے۔ پس جنت کے علاوہ کسی چیز سے انھیں نہ بیچو۔ نیز محمدؐ نے کہا ہر وہ کام جس میں رصائے الہی مطلوب نہ ہو وہ ختم و ہلاک ہونے والا ہے۔

ابو نعیم نے کتاب علیہ میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ بادشاہ روم نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا اُسے تہدید کی اور دھمکی دی اور قسم کھائی کہ عنقریب میں تیری طرف ایک لاکھ کاشتہ خشکی کے راستے سے اور ایک لاکھ کاشتہ سمندر کے راستے سے بھیجوں گا ورنہ مجھے جزیہ ادا کر۔ پس عبدالملک نے حجاج کی طرف خط لکھا اور حجاج حجاز میں تھا۔ کہ تو محمد بن حنفیہ کو قتل کی دھمکی دے اور اس کے جواب سے مجھے مطلع کر اور عبدالملک بہت کافی خوف زدہ تھا۔ پس جب عبدالملک کا خط حجاج کے پاس پہنچا تو حجاج نے محمدؐ کو خط لکھا۔ میں انھیں ڈرایا دھمکایا۔ تو محمدؐ نے حجاج کو لکھا۔ :

اما بعد پس تحقیق اللہ تعالیٰ سوساٹھ لاکھ رحمت اپنی مخلوق پر ڈالتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ایک نظر رحمت میری طرف بھی کر دے۔ اور مجھ سے مجھے محفوظ رکھے۔
 پس حجاج نے آپؐ کا یہ جواب عبدالملک کو لکھ بھیجا اور عبدالملک نے وہی جواب بادشاہ روم کو لکھا تو بادشاہ روم نے لکھا کہ یہ کلام مجھ سے اور میرے خاندان سے صادر نہیں ہوا بلکہ یہ اہلبیت سے نکلتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حجاج حجاز کا گورنر بن کر آیا تو محمدؐ نے عبدالملک

کو خط لکھا اور کہا کہ حجاج وہ شخص ہے جسے تو جانتا ہے پس اس کے ہاتھ اور زبان کو مجھ پر مسلط نہ کر۔ پس عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا اور اس میں ان سے تعرض کرنے سے منع کیا۔ پس طواف کعبہ میں ایک دن آنا سامنا ہو گیا تو حجاج نے اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹ کر کہا۔ اگر امیر المؤمنین (عبدالملک) نہ ہوتا تو میں یہ کرتا اور وہ کرتا! تو محمد نے اس سے کہا تجھ پر وائے ہوائے حجاج حقیق خدا کے لیے ہر دن پھر پہلا سا کلام کیا۔

ثوری نے کہا ہے کہ ایک دن محمد نے اپنے ایک بیٹے سے کہا اگر تو باادب بننا چاہتا ہے تو ہر چیز کا بہترین حصہ لے لے اور اگر عالم بننا چاہتا ہے تو صرف ایک ہی فن پر اکتفا کر!

ثوری کہتا ہے علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ اشتر خفنی نے جنگ صفین کے دوران ایک دن محمد حنفیہ سے کہا کہ آپ دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر حضرت امیر المؤمنین کی مدح کیجئے۔ اور آپ کے کچھ مناقب بیان کیجئے۔ پس محمد دونوں صفوں کے درمیان پہنچے اور امیر معاویہ کے شکر کی طرف اشارہ کر کے کہا اے اہل شام اے نفاق کی ذریت اور آگ کے بچے ہوئے اور جہنم کا ایندھن دور ہو جاؤ چودھویں کے روشن اور واضح چاند سے اور بخیم تافت سے، نفوذ کرنے والے نیزے سے، روشن ستارہ سے، ہلاک کرنے والی تلوار اور صراطِ مستقیم اور ٹھٹھیں مارنے والے سمندر سے جو بہت علم رکھتا ہے۔ قبل اس کے ہم تمہیں فی النار کر دیں یا تم پر لعنت کریں جس طرح یہودی پر کی ہے اور خدا کا حکم جاری ہو کر رہتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس گھائی میں گھس رہے ہو یا کس ٹیلے پر چسپڑا رہے ہو اور کہاں سرگرداں پھرتے ہو بلکہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں اور بصارت نہیں رکھتے کیا رسول کے ہم پلہ کو بیروں کا ہدف بناتے ہو اور دین خدا کے زینیں و سردار سے چھڑک کر دیتے

پس اس کے بعد کونشی ہدایت کے رستے پر چلو گئے اور کون سے پھٹے ہوئے
 کپڑے کو پیوند لگاؤ گئے دور رہے دور رہے خدا کی قسم سبقت دینی میں وہ آگے
 بڑھ گیا اور وہ نشانہ پر تیر لگانے میں کامیاب ہو گیا اور انعام پر اس کا قبضہ
 اور اس نے فصل خطاب پر اپنا حق ثابت کر دیا ہے، آنکھیں اس کی بلندی تک
 پہنچنے سے پہلے تھک گئیں اور گردنیں اس کی رفعت کو دیکھنے سے پہلے ٹھہر گئیں
 وہ بلندی کی چوٹی پر بلند ہوا اور انتہائے مقصد تک پہنچ گیا۔ جو بھی قصد کرے
 اس کی کوشش سے عاجز رہے اور اس کے لیے طلب کرنا دشوار رہے اور حین
 کی وہ آرزو رکھتا رہے اور ضرورت سمجھتا رہے وہ اس سے فوت ہو گئی اور اس کے
 شجاعت کے مقابلے میں صاحب ہمت شجاع رک جاتا رہے اور وہ شیر کی طرح بہا
 شخص کی کوشش کو باطل کر دیتا رہے اور وہ کس طرح دور کی جگہ سے اپنا مقصد
 حاصل کر سکتے ہیں انھیں ضرور جھک جانا چاہیے۔ اور رک جانا چاہیے پس کیا
 رسولؐ کے دوست کی بیعت توڑتے ہو یا رسولؐ کے بھائی پر سب و شتم کرتے ہو۔
 حالانکہ وہ نسب میں رسولؐ کا بھائی ہے۔ جب نسب بیان کریں اور جب مثال
 دیں تو وہ مارون کی مانند ہے اور جب امتحان کریں تو بہت بڑی طاقت کا مالک
 جس نے دو قبیلوں کی طرٹ سناڑ پڑھی جب کہ باقی لوگ محرف تھے اور اس کا ایمان
 شہرہ آفاق تھا، جب ان لوگوں نے کفر کیا اور جب دشمن کے مقابلے سے باقی
 بچے رہے تو اسے بلایا گیا۔ اور جب مشرکین نے اپنا عہد و میثاق توڑ دیا تو یہ ان کی
 طرف ان کے عہد و پیمان کو ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہجرت کی رات اس
 کو لیٹر پر سلا یا گیا۔ جب باقی لوگ کم ہمت ہو گئے۔ اور یہ جنگ احد کے دن ثابت
 قدم رہا جب کہ اور لوگ بھاگ گئے۔ اور وقت و داع اسے اسرار و رموز کا
 امین بتایا گیا جب اوروں کو روک دیا گیا۔

ہدنی المکادم لا تضلین عن لین شہیبا ہما فضاء الجدا والاع
 یہ مکرم وفضائل ہیں نہ دودھ کے دہیالے ہیں جو پانی سے ملا کر بعد میں پیشاب ہو گئے
 اور وہ (علیؑ) کیسے الگ ہو سکتا ہے ہر رفعت و بلندی و ثناء سے حالات تک وہ اور
 رسول اللہؐ ایک باپ کے فرزند ہیں اور ان دونوں کے آباء و اجداد نجیب شریف
 ہیں اور دونوں نے ایک ہی پیالے سے دودھ پیایا ہے اور دونوں ایک ہی رشتوں
 گھٹنیوں چلے ہیں۔ دونوں ایک درخت کے سایہ میں رہے ہیں اور دونوں کریم ترین
 اصل کی فرع ہیں۔ پس رسول اللہؐ رسالت کیلئے اور امیر المومنینؑ خلافت کے لیے
 پیدا ہوئے ہیں اور علیؑ کے ذریعے خدا نے اسلام کی گرہ کو کھولا ہے یہاں تک کہ
 شرک کی تاریکی چھٹ گئی اور نفاق کی نخوت کا قلع قمع ہو گیا۔ یہاں تک کہ نفاق کا جوش
 خاموش ہو گیا اور جاہلیت کے نشان مٹ گئے اور ذلت و خواری کے پرچ کھل گئے
 اور طبرہ صحری قوم ایک دوسرے میں غم ہو گئی اور گدلا پانی پینے کے قابل ہو گیا الخ۔
 یہاں تک کہ فرمایا پس امیر المومنینؑ کے کس احسان میں شک کرتے ہو اور کس معاملہ
 میں دوسروں کو ان پر ترجیح دیتے ہو اور ہمارا پروردگار مہربان و مددگار ہے۔
 ان تیزوں پر جو تم بیان کرتے ہو پس دونوں لشکروں میں کوئی باقی نہ رہا جس نے
 محمدؐ کے فضل و بزرگی کا اعتراف نہ کر لیا ہو۔

وفات محمد بن حنفیہ

مورخین کے تین اقوال ہیں آپ کی وفات کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ مقام
 ایلہ پر وفات ہوئی۔ اور دوسرا یہ کہ مدینہ میں اور آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان
 نے پڑھائی۔ آپ کے بیٹے ابو ہاشم کی اجازت سے اور حجت البقیع میں دفن ہوئے
 تیسرا قول یہ ہے کہ طائف میں وفات پائی۔ آپ کی وفات ۳۷ھ میں بہ عہد

عبدالملک بن مروان ہوئی۔ آپ نے ۶۵ سال کی عمر پائی۔

اولاد

۱: ابوباشم۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ یہ آپ کے سب سے بڑے فرزند تھے اور بزرگ علماء میں سے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں گئے تو اس نے ان کی تعظیم کی، پھر فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ پس سلیمان نے کسی شخص کو بھیجا کہ ان کے راستے میں زہر آلود دودھ لیکر بیٹھے۔ جب ابوباشم نے اس دودھ کو پیا تو موت کا احساس ہوا۔ پس حمیمہ کی طرف عدول کیا۔ ان کی ملاقات محمد بن علی بن عبداللہ سے ہوئی اس نے انھیں بتایا کہ حکومت مختاری اولاد میں چلے گی۔ اور اسے حکومت دینے والوں کے خطوط دیے اور بتایا کہ کیا کرنا ہے۔ پھر وہیں حمیمہ میں زمین مشاہیر بلعہ کی طرف ان کی موت واقع ہوئی۔ ابوباشم کے ایک بیٹے باشم تھے جس سے ان کی کنیت ابوباشم تھی۔

۲: محمد اصغر ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان دونوں کی ماں حلا کی بیٹی قتیبہ کنانہ سے تھیں۔
۳: محمد اکبر۔ ۴: لبابہ ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ بن عباس تھیں۔
۵: علی۔ ان کی ماں ام عثمان بنت ابوعبیدر قضا عیہ تھیں۔ ۶: طالب۔ ۷: عون۔
۸: عبداللہ یہ مختلف کنیزوں سے پیدا ہوئے۔

۹: ریطہ یہ یحییٰ بن زید بن علی (دزین العابدینؑ) کی ماں ہیں جو خراسان میں شہید ہوئے۔
۱۰: اقم سلمہ یہ ایک کنیز سے تھیں اور محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے۔

۱۱: جعفر اکبر۔ ۱۲: علی۔ ۱۳: حمزہ۔ ۱۴: جعفر اصغر۔ ۱۵: حسن مختلف کنیزوں سے۔
۱۶: ابراہیم۔ ان کی والدہ مسرورہ بنت عماد بن شیبان بن جابر عوفیہ تھیں۔

۱۷: قاسم۔ ۱۸: ام ابیہا۔ ۱۹: عبدالرحمن ان کی والدہ ام عبدالرحمن تھیں اور اس کی

نبرہ بن عبد الرحمن بن حرت بن نوفل کھتی۔

۲۰: جعفر اصغر۔ ۲۱: عون۔ ۲۲: عبد اللہ اصغر ان کی والدہ ام جعفر بن محمد بن

جعفر ابن ابیطالب کھتیں۔

۲۳: عبد اللہ۔ ۲۴: رقیہ۔ ۲۵: محمد ان کی ماں کنیز کھتی۔ زبیر بن بکاء نے کہا ہے

عبد اللہ محمد کے بڑے بیٹے کھتے اور انھیں کی کنیت ابو ہاشم کھتی۔ اور انھیں ہی

علیمان بن عبد الملک نے زبیر آلود و دھپلایا کھتا۔

محمد نے صحابہ کی ایک جماعت سے حدیث لی ہے اور معظم احادیث اپنے والد

رامی حضرت علیؑ سے لی ہیں۔

جناب خدیجہ اور فاطمہ الزہراء علیہما السلام

واضح ہو کہ جناب خدیجہ خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی کی بیٹی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا نسب عدنان تک پہنچتا ہے اور خدیجہ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ قبیلہ رجم سے تھیں جو کہ فہر بن مالک کی اولاد میں سے تھا اور فاطمہ کی ماں ہالہ بنت عبد مناف تھیں۔ ہالہ کی ماں عرقہ تھی اس کا نام قلابہ بنت سعید تھا جو کہ لوی بن غالب کی اولاد سے ہے۔

واقعی نے کہا ہے کہ یہ خدیجہ باکرہ تھیں اور ورقہ بن نوفل کے ساتھ منسوب تھیں ورقہ ان کا چچا زاد تھا پس ان کی شادی نہ ہو سکی۔ پس ان سے ابو ہالہ نے کہ جس کا نام ہند بن بناس مسمیٰ تھا تزویج کی پس ان سے ہند پیدا ہوئی، پھر ان سے عتیق بن عبد محزو می نے شادی کی اور ان سے ایک لڑکی بنام ہند پیدا ہوئی اور خدیجہ کو ام ہند کہا جاتا تھا۔

ابن سعد نے واقعہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جناب خدیجہ رسول اللہ سے عمر پندرہ سال بڑی تھیں۔

واقعی نے کہا ہے کہ خدیجہ صاحبہ شرف تھیں اور مال کثیر رکھتی تھیں۔ اپنا مال تجارت شام کی طرف بھیجا کرتی تھیں۔ پس ان کے تجارتی قافلے قریش کے تمام قافلوں کے برابر ہوتے تھے۔ یہ لوگوں کو اجیر بنا لیتیں اور کمیشن پر مال دیتی تھیں۔ پس جب رسول اللہ کی عمر ۲۵ سال ہوئی اس وقت آپ کو مکہ میں صرف امین کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا تو خدیجہ

کسی کو آپ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ آپ میرے تجارت کے قافلے کے ساتھ شام کی طرف
 میرے غلام میسرہ کے ساتھ جائیں۔ پس رسول اللہؐ نے ان کے مال تجارت کے تھا
 نام کا سفر کیا۔ خدیجہ کے غلام میسرہ نے دوران سفر آپ سے عجائبات دیکھے اور
 دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کیسے رہتا ہے۔ میسرہ نے جو کچھ دیکھا تھا خدیجہ سے بیان کیا
 پس جب آپ مکہ میں واپس آئے تو خدیجہ نے بھی آپ کے سر پر بادل کو سایہ کئے
 ہوئے دیکھا۔ شام سے واپس آنے کے دوران بعد آپ سے شادی کر لی یہ
 شادی خدیجہ کے پاس تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے بھائی عمر بن خیلد نے اور بعض
 کے نزدیک ان کے چچا عمر دے کی تھی۔ اور زیادہ صحیح قول کی بنا پر اس وقت خدیجہ
 کی عمر ۴۰ سال تھی۔ کیونکہ ان کی ولادت عام الفیل سے پندرہ سال پہلے ہوئی تھی
 اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ خدیجہ کے ساتھ ان کی شادی ان کے چچا عمر دے کی تھی
 واقعہ یہ ہے کہ خدیجہ کے والد تو چار اول میں مر چکے تھے۔

خطبہ نکاح

مورخین نے کہا ہے کہ عقد کے وقت ابوطالب بنی ہاشم کے بزرگ و اشراف
 رسول اللہؐ کے چچا شریف لائے آپ نے خطبہ پڑھا:
 حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں ذریت ابراہیم اور اولاد اسمعیل اور بعد
 کی چوٹی اور مقرر کا عنصر قرار دیا ہے اور ہمیں اپنے گھر کا نگہبان اور عرصہ کی دیکھ بھال
 کرنے والا مقرر فرمایا۔ اور ہمارے لیے ایک ایسا گھر بنایا جہاں حج کیا جاتا ہے۔
 امن والا عرصہ بتایا، ہمیں لوگوں کا عالم قرار دیا۔ پھر حقیقہ میرے بھائی کا فرزند یہ
 محمد بن عبد اللہؐ ایسا شخص ہے کہ جس سے کسی آدمی کا مہار نہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ہر
 ایک پر ترجیح رکھتا ہے۔ اور اگر اس کے پاس دولت دنیا کم ہے تو یہ ایک زائل

ہوئے والا سایہ اور نہ رہے والی چیز ہے اور محمدؐ وہ ہے کہ جس سے فضل ہند
قربت پہنچائی اور امانت کو تم پہنچاتے ہو۔ اس نے خدیجہ کی خواستگاری کی ہے
نے کہا ہے کہ حق ہر بیس اونٹ، دس اوقیہ سونا، ایک غلام اور ایک کنیز تھا۔

فضائل خدیجہ

ہشام بن محمدؓ کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ دل سے خدیجہ سے محبت و مودت فرمائی
ان کا احترام کرتے اور اپنے تمام امور میں ان سے مشورہ فرماتے تھے۔ وہ آپؐ
کی سچی وزیر و شیر کھن ہیں۔ وہ پہلی خاتون ہیں جو آپؐ پر ایمان لائیں۔ ان کی زندگی
میں آپؐ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔ اور ابراہیم بن مارہر
(جن کا تذکرہ کریں گے) کے علاوہ آپؐ کی تمام اولاد خدیجہ سے ہے۔
امام احمد نے مسند میں کہا ہے (عذوب اسناد کے ساتھ) حضرت علیؓ سے
روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ بنی اسرائیل میں سے بہترین عورت
مریم بنت عمران اور اس امت کی عورتوں میں سے بہترین خاتون خدیجہ بنت
خویلد ہیں۔

نیز صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے حدیث منقول ہے وہ کہتا ہے کہ جناب جبریلؑ
رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے محمدؐ یہ خدیجہ آپؐ کی خدمت
میں آ رہی ہیں پس اٹھیں ان کے رب کا سلام پہنچائیے اور جنت کے گھر کی خوشخبری
دیکھتے جو بخیر موتی سے بتا ہو جس میں سکون ہی سکون اور آرام ہی آرام ہے۔
نیز صحیحین میں ہے بی بی عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھ پر رسول اللہؐ کی کوئی بیوی
گراں نہیں گزری جتنا کہ خدیجہ گراں تھیں حالانکہ میں نے انھیں دیکھا تک نہیں تھا
لیکن رسول اللہؐ ان کا بہت زیادہ تذکرہ کیا کرتے اور بعض اوقات کوئی بکری

ذبح کرتے تو اس کے گوشت میں سے کچھ خدیجہ کی سہیلیوں کو ضرور بھیجتے۔
 میں (مؤلف) کہتا ہوں گویا دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہ کھتی۔
 میں آپؐ فرماتے تھے خدیجہ کھتی اور پس وہی کھتی اور میری اس سے صدیق اور پاک
 ائیزہ اولاد ہے۔

بی بی عائشہ سے ایک روایت میں ہے وہ کہتی ہیں ایک دن مجھے عورت
 اتی، پس میں نے کہا وہ تو ایک بڑھیا عورت کھتی اور خدا نے اس کے برے آپ
 کو بہتر عورتیں دی ہیں۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں پس رسول اللہ ﷺ عفتب تاکہ ہوئے
 یہاں تک کہ آپ کے سر کے اگلے بال حرکت کرنے لگے۔ اور فرمایا خدا کی قسم خدا نے
 اس کے بجائے مجھے اچھی بیوی نہیں دی۔ بیشک وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب
 لوگ کافر تھے اور اس نے میری تصدیق کی جب باقی لوگ میری تکذیب کر رہے
 تھے۔ اس نے مجھے اپنے مال سے میرا ب کیا جب لوگوں نے محروم قرار دیا تھا اور
 خداوند عالم نے اس سے مجھے اولاد عنایت کی جب کہ وہ میری عورتوں کو اولاد سے
 محروم کیا۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم کبھی
 خدیجہ کو برائی سے یاد نہیں کروں گی۔

ایک روایت میں بی بی عائشہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن رسول
 اللہ ﷺ کو عفتب تاکہ کیا اور میں نے لفظ عفتب کے ساتھ خدا کی قسم
 کہا تو آپ نے مجھے جھڑک دیا تو آپ نے کہا کہ مجھے خدیجہ کی محبت دی گئی ہے۔
 زہری کہتا ہے ہمیں خبر ملی ہے کہ جناب خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ سے ساری تم خرچ کی

وفات جناب خدیجہؓ

واقعہ نے کہا ہے جناب خدیجہ کی وفات بعثت کے دس سال بعد ہوئی

جیکہ ان کی عمر ۶ سال تھی۔ ابوطالب کی وفات سے تین دن پہلے اور بعض کے نزدیک ایک مہینہ بعد میں ہوئی۔

حکیم بن عزام نے کہا ہے کہ ہم نے انھیں مقام مجون میں دفن کیا اور رسول اللہؐ ان کی قبر میں خود اترے اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم جاری نہیں ہوا تھا۔ ہشام نے کہا ہے کہ خدیجہ کی وفات بہت سے تین سال پہلے ماہ رمضان کی دس تاریخ کو ہوئی تھی۔

اولادِ خدیجہؓ

ابن اسحاقؒ نے کہا ہے کہ آپؐ کی اولاد ذکر میں قاسمؓ تھے اور انھیں سے حضرت کی کنیت تھی اور بعثت سے قبل دو سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ عبد اللہؓ طیب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں ایک سال بعد۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حدیثِ سند کے ساتھ) حضرت علیؓ سے روایا ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ جناب خدیجہؓ نے عرض کی کہ رسول اللہؐ میرے جو آپؐ سے پیدا ہوئے تھے وہ کہاں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جنت میں۔

اب رہیں زینب ان سے ابوالعاص بن ربیعؓ نے شادی کی۔ ابوالعاص کا نام معتم بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس تھا۔ وہ زینب کی خالہ یالہ بنت خویلدؓ کا بیٹا تھا۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے علی رکھا تھا وہ بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ زینب کی ابوالعاص سے ایک لڑکی تھی جس کا نام امامہ تھا۔ حضرت علیؓ نے جناب فاطمہؓ کی وفات کے بعد شادی کی۔ بعض کہتے ہیں یہ شادی جناب سیدہؓ کی وصیت کی بنا پر تھی۔ زینب کی وفات شہ میں ہوئی تھی۔

(روایات مستند و تاریکھائے معتبر سے یہ ثابت ہے کہ جناب فاطمہؑ کے علاوہ حضورؐ کی کوئی صاحبزادی حضرت خدیجہ سے نہیں تھی۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ جناب فاطمہؑ کے علاوہ تمام لڑکیاں کافروں سے منسوب تھیں۔ حقیقت یہی ہے کہ جناب سیدہ کے علاوہ تمام لڑکیاں ربیہ بنتیں نہ مترجم)

ولادت جناب فاطمہؑ

جناب فاطمہؑ کی ولادت کے متعلق مؤرخین کا کہنا ہے کہ بنائے ہجرت پیدائش جب کہ قریش بیت اللہ الحرام کو بنا رہے تھے بعثت سے پانچ سال پہلے (روایات شیعہ اس کے خلاف ہیں) اور حضرت علیؑ نے ان سے ہجرت کے دوسرے سال رمضان میں شادی کی اور خضعتی ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔

ابوہم احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی تو رسول اللہؐ نے فرمایا وہ کم سن ہے اور میں خدا کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ پس عمرؓ کی ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ تو ابوبکرؓ نے اس بات کی خبر دی تو انھوں نے کہا رسولؐ نے منع فرمایا ہے۔ پھر عمرؓ نے ان کی خواستگاری کی تو ان کو بھی آپؐ نے منع کر دیا۔ پھر علیؑ نے خواستگاری کی تو ان سے شادی کر دی اور فرمایا بیشک خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کروں۔ پس حضرت علیؑ نے اپنا اونٹ اور گھر کی کچھ چیزیں فروخت کیں اور جناب فاطمہؑ سے شادی کر لی۔

ابن سعد نے کہا ہے ہمیں ابورسانے مجاہد سے اس نے عامر سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے فاطمہؑ سے شادی کی حالانکہ میرے اور ان کے لیے مینڈھے کی کھال کے علاوہ کوئی فرش و بستہ نہیں تھا۔ رات کو ہم نماز ادا کرتے

اور ون کو اس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے۔ جناب فاطمہؑ کے علاوہ میری اور ان کی خدمت کرتیوالا کوئی نہیں تھا۔

امام احمد نے کتاب قتال میں لکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابی زید مدنی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب جناب فاطمہؑ کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا گیا تو آپ نے حضرت علیؑ کے پاس سوائے پھیلی ہوئی ریت، ایک تکیہ، ایک کوزہ اور ایک گھڑے کے علاوہ اور کچھ نہ پایا۔ پس رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں کچھ دیر بعد مختار سے ہاں آ رہا ہوں۔ رسول اللہؐ آتے، آپ نے پانی منگوایا اس میں وہ دعائیں پڑھیں جو خدا نے چاہیں۔ پھر وہ پانی حضرت علیؑ کے سینے اور چہرے پر چھڑک دیا۔ پھر آپ نے فاطمہؑ کو بلایا۔ وہ اپنی چادر میں اس حالت میں حاضر ہوئیں کہ شرم سے پسینے پسینے ہو رہی تھیں۔ آپ نے سیدہ پھوپھی چھڑکا اور ان سے کہا یاد رکھو میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو میرے خاندان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور عزیز تھا۔ پھر آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور فرمایا اب تم جاؤ اور تمہاری بیوی۔ ہمارے لیے دعا کرتے رہو۔ یہاں تک کہ آپ اپنے حجرہ میں واپس ہوئے۔

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی تو رسول اللہؐ سیدہ کے پردے کے قریب ہوئے اور فرمایا علیؑ تمہارا رشتہ مانگتے ہیں۔ سیدہ خاموش ہو گئیں تو آپ نے حضرت علیؑ سے شادی کر دی۔ (حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جب رسول اللہؑ نے فاطمہؑ کی شادی حضرت علیؑ سے کر دی تو سیدہ نے عرض کی آپ نے میری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو غریب ہے اور جس کے پاس کوئی مال و نیا نہیں

تو رسول اللہؐ نے سیدہ سے کہا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ خدا نے اہل زمین میں سے تم
 دو اشخاص کا انتخاب کیا ہے۔ ایک کو تیرا باپ اور دوسرے کو تیرا شوہر قرار دیا ہے
 احمد نے مسند میں کہا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) عائشہ سے روایت ہے وہ
 کہتی ہیں کہ جناب فاطمہؓ کی رفتار بائٹل رسول اللہؐ سے مشابہہ تھی۔ وہ رسول اللہؐ کے
 پاس تشریف لائیں آپؐ نے فرمایا میرا باپ میری بیٹی۔ پھر حضورؐ نے انہیں دائیں
 طرف بٹھایا پھر کوئی بات بطور راز انہیں بتائی۔ تو وہ روئے لگیں تو میں نے کہا کہ رسول اللہؐ
 نے تمہیں مخصوص قرار دیا ہے اور تم روتی ہو۔ پھر آپؐ نے ایک اور راز کی بات کہی
 تو وہ ہلستے لگیں۔ عائشہ کہتی ہیں میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ میں نے کبھی اتنا جلد غصہ
 سچ کا قرب آج جلیسا نہیں دیکھا۔ رسول اللہؐ نے تم سے کوئی راز کی بات کہی تھی؟
 تو سیدہ نے کہا میں رسول اللہؐ کا راز فاش نہیں کر سکتی۔ جب آپؐ کی رحلت ہو گئی تو
 میں نے فاطمہؓ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا آپؐ نے فرمایا تھا کہ جبریل ہر سال قرآن
 میرے سامنے ایک مرتبہ پیش کرتا تھا اور اس سال دو مرتبہ کیا ہے میں اس سے سمجھتا
 ہوں کہ میرا بلا و اقرب آگیا ہے اور میرے اہلبیت میں تم سب سے پہلے مجھ
 سے آکر ملو گی۔ میں تیرا بہترین سلف ہوں پس میں رو پڑی۔ آپؐ نے پھر فرمایا کیا تم اس
 بات پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں کی سردار ہو پس یہ بات تھی جس نے
 مجھے ہنسایا۔ یہ روایت متفق علیہ ہے اور مسلم و بخاری نے اس روایت کے علاوہ
 جناب فاطمہؓ کے کوئی روایت اپنی اپنی صحیحین میں نقل نہیں کی۔ اور (محدثین نے)
 کہا ہے کہ سیدہ نے رسول اللہؐ سے اٹھارہ حدیثیں اور بعض کے نزدیک اسی حدیثیں
 نقل کی ہیں۔ مسلم نے مسور بن محرزہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ
 فاطمہؓ میرا کھڑا ہے جو بات اسے تر و دہیں ڈالتی ہے وہ بات مجھے تر و دہیں ڈالتی ہے
 اور جو چیز اسے تکلیف دے تو وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔ پس جس نے فاطمہؓ کو غضبناک

کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔

ابو احمد نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہؐ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فاطمہؑ سے کہا بیشک اللہ تیرے غضب ناک ہونے سے غضب ناک ہوتا ہے اور تیرے راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے۔
 ہمیں بہت سے محدثین نے اسماعیل بن احمد سمرقندی سے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن عمرؓ روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو سلطان عرش سے انیس ہنادی دیکھا اے اہل موقف اپنی آنکھیں بند کر لو اور سر جھکا لو تاکہ فاطمہؑ بنت محمدؐ صراط سے گزر جائے۔

ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن اعیان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے اپنے اور فاطمہؑ کے متعلق یہ خبر دوں وہ رسول اللہؐ کی بیٹی اور آپؐ کے گھر والوں سے سب سے زیادہ آپؐ سے محرم تھیں۔ وہ میری بیوی تھی۔ اس نے اتنی چٹکی پلسی کہ میں کا ہاتھ زخمی ہو گیا اور مشک سے اتنی مرتبہ پانی بھرا کہ اس کی گردن میں نشان پڑ گیا، گھر میں جھاڑو دی یہاں تک کہ اس کے کپڑے میلے ہو گئے۔ ہانڈی کے نیچے آگ جلائی یہاں تک کہ اس سے اسے تکلیف ہو گئی۔ وہ آگوندھتی تھی یہاں تک کہ اس کے سر کے بال طشت میں لگے تھے

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے کہا خدا کی قسم میں نے آٹا پانی بھر لیا کہ میرے سینے میں تکلیف ہونے لگی ہے اور خداوند عالم نے تیرے باپ کے پاس کچھ قیدی بھیجے ہیں پس جا کر ان سے ایک کنیز طلب کرو۔ سیدہ نے فرمایا آٹا پیسے پیسے میرے ہاتھ بھی تھک چکے ہیں۔ پھر جناب رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھیں اپنی تکالیف بتائیں تو آپؐ نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ میں تمھیں لے

چیزوں جو تمھارے لیے اس سے بہتر ہو جس کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ ہم نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا تم دونوں ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو اور جب لیٹر پر لیٹنے لگو تو بستر کیجیو۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک رات ہم نے کھانے کے بغیر سیر کی اور صبح بھی اسی طرح گزری۔ پس میں گھر سے نکلا تا کہ کوئی چیز تلاش کروں جس سے گوشت خریدوں۔ پس مجھے کچھ مل گیا جس سے میں نے گوشت خرید کیا۔ وہ فاطمہؑ کے پاس لے آیا انھوں نے پکایا۔ ہم نے رسول اللہؐ کو دعوت دی۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا میری بیویوں کے لیے کچھ نکالو پس سیدہؑ نے رسولؐ کی بیویوں کے لیے اس ہنڈیا میں سے بھی نکالا پھر آپؐ نے فرمایا اے باپ اور شہر کے لیے نکالو پس سیدہؑ نے تعمیل حکم کی۔ پھر سیدہؑ نے اس کا ٹھکنا اٹھایا تو وہ ہنڈیا جوں کی توں پڑھتی اس سے ہم کھاتے رہے جب تک کہ خدا نے چاہا۔

ایثار الہلبیت

عمار مفسرینؒ نے کہا ہے کہ ابھی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی یوفون بالندار ونحیافون یوفان شرا مستطیوا الخ وہ نذر کو پورا کرتے اور اس دن کا ثواب رکھتے ہیں جس کی مصیبت پھیلی ہوئی ہوگی۔

ہمیں ابوالحج محمد بن ابی المکارم نے خبر دی ہے (حذف اسناد۔) ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ آیت یوفون بالندار کے بارے میں کہتے ہیں کہ حسنؓ و حسینؓؑ بیمار ہوئے پس ان کی عیادت کو رسول اللہؐ تشریف لائے اور آپؐ کے ساتھ عمرو ابو بکرؓ تھے اور تمام عرب نے ان کی عیادت کی۔ ان عیادت کرنے والوں نے کہا اے

ابو الحسن کیا اچھا ہوتا کہ آپ اپنے بیٹوں کے لیے نذر مانتے اور جو نذر پوری نہ کی جائے
 اس کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں۔ پس حضرت علیؑ نے کہا میں اللہ کے لیے نذر کرتا ہوں کہ
 اگر میرے بچے اس مرض سے صحت یاب ہو گئے تو میں شکر یہ کے طور پر تین روزے
 رکھوں گا۔ اور جناب فاطمہؑ نے بھی یہی کہا اور اس کنیز نے جس کا نام فضہؑ تھا یہی کہا
 پس دونوں شہزادوں نے لباس عافیت پہنا اور آل محمدؑ کے پاس دولتِ دنیا میں
 سے کچھ بھی نہ تھا۔ پس حضرت علیؑ شمعون یہودی کے پاس گئے اور اس سے تین صاع
 جو بہ طور قرض لیے پھر وہ یہ لیکر جناب سیدہ کے پاس آئے پس سیدہؑ نے اس میں سے
 ایک صاع جو نیکر پیسے اور ان کی پانچ روٹیاں پکائیں ہر ایک کے لیے ایک روٹی
 اور حضرت علیؑ نے نمازِ مغرب رسول اکرمؐ کے ساتھ ادا کی پھر گھر میں تشریف لائے
 کھانا سب کے سامنے رکھا گیا تو ایک سائل یا مسکین آیا اور وہ دروازہ پر کھڑا ہو کر
 کہنے لگا تم پر سلام ہوا اے اہلبیت محمدؑ میں مسلمانوں کے مساکین میں سے ایک مسکین
 ہوں مجھے تم کھانا کھلاؤ خدا تمہیں جنت کے دسترخوانوں میں سے کھانا کھلاتا ہے۔
 پس علیؑ نے اس کی آواز سنی تو فرمایا :-

فاطمہ ذات المجد والیقین یا بنت خیر الناس اجمعین
 اے فاطمہ صاحبِ بزرگی و یقین اے تمام لوگوں سے بہترین شخص کی بی بی
 اما ترین الباس المسکین قد قام بالباب لہ حنین
 کیا تکلیف دہ مسکین کو نہیں دکھتی کہ وہ دروازہ پر کھڑا ہے اور اس کا درد بھر الجھ ہے
 یشکو الی اللہ ولیستکین یشکو الینا جالغ حنین
 وہ اللہ کی بارگاہ میں شکوہ کر رہا ہے اور عاجزی ظاہر کر رہا ہے اور ہمارے پاس بھوکا
 اور محزون شکایت لے کر آیا ہے۔

کل امرء یکسب ما رزقہ و فاعل الخیرات یسببتہ

ہر شخص اپنے کسب کام ہوں ہے اور اچھے کام کر نیوالا واضح ہو جاتا ہے۔

موعده جنت علیین شرمها اللہ علی الفسینین
اس کی وعدہ گاہ علیہ کی جنت ہے کہ جسے اللہ نے بخیل پر سرام قرار دیا ہے
وللبخیل موقت مہیین تھوی الی النار والسجین
شراب الحمیم والغسلین

اور بخیل کے لیے ایک خوار کر نیوالا موقت ہے جس سے وہ سببیں کی آگ میں گر پڑے گا۔
لیں جناب فاطمہؑ نے عرض کی:

اطعمہ ولا الی الساعۃ ارجوا اذا اشبعتم ذامجاعة
میں ابھی اسے کھانا دیتی ہوں اور کوئی پرواہ نہیں کرتی اور جب میں بھوکے کو سیر کرتی ہو تو امید
ان الحق الاخیار والجماعۃ واسکن الخلد ولی شفاعۃ
کہتی ہوں کہ میں اخیار کے گروہ سے مل جاؤں اور جنت خلد میں سکونت پذیر ہو جاؤں اور مجھے
حق شفاعت مل جائے۔

ابن عباس نے کہا ہے پس انھوں نے اس مسکین کو کھانا دیدیا اور اس دن اور
رات انھوں نے سادہ پانی کے علاوہ کوئی چیز نہ چکھی! جب دوسرا دن ہوا تو جناب فاطمہؑ
نے کچھ جو پیسے اور ان سے پانچ روٹیاں بنائیں۔ حضرت علیؑ نماز مغرب پڑھنے کے بعد
گھر تشریف لائے۔ پس ایک یتیم آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر اس نے کہا تم پر سلام
ہو اے اہلبیت محمدؐ میں مہاجرین کی اولاد میں سے ایک یتیم ہوں میرا والد شہید
ہو گیا ہے مجھے کھانا کھلاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے خدایتھیں
جنت کے دسر خزانوں میں سے کھانا کھلائے پس حضرت علیؑ نے فرمایا:

فاطمہ بنت سید الکوسیم بنت نہی لیں مبالسہ حمیم
اے فاطمہ سید کریمؑ کی بیٹی وہ بنی جیسے نسبی ستم کا عیب نہیں لگایا جاسکتا۔

قد جاءنا الله هذا اليتيم قد حرم الخلد على اللثیم

ہمارے پاس خدا اس یتیم کو لایا ہے اور بیشک خدا نے جنت بخیل پر حرام قرار دی ہے

يُجْزَلُ فِي الْجَنَّةِ إِلَى الْجَحِيمِ شَرَابُهُ الصَّدِيدُ وَالْحَمِيمُ

بخیل کو جنت میں جہنم کی طرف لے جایا جائیگا جہیں پینے کیلئے پیپ اور گرم پانی ہوگا۔

وَمَنْ يَجِدِ الْيَوْمَ فِي الْبَنَةِ شَرَابُهُ السَّحِيقُ وَالْتِسَامُ

اور جو آج کے دن سخاوت کرے تو جنت نعیم میں اس کا مشربہ خالص مشرب اور ستیم ہوگا۔

جناب فاطمہؑ نے جو ایسا عرض کیا :

اَنِ اطْعَمَهُ لَا اَبَا لِحَ وَادَّشَ اللّٰهُ عَلٰى عِيَالِ

اھسو جیاء وہم اشبالی

میں اسے کھانا کھلاؤنگی اور پرواہ نہیں کرونگی اور میں خدا کو اپنے بچوں پر ترجیح دوں گی

خواہ وہ میرے بیٹے ہوتے ہوئے بھی بھوکے رات بسر کریں۔ اور سارا کھانا یتیم کو دوں

پس جب تیسرا دن آیا تو فاطمہؑ نے باقی جو پیسے اور روٹیاں پکائیں پس حضرت علیؑ

سناڑد مغرب کے بعد آئے پس ایک قیدی آیا وہ دروازہ پر رکھا اور کہنے لگا تم پر سلام

ہو اسے اہلبیتؑ محمدؑ میں اسیر و محتاج ہوں ہمیں قید کرتے ہو اور کھانا نہیں کھلاتے

ہمیں کھانا کھلاؤ اس بچت سے جو خدا نے تمھیں رزق دیا ہے۔ اس کی آواز حضرت

علیؑ نے سنی تو فرمایا :

فاطمہ یا بنت النبی احمدی بنت نبی سیدی مسود

اے فاطمہؑ انے بنی احمد کی بیٹی اے بنی سید کی بیٹی جس کی سرداری تسلیم کر لی گئی ہے

منی علیؑ اس میں ناالمقیّد من یطعم الیوم یجد لا فی عند

ہمارے معیہ اسیر یا احسان کر جو آج کے دن کھانا کھلائیگا وہ کل اسے موجود پائے گا۔

عند العالی المساحد المجد من یزوع الخیرات سوف یحصل

بلند و بزرگ صاحب محبوب خدا کے پاس اور جو خیرات کا درخت بوئے عنقریب اس سے کاٹے گا۔
تو جناب سیدہ نے فرمایا:

لَمْ يَبْقَ عِنْدِي الْيَوْمَ عَذَارٌ صَاعٌ وَتَدَّ حِجَابِي كَفَنِي صَحَّ الذَّرَاعُ
میرے پاس صرف ایک صاع باقی رہ گیا ہے میرے ہاتھ باز و سمیت ٹھک چکے ہیں۔
اِنْبَاءُ وَاللّٰهُ مِنَ الْجَبِيحِ صَاعٌ ابوہما للخیر ذوا صطناع

خدا کی قسم میرے بچے بھوکے ہیں اور ان کا باپ نیکی کرنا چاہتا ہے۔

پھر انھوں نے وہ کھانا اٹھا کر اس قیدی کو دیدیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو حضرت
علیؑ بنی اکرمؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حالت میں کہ دونوں بیٹوں کو اٹھائے
ہوئے تھے جن کی حالت مرغ کے بچوں کی طرح تھی جب رسول اللہؐ نے ان دونوں کو
دیکھا تو فرمایا اور میری بیٹی کہاں ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ محراب عبادت میں
ہے۔ پس رسول اللہؐ کھڑے ہو گئے اور جناب سیدہ کے پاس تشریف لائے۔ اور
سیدہ کا شکم مبارک پشت سے لگ چکا تھا، بھوک کی شدت سے ان کی آنکھیں دھنس
چکی تھیں۔ پس بنی کریمؑ نے فرمایا میں اللہ کی بارگاہ میں آل محمدؑ کے لیے فریاد کرتا ہوں
کہ وہ بھوک سے مر رہے ہیں۔ پس جبریل نازل ہوئے اور وہ آیت پڑھ رہے تھے
مِیْ قُوْتٍ بِالْمُنْذِرِ اَلْحِ

سُورَةُ هٰلِكٍ (اَلْاٰلِیٰ)

ان میں سے خدا کا یہ قول ہے یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا
(وہ پئیں گے ایسے پیالے سے جس میں کافور کا امتزاج ہوگا) اس میں کافور کا ذکر کیوں
کیا گیا ہے حالانکہ پیا نہیں جاتا اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے ایک یہ کہ اس شراب
کی سفیدی اپنے حشمت میں اور خوشبو کی پاکیزگی اور ٹھنڈک میں کافور کی طرح ہوگی

دوسرا یہ کہ کافور ہی جنت میں ایک چشمہ ہے۔ تیسرا یہ کہ چونکہ دنیا میں خوف کی گرمی ان پر غالب رہی تھی تو جنت میں کافور کو ملا دیا گیا۔

ان فضائل میں سے ایک واطیعہ بن الطعام علی حیاء بعض کہتے ہیں کہ صغیر لا اللہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی وہ کھانا اللہ کی محبت اور بعض کہتے ہیں محبت سے ثواب مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کھانے کی چاہ کے باوجود کیونکہ اس وقت انھیں کھانے کی ضرورت تھی۔ اور ان میں سے اسی قول میں لایرون فیہما شمساً ولا زھراً زہریر سے مراد چاند ہے نہ وہ جنت میں آفتاب دیکھیں گے اور نہ مانتاب کو:

ولیلۃ ظلام ہافتہ المستکر قطعہا والذہر یوم اظہر

اور ایک ایسی رات تھی کہ جسکی تاریکی نے حملہ کیا اس کو میں نے عبور کیا حالانکہ اسکا چاند ظاہر نہیں ہوتا

اور ان میں سے خدا کا ایک یہ قول ہے اذ ادعیتہم حسبہم لولوعاً منشوراً یعنی جنت میں غلمان کو دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی خیال کرے گا۔ اگر آپ کہیں کہ بکھرے ہوئے کی جگہ منقوش موتی اچھے معلوم ہوتے ہیں تو جواب یہ ہے۔

گویا کہ وہ غلمان خدمت کیلئے پھیل جائیں گے۔ چونکہ دنیا میں ان ذات مقدسہ

تکالیف برداشت کی بھتیں تو خداوند عالم نے جنت میں ان کے لیے خادم مقرر

کر دیے ہیں۔ اور ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ خداوند عالم نے تمام نعمات و

لذات جنت کا اس سورہ میں تذکرہ فرمایا ہے مثلاً درخت، ہنریں، غلمان، کھانے

محلات اور جو چیزیں اس باب سے متعلق ہیں سوائے حور کے، یہاں تک کہ علماء کو

ان اجروں پر تعجب ہوا۔ اور انھوں نے حور کے نہ ہونے کو عیب سمجھا تو ان سے کہا گیا کہ

کہ اس بات میں جناب سیدہ کے اعزاز و وقار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یا یہ مقصد ہے کہ

حوریں پھر بھی کنیزیں ٹھہریں اور کنیزوں کا ذکر آزاد خواتین کے مقابلے میں نہیں کیا جاتا

میرے (مؤلف) کے حیدرآدری کو بغداد میں مجالس وعظ میں ۵۹۶ھ میں یہ اشعار کہتے

سنابوا کھوں تے کتاب تبصرہ المبتدای میں ذکر کئے ہیں وہ اشعار یہ ہیں :
 اھوی علیا وایمانی حبتہ کم مشرک دھلہ من سیفہ وکفا
 میں علیؑ سے عشق رکھتا ہوں اسکی محبت میرا ایمان ہے، کتنے مشرک ہیں جنکا خون اسکی تلوار سے بہا
 ان کنت و یحک لم تسمع فضائلہ فاسمع مناقبہ من هل اتی ولفی
 تجھ پر مائے ہو اگر تو نے اسکے فضائل نہیں سنے تو سورہ هل اتی اور آیت قل کفی سے سن۔

جناب فاطمہؑ کا رسول اللہ کیلئے نوحہ کرنا اور آپ کی نصیحت

سعدی نے اپنے بزرگوں سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب رسول اللہ کی
 کی رحلت ہوئی تو سیدہ آپ کا نوحہ پڑھنے کے لیے کھڑی ہوئیں، فرمایا:

ابی وابتلا، اجاب زباً دعلا
 جنت العز دوس ماوالا من ربہ ما اوفنا
 اتی جبریل نعالا

میرے بابا ہائے میرے بابا آپ نے رب کے بلاوے پر اجابت کی آپ کے رہنے کی جگہ جنت
 فردوس ہے وہ آپ سے کس قدر قرب و منزلت رکھتے ہیں جبریل ان کی موت کی خبر
 لایا تھا۔

جب سرکار رسالت نے وقت وفات پائے مصیبت کہا تو سیدہ نے کہا ہائے میرے
 باپ کی مصیبت، تو آپ نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی وکھ و مصیبت
 نہیں!

اور جب سرکار رسالت دفن ہو چکے تو سیدہ نے فرمایا اے انس تمھارے دلوں
 نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ پر مٹی ڈالو؟

شعبی نے کہا ہے کہ جب سیدہ کو ان کی میراث سے محروم کر دیا گیا تو انھوں نے اپنے سر

پر اور پھنی سے بڑی باندھ لی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائیں اور رسول اللہ کے کچھ اوصاف بیان کیے۔ منجملہ آپ کے دیگر ارشاد است کے یہ بھی لکھا:

جس وقت بھی مشرکین کی طرف سے کوئی مصیبت اپنا منہ کھولتی یا شیطان کا سینکڑا ظاہر ہوتا تو آپ اپنے قدموں سے اس کی ناک رگڑ دیتے۔ اور اس کے شعلہ اپنی تلوار سے بجھا دیتے۔ اور اس کے سینکڑے اپنے پختہ ارادہ سے توڑ دیتے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے لیے اپنے انبیاء کے گھر اور اصفیاء و محبوب بندوں کی جائے قرار کو پسند کیا تو دنیا نے بھکاری طرف اپنا سر بلند کیا۔ پس میں نے بھٹیں اس حالت میں پایا کہ تم دنیا کی پکار کا جواب دینے لگے اور اس کے دھوکے اور غرور کی طرف دیکھنے لگے۔ یہ بات تم سے ہوئی حالانکہ عہد رسالت قریب اور مدت زیادہ نہ گزری تھی۔ اور رسول کی حیدر آئی کا ابھی زخم مندمل نہیں ہوا تھا پس کہاں سرگرداں پھر رہے حالانکہ اللہ کی کتاب بھکاری سے درمیان موجود ہے۔ اسے اپنی قحافہ کے بیٹے کیا تم اپنے باپ کے وارث بنو اور میں اپنے باپ کی وارث نہ ہو سکوں۔ پس لے لو دنیا کو اس اونٹنی کو در اسخا لیکہ اس پر پالان رکھا ہوا ہے اور وہ مسخو نہ مت ہے۔ پس بہترین حاکم حق تعالیٰ ہے اور وعدہ گاہ قیامت ہے اور ہر بنا کے لیے ایک جائے استقرار ہے اور عنقریب بھٹیں معلوم ہو جائیگا پھر سیدہ نے رسول اللہ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

فَدَكَانَ بَعْدَكَ ابْنَاءُ وَهَشْتَاءُ لَوْ كُنْتَ شَاهِدَ هَالِمِ تَكْبِرِ التَّوْبِ
آپ کے بعد کچھ باتیں اور سخت مصیبت آگئی اگر آپ موجود ہوتے تو یہ مصیبتیں نہ بڑھتیں
اَنَا فَقَدْ نَاكَ فَقَدْ الْأَرْضُ وَابِلَهَا وَاعْتَلَى أَهْلًا لِي اَعْتَالَكَ التَّوْبِ
ہم نے آپ کو اس طرح مفقود پایا جیسے زمین سے بارش مفقود ہو اور میرے اہلبیت کو ہلاک کر دیا
ٹھان لی گئی جب خاک نے آپ کو پوشیدہ کر دیا

وقت در زمانہ ہمارے نہ احد من السبویۃ لا عجم ولا عرب اور ہم پر ایسی مصیبت آپڑی کہ ویسی مصیبت آج تک مخلوقات میں سے کسی عجم پر پڑی تھی نہ عرب پر۔ پھر سیدہؓ نے اس دنیا سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیشہ رسول اللہؐ پر مدبہ اور گریہ کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ جا ملحق ہوئیں۔

وفات جناب سیدہؓ!

مورخین نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات سے لے کر سیدہؓ بیمار رہنے لگیں۔ اور ایک روایت ہے کہ جب سیدہؓ کو موت کا احساس ہوا تو انہوں نے ایک وصیت لکھی اور اس پر زبیر ابن عوام اور مقداد بن اسود کو گواہ قرار دیا وہ وصیت حضرت علیؓ کو اور علیؓ کے بعد اپنی اولاد میں سے بڑے بیٹے کو اور منجملہ وصیتوں کے ساتھ باعزوں کے متعلق وصیت تھی (وہ باعز یہ تھے) ۱۔ حسنی۔ ۲۔ صافیہ۔ ۳۔ دلال۔ ۴۔ عواف۔ ۵۔ ہرمہ۔ ۶۔ متیم۔ اور ۷۔ مال ام ابراہیم۔ آپ کے غسل کے متعلق مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں سیدہؓ فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ ایک دن صبح کے وقت وہ اچھی حالت میں تھیں حضرت علیؓ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو مجھ سے کہنے لگیں لے ماں میرے لئے غسل کا اہتمام کرو میں نے تعمیل ارشاد کی آپ اٹھیں اور بہترین طریقے سے غسل کیا جیسا کہ کیا کرتی تھیں۔ پھر فرمایا کہ میرے لئے کپڑے لے آؤ۔ میں نے وہ کپڑے حاضر کیے آپ نے زیب تن فرمائے پھر فرمایا حجرہ کے درمیان فرش بچھا دو میں نے ویسا ہی کیا آپ اس پر لیٹ گئیں اور منہ قبلہ کی طرف کر لیا اور اپنا ماتہ گردن کے نیچے رکھ لیا اور فرمایا۔ میں اس دنیا سے جا رہی ہوں اور غسل کر چکی

ہوں پس مجھے کوئی غسل نہ دے اور آپ کی رحلت ہو گئی۔ پس حضرت علیؑ نے میں نے انھیں اطلاع دی۔ وہ رونے لگے اور کہنے لگے ان کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے پھر سیدہؓ کے اسی غسل کے ساتھ ان کا جنازہ اٹھایا، ان پر نماز ادا کی گئی اور دفن کر دیا۔ حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا کہ حسن و حسینؑ کو نہ بتائیں نے کہا کہ نہیں بتاؤں گی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسما بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا اور زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے انھیں غسل دیا اور نماز پڑھائی اور رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ جب حضرت علیؑ سیدہ کو دفن کر چکے تو یہ اشعار کہے

لکل اجتماع من خلیلین منوفۃ وکل الذی دون الفراق قلیل
 ہر دو دوستوں کے اجتماع کے بعد فراق ہوتا ہے اور جدائی کے مقابل ہر مصیبت پیچ ہے۔
 وان اقتادی فاطمہا بعد احمل دلیل علی ان لاسیروم خلیل
 اور میرا احمد مصطفیٰؐ کے بعد فاطمہ کو مقفوع پانا دلیل ہے اس بات کی کہ کوئی دوست ہمیشہ رہنے والا نہیں۔

نیز یہ اشعار بھی آپ نے ارشاد فرمائے:

الایا ایہا الموت الذی لیس تارکی ارضی فقلنا فیت کل خلیل
 اے وہ موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہے مجھے راحت پہنچا کیونکہ تو نے میرے ہر خلیل و دوست کو فنا کر دیا ہے۔

ان اب بصیرۃ بالمدین اجہد سہم لکانک تنوخرہم ببدلیل
 میں تجھے بالبصارت سمجھتا ہوں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں میں دوست رکھتا ہوں گویا کسی دہریہ کو ٹیوٹے کے ذریعے تو ان کا قصد کرتی ہے۔

پھر حضرت علیؑ رسول اللہؐ کی قبر کے پاس آئے اور کہا آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول اور آپ کی بیٹی پر جو آپ کے جوار میں نازل ہو رہی ہے اور جو بہت جلدی آپ

سے ملحق ہوئی ہے۔ میرا صبر اس کے فراق میں کم ہو گیا ہے اور میری قوت و طاقت میں کمزوری آگئی ہے۔ ہاں اللہ آپ کی عظیم جدائی تاشی اور آپ کی سخت مصیبت میرے لیے تاشی اور اقتدار کے لیے کافی ہے پس ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اس کے پاس واپس جانا ہے پس امانت واپس لوٹالی گئی اور گردی شدہ چیز واپس لے لی گئی بہر حال میرا حسرت و ملال آپ دونوں پر ہمیشہ رہے گا اور میری راست بیداری میں کہے گی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لیے بھی آپ کا وہ گھر پسند فرمائے جس میں آپ مقیم ہیں۔ اور اس گندے اور گنہگار کرنے والے گھر سے مجھے منتقل کر دے۔

اور امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذف اسناد کے ساتھ) کہا ہے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے (علیؑ سے) فرمایا اے دو کھپڑوں کے باپ عنقریب تیرے دونوں رکن تجھ سے چھین جائیں گے پس جب رسول اللہ کی وفات ہوئی تو انھوں نے کہا یہ ان دونوں رکنوں میں سے ایک کھٹے۔ اور حبیب حضرت فاطمہؑ کی وفات ہوئی تو فرمایا اور یہ دوسرا رکن ہے۔

مؤرخین کا اختلاف ہے کہ سیدہ اور رسول اللہ کی وفات میں کتنے دن کا فاصلہ تھا۔ اس میں چند قول ہیں ایک یہ ہے کہ دس دن کم چھ مہینے کیونکہ سیدہ کی وفات بروز منگل کی رات تیسری ماہ رمضان ۱۱ھ ہجری میں ہوئی۔ اور رسول اللہ نے اربع الاول کو وفات پائی تھی۔ دوسرا قول تین ماہ کا ہے۔ اور تیسرا دو ماہ اور دس دن ہے۔ اسی طرح آپ کے سن مبارک میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔

اور میں نے کتاب موالید اہل بیت میں دیکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا فاطمہ (اعلان نبوت) پانچ سال بعد پیدا ہوئیں اور اپنے والدینہ گوار کے ساتھ آٹھ سال مکہ میں قیام کیا اور دس سال مدینہ میں قیام رہا۔ اور رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ ستر دن گنار کے

اور ایک روایت ہے کہ چالیس دن گنارے۔ اور آپ کی حب و فات ہوئی تو ان کا سن مبارک اٹھارہ سال کھا۔ (اگرچہ مؤلف نے اس روایت کو غلط قرار دیا ہے لیکن گھر کی باتیں گھر والے بہتر جانتے ہیں۔)

اولاد امجد

آپ کی اولاد حسن و حسین اور زینب و ام کلثوم تھیں۔ پہلے حسن پیدا ہوئے پھر حسین، پھر زینب اور پھر ام کلثوم۔ پس زینب کی شادی عبداللہ بن جعفر سے ہوئی آپ سے عون اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات اپنے شوہر کی زندگی میں ہوئی۔ اور ان (ام کلثوم) کے ساتھ عون بن جعفر نے شادی کی۔ عون کی آپ سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور عون فوت ہوئے تو ان کے بھائی محمد بن جعفر سے شادی کی۔ پھر محمد کے بعد عبداللہ بن جعفر سے نکاح ہوا۔ اور عبداللہ کی زوجیت میں وفات پائی۔ اور بن اسحق نے حضرت علیؑ سے سیدہ فاطمہؑ کی اولاد میں مزید جناب حسن کا ذکر کیا ہے۔ جو عین میں (شہید) فوت ہوئے۔ اور لیس بن سعد نے مزید ایک شہزادی بنام رقیہ جو صغریٰ ہی میں وفات پا گئی تھیں کو بیان کیا ہے۔

امام محمد بن علیؑ کا تذکرہ

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذوف اسناد کے ساتھ) علی بن ربیع نے کہا ہے کہ میں نے زید بن رعمہ سے ملاقات کی تو ان سے کہا کیا آپ نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا تھا کہ میں تم میں دو گرا نقد چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک ان میں سے دوسری سے بڑی ہے۔ زید نے کہا ہاں میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک کھینچی ہوئی رستی ہے اور اپنی عمرت جو میرے اہلبیت ہیں خیردار یہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہونگے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر حاضر نہ ہوں۔ خیردار دیکھنا کہ میرے بعد ان کے ساتھ تم کیا برتاؤ کرتے ہو۔

مسلم نے اپنی صحیح میں زید بن رعمہ کی حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے ایک پانی کے گڑھے کے قریب کہ جسے خم کہا جاتا تھا یا جسے خما پکارا جاتا تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔ پس آپؐ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور وعظ و ذکر الہی بجالائے۔ پھر فرمایا ابا بعد اسے لوگو سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کے بلا دے کا جواب دوں اور میں تم میں دو گرا نقد چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں نور اور ہدایت ہے پس اللہ کی کتاب کو مضبوط پکڑو اور اس سے متمسک ہو جاؤ۔ پس آپؐ نے کتاب خدا کی اقتدا پر اکسایا اور تو غیب دلائی پھر فرمایا اور میرے اہلبیت اور میں تم میں

اللہ یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہل بیت کے معاملے میں یہ فقرہ دو مرتبہ فرمایا۔

پس حصین بن سبرہ نے زید بن ارقم سے کہا اور کون ہیں آپ کے اہل بیت؟
زید۔ کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہلبیت سے نہیں تو زید نے کہا ہاں آپ کی بیویاں اہل
ہیں لیکن اہل بیت تو وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

اور ایک روایت ہے کہ پس زید نے کہا انہیں خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ
ایک زمانہ تک رہتی ہے پھر وہ اسے طلاق دے دیتا ہے پس وہ اپنے باپ اور
قبیلے کے پاس چلی جاتی ہے لیکن آپ کے اہلبیت تو آپ کے وہ عزیز و اقارب ہیں
جن پر صدقہ حرام ہے۔

اور امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذف اسناد کے ساتھ) کہا ہے حضرت
کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے کرنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا
تم راضی نہیں ہو کہ تم ان چار میں سے چوتھے ہو جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے
میں اور حسن و حسین اور ان کی ماں اور ہماری اولاد و ذریت ہمارے پیچھے ہوگی اور ہمارے
شیعہ ہم سب کے پیچھے ہوں گے۔

ایک روایت ہے کہ ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں پس جب ستارے جاتے
رہے تو اہل آسمان بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لیے امان ہیں
پس جب میرے اہلبیت اس دنیا سے اٹھ گئے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

اور ابوالفرج اصفہانی نے کتاب مرج البحرین میں اپنی سند کے ساتھ ابوذر سے روایت
کی ہے۔ ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی ہے
ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے الگ رہا وہ غرق ہو گیا۔

حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابیطالبؑ

اور وہ ابوالاعلیٰ ہیں اور ان کی کنیت ابوالحسن اور لقب زین العابدین ہے۔ اور
 رسول اللہؐ نے آپ کا نام سید العابدین رکھا تھا (جیسا کہ ہم آپ فرزند محمد کے حالات میں
 دیکھیں گے) اور سجاد ذوالعقیقات زکی اور امین ہے۔ ثقات اونٹ کے ان اعضاء کو
 اجاتا ہے جو اسے بٹھانے کے وقت زمین پر لگتے اور سخت ہو جاتے ہیں چونکہ آپ
 بی سجدے کرتے تھے لہذا آپ کے سجدہ اعضا پر گھٹے ہو جاتے تھے۔ آپ کی والدہ
 یرہتیں اور بعض کے نزدیک ان کا نام شاہ زناں تھا۔ آپ کی ولادت ۳۸ھ میں
 ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۳۷ھ ہے۔ اور بعض کے نزدیک ۳۳ھ ہے۔ آپ تابعین
 کی طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔ آپ واقعہ کربلا میں اپنے والد کے ساتھ تھے۔ لیکن چونکہ آپ
 یار تھے لہذا شہید نہیں ہوئے۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نسل کے منقطع ہونے سے خائف تھے۔ پس آپ نے
 جنگ صفین کے دن فرمایا جبکہ حسن و حسینؑ کو جنگ میں سبقت کرتے ہوئے دیکھا اور بعض
 کہتے ہیں کہ صرف حسینؑ کو دیکھ کر فرمایا کہ میری طرف سے اس نوجوان کو روکو کہ وہ میری لمر کو
 نہ ٹوڑ دے۔ کیونکہ میں اسے موت سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ نسل منقطع نہ ہو جائے
 ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ قابل وثوق، مومن،
 شیر الحدیث، بلند مرتبہ، رفیع القدر، پرہیزگار، عابد اور خوف خدا رکھنے والے
 تھے۔

اور کہتا ہے ابن عباس جب انہیں دیکھتے تو کہتے مرحبا اے حبیب فرزند حبیب
 اور ابن سعد نے کہا ہے کہ آپ ہندی اور سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ اور بعض کہتے
 ہیں کہ صرف سیاہ خضاب ہی لگایا کرتے تھے۔ اور ابن حمدون نے کتاب تذکرہ
 میں زہری سے ذکر کیا ہے کہ وہ کہتا ہے عبدالملک بن مروان نے مدینہ سے حضرت
 علی بن الحسین کو گرفتار کر لیا، آپ کو زنجیر پہنائی اور آپ پر کچھ نگہبان مقرر کیے۔ زہری
 کہتا ہے میں نے ان نگہبانوں سے اجازت لی کہ میں آپ سے وداع ہوں انہوں
 نے اجازت دیدی، میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور اسنجا لیکہ بیڑیاں آپ کے پاؤں
 میں اور متکڑیاں آپ کے ہاتھوں میں تھیں اور آپ ایک خیمہ میں تھے۔ میں رونے لگا
 اور عرض کی میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ کی جگہ میں ہوتا اور آپ صبح و سالم ہوتے
 تو فرمایا اے زہری کیا تیرا خیال ہے کہ جو چیزیں تو مجھ پر اور میری گردن میں دیکھ رہا ہے
 یہ مجھے کوئی ضرر پہنچا رہی ہیں اور اگر میں چاہوں تو یہ نہ رہیں اور یہ تو مجھے عذابِ خدا یاد
 دلاتی ہیں۔ پھر آپ نے اپنے پاؤں بیڑیوں اور ہاتھ متکڑیوں سے باہر نکال لیے
 پھر فرمایا میں ان کے ساتھ مدینہ سے دو میل تک بھی نہیں رہوں گا۔ پس چار راتیں گزری
 تھیں کہ وہ نگاہبان جو آپ کے ساتھ تھے واپس مدینہ آئے اور آپ کو تلاش کرنے
 لگے۔ انہوں نے آپ کو نہ پایا تو میں نے ان سے سوال کیا وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کو
 اپنی نگرانی میں سمجھتے تھے اور یہ کہ وہ اترے ہوئے ہیں اور ہم ان کے گرد انکی نگہبانی
 کر رہے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ ہمیں نہ ملے اور بیڑیاں موجود تھیں۔

زہری کہتا ہے اس کے بعد میں عبدالملک کے پاس گیا اس نے آپ کے
 متعلق مجھ سے سوال کیا تو میں نے اسے بتایا وہ کہنے لگا جس دن نگہبانوں سے وہ گم
 ہوئے تھے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا تجھے مجھ سے کیا سروکار ہے میں نے کہا کہ
 آپ میرے پاس قیام کیجئے تو فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا پھر آپ چلے گئے۔ پس

غذا کی قسم میرا دل خوف سے بھر گیا۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبدالرحمن بن جعفر قرشی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ کیا بات ہے جو وقت وضو آپ کا معمول بن جاتا ہے۔ تو فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے میں کس کے سامنے کھڑا ہونیکا قصد کر رہا ہوں۔ بن اسد نے طبقات میں کہا ہے کہ جب حضرت علی بن الحسینؑ چلتے تو آپ کے ہاتھ حرکت نہیں کرتے تھے۔ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ میں کس سے مناجات کرنا چاہتا ہوں۔

اور ابن ابی الدینا نے کہا ہے (حذف اسناد سے) ابو الفرج اصفہانی نے بیان کیا کہ حضرت علی بن الحسینؑ کے گھر میں آگ لگ گئی تھی اس وقت آپ محراب عبادت میں تھے۔ لوگ کہنے لگے اے فرزند رسول آگ ہے آگ لیکن آپ بطائرہ عبادت میں مشغول رہے یہاں تک کہ آگ بجھ گئی۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ کو گھر کی آگ کی کوئی پروا نہ ہوئی تو فرمایا میں آخرت کی آگ بجھانے میں مصروف رہا۔ اور قرشی نے کہا ہے کہ ایک شخص حضرت علی بن الحسینؑ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا فلاں شخص آپ کو ناسزا کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا میرے ساتھ اس کے پاس چلو وہ شخص آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس کا گمان تھا کہ آپ اس سے انتقام لیں گے لیکن جب آپ اس کے پاس پہنچے تو فرمایا۔ اے فلاں جو کچھ تو نے میرے حق میں کہا ہے اگر حق تھا تو خدا مجھے معاف کرے۔ اور اگر باطل تھا تو خدا مجھے معاف کرے۔ یہ بھی قرشی نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ علی بن الحسینؑ اور حسن بن حسن کے درمیان کوئی منافستہ تھا پس حسن حضرت کے پاس آئے جبکہ آپ اپنے اصحاب کے

زمرہ میں مسجد میں تشریف فرما تھے تو انھوں نے سب کچھ کہہ ڈالا اور آپ خاموش رہے اور حسن واپس چلے گئے۔ لیکن رات کے وقت حسن علی بن الحسینؑ کے گھر آئے اور عزت کی باتیں کرنے لگے۔ پس حسن باہر نکلے اور انھوں نے آپ کو گلے سے لگا لیا۔ دونوں رونے لگے یہاں تک کہ حاضرین سخت تعجب ہوئے۔ پھر حسن نے کہا خدا کی قسم دوبارہ کوئی ایسی حرکت نہیں کریگا جس سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ پس آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا ہے میں تم کو معاف کرتا ہوں۔

ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے (حنفی اسناد کے ساتھ) آپ فرمایا کرتے تھے دو سلوں کا نہ ہونا منافرت ہے۔

اور حضرت امام محمد باقرؑ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا خدا یا میں سے پیار مانگا ہوں اس سے کہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے تو میرا ظاہر اچھا ہو گیا۔ میرا باطن بُرا ہو۔ خدا یا جس طرح میں نے فقور کیا ہے اور تو نے میرے ساتھ احسان کیا ہے پس اگر مجھ سے وہ دوبارہ سرزد ہو تو دوبارہ بھی ایسا ہی کرتا۔

اور حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا تحقیق ایک گروہ نے خدا کی عبادت اس کے خوف سے کی ہے۔ یہ غلاموں والی عبادت ہے اور ایک گروہ نے اس کی عبادت جنت کی رعبت میں کی ہے۔ یہ تاجروں والی عبادت ہے ایک گروہ نے اس کا شکر یہ ادا کرنے کے لیے عبادت کی ہے یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ آپ اپنی طہارت کیلئے پانی خود مہیا فرماتے تھے اور کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ طہارت کے معاملے میں ان کی اعانت و معاونت لے۔ پس جب رات کو اٹھتے تو پہلے مسواک کرتے پھر وضو فرماتے۔ اور بجا اور اودن رہ جاتے انھیں رات میں پورا کرتے۔ رات دن میں آپ کا معمول ایک ہزار رکعتیں پڑھنا

دعوت استاد کے ساتھ) امام محمد باقر سے روایت ہے آپ نے فرمایا تعجب ہے
 ز اور محضر کرنے والے کے لیے کہ کل وہ ایک نطفہ تھا اور آنے والے دن مردار ہو جائیگا
 ر مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کے وجود میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ اس کی
 ارا کر وہ تمام اشیاء کو دیکھتا ہے اور تعجب ہے اس پر جو دوبارہ پیدا کیے جانے میں
 ک کرتا ہے حالانکہ وہ پہلی مرتبہ پیدائش کو دیکھتا ہے اور تعجب ہے مجھے اس پر جو
 وار الفنا کے لیے توکل کرتا ہے اور بقا کے گھر کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور فرمایا جب آپ
 ے پاس کوئی سوال کرنے والا آتا تو فرماتے مرجائے شخص جو میرا پیشہ آخرتہ کی طرف اٹھا کر
 ے جاتا ہے۔

ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں کہا ہے (دعوت استاد کے ساتھ) شیبہ بن نعامہ سے روایت
 ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت سجاد لوگوں کو بخشش و عطا فرماتے اور جب آپ کی رحلت ہوئی
 لوگوں کو معلوم ہوا وہ مدینہ کے مسو خانداؤں کو پرورش فرماتے تھے۔
 ایک روایت میں ہے انھیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ ان کا رزق کون لاتا ہے کیونکہ
 حضرت ان کی ضروریات رات کے وقت ان تک پہنچاتے تھے پس جب ان کی رحلت
 ہوئی تو لوگوں نے اس سلسلے کو مفقود پایا۔

ایک روایت میں ہے کہ روٹیوں کا کھنڈا اپنی پشت پر لا کر رات کو لے جاتے
 اور نضیق فرماتے اور کہتے کہ چھپا کر صدقہ دینا غضب پروردگار کو روکتا ہے۔
 ایک روایت میں ہے کہ اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ ہم صدقہ زامدارم سے علی
 بن الحسین کی وفات کے بعد ہی محروم ہوئے۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے کہ دعوت استاد کے ساتھ) سفیان ثوری سے
 روایت ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے حج یا عمرہ کیلئے حجاز کا قصد کیا تو آپ کی ہمیشہ
 فاطمہ بنت الحسین نے آپ کے لیے سامان سفر تیار کیا جس پر ہزار درہم خرچ کیے اور وہ آپ کے

ساتھ روانہ کیا۔ پس جب آپ دادی عرہ کی پشت پر پہنچے تو اس کے متعلق حکم دیا کہ اسے
فقرار و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔

اور ابن سعد نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ علی بن الحسینؑ سے روایات
ہے کہ آپ نے فرمایا اسرائیل معروف اور اپنی عن المنکر کو ترک کرنے والا مثل اس شخص
ہے جو کتاب خدا کو پس پشت ڈال دے مگر یہ کہ اسے خوف شدید ہو۔ عرض کیا کیا
کوئی شخص ہے فرمایا کسی بھاری کمرش کا خوف ہو کہ وہ اس پر زیادتی کرے یا اطمینان
نکشی کرے گا۔ اور ابن سعد کہتا ہے کہ آپ نے اپنا مال دوسرے خدا کے نام پر
کیا۔ نیز کسی شخص نے آپ سے کہا آپ نے کس حالت میں صبح کی ہے۔ فرمایا ہم
اپنی قوم میں اس طرح صبح کی ہے جس طرح بنی اسرائیل نے آل فرعون میں وقت گزاری
کہ وہ ہمارے بیٹوں کو ذبح کرتے ہیں ہمارے سردار اور بزرگ کو منبروں پر
شتم کرتے ہیں اور ہمارے حق کو ہم سے روکے ہوئے ہیں۔

ابو نعیم نے کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابن عائشہ نے اپنے باپ سے
روایت کی ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے خلافت پر قابض سے پہلے حج کے موقع
پر اس نے کوشش کی کہ حجر اسود کو بوسہ دے لیکن اثر و حامی کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکا
اتنے میں علی بن الحسینؑ تشریف لائے جب لوگوں نے دیکھا تو وہ ایک طرف ہٹ گئے
یہاں تک کہ آپ نے بہر اطمینان حجر اسود کو بوسہ دیا۔ جب ہشام نے یہ منظر دیکھا
سخت متعجب ہوا اور اپنے ایک مصاحب سے غضبناک ہو کر پوچھا یہ کون ہے؟
لوگوں نے لا علمی کا اظہار کیا۔ لیکن فرزدق شاعر اس ہی کھڑا تھا اس نے یہ سن کر کہا
”میں اسے پہچانتا ہوں“ اور فی البدیہہ یہ اشعار کہے :

هَذَا الَّذِي تَصِفُ الْبَطْحا وَهَذَا
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحُلُّ وَالْحُسُ

یہ وہ ہے جس کے نشان قدم کو بطحا کی وادی خانہ کعبہ اور حل و حرم جانتے ہیں

هذا ابن خیر عباد اللہ کلہم هذا التقی النقی الطاهر العلم
یہ اس کا بیٹا ہے جو اللہ کے کل بندوں سے بہتر ہے یہ خود تقی نقی پاک اور علم اسلام ہے
یکادیمسکہ عرفان راحتہ رکن المحطیم اذا ما جاء یستلم
جب یہ مس کرنے کے لیے آئے تو قریب ہے کہ رکن عظیم اسی کی ہتیلی کو پہچان کر ہتھام لے
اذا رایت قریش قائل قائلہا الی مکارم هذا ینتہی الکوم
جب قریش اس کی طرف دیکھیں تو کہنے والا کہے گا کرم کی انتہا اس کے مکارم اخلاق پہ ہے
ان عد اهل التقی کا نواذوی عدد اوتیل من خیر اهل الارض قیل ہم
جب متقی لوگوں کو شمار کیا جائے جو کہ گنے چنے ہوتے ہیں یا یہ کہا جائے کہ اہل زمین میں سے
بہتر کون ہے تو جواب آئیگا یہ ہیں۔

هذا ابن فاطمہ ان کنت جاہلہ مجدا لا انبیاء اللہ قد ضمت
یہ فاطمہ زہرا کا بیٹا ہے اگرچہ تو نہیں جانتا اور ان کے جدا مجید پر انبیاء کا اہتمام ہوا ہے
ولیس قرآک هذا عن بصائر العرب لتعوت ما انکرت والعجم
اور نیز یہ کہنا کہ یہ کون ہیں انکی منزلت کم نہیں کرتا تو جس کا منکر ہے اسے عرب اور عجم جانتے ہیں
یغضی حیا ولغضی من مہابتہ فایعکم الا وهو یتبسّم
وہ شرم و حیا سے آنکھیں جھکائے رکھتا ہے اس کی مہابت سے لوگوں کی آنکھیں جھک جاتی
ہیں حالانکہ وہ تبسم کے ساتھ کلام کرتا ہے۔

یعنی الی ذرۃ العزالتی فقہرت عن ینلہا عرب الاسلام والامم
وہ عزت کی چوٹی کی طرف بلند ہوتا ہے کہ جسکے حاصل کرنے سے اسلام اور دیگر امت کے عرب
عاجز ہیں۔

من جد لا وان فضل الانبیاء الہ وفضل امة وانت لہ الامم
اس کے جد کے فضل و کمال کے مقابلہ میں تمام انبیاء کی تفصیل اور اسکی امت کے مقابلے میں

تمام امتوں کی فضیلت پسند و سچ ہے۔

يعشق نور الهدى عن صبح عرسته
کاشمش بنجاب عن اشراقها الظلم
ہدایت کا نور آپ کی پیشانی کا صبح سے پھوٹتا ہے مثل سورج کے کہ جسکے آتے ہی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں

مشقہ من رسول اللہ نبیہ
طابت عناصروہ والحینم والشیم

آپ کے درخت کی لڑی رسول اللہ سے مشتق ہے آپ کے عناصر عادات و خصائل پاک پاکیزہ ہیں

اللہ شرفہ قد ما وقفہ لہما
جری بذاک لہ فی لوحہ القلم

قدیم زمانہ سے خدائے اسے شرافت و فضل عطا کیا اور لوح پر قلم ان کے فضل و شرف سے جاری ہوئی

کتابید یہ غیاث عم نفعہما
لیستوکفان ولا یعم واما الحدیم

اس کے دونوں ہاتھ بارش ہیں جن کا نفع عام ہے وہ بارش برسا رہے ہیں اور فقر و فاقہ

انہیں متزلزل نہیں کرتے۔

سہل الخلیقہ لاجتشی بوا وولا
بنیہ اشتتان الخلق والکفم

آسان خلق ہے اسکی جلد بازوں کا خوف نہیں رہتا ان کو دو چیزیں زینت دیتی ہیں اچھی دانتیں

اور غصہ کا پی جانا۔

حمال اقبال اقام اذا قد حرا
رحب الفضا رب حین یعتزم

لوگوں کا بوجھ اٹھانے والا ہے اس کا صحن خانہ وسیع ہے جب کوئی کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو تجربہ کار ہے

عم العیون بالاحیان فالتشعیت
عنا العیون والافلاق والظلم

ان کا سکہ تمام مخلوق پر جاری ہے کیونکہ انکے ذریعہ مخلوق سے فقر و فاقہ اور تاریکیاں دور ہوتی ہیں

من معشہ جہم دین و بعضہم
کفر و قتا بہم علیا و معتصم

وہ ایک ایسے گروہ ہیں سے ہے جسکی محبت دین اور جہنم کا بعض کفر ہے اور ان کا قرب جائے

پتہ اور بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

لا یستطیع جواد بعد غایتہم
ولاید اینہم قوم وان کرموا

کبیر

کوئی شخص ان کی انتہا کی طاقت نہیں رکھتا اور کوئی کریم گروہ بھی ان کے کرم کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور بھی اشعار ہیں جنہیں بحوث طوالت چھوڑ دیا گیا ہے (مترجم)

یہ ہے علی بن الحسین بن علی ابن ابیطالب۔ پس ہشام آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا کہ فرزدق کو مقام عسفان میں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے قید کر دیا جائے پس امام زین العابدینؑ نے ایک ہزار دینار فرزدق کے پاس بھیجے لیکن اس نے واپس کر دیے اور کہلا بھیجا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے میں اس وقت عشقِ خدا و رسول میں سرشار تھا پس اس امر میں اجرت نہیں لوں گا۔ اس پر امامؑ نے فرمایا ہم ایسے اہلبیت ہیں کہ جو چیز ایک دفعہ دیدیں وہ واپس نہیں لیا کرتے۔ پس فرزدق نے قبول کر لیا اور ہشام کی ہجو لکھی۔

ابونعیم نے زہری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے کوئی ہاشمی حضرت علی بن الحسینؑ سے افضل نہیں دیکھا۔ ابو حازم نے بھی یہی کہا ہے اس نے مزید کہا کہ آپ سے زیادہ فقیہ میں نے نہیں دیکھا۔

زہری نے بی بی عائشہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضرت علی بن الحسینؑ کو مقام ابراہیم میں سجدہ میں دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے تیرا بندہ تیرے در پر ہے، تیرا محتاج تیری بارگاہ میں ہے، تیرا سائل تیرے در پر ہے، میں نے کسی آفت پر یہ الفاظ نہیں کہے مگر یہ کہ وہ دُور ہو گئی۔

زہری کہتا ہے کہ آپ ایک دن مسجد سے نکلے تو آپ کے پیچھے ایک شخص ہولیا۔ اس نے آپ پر سب و شتم کیا، آپ کے غلام اور موالی بھی عقب سے پہنچ گئے۔ اور انھوں نے اس شخص کی تادیب کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو پھر اس سے ارشاد فرمایا خدا نے جن ہمارے عیوب پر پردہ ڈالا ہے وہ بہت زیادہ ہیں کیا تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے کہ ہم تیری اعانت کر سکیں تو اس شخص کو شرم آگئی۔ پس آپ نے

اپنا کبیل اس پر ڈال دیا۔ اور اسے ہزار درہم بھی عنایت فرمائے۔ پس وہ شخص اس واقعے کے بعد جب بھی آپ کو دیکھتا تو کہتا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ فرزند رسول ہیں۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے کہ ہم سے ابو الحسن شیبانی نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ عمار بن یاسر کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی بن الحسن کے پاس کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ آپ کے خادم نے جلدی کی اور تنور سے کباب نکالے اور دوڑ کر حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں کباب کی سیخ تھی۔ حضرت کے سامنے آپ کا ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہوا تھا وہ سیخ اس پر گر پڑی۔ اس نے ایک سیخ ماری اور گر گیا۔ خادم حیران بہوت رہ گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ تو نے یہ کام جان بوجھ کر تو نہیں کیا تو اللہ کی رضا کیلئے آزاد ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس بچے کو ذبح کر دیا جائے۔ اور اسے ابو نعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عمر بن دینار سے روایا یہ کہ حضرت علی بن العاد بن محمد بن اسامہ بن زید کی بیماری میں اس کی عیادہ میں آپ نے محمد مضطرب ہو کر رونے لگا۔ حضرت نے اس سے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ عرض کی کہ میں مقررہ عیادہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کتنا قرعہ ہے؟ عرض کیا پندرہ دینار۔ آپ نے فرمایا وہ میرے کئے ہیں۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت ابو جعفر محمد

الحسین فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا اے بیٹا پانچ قسم کے اشخاص اختیار نہ کرنا اور کسی پنج سے ان کی رفاقت اختیار نہ کرنا:

۱۔ فاسق کی صحبت کیونکہ وہ ایک لہمہ یا اس سے کمتر پر تجھے فروخت کر دیگا۔

۲۔ بخیل کی صحبت کیونکہ وہ تجھے اپنے مال سے اس وقت تک محروم کر دیگا کہ جس

وقت تو اس کا محتاج ہوگا۔

اور نہ جھوٹے شخص کی کیونکہ وہ بمنزلہ سراب ہے۔ بچھ سے قریب چیز کو بعید اور بعید کو قریب کر دیکھا۔

۴: اور نہ بوقوت کی۔ کیونکہ وہ کچھ نفع پہنچانا چاہے گا اور ضرر پہنچا بیٹھے گا۔
 ۵: اور نہ قطع رحم والے کے ساتھ کیونکہ میں نے کتابِ خدا میں اسے کئی جگہ ملعون پایا ہے۔
 شمالی نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن محمد نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی بن الحسینؑ کو ایک رات نماز میں یہ مناجات کرتے ہوئے سنا۔ ہمارے محبوب اور ہمارے آقا و مولا! اگر ہم اتنا روئیں کہ ہماری آنکھوں کی پلکیں گر پڑیں اور اتنا صبح و سچا کر کریں کہ ہماری آوازیں ہمارا ساتھ چھوڑ دیں اور اتنا قیام کریں کہ ہماری ٹانگیں جواب دے جائیں اور اتنا رکوع کریں کہ ہمارے جوڑا ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ ہمارے اتنے سجدے کریں کہ ہماری آنکھوں کے ڈھیلے باہر آجائیں۔ جب ہم ان کے پرکھیں، ہم تیرا ذکر کرتے رہیں یہاں تک کہ ہماری زبانیں ٹھک جائیں تب بھی وہ بڑا برہنہ ہو سکتے کہ ہم اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ کو ٹھاکیں۔

وفات

جوئے غائب

رسول
 اور آپ کی وفات کے سلسلے میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ آپ نے ۹۲ھ میں وفات پائی۔ دوسرا یہ کہ ۹۲ھ میں تیسرا یہ کہ ۹۵ھ میں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ البقیع میں دفن ہوئے۔ (امامیہ کے نزدیک ۲۵۔ محرم ۹۵ھ ہے)

اولاد

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ آپ کی کئی اولادیں تھیں: حسن درج۔
 ۱: حسین اکبر درج۔ ۲: محمد باقر اور وہ ابو جعفر فقیہ ہیں اور نسلِ اہنی سے چلی ہے اور

اگلے صفحات میں ان کا تذکرہ کیا جائیگا۔ ۴: عبداللہ ان سب کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علیؑ ہیں۔ ۵: عمر۔ ۶: زید جو کوفہ میں شہید ہوئے اور ہم عقرب ان کا تذکرہ کریں گے۔ ۷: علی۔ ۸: خدیجہ۔ ان کی والدہ کنیز تھی۔ ۹: حسین صغر۔ ۱۰: ام علی اس کا نام علیہ تھا ان کی والدہ کنیز ہے۔ ۱۱: کلثم۔ ۱۲: سلیمان۔ ۱۳: بلکہ یہ سب بھی کنیز سے تھے۔ ۱۴: قاسم۔ ۱۵: ام الحسین۔ ۱۶: ام البیہق۔ ۱۷: فاطمہ یہ مختلف کنیزوں سے تھے اور بعض نے عید اللہ کو بھی شمار کیا ہے۔

شہادت زیدؑ

مؤرخین نے آپ کے خروج کی وجہ و سبب میں اختلاف کیا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ واقعہ واقعہ سے ذکر کیا ہے کہ زید بن علی ہشام کے پاس لشرف گئے۔ اور ان کے سامنے اپنے قرص کثیر اور حوائج کا ذکر کیا تو اس نے ان میں سے کسی چیز کو لوہا نہیں رہا اور ہشام نے ان سے سخت کلامی کی۔ راوی کہتا ہے آپ ہشام کے دربار۔ اور کہا کوئی شخص زندہ کی کوہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ پھر زید کوفہ کی طرف فرار ہوئے اور وہاں کا عامل ہشام کی طرف سے یوسف بن عمر تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کو ظالم پایا۔ پانچ لاکھ درہم تھا۔ جب آپ شہید ہو گئے تو ہشام نے کہا کاش ہم نے ان کا قرص ادا ہوتا۔ اور یہ بات آسان تھی اس سے جو ہوئی ہے۔

واقعہ یہ ہے ہشام بن عبدالملک کو یہ خبر پہنچی کہ زید کوفہ میں مقیم ہیں تو اس نے یوسف بن عمر کو لکھا کہ زید کو مدینہ کی طرف بھیج دو۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ ہمیں اہل کوفہ سے خروج پر آمادہ نہ کر دیں کیونکہ زید کی زبان میں مٹھاس ہے اور ساتھ ساتھ وہ رسول اللہؐ سے اپنا قرب بھی بتاتے رہتے ہیں۔ پس یوسف بن عمر نے کسی شخص کو زید کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ مدینہ کی طرف چلے جائیں لیکن زید لیت و لعل کرتے

کوفی آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ زید نے کوفہ میں پانچ ماہ قیام کیا۔ یوسف اس وقت مقام حیرہ میں تھا۔ اس نے پیغام بھیجا کہ آپ کو ضرور مدینہ جانا پڑے گا آپ مدینہ کے قہر سے نکلے اور بہت سے لوگ آپ کے پیچھے ہو لیے۔ وہ کہتے تھے کہ آپ کہاں جاتے ہیں حالانکہ آپ کے ساتھ ہم میں سے ایک لاکھ اشخاص موجود ہیں جو آپ کی نصرت میں تلوار چلائیں گے۔ وہ زید سے اسی قسم کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ وہ کوفہ پلٹ آئے۔ پس ان کی ایک جماعت نے زید کی بیعت کر لی جن میں سلمہ بن کہیل اور منصور بن غزیم تھے۔ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ زید سے داؤد بن علی بن عبداللہ بن حنیس نے کہا کہ اے ابن عم یہ لوگ آپ کو کہیں دھوکہ نہ دیں آپ کے اہلبیت آپ کے لیے بدرجہ اتم عبرت ہیں۔ اور ان کا انھیں چھوڑ دینا تمھارے لیے کافی ہے کوئی نئے زید سے یہ باتیں کر رہے تھے یہاں تک کہ زید قادیسیہ تک آگئے۔ پس لوگ نے ان کو کہتے رہے کہ آپ واپس چلئے۔ آپ ہمدی ہیں۔ اور داؤد کہتے کہ ایسا نہ کرنا یحییٰ بن ہلوگ ہیں جنھوں نے آپ کے باپ اور بھائیوں کو قتل کیا تھا اور وہ کام کیے ساتھ سونہا بل بیان ہیں۔ پس ان میں سے پندرہ ہزار اشخاص نے کتاب خدا، سنت غلام نے، ظالمین سے جہاد کرنے، مظلوموں کی مدد کرنے، محروم لوگوں کے حقوق دلانے آپ کا سہا بل بیت کی ان کے دشمنوں کے خلاف نصرت کرنے پر زید کی بیعت کی۔ پس آپ اسی جواب میں کہیں سترہ مہینے پوشیدہ طور پر رہے۔ اور لوگ شہروں اور بستیوں سے آپ کے پاس آتے۔ پھر آپ نے لوگوں کو خروج کی اجازت دیدی تو بیعت کرنے والوں میں واقعہ لوگ مسخرت ہو گئے اور جو ان کے ساتھ تھے انھیں زید نے ہدایت کی کہ یکم صفر تھیں۔ زید بخ کو خروج کرنا ہے جس وقت آپ نے خروج کیا آپ کے ساتھ دو سو بیس بیٹا محمد بھی تھے۔ تو زید نے کہا سبحان اللہ وہ قوم کہاں گئی۔ انھوں نے کہا کہ انھیں مسجد پر لیا گیا ہے۔

عمر بن یوسف اہل شام کا لشکر لے کر آیا۔ پس جنگ شروع ہوئی۔ زید اور ان کے بھائیوں کو شکست ہوئی۔ ایک تیر زید کی پیشانی پر لگا۔ زید گر پڑے۔ انھیں لٹھا کر ایک گھر میں لے گئے۔ تیر آپ کی پیشانی سے نکالا گیا جس سے آپ کی وفات ہو گئی۔ ان کے جسم اطہر کو ایک ہنر کے قریب لائے۔ ہنر کے پانی کو روک کر ایک گڑھا کھودا گیا۔ اس میں انھیں دفن کر کے اوپر سے پانی جاری کر دیا گیا۔ لوگ متفرق ہو گئے۔ آپ کا بیٹا یحییٰ بن زید روپوش ہو گیا۔ جب ان کی تلاش ختم ہوئی تو یحییٰ زید کے مانتے والوں کی ایک جماعت کے ساتھ خراسان کی طرف چلے گئے۔ یوسف بن عمر کے پاس ان لوگوں میں سے ایک شخص جو زید کے دفن کے وقت حاضر تھے لایا گیا اس نے آپ کی قبر کا نشان بتایا تو یوسف نے ان کا سر کاٹ کر شام کو شام بھیجا اس نے اسے دمشق کے دروازہ پر نصب کیا۔ اور یوسف بن عمر نے زید کا جسم کوفہ میں سوئی پر لٹکایا۔ اور وہ لٹکا رہا یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک بلعوی مر گیا۔ ولید اس کی جگہ خلیفہ بنا اس کے حکم زید کا بدن جلا دیا گیا اور بعض نے کہا ہے کہ ہشام نے ہی جلایا تھا۔

جب بیٹی عباس کو بیٹی امیہ پر فتح حاصل ہوئی تو عبدالصمد بن علی نے اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن علی نے ہشام بن عبدالملک کی قبر کھودی تو اس کا جسم صحیح سالم پایا۔ پس اس پر اسٹی کوڑے لگائے اور زید کے بدن لے اس کے بدن کو جلا دیا۔

وقت شہادت زید کی عمر ۲۲ سال تھی۔ زید اہل مدینہ کے تابعین کے ظاہر میں سے تھے آپ نے علم حدیث اپنے والد اور ایک گروہ سے لیا ہے۔ آپ کی قبر کوفہ میں ہے۔

روح یحییٰ بن زید

ابا ہے کہ جب زید بن علی شہید ہو گئے تو یحییٰ بن زید میرے

زید بن زید

پاس دمشق چلے گئے۔ اور دمشق میں رہے یہاں تک کہ ہشام مرگیا۔ اور ولید بن زید
 بن عبد الملک بادشاہ بنا تو یحییٰ خراسان کی طرف چلے گئے اور یوسف بن عمر نے نصر
 بن سیار کو جو کہ خراسان کا حاکم تھا یحییٰ کے متعلق لکھا اور یہ کہ وہ جریش عمر بن داؤد
 بن صالح کے پاس ہیں پس جریش کے پاس سے انھیں گرفتار کر لو پس نصر بن سیار نے
 ان لوگوں کو بھیج کر جریش کے ہاں سے یحییٰ کو گرفتار کر لیا۔ حالانکہ جریش نے آپ کی موجودگی
 سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر جریش کو نصر نے چھ سو کوڑے لگائے تھے۔ پھر نصر نے ولید
 کو ایک خط لکھا اور یحییٰ کے واقعہ کی خبر دی۔ تو ولید نے لکھا کہ یحییٰ کو چھوڑ دو، انھیں
 مان دے دو۔ یحییٰ کو نصر نے بلایا اور اس بات کی اطلاع دی۔ فتنہ سے ڈرایا اور
 انھیں چھوڑ دیا۔ پھر یحییٰ پہلے شمس اور پھر جو زجان کی طرف گئے۔ وہاں ان کے پاس
 کوئی ستر آدمی جمع ہو گئے اور بعض کہتے ہیں سات سو آدمی، یحییٰ نے خروج کر دیا نصر
 نے ان کے مقابلے میں عمر بن زرارہ کو جس ہزار کا لشکر دیکر بھیجا۔ جنگ ہوئی تو انھیں
 یحییٰ بن زید نے شکست دیدی اور عمر بن زرارہ قتل ہو گیا۔ پھر ایک جماعت کثیرہ کے
 ساتھ سورہ بن محمد کنزی یحییٰ کے مقابلے میں آیا۔ جنگ ہوئی تو عیسیٰ بن سلیمان غزی کے
 غلام نے یحییٰ کے چہرے پر تیر مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے۔ پس ان لوگوں نے
 آپ کا سر کاٹ لیا اور بدن کو ٹکڑا دیا۔ اور ولید کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی تو ولید نے
 جواب میں لکھا کہ عراق کے بچھڑے کو جلا دو اور اس کی راکھ دریا میں بہا دو۔ پس لوگوں
 نے آپ کے بدن کو تار کر جلا دیا اور خاکستر کو پانی اور ہوا میں اڑا دیا۔

واقعی کہتا ہے کہ یحییٰ کی والدہ ریطہ بنت ابوباسم بن محمد بن علی بن ابیطالب
 تھیں۔ زید بن علی کی اولاد میں سے عیسیٰ، حسین اور حسین کا نام مکفوف تھا۔ زید کا ایک
 کتا محمد بھی تھا ان سب کی ماں کنیز تھی یحییٰ بن زید کی شہادت ۱۲۵ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت محمد باقر علیہ السلام

وہ بزرگوار ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب ہیں، ان کی والدہ ام عبد اللہ حسن بن علی علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کو باقر کثرتِ سجدہ کی سے کہا گیا ہے۔ سجدہ نے آپ کی پیشانی کو نہایت کشادہ کر دیا اور وسیع کر دیا تھا۔ اور بعض کے نزدیک کثرتِ علم کی وجہ سے آپ کو باقر کہا گیا ہے اور جوہری نے کہا ہے تبقو بمعنی وسعتِ علمی ہے۔ اور یہ بھی جوہری نے کہا ہے کہ محمد بن علی بن الحسین یا قر وسعتِ علمی کی بنا پر کہا گیا۔ اور شاگردی بھی آپ کے القاب ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت محمد مدینہ کے طبقہ ثالثہ کے تابعین میں سے ہیں آپ عالمِ عابد ثقہ تھے۔

آپ سے ابو حنیفہ وغیرہ اماموں نے اخذِ روایت کیا ہے۔ اور عطا کہتا ہے کہ میں نے کسی کے مقابلے میں علماء کو علم میں حقیر نہیں دیکھا تھا ابو جعفر کے پاس دیکھا ہے۔ میں نے حکم کو آپ کے سامنے اس طرح دیکھا جیسے کوئی مغلوب ہوتا ہے حکم سے مراد حکم بن علیؑ ہے جو کہ اپنے زمانہ کا عالمِ جلیل و قلیل جلیل تھا!

اور مدائنی نے جابر بن عبد اللہ کے متعلق روایت کی ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد بن علی احادیث لکھنے والوں کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ صغیر السن تھے۔ جابر نے آپ سے عرصہ کی رسول اللہؐ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ جابر سے پوچھا گیا کہ

یہ کیا سلسلہ ہے تو انھوں نے کہا کہ میں ایک دن رسول اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حسینؑ آپ کی گود میں تھے۔ آپ سے آپ پیار و محبت فرما رہے تھے۔ پس فرمایا اے جابر (اس سے) ایک مولود پیدا ہوگا جس کا نام علی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک ندامتادی کریگا کہ سید المعابدین کھڑے ہوں پس اس (حسینؑ) کا اکھڑا ہوگا۔ پھر اس علیؑ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہے پس اے جابر میری اس سے ملاقات ہو جائے تو انھیں میری طرف سے سلام کہنا۔ اور ایک روایت ہے کہ حضرت ابو جعفر جابر کے پاس تشریف لے گئے اس کے کہ جابر کی بیسنائی جاتی رہی تھی۔ پس آپ نے جابر پر سلام کیا تو جابر نے کہا آپ ہیں؟ فرمایا میں محمد بن علی بن الحسین ہوں تو جابر نے کہا ذرا میرے قریب تشریف آئیے جب آپ قریب گئے تو جابر نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لیے۔ پھر آپ سے کہا کہ رسول اللہؐ نے آپ پر سلام کیا ہے اور وہ واقعہ بیان کیا۔ یہ جابر بن عبد اللہؓ ہیں مدینہ میں فوت ہوئے اور اہل عقبہ میں سے وہ آخری فوت ہونے والے ہیں۔

ارشادِ ائمہ

ابو نعیم نے حلیہ میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت محمد بن علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جلیبیاں مومن اور غیر مومن پر پڑتی ہیں لیکن ذکرِ خدا کرنے والے پر میں پڑتیں۔ اور ابو نعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) منصور کہتا ہے کہ میں نے حضرت محمد بن علیؑ کو کہتے سنا کہ تو نگرہ اور عزت مومن کے دل میں چکر لگاتی ہے ہیں جب وہ اس جگہ ہوتی ہیں کہ جہاں تو گلی ہوتا ہے تو اس کو اپنا ملجا و مادی لیتی ہیں۔

اور ابو نعیم نے کہا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) کہ جابر جعفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کہ مجھ میں کچھ خزانہ جمع کیا گیا ہے اور میرا دل ہر وقت مشغول رہتا ہے۔ میں نے کہا اس کا کیا سبب ہے؟ تو انھوں نے فرمایا اے جابر جس کے دل میں خالص دین خدا داخل ہو جائے تو وہ غیر مشغول کر لیتا ہے اے جابر دنیا کچھ نہیں اور نہ کچھ ہو سکتی ہے۔ یہ وہ نہیں ہے مگر کپڑا کہ جسے تو پہن کیا یا لہتمہ جسے تو نے کھالیا یا سواری جس پر تو سوار ہوا۔ یا عورت جس سے تو مباشرت کی۔ اے جابر تحقیق مومنین کو اس میں باقی رہنے کا اطمینان نہیں ہے۔ اور آخرت کے آجانے سے وہ امن میں نہیں اور انہیں ذکر خدا سے وہ فتنہ بہرہ نہیں کر سکتا جسے انھوں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور نور خدا سے انھیں وہ زینت اندھا نہیں کر سکتی جسے انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پس وہ اپنی لوگوں کے ثواب پر کامیاب ہو گئے ہیں تحقیق اہل دنیا اہل تقویٰ میں سے کم خرچ اور تیرے لیے زیادہ معاون و مددگار ہیں۔ اگر تو بھول جائے تو وہ تجھے یاد دلاتے ہیں اور اگر تجھے یاد ہو تو وہ تیری اعانت کرتے ہیں۔ وہ خدا کے حقوق کو زیادہ بیان کرتے والے اور اللہ کے حکم پر زیادہ قیام کرنے والے ہیں۔ پس دنیا کو اس منزل کی طرح فرض کر کہ جس میں تو اترا اور پھر وہاں سے کوچ کر گیا، یا اس مال کی طرح سمجھ کہ جسے تو نے حالت خواب میں پایا اور جب تو بیدار ہوا تو اس میں سے کچھ بھی تیرے پاس نہیں بچا۔ اور اللہ کو یاد رکھ ان چیزوں کی رعایت کرنے میں جن کی رعایت و حفاظت اس نے تجھ سے چاہی ہے اور وہ اس کا دین اور حکمت ہیں۔

ابو نعیم نے کہا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) آپ نے فرمایا کسی شخص کے دل میں کچھ تکبر نہیں ہوتا مگر یہ کہ جتنا تکبر آتا ہے کم ہو یا زیادہ اتنی ہی عقل کم ہو جاتی ہے۔ ابو نعیم کہتا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) آپ نے فرمایا کہینے کا ہتیار اس کی بد زبانی ہے۔

ابو نعیم کہتا ہے (حذف اسناد سے) آپ نے فرمایا خدا کی قسم ایک عالم کی موت ابلیس کو ستر عابدوں کی موت سے زیادہ عزیز ہے۔

ہیں کئی اشخاص نے حافظ عبد الوہاب سے خبر دی ہے (حذف اسناد سے) آپ نے فرمایا کوئی آنکھ اپنے آنسوؤں (خوف خدا سے) نہیں ڈبڈبائی مگر یہ کہ خداوند عالم اس آنکھ والے کے چہرے پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے اور اگر وہ آنسو و خسار پر بہہ جاتے تو اس چہرہ کو قیامت کے دن ذلت و غاری نہیں ڈھالے شے گی اور ہر چیز کا کچھ نہ کچھ بدلے سوائے آنسو کے کہ خداوند عالم ان کو گناہوں کے دریاقوں کا کفار بنا دیتا ہے۔ اور اگر کوئی رونے والا ایک امت میں نہ ہو تو خداوند عالم اس امت پر جہنم کی آتش حرام کر دیگا۔

اور قرشی نے کہا ہے (حذف اسناد سے) حضرت محمد بن علی کا غلام ہم کہتا ہے کہ میں اپنے آقا کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا جب آپ مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور بیت الحرام کو دیکھا تو رونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تحقیق لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔ پس کاش کہ آپ اپنی آواز کو بلند نہ کرتے یعنی گریہ موقوف کرتے) پھر آپ رو پڑے اور فرمایا دانتے ہو تجھ پر میں کیوں نہ گریہ کروں ہو سکتا ہے خداوند عالم میری طرف نظر نہ کرتے۔ اور اس نظر کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں پھر آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم میں سبازا اٹھیں جب مسجد سے باہر اٹھایا تو وہ جگہ آنسوؤں سے تر تھی۔ وہی غلام کہتا ہے کہ آپ جب بیت سے تفرماتے فرمایا مجھ پر ناراض نہ ہونا!

اور ابو نعیم کہتا ہے (حذف اسناد سے) کہ حضرت محمد بن علی نے فرمایا کہ میرا ایک بھائی تھا جس کی قدر و منزلت میری نظر میں عظیم تھی اور یہ عظمت اس لیے تھی کہ اس کی نظریں

دنیا حقیر تھی۔

اور قرشی کہتا ہے کہ جناب محمد بن علیؑ کا خیر گم ہو گیا عرض کی بار الہا اگر تو اسے واپس پٹا دے تو میں تیری ایسے محامد سے تعریف کروں گا کہ جیسی تو پسند فرمائے گا آپ کے فرزند حضرت جعفرؑ فرماتے ہیں کہ وہ خیر مل گیا تو آپ نے صرف الحمد للہ کہا میں نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کیا میں نے کوئی کسر چھوڑی ہے؟ تمام حمد خدا تعالیٰ کے لیے قرار دی ہے۔

ابو نعیم نے ابو حمزہ سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کہ کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ اس سے سوال کیا جائے اور قصار و قدر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اچھی چیزوں میں سے زیادہ جلدی ثواب دینے والی چیز کسی سے نیکی اور عدل کرنا ہے اور برائیوں میں زیادہ جلدی عتاب لانے والی بغاوت ہے اور انسان کے معیوب ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اسے لوگوں میں وہ عیب نظر آئے جس کے متعلق تاوانا واقف ہے اور انھیں اس چیز کا حکم دے جس کے کرنے کی خود طاقت نہیں رکھتا اور بغیر کسی مقصد کے اپنے ہم جلس کو تکلیف پہنچائے۔

ابو حمزہ کہتا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن ولید نے کہا وہ کہتا ہے کہ ہم سے حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کیا تم میں سے ایک شخص دوسرے کی جیب اور آستین میں ہاتھ ڈال کر جو چاہے نکال سکتا ہے ہم نے کہا کہ نہیں تو فرمایا پھر جاؤ تم ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہو جیسا کہ خیال کرتے ہو۔

راوی کہتا ہے کہ آپ اپنے بھائیوں کے پاس حاضر ہوتے انھیں بہترین کھانا کھلاتے بہترین لباس پہناتے انھیں درہم عنایت کرتے اور بھائیوں کے ساتھ بیٹھنے سے ملول و رنجیدہ نہ ہوتے۔ اور فرماتے تھے برا بھائی وہ ہے جو تیری تو نگری میں تیرے

حقوق کی رعایت اور عزت میں قطع تعلقی کرے۔

وفات

آپ کی وفات میں تین مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ یہ قول واقدی نے ذکر کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ۱۱۴ھ میں وفات ہوئی فیض بن وکین کا قول ہے۔ اور تیسرا یہ کہ ۱۱۸ھ میں ہوئی اسی طرح سن مبارک میں بھی تین اقوال ہو جاتے ہیں ۵۸-۵۷ اور ۱۳۷ سال۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا۔ میں نے اپنے والد کو ان کی پھوپھی فاطمہ بنت حسینؑ والدہ عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) سے کہتے سنا کہ میری عمر ۵ سال ہے پس اسی سال آپ فوت ہوئے۔ اور آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے سہی متیص میں کفن دیا جائے جس میں میں عبادت کیا کرتا تھا۔ آپ کو آپ کے والد کے ساتھ بقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت محمد باقرؑ کی اولاد

۱: جعفر - ۲: عبداللہ تھے۔ ان دونوں کی والدہ ام فرواہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ ابراہیم ان کی ماں ام حکیم بنت اسد بن مغیرہ تھی۔ زینب ان دونوں کی ماں کنیز تھی۔ ام سلمہ بھی ایک کنیز سے تھیں۔ آپ کی نسل حضرت جعفر سے چلی۔

۱: صحیح ترین قول یہ ہے کہ جناب محمد باقر کو ہشام بن عبدالملک نے ولید بن مغیرہ کے ذریعے شہید کرادیا۔ ۲: ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو ۵۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

جعفر بن محمد علیہ السلام

جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابیطالب۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور ابو اسماعیل بھی کہا گیا ہے۔ آپ کے القاب صادق، صابر، قاضی اور طاہر ہیں۔ آپ کے القاب میں سے زیادہ مشہور صادق ہے۔ یہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ آپ کی والدہ ام فرواہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ طلبِ جاہ کے بجائے عبادتِ الہی میں مصروف رہتے تھے۔ ابو یوسف نے حلیہ میں ذکر کیا ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) کہ عمرو بن مقدم سے مروی ہے وہ کہتا ہے میں جب حضرت جعفر بن محمد کی طرف دیکھتا تھا تو مجھے یقین ہو جاتا تھا کہ آپ اولادِ انبیاء میں سے ہیں۔

نیر ابو یوسف نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ جعفر بن محمد نے فرمایا اے سفیان جب خداوند عالم تجھ پر کسی نصیحت کا القام کرے اور اگر تم اس نصیحت کی بقا اور دوام کو مد نظر رکھتے ہو تو اللہ کی زیادہ حمد و ثناء کیا کرو۔ اور اس کا شکریہ ادا کیا کرو کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے اے من مومن لا یرید انکم اگر تم میرا شکریہ ادا کرو تو میں اور زیادہ کروں گا۔ اور جب رزق میں تجھے کمی نظر آئے تو زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے استغفروا ربکم الیم یعنی اپنے رب سے طلبِ بخشش کرو۔ و جعل لکم جنت فی الاخرۃ و جعل لکم اسماءاً۔ اور آخرت میں تمہارے لیے باغات اور نہریں ہیں۔ اے سفیان جب تجھے بادشاہ یا اس کے کسی کارندے سے حزن و خوف

ہو تو لاجول ولا فتوة الا بالله العالی العظیم زیادہ پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ کشتائش
کی چابی اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اور حلیہ میں اس نے اپنی
اسناد سے صدیاح بن بسطام تک سلسلہ پہنچایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جناب معقر اتنا
کھانا کھلائے کہ آپ کے اہل و عیال کھیتے کچھ بھی باقی نہ رہتا!
کہتا ہے کہ آپ سے حرمتِ سود کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا تاکہ لوگ ایک
دوسرے سے احسان کرنا نہ چھوڑیں۔

نیز کتابِ حلیہ میں کہا ہے کہ حضرت معقر نے اپنی بعض اولاد کو وصیت فرمائی کہ
اے بیٹا میری وصیت کو قبول کر اور میری بات کو یاد رکھ کیونکہ اگر اسے یاد رکھا تو
سعادت کی زندگی بسر کرے گا اور شہادت کی موت یا قابلِ تعریف موت کو پائے گا
اے بیٹا جو قناعت کرے اس پر جو اس کے لیے تقسیم کر دیا گیا ہے تو وہ مستحق ہے
گا۔ اور جو غیر کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے وہ فقیر مرے گا اور جو راضی نہ ہو اس
پر جو خدا نے اس کے لیے تقسیم کیا ہے تو اس نے خداوندِ عالم کو اس کی فضا و قدر
میں ہتھم قرار دیا ہے۔ اور جو اپنے نفس کی غلطی کو حقیر سمجھے وہ اپنی غلطی کو عظیم سمجھتا
ہے جو دوسرے کے عیب کی پر وہ درسی کرے تو اس کے گھر کے عیوب کی پر وہ دری
ہوگی۔ جو بغاوت کی تلوارِ عیان سے نکلے اسی سے قتل کیا جائیگا اور جو اپنے مہمن
بھائی کے لیے کنواں کھودے خدا بہت جلدی اسے اس میں گرائیگا۔

جو جاہلوں کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ ذلیل ہو جائیگا اور جو علماء سے
میل جول رکھتا ہے اس کی عزت و توقیر ہوگی۔ اور جو برائی کی جگہوں میں جاتا ہے
وہ متہم ہو جائیگا۔ اے بیٹا حق بات کہو اگرچہ حق کڑوا ہے تمھارے فائدہ کے لیے
ہو یا نقصان کے لیے اور چغل خوری سے بچو کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں بغض
کی زراعت ہوتی ہے۔ اور جب تو سخاوت کا طلب کار ہو تو اسے مضبوطی سے پکڑو۔

اور ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ ابو جعفر منصور کے چہرہ پر مکھی آکر بیٹھی اس وقت
حضرت جعفر صادقؑ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ بار بار آکر بیٹھتی یہاں تک کہ منصور تنگ
آگیا۔ تو منصور کہنے لگا اے ابو عبد اللہ خدا نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ حضرت جعفرؑ نے
فرمایا تاکہ جبار لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کرے۔ ابو جعفر بہت خفیف ہوا اور غصہ
میں کچھ کہہ نہ سکا۔

آپ کے پاس کوفہ اور بصرہ کے درمیانی علاقہ کا ایک شخص ہمیشہ آیا کرتا تھا۔
پس اس کا آنا منقطع ہو گیا۔ آپ نے اس کے متعلق سوال کیا تو ایک شخص کہنے لگا
وہ تو مبتلی ہے مقصد اس کا یہ تھا کہ وہ آپ کی نظر میں گر جائے تو حضرت جعفرؑ نے فرمایا
السان کی اصل اس کی عقل ہے۔ اس کا حسب نسب اس کا دین ہے اور ان کی
مشارفت تقویٰ ہے اور لوگ اولادِ آدم ہونے میں برابر ہیں۔

اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ میں نے حضرت جعفر کو یہ کہتے سنا کہ عافیت سے ہونا
بہت دشوار ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مقہوم ہی چھپ گیا ہے۔ پس اگر کسی چیز میں
سلامتی ہو سکتی ہے تو اس حالت میں ہے کہ اسے کوئی نہ پہچانے اور اگر یہ بات نہ ملے
تو اسے لوگوں سے الگ رہنا چاہیے۔ اگرچہ یہ بات غمول (یعنی کسی کا اسے نہ پہچانتا)
کے مثل نہیں اور اگر الگ رہتے ہیں عافیت نہ ہو تو پھر خاموشی اختیار کرے اور
سحیر و نیک بخت تو وہ شخص ہے جو اپنے نفس میں خلوت محسوس کرے اور اس
میں مشغول ہو۔

اور ہمیں بہت سے لوگوں نے عبد الوہاب سے خبر دی ہے (حذف اسناد کے
ساتھ) عبد اللہ بن قنصل بن ربیع نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے
کہ ابو جعفر منصورؑ ۱۴۲ھ میں حج کرنے آیا۔ پس مدینہ کی طرف گیا تو مجھ سے کہنے لگا کہ
کسی کو جعفر بن محمدؑ کی طرف بھیجو جو انھیں سختی اور ورشتی کے ساتھ میرے پاس لے آئے۔

خدا مجھے قتل کرے اگر میں نے اسے قتل نہ کیا۔ وہ کہتا ہے کہ ربیع نے اس معاملہ میں
تغافل سے کام لیا تاکہ وہ بھول جائے لیکن اس نے اپنی بات دوبارہ دہرائی۔
پھر اس نے لیت وعل میں ڈال دیا۔ تیسری مرتبہ وہ سخت کلامی پر آگیا۔ پس ربیع نے
کسی کو حضرت جعفرؑ کے پاس بھیجا آپ تشریف لائے تو ربیع کہتا ہے کہ میں نے عرصہ کی
لے ابو عبد اللہ میں آپ کو ذکر الہی یاد دلاتا ہوں کیونکہ اس نے آپ کو ایک امر عظیم
کے لیے بلایا ہے اور میں گمان نہیں رکھتا کہ آپ بچ کر جاسکیں تو حضرت جعفرؑ نے فرمایا
لا حول ولا قوۃ الا باللہ العالی العظیم۔ پھر آپ ابو جعفر کے دربار میں تشریف
لے گئے اور سلام کیا لیکن اس (حدیث) نے سلام کا جواب نہ دیا اور کہتے لگا اے دشمن
خدا (معاذ اللہ) تجھے اہل عراق نے اپنا امام بنالیا ہے اور میرے پاس وہ اپنے مال
کی زکوٰۃ لے آتے ہیں اور تم الحاد کرتے ہو۔ میری سلطنت میں چلے اور یہاں بنانا
چاہتے ہو خدا مجھے قتل کر دے اگر میں نے تمہیں قتل نہ کیا۔ آپ نے فرمایا اے امیر وقت
حضرت سلیمان کو بادشاہی دی گئی تو انھوں نے شکریہ ادا کیا اور حضرت ایوب کو مصائب
میں مبتلا کیا گیا تو انھوں نے صبر کیا اور یوسفؑ پر ظلم کیا گیا تو انھوں نے بخش دیا اور تو بھی
اسی صنف (جسے بادشاہی ملی ہے) میں سے ہے تو ابو جعفر کچھ دیر کو سر نیچے کیے رہا۔
پھر سر اٹھا کر کہنے لگا میری طرف آئیے، میری طرف آئیے اے اباعبد اللہ آپ باکل
بری الذمہ سلیم الظرفہ اور دھوکا نہ دینے والے ہیں۔ آپ کو خدا صلہ رحمی کی جزا دے
بلکہ افضل ترین جزا دے۔ جو صاحبان رحم میں سے کسی کو دیتا ہے۔ پھر اس نے آپ کا
ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اونچی جگہ بٹھایا اور آپ کو عطر سے اتنا معطر کیا کہ آپ کی
واڑھی سے قطرات گرنے لگیں۔ پھر آپ کو اپنے فرش پر اپنے ساتھ بٹھایا اور قریب
کیا پھر کہا خدا کی حفظ و امان میں تشریف لے جاتیے۔ اے ربیع اباعبد اللہ کو ان کا
انعام اور خلعت پہنچا دو۔

تو اس نے کہا کس طرح؟ میں نے جواب دیا جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہتا تھا۔ تو اس نے کہا آگے ہو جا اور کہا میں میں آگے بڑھا اور انگور کھانے لگا۔ میں نے ان سے بہتر انگور کبھی نہیں کھائے تھے۔ ان میں بیج نہیں تھا، ہم نے اتنے کھائے کہ میرے گتے۔ لیکن اس ٹوکری میں کسی قسم کا تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوا۔ پس فرمایا ان میں سے ذخیرہ نہ کرنا اور چھپانا نہیں۔ پھر ایک چادر خود اٹھائی اور دوسری مجھے دی تو میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ پس اس نے ایک یہ طورہ بند باندھی اور دوسری کی ردائ بنالی۔ پھر وہ چادریں جو اس نے پہلے پہنی ہوئی تھیں انھیں لیکر کوہ ابو قیس سے اتر اپس مقام سعی میں ایک شخص اسے ملا اور وہ کہنے لگا اے فرزند رسولؐ مجھے لباس پہنائے خدا آپ کو لباس پہنائے کیونکہ میں بے لباس ہوں، وہ چادریں اسے دے دیں تو میں نے اس سے سوال کیا کہ جس بزرگ نے چادریں دی تھیں یہ کون صاحب ہیں۔ اس نے کہا یہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسن بن علی ابن ابیطالب ہیں۔ لیث کہتا ہے پھر میں نے انھیں تلاش کیا تاکہ ان سے کوئی حدیث سنوں لیکن یہ میرے نصیب میں نہ تھا۔

آپ کے مکارم اخلاق میں سے ایک وہ چیز ہے جس کا ذکر محشری نے ربیع الاول میں میں سقرانی غلام رسول اللہؐ سے کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ منصور کی خلافت کے زمانہ میں بادشاہ کی طرف سے انعام و اکرام دیا جا رہا تھا۔ میری سفارش کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ میں دربار کے دروازہ پر متحیر کھڑا تھا کہ اچانک جعفر بن محمد تشریف لائے۔ میں نے اپنی حاجت کا تذکرہ آپ سے کیا۔ پس آپ دربار میں گئے جب یاہر نکلے تو میرا عطیہ آپ کے ہاتھ میں تھا پس وہ مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہی ہر شخص سے اچھی ہے لیکن بھتہ سے اس کا ہونا زیادہ اچھا ہے۔ بسبب اس منزلت کے جو مجھے ہم سے حاصل ہے اور برائی ہر شخص سے بُری ہے لیکن بھتہ سے ہونا زیادہ بُرا ہے اس نسبت کی وجہ سے جو مجھے ہم سے حاصل ہے اور یہ بات حضرت جعفر صادقؑ نے اسے اس لیے فرمائی تھی کیونکہ وہ شراب پیتا تھا

تو یہ آپ کے اخلاق کا کرشمہ تھا کہ آپ اس سے کھلے دل سے ملے اس کی حاجت برآری کی۔ اس کی حالت کو جاننے کے باوجود اور اسے دغوظ و نصیحت کنایہ کے طور پر کیا اور یہ اخلاق ایسا میں سے ہے۔

اور ثوری نے گزشتہ سند سے کہا ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد سے عرض کی۔ اے فرزند رسولؐ آپ نے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ فرمایا اے سفیان زمانہ خراب اور دوست متفر ہو گئے ہیں پس میں نے سمجھا ہے کہ علیحدگی کی زندگی ہی میں سکون ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

ذهب الوفا ذهاب احسن الذهاب فالتاس بین محافل و حوارب
يعشون ببيتهم المودة والصفا وقتلوهم محشوة بعقارب
(دعا گزرے ہوئے کل کی طرح ختم ہو گئی ہے پس لوگ دھوکہ باز اور اپنی حاجت برآری والے رہ گئے ہیں جو آپس میں محبت اور خلوص کا مظاہرہ کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل بچھڑوں سے پکڑے ہیں)

واقعہ می کہتا ہے کہ حضرت جعفرؑ اہل مدینہ کے پانچویں طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔

وفات

واقعی نے کہا ہے کہ آپ نے ابو جعفر منصور کی خلافت کے زمانہ میں ۱۴۰ھ میں وفات پائی۔ اور بقیع میں اپنے باپ اور دادا کے پاس دفن ہوئے۔ ان کی قبروں پر رخامہ مستحکم کا پتھر ہے جس پر لکھا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله عبيد الاحم و محي الوحم وابتدا کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحیم کرتا ہے۔ حمد ہے اس خدا کیلئے جو امتوں کو ہلاک اور بوسیدہ ٹڈیوں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ قبر ہے قاتلہ بنت رسول اللہ کی جو عالمین کی

خورتوں کی سردار ہیں اور قریب علی بن الحسین محمد بن علیؑ اور جعفر بن محمد علیہم السلام کی۔ آپ کے سن مبارک میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ۶۵ سال ہے اور دوسرا ۵۵ سال ہے اور واقعی کہتا ہے ۷۱ سال ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔ (منصور و الفقی نے عامل مدینہ کے ذریعے آپ کو زہر دلوایا آپ ۵۱ سال ۸۸۸ھ کو شہید ہوئے)

اولاد

۱: موسیٰ کاظم۔ انھیں سے نسل چلی ہے۔ ۲: محمد۔ انھیں ان کے حسن و جمال کی بنا پر دیباچ کہا جاتا تھا۔ ۳: اسحق۔ یہ دیباچ کے پیری ماوری بھائی ہیں۔ ۴: علی۔ انھوں نے مکہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ زمانہ ۲۰۳ھ خلافت مامون کا زمانہ تھا۔ پھر مامون کو ان پر فسق حاصل ہوئی اور انھیں معاف کر دیا۔ اور خراسان کی طرف بلالیا۔ پس وہیں رہے یہاں تک کہ ۲۰۳ھ میں ان کی وہیں وفات ہوئی۔ بعض ۲۰۴ھ میں کہتے ہیں۔

واقعی نے کہا ہے کہ علی کی بیعت اہل حجاز و ہمامہ نے کر لی تھی۔ اور ان کا معاملہ سخت ہو گیا تھا۔ پس اسی سال معتصم نے رنج کیا اور انھیں گرفت کر کے مامون کے پاس بھیج دیا۔ اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ یہ علی عبادت گزار تھے۔ ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اور کبھی کوئی لباس الیسا نہ ہوتا جو ایسی آپ کے بدن پر ہوتا۔ (یعنی جو مانگتا تھا اسے دے دیتے تھے۔)

ہشام کہتا ہے کہ حیب علی کا جنازہ نکلا تو اس وقت ماموں سوار تھا جب جنازہ دیکھا تو پیادہ پا ہو گیا اور ان کے جنازہ کو کندھا دیا۔

حضرت جعفرؑ کی اولاد میں پانچویں اسمعیل ہیں کہ جن کی طرف اسمعیلیہ منسوب ہیں۔ وہ لنگڑے تھے۔ یہ اسمعیلیوں کے جد علی ہیں کہ جن تک پہنچ کر ان کا نسب منتهی ہوتا ہے۔

۶: علی۔ ۷: عبداللہ۔ ۸: اسحاق اور ۹: ائمہ فرزدہ۔

محمد بن سعد نے طبقات میں آپ کی اولاد کی ترتیب اس سے مختلف نقل کی ہے :

- ۱: اسماعیل اعرج ۲: عبداللہ ۳: ام فرزدہ ان سب کی والدہ دختر حسین اثرم بن حسن بن علی ابن ابی طالب تھیں۔ ۴: حضرت موسیٰ جعفر بن یونس نے بغداد میں اپنے غلام سندی کے پاس قید کر رکھا تھا، آپ نے اس کی قید میں ہی وفات پائی۔ ۵: اسحق۔
 - ۶: علی۔ ۷: محمد۔ ۸: فاطمہ۔ ان فاطمہ سے محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے شادی کی تھی اور فاطمہ کی والدہ کنیز تھی۔ ۹: یحییٰ۔ ۱۰: عباس۔ ۱۱: فاطمہ صغرا۔
- یہ مختلف کنیزوں سے تھیں یسئل موسیٰ کاظم علیہ السلام سے چلی ہے۔

حضرت موسیٰ بن جعفرؑ

وہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں آپ کے القاب کاظم، مامون، طیب اور سید ہیں اور کنیت ابوالحسن ہے، آپ کی عبادت اور اس میں مشقت اور رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کی وجہ سے عبد صالح کہا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ اندلس کی تھیں اور بعض کہتے ہیں بربر کی رہنے والی تھیں۔ ان کا نام حمیدہ تھا۔

آپ سچے اور علیم الطبع تھے۔ آپ کو کاظم اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب کسی کی طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ اس کے پاس مال بھیجتے تھے۔ مدینہ میں ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور بعض ۱۲۹ھ کہتے ہیں آپ اہل مدینہ کے ساتویں طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔ (صحیح تاریخ ولادت، صفر ۱۲۸ھ ہے)

ہمیں ابو محمد بزاز نے خبر دی ہے (حدیث اسناد کے ساتھ) شقیق بلخی نے کہا ہے کہ میں ۱۲۹ھ میں حج کے لیے گیا۔ میں جب مقام قادیسیہ میں اترا تو اچانک مجھے ایک حسین چہرہ نظر آیا جو بہت گندم گوں تھا اس کے اوپر اونٹنی کی پٹے تھے۔ ایک چادر اس نے اوڑھی ہوئی تھی، پاؤں میں نعلین تھیں۔ وہ لوگوں سے الگ کھلک بیٹھا تھا۔ میں نے دل میں کہا یہ نوجوان صوفی بنتا چاہتا ہے کہ لوگوں کے لیے بار بار ہے۔ خدا کی قسم میں آپ کے پاس جاؤں گا اور اسے سرزنش کروں گا۔ پس میں اس کے قریب گیا جب مجھے آتے دیکھا تو کہا اے شقیق بہت سے گھالوں سے اجتناب کرو۔ پس میں نے اپنے دل میں کہا یہ تو خدا کا کوئی نیک بندہ ہے جس نے میرے دل کا راز بتا دیا ہے۔ میں اس کے پاس

جاؤں گا اور کہوں گا کہ مجھے معاف کر دے۔ لیکن وہ میری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔
 پس جب ہم مقام واقعہ پر پہنچے تو وہ وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ اور اس کے اعضاء
 حوارجِ خوفِ خدا سے مضطرب تھے۔ اور اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا
 کہ میں اس کے پاس جاؤں گا اور اس سے معذرت طلب کروں گا۔ میں نے اپنی نماز کو مختصراً
 کیا اور سوچا اے شفیق! دانی لعنارِ طین تاب و امن و عمل صالحاً ثم اھتدی
 محققین میں بخشنے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے پھر
 طلبِ بدایت کرے۔ میں نے کہا یہ شخص تو ابدال میں سے ہے۔ اس نے میرے دل کی
 دو دفعہ بتائی ہے۔ پس جب ہم مقامِ زبال پر اترے تو وہ کنویں کے اوپر کھڑا تھا اور اس
 کے ہاتھ میں ایک ڈولچی تھی جس کے ذریعے وہ پانی لینا چاہتا تھا۔ وہ ڈولچی کنویں میں گر
 پڑی۔ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا تو میرا پالنے والا ہے جب میں پیاس
 ہوتا ہوں، تو میری قوت ہے جب مجھے کھانے کی خواہش ہوتی ہے۔ اے میرے مالک
 میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔

شفیق کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی بلند ہو رہا ہے پس اس نے
 اپنا ڈول اٹھایا اُسے پکڑا اور وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہ وہاں کے ریت
 کے ایک ٹیلہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے ریت اٹھا کر اس ڈول میں ڈالنے لگا اور
 اسے پینے لگا تو میں نے کہا خداوندِ عالم نے جو کچھ آپ پر رزق اور انعام کیا ہے اس
 کے پس خوردہ میں سے مجھے بھی عنایت کیجئے۔ پس آپ نے فرمایا اے شفیق خدا کی ظاہر
 اور باطنِ نعمتیں ہم پر ہر وقت جاری رہتی ہیں پس اپنے پالنے والے کے متعلق اچھا گمان
 کیا کرو۔ پھر وہ ڈول مجھے دیا، میں نے اس میں سے پیا تو اس میں ستوا ور شکر تھی کہ خدا کی نعمت
 جس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار میں نے کبھی نہیں پیا تھا۔ پس میں خوب سیراب ہو گیا
 حتیٰ کہ مجھے کھانے پینے کی خواہش نہ تھی۔ پھر اس شخص کو میں نے نہ دیکھا یہاں تک کہ ملکہ

میں داخل ہوا۔ پس ایک رات میں نے آدھی رات کے وقت قبہ سراب کے پاس حضور و
 فتوح کے اور گریہ و بکا کے ساتھ اسے سناڑ پڑھتے دیکھا۔ وہ رات کے ختم ہونے تک اسی
 حالت میں رہا۔ جب صبح طلوع ہوئی تو اپنے مصلے پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگا۔ پھر نماز صبح کے
 لیے کھڑا ہوا اور خانہ کعبہ کے ساتھ چکر لگائے۔ وہ باہر نکلا تو میں بھی اس کے پیچھے چلا۔
 تو چانک اس کے خادم و غلام موجود تھے۔ اب وہ ایک دوسرے ہی عالم میں تھا۔ لوگوں
 نے اس کے گرد گھیر ڈال لیا اور اس پر سلام کرنے لگے اور تبرک لینے لگے۔ میں نے ان میں
 سے بعض سے پوچھا کہ یہ کون ہے تو اس نے کہا یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن
 علی ابن ابیطالب ہیں۔ تو میں نے کہا یہ ہی تو مجھے تعجب تھا کہ ایسے معجزات و کرامات ایسے
 سید کے علاوہ اور کسی سے ظاہر نہیں ہو سکتے۔

مورخین نے کہا ہے کہ آپ کا قیام مدینہ میں تھا اور پیدا بھی وہیں ہوئے تھے۔ آپ
 کو محمد مہدی (خلیفہ عباسی) بغداد لے گیا اور وہاں قید رکھا پھر مدینہ واپس بھیج دیا یہ سب
 اس خواب کے جو اس نے دیکھا تھا۔

وہ خواب خطیب نے تاریخ بغداد میں مقتل بن ربیع سے اور اس نے اپنے پاس
 نقل کیا ہے۔ ربیع کہ جب مہدی خلیفہ نے حضرت موسیٰ بن جعفر کو قید کیا تو عالم خواب میں
 حضرت علیؑ کو دیکھا۔ آپ نے اس سے فرمایا اے محمد فہل عسیتم ان تولیتہم ان
 نقصد فی الارضی و نقطعوا ارحامکم (الایہ) یعنی کیا یہ مرتب ہے کہ اگر تم حاکم
 بن جاد تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے ارحام سے قطع رہی کرو گے۔ ربیع کہتا ہے
 ہے کہ رات کے وقت ہی مہدی نے کسی کو میری طرف سے بھیجا۔ میں گھبرا گیا۔ میں اس کے پاس
 آیا تو وہ مندرجہ بالا آیت کو پڑھ رہا تھا۔ مہدی کا لحن بہت اچھا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ موسیٰ
 بن جعفر کو میرے پاس لے آؤ میں آپ کو لے آیا تو مہدی نے آپ سے معاف کیا اور اپنے
 پہلو میں بٹھایا۔ اور کہا میں نے امیر المومنینؑ کو ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ وہ یہ آیت

پڑھ رہے تھے تو کیا آپ مجھ سے قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ آپ مجھ پر اور میری اولاد میں سے کسی ایک پر میرے بعد خروج نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اور نہ میری ایسی عادت ہے تو مہدی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر کہنے لگا اے ربیع ابھیں تین ہزار دنیا رو اور ابھیں گھر پہنچا دو۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے آپ کو گھر بھیجے کا سارا انتظام راتوں رات مکمل کر لیا اور علی الصبح ہی ابھیں روانہ کر دیا۔

مدائنی کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ مدینہ میں رہے یہاں تک کہ مہدی اور ہادی کی وفات ہوئی اور ہارون رشتہ داروں کے لیے آیا پس موسیٰ بن جعفر کے ساتھ قبر رسالت مآب کے ہارون ملا۔ ہارون نے بنی علیہ السلام کو خطاب کر کے گرد و پیش کے لوگوں پر فخر کرتے ہوئے کہا السلام علیک یا بنی النعم اے چچا کے بیٹے آپ پر میرا سلام ہو۔ تو موسیٰ بن جعفر قبر کے قریب تشریف لائے اور کہا السلام علیک یا اباہ اے بابا آپ پر میرا سلام ہو۔ اس پر ہارون کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر کہنے لگا خدا کی قسم اے ابوالحسن واقعاً یہ فخر اور حقیقی شرف آپ ہی کے لیے ہے۔ پھر آپ کو اپنے ساتھ بغداد لے گیا اور وہاں آپ کو ۱۷ اہر میں قید کر دیا۔ آپ اس قید میں ۱۸۸ اہر تک رہے اور ماہ رجب میں بحالت قید وہیں وفات پائی۔

زمخشری نے ربیع الابرار میں ذکر کیا ہے کہ ہارون حضرت موسیٰؑ سے کہا کرتا تھا کہ قذک لے لیجئے لیکن آپ لینے سے انکار کرتے پس جب ہارون نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اس کے پورے حدود کے بغیر نہیں لوں گا۔ ہارون نے پوچھا اس کی حدود کونسی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کی پہلی حد عدن ہے تو ہارون کا چہرہ بگڑ گیا۔ کہتے لگا دوسری حد فرمایا دوسری حد سمرقند ہے تو اس کا چہرہ اور متغیر ہوا کہتے لگا تیسری حد۔ فرمایا افریقیہ تو ہارون کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور کہا اور چوتھی؛ تو فرمایا سیف البحر جو خزر اور آرمینیا کے

کے قریب ہے تو بارون نے کہا پھر ہمارے لیے تو کچھ بھی باقی نہ رہا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ میری جگہ لینا چاہتے ہیں تو جناب موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ میں نے تو سچے بتا دیا تھا کہ اگر میں فدک کی حد بندی بیان کروں تو تو واپس نہیں کرے گا پس اس وقت سے بارون نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا اور آپ کو ٹھکانے لگانے کی ٹھان لی۔

خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے موسیٰ بن جعفرؑ نے قید خانہ سے بارون کو پیغام بھیجا کہ میری تکلیف کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ میری راحت و آرام کا ایک دن گزر جاتا ہے یہاں تک کہ ہم سب ایسے دن کی طرف پہنچیں گے کہ جس کے لیے ختم ہونا نہیں جس میں باطل پرست گھلے میں ہوں گے۔

مورخین نے آپ کے سن مبارک کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک قول ۵۵ سال ہے دوسرا ۵۴، تیسرا ۵۵، چوتھا ۵۸ اور پانچواں ۶۰ سال ہے۔ آپ قبرستان قریش میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مطہر ظاہر بہ ظاہر ہے وہاں زیارت کی جاتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ (آپ کی ولادت ۱۱۔ ذیقعدہ ۱۹۸ھ اور تاریخ وفات ۱۱ صفر ۲۰۳ھ ہے۔)

اولاد

مورخین نے کہا ہے کہ آپ کے بیس فرزند اور بیس ہی بیٹیاں ہیں :

- ۱: علیؑ جو امام تھے۔ ۲: زید اکھنوں نے مامون کے خلاف خروج کیا تھا۔ مامون کو زید پر فتح ہوئی تو زید کو ان کے بھائی موسیٰ رضا کے پاس بھیجا پس آپ نے زید کو سرزنش کی۔ ۳: ابراہیم۔ ۴: عقیل۔ ۵: بارون۔ ۶: حسن۔ ۷: عبداللہ۔ ۸: عبید اللہ۔ ۹: اسمعیل۔ ۱۰: عمر۔ ۱۱: احمد۔ ۱۲: جعفر۔ ۱۳: یحییٰ۔ ۱۴: اسحق۔ ۱۵: عباس۔ ۱۶: حمزہ۔ ۱۷: عبدالرحمن۔ ۱۸: قاسم۔ ۱۹: جعفر اصغر۔ ۲۰: بعض کے نزدیک محمد بھی ہے۔ ۲۱: خدیجہ۔ ۲۲: ام فروہ۔ ۲۳: اسماعیل۔ ۲۴: علیہ۔ ۲۵: فاطمہ کبریٰ۔ ۲۶: فاطمہ

صغریٰ - ۲۷ : فاطمہ وسطیٰ - ۲۸ : آپ کی چار بیٹیوں کے نام فاطمہ تھتے - ۲۹ : ام کلثوم
 ۳۰ : آمنہ - ۳۱ : زینب - ۳۲ : ام عبد اللہ - ۳۳ : زینب صغریٰ - ۳۴ : ام القاسم - ۳۵ :
 حکیمہ - ۳۶ : اسماء صغریٰ - ۳۷ : محمودہ - ۳۸ : امامہ - ۳۹ : میمونہ - مختلف ماؤں سے

دجناب امام موسیٰ کاظمؑ کی صحیح ترین تاریخ ولادت ۱۲۸ھ ہے - ہارون رشید آپ کے
 وجود کو برداشت نہ کر سکا اور بغداد میں قید کر دیا - کچھ دنوں کے بعد سندی ابن شاکب کے ذریعہ
 آپ کو زہر دے دیا یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں وفات ہوئی - آپ کی وفات کے بعد آپ کے
 ہتھکڑی اور میٹری کٹوا دی گئی - آپ کی تاریخ شہادت ۲۵ - ربیع الثانی ۱۸۳ھ ہے

امام علی بن موسیٰؑ

وہ ابو الحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔
 ان کا لقب ولی ہوئی ہے۔ آپ کی والدہ کنیز تھیں جن کا لقب خیزراں ہے۔
 واقعہ یہ کہ آپ ثقہ تھے۔ بیس سال سے کچھ عمر زیادہ تھی کہ مسجد رسول میں
 فتویٰ دیا کرتے تھے۔ وہ اہل مدینہ کے آکھڑوں طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔
 عبد اللہ بن احمد نے کتاب النسب القریشین میں ذکر کیا ہے کہ وہ نسخہ سند جسے
 علی بن موسیٰ رضا روایت کرتے ہیں اپنے باپ موسیٰؑ سے وہ اپنے باپ جعفرؑ سے وہ
 اپنے باپ محمدؑ سے وہ اپنے باپ علیؑ سے وہ اپنے باپ حسینؑ سے وہ اپنے باپ علیؑ
 سے وہ بنی سے روایت کرتے ہیں۔ اگر کسی مجنون پر پڑھ دیا جائے تو وہ صحیح و سالم ہو جائے
 واقعہ یہ کہ جب ۵۷۵ھ میں مامون نے کسی کو آپ کے پاس بھیج کر
 آپ کو مدینہ سے خراسان بلایا تاکہ اپنے بعد کے لیے آپ کو ولی مقرر کرے اور آپ کو
 لے جانے والا فرانس خادم اور ابن ابی صخاک تھا۔ پس جب آپ نیشاپور پہنچے تو آپ کے
 استقبال کے لیے نیشاپور کے علماء باہر آئے۔ مثلاً یحییٰ بن یحییٰ۔ اسحق بن راہویہ۔ محمد
 بن رافع۔ احمد بن حرب وغیرہ۔ تاکہ آپ سے حدیث سُنیں اور روایت لیں اور
 تبرک حاصل کریں۔ پس آپ نے نیشاپور میں ایک مدت قیام فرمایا۔ مامون اس وقت
 مقام مرو میں تھا۔ پھر مامون نے آپ کو بلوایا اور اپنی وفات کے بعد ولی عہد مقرر کیا۔
 اور رضاؑ آل محمد آپ کا نام رکھا اور درہم و دنانیر پر آپ کا نام نقش کیا، اطراف
 ۱: ۱۰ گرامی تجہ ہے۔ ام البنین کے نام سے معروف تھیں۔ (اعلام الوری)

مملکت میں آپ کی بیعت کے لیے لکھا اور سیاہ لباس ترک کر کے سبز لباس پہنا۔ اور اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی مامون نے آپ سے کی، نیز آپ کے بیٹے محمد بن علی سے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی کی، خود مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کی۔

اس عہد نامہ کی نقل جسے مامون نے آپ کیلئے اپنے دستِ خاص اور انشا سے لکھا

وہ عہد نامہ بہت طویل ہے جسے عام مؤرخین نے اپنی تواریخ میں لکھا ہے (موسم) میں نے اسے مختصر کر کے لکھا ہے۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ خط ہے جسے عبداللہ بن ہارون ”امیر المومنین“ نے ابوالحسن علی بن موسیٰ (رضائے آل محمد اپنے بعد اپنے ولی) عوام کے لیے لکھا ہے۔ اہل بعد پس بیشک اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین کے طور پر چن لیا اور اس کے لئے اپنے بندوں میں سے کچھ رسولوں کے انتخاب کیا جو اس کی رہبری کرتے اور ان کا اول، آخر کی بشارت دیتا تھا اور بعد میں آنے والا گزرے ہوئے کی تصدیق کرتا تھا یہاں تک کہ سلسلہ نبوت رسولوں کے فترت کے اور علم کے مٹ جانے اور وحی کے منقطع ہو جانے اور حجت خدا کے نہ ہونے اور قیامت کے قریب کے زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ پس خداوند عالم نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کیا اور آپ کو امتوں کے خلاف رسولوں کا شاہد اور گواہ بنایا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل کی جو عزت والی اور بزرگ ہے کہ جس کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، جو ایک با حکمت اور لائق حمد ذات کی بھیجی ہوئی حلال و حرام و اردات و احکام میں اتنی ہے جتنی جنت کا وعدہ جہنم کی دھمکی، خوف ہتدید اور زجر و حذر کیا گیا ہے اور بہت زیادہ ڈرایا ہے تاکہ اس کی حجت بالغہ اس کی مخلوق میں سے صحیح و سالم اور مرصع پر قائم ہو جائے تاکہ جب ہلاک ہو تو دلیل کے ساتھ اور جوڑ چک جائے وہ بھی دلیل کی بنا پر اور بیشک خدا سننے والا اور

اور جاننے والا ہے۔ پس آپ نے اللہ کے پیغمبات پہنچائے اور اس کے نجات کے راستے کی طرف اس طریقے سے بلایا جیسے اسے حکم تھا۔ حکمت و موعظہ حسنہ اور مجادلہ احسن کے ساتھ پھر جہاد و سختی کے ساتھ بلایا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کی اور آپ کے لیے وہ چیز پسند کی جو اللہ کے پاس ہے تو دین کا قیام و برقراری خلافت کے ساتھ کر دی جب کہ آپ کے ساتھ رسالت کو ختم کر دیا۔ پس اس کے بندوں کے امور کا نظام اتمام اعزاز اور قیام امر الہی اس میں اطاعت کے ساتھ ہے کہ جس کے ذریعہ فرائض خدا، حدود الہی، شرائع اسلام اور سنن دین قائم کیے جاتے ہیں۔ اور خلافت کے ذریعے ہی دشمنان دین سے جہاد کیا جاتا ہے اور خدا نے ہی اس کیلئے کچھ خلفاء قرار دیئے (طویل عبارت کے بعد ہے) اور جب سے خلافت میرے سپرد ہوئی ہے میں ہمیشہ اس فکر میں رہا کہ اس کا معاملہ کس کے سپرد کر کے جاؤں اور کوشش میں تھا کہ اس کا ولی عہد کسے بناؤں پس میں نے اس کا اہل کسی کو نہ پایا سوائے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا کے جب کہ میں نے ان کا فضل فائق اور علم نافع اور ان کے ظاہر و باطن کی پرہیزگاری اور دنیا اور اہل دنیا سے دوری اور آخرت کی طرف میلان اور ان کا آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا دیکھا اور یہ بات میرے نزدیک پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے اور مجھے یقین کامل ہو چکا ہے کہ جس پر تمام اختیار اور زبانوں کا اتحاد ہے پس میں نے ان کے لیے عہد نامہ کا عقد منعقد کر دیا ہے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اللہ کے اختیار کے ساتھ، اس معاملہ میں مسلمانوں کی بھلائی دیکھتے ہوئے شعائر دین کو قائم رکھنے کو چاہتے ہوئے اور جس دن لوگ عالمین کو پالنے والے خدا کے سامنے کھڑے ہونگے اس دن سے نجات حاصل کرنے کے لیے۔

اور یہ عبد اللہ نے اپنے خدا کے ساتھ لکھا جب کہ نو دن ماہ رمضان کے باقی رہتے تھے ۲۳ھ میں اور میرے گھر والوں، خواص، میری اولاد، میرے عزیز و اقارب، میرے لشکر اور غلاموں نے بیعت کر لی ہے اللہم صل علی محمد والہ۔ والسلام!

حضرت علی رضائے اس کے پیچھے پتھر پھرنایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وآلہ الطاہرین۔ میں کہتا ہوں، میں علی بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ کہ "امیر المؤمنین" نے خدا اس کی درستی میں اعانت کرے اور اسے ہدایت کی توفیق دے ہمارے اس حق کو بچاؤ تاکہ جس سے اس کا غیر حایل تھا اور اس نے ان ارحام کو ملا دیا جنہیں منقطع کر دیا گیا تھا اور ان نفوس کو مامون قرار دیا کہ جنہیں ڈرایا گیا تھا بلکہ انہیں تلف ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا ہے۔ اللہ کی رضا کو چاہتے ہوئے نہ کسی دوسرے کی اور عنقریب خدا شکر گزاروں کو جزا دیگا۔ وہ نیکی کرنے والوں کی اجرت کو ضائع نہیں کیا اس نے اپنا عہد اور امر حکومت اپنے بعد میرے لیے قرار دیا۔ الخ

پھر یہ عہد نامہ اطراف مملکت میں کعبہ کے پاس اور قبر رسول و مہاجر رسول کے پاس پڑھا گیا اور اس پر مامون کے خواص اور بزرگ علماء کی گواہیاں ثبت کی گئیں۔ پس منجملہ ان گواہیوں کے فضل بن سہل کی گواہی بھی تھی۔ اس نے اپنے قلم سے لکھا تھا۔ میں امیر ملک عبداللہ مامون اور ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر پر گواہی دیتا ہوں اس چیز کے ساتھ کہ جس کی وجہ سے ان دونوں نے مسلمانوں کے لیے اپنے اوپر رحمت قائم کر لی ہے اور جاہلوں کے شبہ کو دور کر دیا ہے۔ عبداللہ بن ظاہر نے بھی یہی گواہی لکھی۔ یحییٰ بن اکثم قاضی نے حماد بن ابوبکر صومی وزیر مغربی، بشر بن معمر اور خلق کثرت نے بھی گواہیاں ثبت کیں۔

مؤرخین نے کہا ہے کہ جب مامون نے یہ عہد نامہ لکھا تو بنی عباس بغداد میں اس کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اسے خلافت سے (اپنے زعم میں) اتار دیا اور ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنالیا۔ مامون اس وقت مرو میں تھا۔ اور بنی عباس کے پیروکاروں سے دل اس سے متنفر ہو گئے۔ اور جب مامون مرو سے دوبارہ بغداد کو حاصل کرنے کے لیے چلا اور صفام سرخس میں پہنچا تو کچھ لوگوں نے حمام میں فضل بن سہل پر حملہ کر دیا۔ اور اسے قتل کر ڈالا۔ علی بن موسیٰ بیمار ہو گئے جب مامون طوس پہنچا تو حضرت علی بن موسیٰ کی وفات ۲۲۱ھ میں طوس میں

واقع ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ حمام تشریف لے گئے جب اس سے باہر نکلے تو ایک طبق پیش کیا گیا جس میں زہر آلود انگور رکھے تھے جن میں زہر آلود سوئی داخل کی گئی تھی۔ پس آپ نے وہ کھائے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۴۹ سال تھی۔ آپ کو ہارون رشید کے قریب دفن کیا گیا

پھر مامون بغداد میں آیا اور اس میں ۲۷ھ میں داخل ہوا۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے سبز لباس پہنا ہوا تھا۔ اسی طرح ان کے علم بھی سبز تھے۔ مامون بغداد کی طرف حسن بن سہل کو بھیج چکا تھا۔ اس نے ان کو شکست دی۔ ابراہیم بن مہدی روپوش ہو گیا اور مامون قصر رصافہ میں اترے۔

جولی کہتا ہے کہ بنی عباس زینب دختر سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس جمع ہوئے اور وہ بزرگی اور سرداری میں منصور کے برابر تھی۔ پس ان لوگوں نے اس سے خواہش کی کہ وہ مامون کے پاس جائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ وہ سبز لباس کو ترک کر کے سیاہ لباس پھر سے استعمال کرے اور اپنے ارادہ کو بدل دے۔ پس زینب مامون کے پاس گئی تو وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوا اسے مرحبا کہا اور اس کی عزت و توقیر بجالایا۔ وہ کہنے لگی امیر المومنین تحقیق تو اولاد ابوطالب جو کہ میرے عزیز ہیں کے ساتھ نیکی کرنے کی زیادہ قدرت رکھے گا جب کہ امت داریرے ہاتھ میں ہو بہ نسبت اس کے کہ امر خلافت میرے عزیز یا انہیں کے ہاتھ میں چلا جائے۔ پس لباس سبز کو ترک کر دو اور اپنے خاندان کے لباس کی طرف عود کرو اور کسی شخص کو امر خلافت میں طمع کی گنجائش نہ دو۔ پس مامون کو اس کے کلام سے تعجب ہوا اور اس سے کہنے لگا اے پھوپھی خدا کی قسم آپ کے کلام سے زیادہ کسی کلام نے میرے دل پر اثر نہیں کیا اور نہ زیادہ اس مقصد کے قریب تھی جو میرا ارادہ تھا اور میں ان کے معاملہ کا فیصلہ بھاری عقل پر چھوڑتا ہوں۔ وہ کہنے لگی وہ کیا ہے تو مامون نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ابو بکر رسول اللہ کے بعد خلیفہ ہوا تو اس نے بنی ہاشم سے

کسی شخص کو کہیں کا حاکم نہیں بنایا۔ کہنے لگی ہاں۔ تو اس نے کہا پھر عمر خلیفہ ہوا تو بھی ایسا ہی ہوا۔ پھر عثمان خلیفہ ہوا تو وہ عبدالشمس کی اولاد کی طرف متوجہ ہوا پس انہیں تمام شہروں کا حاکم بتایا اور بنی ہاشم میں سے ایک کو بھی حکومت نہ دی۔ پھر حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو وہ بنی ہاشم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور عبداللہ بن عباس کو بصرہ، عبید اللہ بن عباس کو یمن، معبد کو مکہ اور قثم بن عباس کو بحرین کا حاکم بنایا۔ اور کسی ایسے شخص کو باقی نہ چھوڑا جو عباس کی طرف منسوب نہ ہوتا تھا۔ پس یہ ان کا احسان ہماری گردنوں پر تھا۔ میں نے اس کا بدلہ ان کی اولاد کو دیا۔ جو کچھ میں نے کیا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگی اے بیٹا کیا کہنا تیرا لیکن مصلحت تیرے چچا زاد بھائی کے لیے ہے جو اولاد ابوطالبؑ میں سے ہیں اس میں سے جو میں نے تجھے کہا ہے۔ تو مامون نے کہا وہی ہو گا جو حکم چاہتی ہو۔

پس بنی عباس کو اکٹھا کیا اور سیاہ لباس منگو کر پہنا، سبز لباس کو ترک کیا اور باقی لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یعنی بغداد میں صرف آٹھ دن سبز لباس پہنا گیا تھا۔ صولی نے ذکر کیا ہے کہ مامون حضرت علیؑ سے محبت کرتا تھا۔ اس نے اطراف مملکت میں بکھ کر بھیجا تھا کہ حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ رسول اللہؐ کے بعد افضل مخلوق ہیں۔ اور یہ کہ معاویہ کا ذکر خیر سے نہ کیا جائے اور جو معاویہ کو اچھائی کے ساتھ یاد کرے اس کا خون و مال مباح ہے۔ صولی کہتا ہے کہ مدح حضرت علیؑ میں مامون کے یہ اشعار ہیں:

الامام علیؑ حب الوصی ابی الحسن وذالک عندی من عجائب ذی الزہن

خلیفۃ خیر الناس والاول الذی اعان رسول اللہؐ فی النساء والعلین

د میں ابو الحسن وصی رسولؐ کی محبت میں ملامت کیا جاتا ہوں اور یہ بات میرے نزدیک عجائبات

میں سے ہے۔ وہ علیؑ سب لوگوں میں سے بہترین شخص کے خلیفہ و جانشین تھے اور وہی پہلے فرد

ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی پوشیدہ اور بظاہر مدد کی ہے۔

اور مامون کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں:

لا تقبل توبۃ من تائب الا یحب ابن ابی طالب
 اخو رسول اللہ حلف الہدیٰ والاخ منوق الخل والصاحب
 ان مال ذوالنصب اے جانب ملت من الشیخ اے جانب
 اکون فی آل نبی الہدیٰ خیر نبی من نبی غالب
 جہم ضرر ضرر وہی بہ کمثل حج لازم واجب
 ترجمہ: کسی شخص کی توبہ علی ابن ابیطالب کی محبت کے بغیر قبول نہیں ہو سکتی۔

وہ رسول اللہ کے بھائی اور صاحب ہدایت تھے اور بھائی دوست اور صحابی سے بلند ہوتا ہے
 اگرناصبی کسی طرف مائل ہو تو میں شیعہ کے ساتھ دوسری طرف جھکوں گا۔
 میں بنی ہادی کی آل کے ساتھ رہوں گا وہ بنی جواد و غالب میں سے تھا۔
 آل نبی کی محبت قرض و واجب ہے جیسے ہم حج واجب کی طرح ادا کرتے ہیں۔
 حضرت علی بن موسیٰ رضا کی مدح میں ابوالو اس کہتا ہے:

قتیل لی انت اوحدا الناس فی کل کلام من القال بیدہ
 لک فی جوہر الکلام فنون فیشر الدرد من سیدی عجزنیہ
 فعل ما توکت مدح ابن موسیٰ والحضال الستی عجزتہن فیہ
 قلت لا اہتدی طرح امام کان جبریل خادم لابہ
 ترجمہ: مجھ سے کہا گیا کہ تو میری البید یہ کلام میں گفتگو کرنے کے لحاظ سے وحید زمانہ ہے
 تیرے لیے جو ہر کلام میں کئی فن ہیں جن سے چلنے والے کے ہاتھ میں موتی بکھر جاتے ہیں
 تو نے موسیٰ کے فرزندوں کی مدح اور ان میں جو تضال جمع ہیں ان کا تذکرہ کیوں چھوڑ دیا۔
 تو میں نے کہا اس امام کی مدح کی مجھ میں طاقت نہیں کہ جبریل جیسے باپ کے خادم تھے۔

اولاد

۱: محمد امام ابو جعفر ثانی ۲: جعفر ۳: ابو محمد حسن ۴: ابراہیم اور ۵: ایک سببی۔

امام محمد حواد

محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسن بن علی بن ابیطالب ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ اور بعض کہتے ہیں ابو جعفر تھی۔ ان کی ولادت ۱۹۵ھ میں اور وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی، ان کی عمر ۲۵ سال تھی۔ وہ اپنے علم، تقویٰ اور زہد و سخاوت میں اپنے باپ کی طرح تھے۔ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو آپ مامون کے پاس تشریف لائے اس نے آپ کی عزت و تکریم کی اور وہ کچھ دیا جو آپ کے والد گرامی کو دیتا تھا۔ اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح بھی آپ کے ساتھ کیا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔

مؤرخین نے اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ شادی آپ کے والد کی وفات سے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں! شیعہ امامیہ ایک طویل روایت بیان کرتے ہیں کہ مامون نے جب آپ کی شادی کی تو محمد حواد کی عمر سات سال اور کچھ مہینے تھی۔ اور یہ کہ خطبہ نکاح آپ ہی نے پڑھا۔ بنی عباس مامون کے خلاف بھڑکے، انھوں نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو رشوت دی۔ تاکہ وہ کچھ مسائل بنا کر پیش کرے۔ جن میں محمد حواد کی غلطی معلوم ہو اور ان کا امتحان کیا جائے۔ اور یہ کہ محمد حواد نے سب مسائل کا جواب سٹائی دیا۔ یہ حدیث طویل ہے جسے مفید نے کتاب ارشاد میں ذکر کیا ہے۔ آپ کا لقب مرتضیٰ اور قانع تھا۔ آپ کی وفات ۵ ذی الحجہ کو بغداد میں ہوئی اور اپنے جد بزرگوار موسیٰ بن جعفر کے پہلو میں قبرستان قریش میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر معلوم ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے، آپ کی واندہ سکینہ تھیں۔ کئی اولادیں تھیں جن میں مشہور امام علی (دلفی) ہیں۔

و آپ کی تاریخ ولادت ۱۰ رجب ۱۹۵ھ اور تاریخ شہادت ۲۹ ذیقعدہ ۲۲۰ھ ہے آپ کو مقیم عباسی نے

حضرت ہادی (علی نقیؑ)

جناب علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔ اور ان کی کنیت ابوالحسن عسکری ہے آپ عسکری کے لقب سے اس لیے مشہور ہیں کیونکہ جعفر متوکل نے آپ کو مدینہ سے بغداد اور وہاں سے سامرہ کی طرف بھیجا۔ آپ وہاں بیس سال اور کئی مہینے رہے۔ آپ کے القاب متوکل اور نقی ہیں آپکی والدہ کا نام سمانہ غریبہ ہے۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ متوکل نے آپ کو مدینہ سے بغداد اس لیے بلایا تھا کہ متوکل حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے بہت بغض رکھتا تھا۔ اسے خیر علی کہ مدینہ میں امام علی نقیؑ کا مقام بہت اونچا ہے اور یہ کہ لوگ آپ کی طرف بکثرت مائل ہیں جس سے اسے ایک خوف لاحق ہوا۔ اس نے یحییٰ بن ہرثمہ کو بلایا، اس سے کہا کہ مدینہ جاؤ اور ان کے حالات کا معائنہ کرو اور انھیں ہمارے پاس لے آؤ۔

یحییٰ کہتا ہے پس میں مدینہ گیا۔ اور جب مدینہ میں داخل ہوا تو اہل مدینہ کی چیخ و پکار اتنی زیادہ بلند ہوئی کہ ویسی چیخ و پکار اہل مدینہ نے کبھی نہیں سنی تھی۔ (یہ سب کچھ علی نقیؑ پر تشدد کی وجہ سے لکھا) گریالوگوں پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ کیونکہ آپ اہل مدینہ پر بہت کچھ احسانات کرتے اور مسجد میں رہتے تھے۔ ان کا میلان دنیا کی طرف بالکل نہ تھا۔ یحییٰ کہتا ہے کہ میں اہل مدینہ کو سکون و اطمینان کی تلقین کرتا اور فستیں کھاتا کہ مجھے ان حضرات کے متعلق کوئی بڑا حکم نہیں دیا گیا اور حضرت پر کسی قسم کا کوئی خوف نہیں، پھر میں نے آپ کے گھر کی تلاشی لی تو اس میں چند صحیفوں، دعاؤں اور کتب

علی کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ پس آپ کی عظمت میری نظروں میں بیٹھ گئی اور میں خود ان کی خدمت کرتا۔ اور ان سے اچھا برتاؤ کرتا۔ پس جب میں انھیں لیکر بغداد پہنچا تو پہلے پہل اسحاق بن ابراہیم طاہری کے پاس گیا۔ وہ بغداد کا حاکم تھا۔ تو اس نے مجھ سے کہا اے حبیبی تحقیق یہ وہ شخص ہے جسے رسول اللہ نے جہنم دیا ہے (یعنی فرزند رسول ہے) اور متوکل کو لو جانتا ہے۔ اگر تو نے اس سے ان کے خلاف اکسایا تو وہ انھیں قتل کر دیگا۔ اور قیامت کے دن رسول اللہ تیرے دشمن ہوں گے تو میں نے کہا خدا کی قسم میں نے ان سے امر جلیل کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

پھر میں آپ کو لیکر سامرہ میں گیا اور سب سے پہلے وصیف ترکی سے ملا اور اسے خبر دی کہ آپ آگئے ہیں۔ اس پر اس نے کہا خدا کی قسم اگر ان کا بال بھی برکا ہوا تو اس کا مواخذہ دبر و قیامت) مجھ سے ہی کیا جائیگا۔

یہی کہتا ہے مجھے تعجب ہو کہ کس طرح وصیف کی بات اسحاق کے قول کے موافق تھی۔

پس جب میں متوکل کے پاس گیا تو اس نے آپ کے متعلق سوال کیا۔ میں نے آپ کی حسن سیرت، سلامتی، طریق اور ورع و پرہیزگاری کی خبر دی اور یہ کہ میں نے آپ کے گھر کی تلاشی لی تو مجھے سوائے مصاحف اور کتب علمی کے کچھ نہ ملا اور اہل مدینہ آپ پر خوف اور ڈر محسوس کرتے تھے۔ پس متوکل نے آپ کی تکریم کی اور زیادہ احسان کیا اور سامرہ میں اپنے قریب ہی رہنے کو مکان دیا۔

یحییٰ بن ہرثمہ کہتا ہے اس واقعہ کے کچھ دن بعد متوکل بیمار ہو گیا اور نذر مانی کہ اگر شفا یاب ہوا تو درانم کثیرہ صدقے کرے گا۔ جب صحت یاب ہو گیا تو فقہار سے اس بارے میں سوال کیا کہ کتنے درہم صدقے دوں، لیکن ان سے عقدہ کشائی نہ ہو سکی۔ اس نے پھر کسی کو حضرت علی نقیؑ کی خدمت میں بھیجا اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ۸۲ دینار

صدقہ کرے۔ تو متوکل نے کہا یہ فتویٰ آپ نے کہاں سے دیا۔ فرمایا خداوند عالم کے اس قول سے لہذا نصرکم اللہ فی مواطن کثیرہ و یوم حنین (بیشک خدا تعالیٰ تمہیں مواطن کثیرہ اور حنین کے دن نصرت عنایت کی) اور مواطن کثیرہ ہی بنتے ہیں۔ پس متوکل اور تمام فقہاء نے اس جواب پر تعجب کیا۔

متوکل نے آپ کی خدمت میں مال کثیر بھجوا دیا کہ اس جواب کی بنا پر آپ جتنا چاہیں صدقہ کیجئے۔

اور ابو الحسن مسعودی نے کتاب مروج الذهب میں ذکر کیا ہے کہ متوکل کے پاس کسی نے چغلی کی کہ علی بن محمد کے گھر میں اہل قم کے شیعوں کے خطوط اور ہتھیار ہیں اور وہ حکومت کے خلاف خروج کو نواہے ہیں۔ پس متوکل نے ترک فوجوں کی ایک جماعت آپ کے گھر بھیجی پس ان لوگوں نے رات کے وقت اچانک آپ کے گھر پر بلہ کیا۔ لیکن انھیں وہاں کچھ نہ ملا اور آپ کو ایک بندک سے میں پایا۔ آپ نے اون کی ایک قمیص پہنی ہوئی تھی اور بغیر فرش کے ریت اور کنکریوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن مجید کی آیات تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ کو اسی حالت میں متوکل کے پاس لایا گیا۔ ان ترکوں نے متوکل سے کہا، ہمیں ان کے گھر کوئی چیز نہیں ملی اور انھیں ہم نے قبلہ رو بیٹھے قرآن پڑھتے پایا ہے۔ متوکل اس وقت محابس شراب میں تھا پس حضرت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ کاسہ شراب متوکل کے ہاتھ میں تھا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اس پر ایک ہدیت طاری ہو گئی فوراً آپ کی تعظیم کی، اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور وہ پیالہ آپ کو پیش کیا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میرے گوشت اور خون میں کبھی شراب داخل نہیں ہوئی۔ پس مجھے اس سے معاف کرو۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کچھ اشعار پڑھیے آپ نے فرمایا میں شعر بہت کم کہتا ہوں تو متوکل نے کہا کچھ نہ کچھ ضرور سنائیے تو حضرت علی نقیؑ نے یہ اشعار پڑھے:

بأقوال علی قتل الأجيال محروسہم غلب الرجال فما اغنتهم القتل

واستنزلوا بعد عز من معاتلم

ناواهم صارخ من بعد دفتهم

این وجوه التي كانت منعمة

فاصفح القبائر عنهم فيه سائله

قد لمال ما اكلوا دهر او عاشروا

ترجمہ: رات گزاری ان لوگوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کہ ان کی حفاظت کر رہے تھے موٹی گردن

اشخاص پس پہاڑوں کی چوٹیاں انھیں بے پروا نہ کر سکیں۔ عزت و توقیر کے بعد ذلت کے ساتھ ان قلعوں

سے نیچے اتارے گئے اور مٹی کے گڑھوں میں سکونت دی گئی کس قدر بُری جگہوں میں اتارے

گئے ہیں۔ انھیں دفن ہو جانے کے بعد ایک شخص نے چیخ کر کہا، کہاں ہیں کنگن تاج اور بہاں

کہاں ہیں وہ چہرے جو تازا و بختوں سے ملے تھے کہ جن کے سامنے حیرت پر دے لگے

ہوئے ہوتے تھے۔ پس سوال کر نیوالے کو واضح طور سے قبر سے جواب ملا ان چیزوں

پر حشرات الارض ڈیرا ڈالے ہوئے ہیں جو ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ کتنے طویل زمانہ

تک یہ لوگ کھاتے اور پیتے رہے پس اب کو کھایا جاتا ہے۔

پس متوکل رونے لگا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آلسنوؤں سے تر ہو گئی، حاضرین بھی

رونے لگے۔ متوکل نے آپ کو چار ہزار دینار دیکر عزت و تکریم کے ساتھ آپ کو رخصت

کیا۔

یحییٰ بن ہبیرہ کہتا ہے کہ فقہانے متوکل کے سامنے مذاکرہ کیا کہ کس نے حضرت آدمؑ

کا سر مونڈا تھا لیکن ان پر اس کا انکشاف نہ ہو سکا کہ کس نے مونڈا تھا تو متوکل نے کہا کہ

کہ کسی کو علی بن محمد بن رضا کی طرف بھیجا اور انھیں اس مجلس میں بلایا جاتے آپ تشریف

لائے تو آپ سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے اپنے جدِ بزرگوار

سے انھوں نے اپنے جد سے انھوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی، آپ نے

فرمایا کہ خداوند عالم نے جبریل امین کو حکم دیا کہ جنت کے بوابت میں سے ایک بابت سے
جائے۔ پس جبریل وہ بابت لے کر آئے اور وہ آدمؑ کے سر پر پھیرا۔ جس سے ان کے بال
جھڑ گئے۔ پس جہاں تک اس بابت کا نور پہنچا وہ جگہ حرم ہو گئی اور یہ روایت موضوعاً رسول
اللہؐ سے بھی نقل ہے۔

وفات

حضرت علی بن محمد بن علی بن موسیٰ رضاؑ نے جمادی الآخر ۲۵۴ھ میں سامرہ میں
وفات پائی۔ آپ مدینہ میں ماہ رجب ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ وفات آپ کا
سن مبارک چالیس سال تھا۔ آپ کی وفات معتمد باللہ کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ سامرہ میں
دفن ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔

اولاد

آپ کی اولاد میں سے امام حسن عسکریؑ ہیں۔

(آپ کی متفقہ تاریخ ۵۔ رجب ۲۱۴ھ ہے اور تاریخ وفات ۳۔ رجب ۲۵۴ھ
آپ کو معتمد عباسی نے زہر سے شہید کیا۔)

حضرت حسن عسکریؑ

وہ جناب حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔

آپ کی والدہ کنیز ہیں جن کا نام سوسن ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو عسکری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ۲۳۱ھ میں سامرہ میں پیدا ہوئے اور سامرہ میں ہی ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا سن مبارک ۲۹ سال تھا۔ یہ محمد علی اللہ کا زمانہ حکمرانی تھا۔ آپ عالم ثقہ تھے۔ آپ اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے۔ آپ کے احادیث میں سے شراب کے متعلق آپ کی حدیث عجیب و غریب ہے۔

میرے (مؤلف) کے جدِ مادری ابو الفرج نے اپنی کتاب مسمیٰ تحریم خمر میں ذکر کیا ہے اور میں نے ان کے خط سے ہی نقل کیا ہے اور انھیں کہتے بھی سنا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے عبد اللہ بن عطاہروی کو کہتے سنا کہ وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین علوی کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے حسن بن علی عسکری کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن محمد کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے علی بن محمد کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پدر عالی قدر موسیٰ کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت جعفر بن محمد کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد محمد بن علی کو فرماتے ہوئے

سنا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار علی بن حسین کو کہتے ہوئے سنا، وہ فرماتے ہیں میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے بزرگوار علی ابن ابی طالب کو یہ فرماتے ہوئے سنا، وہ فرماتے ہیں میں اللہ کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے محمد رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے میکائیل کو کہتے ہوئے سنا، وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اسرافیل کو کہتے ہوئے سنا، وہ کہتا ہے میں نے لوح محفوظ پر، خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ کہتا ہے میں نے خداوند عالم کو ارشاد فرماتے سنا کہ شراب پیئے والا ثبت پرست ہے۔ جہاں میرے جد مادری نے یہ حدیث نقل کی ہے کتاب تحریم الخمر میں تو کہا ہے کہ ابولقیم فضل بن دین کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے کہ جیسے عمرت طیبہ طاہرہ نے روایت کیا ہے اور انکب جماعت نے بھی روایت کیا ہے جن میں ابن عباس، البیربرہ، انس اور عبد اللہ بن ابی روفی اموی وغیرہ ہیں۔

وفات

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؑ کی وفات سنہ ۴۰ھ میں ہوئی ہے۔

اولاد

آپ کی اولاد میں سے حضرت امام محمدؑ ہیں۔

(آپ کی ولادت، ۱۰ ربیع الثانی ۲۳ھ کو ہوئی اور معتز عباسی کے حکم سے سامرہ

میں بوقت صبح بروز جمعہ ۱۰ ربیع الاول ۴۰ھ زہر دیا گیا)

حضرت حجت ہمدی علیہ السلام

وہ جناب مرحوم دین حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن
الحسین بن علی ابن ابیطالب ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو القاسم ہے۔
وہ جناب خلف حجت صاحب الزمان قائم، منتظر اور تالی ہیں۔ اور وہ جناب آخری
امام ہیں۔

ہمیں عبدالعزیز بن محمود بن بزاز نے ابن عمر سے حدیث بیان کی ہے۔ وہ
کہتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا آخری زمان میں میری اولاد میں سے ایک شخص خروج
کرے گا جس کا نام میرا نام اور جس کی کنیت میری کنیت ہے۔ وہ زمین کو عدل و
الضاف سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔ پس یہ جناب وہی ہمدی ہیں
یہ حدیث مشہور ہے۔

ابوداؤد اور زہری نے حضرت علیؑ سے اسی معنوم کی حدیث نقل کی ہے۔
اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر زمانہ میں سے صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے تو
بھی خدا میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو عدل و الضاف سے
پر کرے گا۔ اور اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔ آپ کو
دوناموں والا کہا جاتا ہے۔ محمد اور ابو القاسم۔ کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ کنیز تھیں
جن کا نام صیقل ہے۔

سدی نے کہا ہے کہ حضرت ہمدی اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ جمع ہوں گے پس

نماز کا وقت آئیگا تو حضرت مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ سے کہیں گے آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ
تو حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ آپ نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرت عیسیٰؑ امام
مہدیؑ کے پیچھے ماموم ہو کر نماز پڑھیں گے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں اگر حضرت مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ کے پیچھے نماز پڑھتے تو
جائزہ ہوتا۔ اور اس کی دو وجہیں ہیں :

۱: یہ کہ حضرت مہدیؑ نماز میں ماموم ہونے کی وجہ سے امامت سے نکل جاتے اور
تابع ہو جاتے، (حالانکہ آپ امام اور متبوع ہیں) اور

۲: یہ کہ چونکہ سرکار رسالت آپؑ فرما چکے تھے کہ لانیبی بعدی اور تمام شریعتیں
منسوخ ہو گئی تھیں۔ پس اگر عیسیٰؑ مہدیؑ کو نماز پڑھاتے تو لانیبی بعدی والا
ارشاد وغیرہ شبہ سے گدلا ہو جاتا۔

تمام امامیہ (اشاعریہ) کا اعتقاد یہ ہے کہ خلفِ حجّت موجود ہیں، وہ زندہ ہیں
رزق کھاتے ہیں اور آپؑ کی حیات پر کسی دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔ منجملہ ان
کے یہ ہے کہ کئی لوگ ہیں جو طویل عمر ہیں مثلاً حضرت الیاسؑ کیونکہ معلوم نہیں کہ ان کی کتنی
عمر ہے اور وہ دونوں ہر سال اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ ان کے کچھ بال لیتا ہے اور وہ
ان کے۔ اور توراۃ میں ہے کہ ذوالقرنین تین ہزار سال زندہ رہے اور مسلمان
کہتے ہیں کہ ڈیڑھ دو ہزار سال !

محمد ابن اسحاقؑ نے کہا ہے کہ عروج بن عنق تین ہزار چھ سو سال زندہ رہا۔ وہ
حضرت آدمؑ کی گود میں پیدا ہوا اور عناق اس کی ماں تھی اور اسے حضرت موسیٰؑ بن
عمران نے قتل کیا تھا۔ اس کا باپ سیمان تھا۔ اور صنحاک کہ جس کا نام یواسف ہے،
ہزار سال زندہ رہا اور اسی طرح ظہورث بھی !

اور انبیاء میں سے بہت سے افراد ہیں جو ایک ہزار یا اس سے زیادہ سال

زندہ رہے مثلاً آدم، نوح، شیت اور اسی قسم کے انبیاء اور قینان نو سو سال زندہ رہا۔ ہبلائل آٹھ سو سال زندہ رہا۔ یفیل بن عید اللہ سات سو سال اور سلیم کا بن کہ جس کا نام ربیع بن عمر دیکھا چھ سو سال، عامر بن خراب پانچ سو سال زندہ رہا یہ عرب کا بادشاہ تھا۔ اسی طرح یتیم اللہ بن ثعلبہ اور اسی طرح سام بن نوح (یعنی یہ لوگ پانچ سو سال زندہ رہے۔ اور بعض تین سو سال کہتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ طویل عمر زندہ رہے۔

(آپ کی والدہ کا اسم گرامی زحیں خاتون ہے۔ آپ کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۶ھ کو ہوئی۔ ۲۶۰ھ سے غیبت صغریٰ میں آگئے اور ۱۵ شعبان ۳۲۹ھ سے غیبت کبریٰ شروع ہوئی)

مدح ائمہ علیہم السلام

تمام ائمہ کی مدح کو ابو الفضل بخئی بن سلامہ خصکغی نے اپنے مشہور قصیدہ میں بیان کیا ہے۔ جو مجھے بغداد کے بہت سے اساتذہ نے سنایا ہے خصکغی بغداد میں آیا تھا اور زکریا تبریزی خطیب سے اس کی ملاقات ہوئی اور اسے اپنا کلام سنایا جس میں یہ قصیدہ بھی تھا خصکغی میا فارقین کے علاقہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا ہوا۔ اس قصبہ کا نام طبری تھا۔ اس کی نشوونما حصن کیغا میں ہوئی پھر یہ میا فارقین کی طرف منتقل ہو گیا۔ یہ ایک عالم اور نثر و نظم میں فصیح و بلیغ تھا۔ اس کی وفات ۵۵۲ھ میں ہوئی۔

قصیدہ خاصا طویل ہے یہاں صرف وہی اشعار نقل کیے جاتے ہیں جن میں ائمہ اہلبیتؑ کا واضح تذکرہ موجود ہے :

وسائل عن حب اهل البيت هل اقرا علانا بنہ ام العجل
اور کہتے ہی لوگ محبت اہلبیت کے متعلق سوال کرتے ہیں کیا علی الاعلان بتاؤں یا انکار کروں
ہیہات حمز و ج سباحی ودعی جسم وهو الهدی والرشد
لیکن انکار کرنا عبث ہے کیونکہ انکی محبت میرے گوشت و خون میں جاری و ساری ہے وہ راشد تھے
حیدرة رحسان بعد لا شعلی وابنه محمد
حیدر ہیں ان کے بعد حسینؑ ہیں۔ پھر علیؑ اور ان کے بیٹے محمدؑ ہیں

جعفر الصادقؑ وابن جعفرؑ موسیٰ ویتاوی علی المسید

جعفر صادقؑ اور جعفر کے بیٹے موسیٰؑ اور ان کے بعد سردار علیؑ ہیں۔

اعنی الرضی شہ ابنہ محمدؑ شہ علیؑ وابنہ المسدد
میری مراد رضاؑ ہیں پھر ان کے بیٹے محمدؑ پھر علیؑ اور ان کے صالح بیٹے
الحسنؑ التالی ویتلو تلاوہ محمد بن الحسنؑ المفتقد
حسنؑ پچھلے ہیں اور ان کے بعد محمد بن حسنؑ غائب ہیں۔

فانہم ائمتہ و ساداتی وان لحانی معشر و قناد
پس یہ میرے امام اور سید ہیں اگرچہ لوگ مجھ پر لعنت کریں اور کم عقل کہیں
ائمتہ اکوم بہ ائمتہ اسمائہم مسطورۃ تطرود
وہ امام ہیں اور کہنے اچھے امام ہیں ان کے نام لکھے ہوئے عام الاستعمال ہیں۔
ہم حبیب اللہ علی عبادہ و ہم الیہ نہج و مقصد
وہ اللہ کی محبتیں ہیں اسکے بندوں پر اور وہ اس تک پہنچنے کا راستہ اور مقصد ہیں
کل النہار صوم لربہم فی الدیاجی رکع و سجود
وہ سارا دن روزہ دار ہیں اپنے رب کیلئے اور تاریکی شب میں رکوع و سجود کرتے ہیں
قوم اتی فی ہل اتی افسد یحہم ہل شک ذالک الاملحد
یہ وہ لوگ ہیں جنکی مدح سورہ ہل اتی میں آئی ہے اور اسمیں کافر کے علاوہ کسی کو شک نہیں
قوم لہم فی کل ارض مشہد لابل لہم فی کل قلب مشہد
یہ وہ لوگ ہیں جنکی ہر زمین میں قبر ہے، ہنیں بلکہ ہر دل میں قبر ہے۔

قوم منی و مشعران لہم و المردتان لہم و المسجد
یہ وہ لوگ ہیں کہ منیٰ اور عرفات و مشعر ابنی کیلئے ہیں صفا و مروہ و مسجد بھی ابنی کے واسطے ہیں
قوم لہم مکہ و الابطح و الخیف و جمیع و البقیع الغرقد
یہ لوگ ہیں جن کے لیے مکہ بطحا، خیف جمع جنت البقیع سب کچھ ہیں

توم لهم فضل ومجدا با ذخ یعرفنه المشرك والموحد
یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بلند زندگی ہے جسے مشرک و موحد جانتا ہے

ما صدق الناس ولا تصدقوا ما شکوا و افطر و او عید و
نہ لوگ سچ بولتے نہ صدقہ دیتے نہ حج کے افعال بجالاتے نہ فطرہ و عید کرتے
ولا عتبرا و اوجبوا حیا و لا صلا و لا صامو و لا تعبدوا
نہ جنگ کرتے نہ حج کو واجب سمجھتے نہ نماز و روزہ و عبادات بجالاتے

لولا رسول الله وهو جدہم یا حبیبہ الوالد والولد
اگر رسول اللہ نہ ہوتے جو کہ ان آئمہ کے جد بزرگوار ہیں کیا بہترین باپ اور اولاد ہے
و مصروع اللطف فلا اذکوة و فی الحشائش لصبیب یقتد
اور کر بلا کے مقتولوں کو تو میں یا وہی نہیں کر سکتا کہ دل میں ایک آگ جل رہی ہے

سیری الغرات بن رسول الله کامیا سیلحق الرومی وابن الاعفی سیرد
دریائے غرات کو نہ رسول دیکھ رہا تھا وہ پیاسا مارا گیا اور حشر امزادہ پتیارہا
حسبک یا ہلدا ر حسب من بغی علیہم یوم المعاد الصمد
اے فلا نے تیرے اور جو ان پر بغاوت کرے اس کیلئے قیامت کے دن خدائے بے نیاز کافی ہے

یا اہلبیت المصطفیٰ یا عدا فی ومن علی حبہم اعتماد
اے اہل بیت مصطفیٰ میرے زاد راہ اور وہ کہ جن کی محبت پر مجھے بھروسہ ہے

انتم اے الله عندا وسیلتی فکیف اشفی وبکم اعتضد
کل اللہ کے پاس تم بھی میرا وسیلہ ہو پس میں کس طرح بد بخت ہو سکتا ہوں جبکہ آپ مدد طلب کرتا ہوں
و لیکم فی الخلد حی خالسد والضد فی نار رطی خالسد

لنمٹاؤ دست ہمیشہ خلد میں زندہ رہیگا اور دشمن ہمیشہ آگ کے شعلوں میں جلتا رہے گا
ایک اور شاعر کہتا ہے :

مبارکۃ اسماء کل محمدی واربعة اسماء کل علی

چار ناموں کا واسطہ جو محمدؐ ہیں اور دوسرے چار نام جو علیؑ ہیں ان کا واسطہ

بالحسنین السیدین وجعفر وموسیٰ اجر فی السخی لہم ولی

اور حسنینؑ کا صدقہ جو سردار ہیں اور جعفر و موسیٰؑ کی وجہ سے مجھے پناہ دے میں ان کا موالی ہوں

میں کہتا ہوں امام کے لئے شرط ہے کہ وہ معصوم ہو تا کہ وہ غلطی میں مبتلا نہ ہو اور

کسی اصلاح کرنے والے کا محتاج نہ ہو۔ ورنہ تسلسل غیر متناہی لازم آئے گا اور تسلسل ہی

ہے اور چونکہ یہ اللہ کی حجت ہیں اس کے بندوں پر اور حجت کی شرط یہ ہے کہ وہ ہر عریب سے

پاک ہو۔

صفات اخلاق امہ طہرینؑ

اب ذکر کیا جاتا ہے ان واقعات کا جو ان کی ذریت ان کے اچھے اخلاق اور بہترین صفات میں ہم تک پہنچے ہیں:

حکایت ہمیں عبدالمکمل منظر بن غالب حرجی نے اپنی سند سے بیان کی ہے کہ عبد اللہ بن مبارک ایک سال حج کر رہا تھا اور ایک سال چھاؤں کا تھا اور یہ کام اس نے پچاس سال تک کیا، وہ کہتا ہے کہ جب وہ سال آیا جس میں حج کا تھا تو میں اپنی آستین پانچ سو دینار ڈالے اور اونٹوں کی منڈی کی طرف کوہ روانہ ہوا تاکہ اونٹ خرید کر وہاں میں نے ایک عورت کو ایک مزلہ پر دیکھا کہ وہ ایک مردار بطخ کے پرکھینچ رہی ہے۔ میں اس کی طرف بڑھا اور کہا یہ کیا کر رہی ہو تو اس خاتون نے کہا اے اللہ کے بندے ایسی بات نہ پوچھو جو تمہارا مقصود نہیں۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے کلام سے میرے دل پر کچھ اثر ہوا اور میں اصرار کرنے لگا تو اس نے کہا اے خدا کے بندے تو نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اپنا بھید تیرے سامنے ظاہر کر دوں اور میں اولاد علیؑ سے ہوں، میری چار بیٹیم بیٹیاں ہیں کہ تھوڑا عرصہ ہوا ان کا باپ مر گیا ہے اور آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا لہذا ہمارے لیے اب مردار حلال ہے پس اسی لیے میں نے یہ بطخ اٹھائی ہے کہ اسے صاف کر کے اپنی بیٹیوں کے پاس لے جاؤں تاکہ یہ ہمارا پیٹ بھر سکے۔ میں نے اپنے دل میں کہا وائے ہو بخت پر اے مبارک کے بیٹے تو اس بات سے غافل کیوں ہے؟ میں نے

اس خاتون سے کہا اپنی گود پھیلا۔ اس نے دامن پھیلا یا تو میں نے وہ دینار اس کی چادر میں
 ڈال دیئے۔ اور وہ سر نہیچا کئے ہوئے میری طرف دیکھتی رہی۔ میں سیدھا اپنے گھر چلا آیا
 خدا نے اس سال میرے دل سے حج کی خواہش محو کر دی، پھر میں اپنے وطن چلا گیا اور
 وہیں رہا یہاں تک کہ لوگ حج سے فارغ ہو کر لوٹے۔ میں بھی اپنے پڑوسیوں اور دوستوں
 کے استقبال کیلئے نکلا۔ پس جسے بھی میں کہتا تھا کہ خداوند عالم تیری دعا قبول اور تیری کوششوں
 کو مشکور فرمائے تو وہ میرے متعلق بھی یہی الفاظ کہتا اور کہتا کیا فلاں مقام پر تم ہمارے ساتھ
 نہ تھے۔ اکثر حاجیوں نے مجھ سے اسی قسم کے الفاظ کہے۔ میں اسی شش و پنج میں رات کو
 سو گیا۔ میں نے عالم رویا میں رسول اللہ کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں اے
 عبد اللہ تعجب نہ کر چوتھ تو نے میری اولاد میں سے ایک مصیبت زدہ خاتون کی فریاد سنی
 کی پس میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی ہے کہ وہ تیری صورت میں ایک فرشتہ پیدا کرے جو
 تیری طرف سے ہر سال قیامت تک یہ عمل کرتا رہے۔ اب تم چاہو حج کرو یا نہ کرو۔
 یہ حکایت ایک دوسرے طریقے سے بھی منقول ہے اور وہ یوں ہے کہ اس ابن
 مبارک کا چھوٹا سا لڑکا بعض سادات کے گھر گیا۔ پس اس نے انھیں دیکھا کہ وہ گوشت
 کھا رہے ہیں لیکن اس بچے کو کھانا نہ دیا۔ وہ روتا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا۔ ابن مبارک
 نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا میں فلاں شخص کے گھر گیا وہ بطخ کا گوشت
 کھا رہے تھے لیکن مجھے نہیں دیا۔ وہ سادات اس کے پڑوسی تھے۔ پس عبد اللہ نے کسی
 کو بھیجا جس نے جا کر انھیں ملامت کی تو اس نے بڑھیا نے پیغام بھیجا کہ تو نے ہمیں اپنے حالات
 کو ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تحقیق کہ مکان کا مالک فوت ہو گیا ہے اور کچھ پیغم بچے
 چھوڑ گیا ہے ہمیں پانچ دن ہو گئے ہیں کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا۔ اور آج میں ایک
 منزلہ کی طرف گئی تو وہاں ایک مرد بطخ دیکھی۔ میں اسے اٹھالائی اور صاف کیا۔ اور
 تیرا بیٹا اس وقت ہمارے پاس آیا جب ہم اسے کھا رہے تھے۔ میرے لئے یہ جائز

ہنیں تھا کہ میں اسے یہ مردار کھلائی۔ جب کہ اُسے حلال مل سکتا ہے اور اس میں حلال کی
مقدرت ہے۔ پس ابن مبارک رو پڑا اور انہیں پانچ سو دینار بھیجے۔ اور اس وجہ سے
وہ اس سال حج کو نہ جاسکا۔ اور خواب دیکھا۔

مجھ سے ابو محمد عبد الوہاب مرقی نے بیان کیا کہ میرے ایک پڑوسی نے

حکایت

بیان کیا کہ میرا ایک دوست تھا اولاد حسین میں سے جو نہایت

مفلوک الحال تھا میں اس سے سلوک کرتا رہتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک سال حج کے

لیے گیا اور جب واپس آیا تو اس کی حالت کچھ بہتر ہو چکی تھی۔ میں نے اس کے بارے میں

اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا میں نے اس سال حج کیا ہے میں فقیر تھا اور پیدل چل رہا تھا

پس میں تین دن اس حالت میں رہا۔ مجھے کھانا بھی نہ ملا۔ میں چل رہا تھا کہ میرے پاؤں

سے کوئی چیز ٹکرائی۔ وہ ایک پھتیلی تھی جسے میں نے اٹھالیا۔ اُسے کھولا تو اس میں ہزار

دینار تھے پس میں نے دل میں کہا کہ اس میں تصرف کرو اور اس سے کھانا خرید کر نفس

بہت مضر رہا لیکن میں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم جب تک اس کی ملکیت ظاہر نہ ہو پس

میں نے اچانک ایک منادی کو ندا کرتے سنا، میں نے اس کے مالک سے کہا تم کیا

دو گئے اس شخص کو جسے وہ ملی ہے۔ کہنے لگا کیا دوں۔ میں نے کہا سو دینار۔ کہنے لگا

کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ ایک دینار کہنے لگا کہ نہیں ایک دینار بھی نہیں دے سکتا۔

میں نے وہ پھتیلی اس کی طرف پھینک دی۔ پس اس نے میری طرف دیکھا اور پوچھا کہ

تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا بغداد کا۔ کہنے لگا کیا کام کرتے ہو۔ میں نے

کہا کچھ بھی نہیں میں ایک سیّد ہوں میرے لیے کوئی کاریگری نہیں۔ اس نے کہا اس

کی اولاد میں سے ہو میں نے کہا اولاد حسین میں سے۔ کہنے لگا تجھے کون پہچانتا ہے

میں نے کہا حاجی لوگ۔ پس ایک گروہ آیا جس نے مجھے پہچانا۔ پس اس نے وہ پھتیلی

میری طرف پھینک دی اور کہنے لگا لے جاؤ۔ تو میں نے اس سے کہا تم تو ایک

دینار دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ یا اب سارے دے رہے ہو۔ کہنے لگا تمہیں معلوم ہوتا چاہیے کہ یہ میرے پاس امانت تھی جو عزرا سان کی طرف سے آئی ہے اور اس کے مالک نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ صرف اس سید کو دوں جو اولاد حسین ہو۔ اور تم ایسے ہی ہو۔ پس میں نے وہ کھیتی لے لی اور میرے حالات درست ہو گئے۔

میں نے عبداللہ بن احمد مقدسی سے ۶۲ھ میں پڑھا وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب غلقط میں پڑھا اور غلقط میرے جد مادری ابو الفرج

حکایت

کی کتاب ہے وہ کہتا ہے کہ بلخ میں ایک شخص اولاد علیؑ میں سے رہتا تھا اس کی ایک بیوی اور چند لڑکیاں تھیں، وہ شخص فوت ہو گیا۔ اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں شامت اعدا کے خوف سے بلخ سے نکل کر سمرقند کی طرف اپنی بیٹیوں کو لیکر روانہ ہوئی جب ہم اتفاقاً سخت سردی کے وقت وہاں پہنچے، میں نے اپنی لڑکیوں کو ایک مسجد میں بٹھایا اور خوشہ کو چلی تاکہ ان کے کھانے کیلئے کوئی انتظام کروں۔ میں نے ایک جگہ لوگوں کو ایک شیخ کے گرد جمع دیکھا تو اس کے متعلق سوال کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رئیس شہر ہے۔ پس میں یہ سن کر اس کے نزدیک گئی اور اس سے اپنے حالات بیان کئے تو وہ کہنے لگا گواہ لے آؤ کہ تم اولاد علیؑ ہو پھر وہ میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ میں مایوس ہو کر مسجد کی طرف آ رہی تھی کہ راستے میں ایک شیخ کو ایک چوہے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس کے گرد بھی کچھ لوگ جمع تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا خدا من البلاد (شہر کا وارث) ہے۔ اور یہ عجیبی ہے۔ میں نے کہا شاید ہماری مصیبت اس سے دور ہو سکے۔ میں اس کے پاس گئی اور اپنی حالت بتائی اور جو شیخ البلاد کے ساتھ واقعہ گزرا اٹھا وہ بھی بیان کیا اور یہ کہ میری بیٹیاں مسجد میں بیٹھی ہیں اور ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے وہ گزارہ کر سکیں۔ پس اس نے اپنے خادم کو آواز دی، وہ آیا تو اس سے کہنے لگا کہ اپنی مالک سے جا کر کہو کہ وہ اپنا برقعہ اوڑھ کر

آئے۔ پس وہ خادم اندر گیا۔ اس کے ساتھ ایک عورت باہر نکلی جس کے ساتھ کنیزیں
 تھیں۔ وہ شخص اپنی بیوی سے کہنے لگا اس عورت کے ساتھ جاؤ اور اس کی بیٹیوں کو
 گھر میں لے آؤ۔ وہ عورت میرے ساتھ اور میری بیٹیوں کو اپنے گھر لے گئی۔ انہوں
 نے اپنے مکان میں ہمارے لیے علیحدہ ایک جگہ کا بند و بست کیا۔ ہمیں حمام کرا کر
 بہترین لباس پہنائے اور بہترین کھانے کھلائے۔ پس ہم نے بڑی اچھی حالت میں رات
 گزاری۔ جب آدھی رات ہوئی تو شیخ ابلاد (رئیس شہر) مسلمان نے خواب میں دیکھا
 کہ گویا قیامت قائم ہے اور لوائے محمد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ فگن ہے
 اچانک اسے ایک زمر و سبز کا محل وقف نظر آیا تو اس نے پوچھا یہ قصر کس کا ہے؟
 تو اس سے کہا گیا کہ یہ مسلمان موحّد شخص کے لیے ہے پس وہ رسول اللہ کی خدمت میں
 گیا آپ پر سلام کیا تو آپ نے مُنّہ پھیر لیا۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا کہ اے رسول خدا آپ مجھ
 سے مُنّہ پھیر رہے ہیں حالانکہ میں مرد مسلمان ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تو بھول گیا ہے و
 بات جو تو نے اس سیدانی کے لیے کہی تھی۔ اور یہ قصر اس شیخ کا ہے جس کے گھر میں
 اس وقت وہ سیدانی ہے۔ پس وہ شخص خواب سے بیدار ہوا اور وہ منہ پر طمانچہ
 مارتا اور روتا تھا۔ پس اس نے اپنے غلام سارے شہر میں پھیلا دیے اور خود بھی
 شہر میں اس سیدانی کی تلاش میں پھرنے لگا۔ پس اسے خبر ملی کہ وہ تو مجوسی کے گھر میں
 ہے۔ وہ اس مجوسی کے ہاں آیا اور کہنے لگا کہ وہ علویہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میرے
 پاس ہے تو اس نے کہا کہ میں اسے لے جاتا چاہتا ہوں۔ اس مجوسی نے کہا یہ نہیں ہو سکتا
 شیخ ابلاد نے کہا ہزار دینار لے لو اور وہ سیدہ میرے سپرد کر دو۔ اس نے کہا خدا
 کی قسم نہیں میں لاکھ دینار پر بھی سپرد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جب اس نے زیادہ
 اصرار کیا تو کہنے لگا کہ جو خواب تو نے دیکھا وہی میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل و قصر
 تو نے دیکھا ہے وہ میرے لیے بنایا گیا ہے، تو اپنا اسلام جتلاتا ہے حالانکہ خدا کی

قسم میں اور میرے گھر والے اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ ہم سب اس علویہ کے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوئے۔ اور اس کی برکتیں ہم پر برابر نازل ہو رہی ہیں۔ میں نے رسول اللہ کو دیکھا ہے اور انھوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ وہ قصر تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے ہے۔ یہ سب اس احسان کے جو تو نے علویہ کے ساتھ کیا ہے۔ تم اہل جنت میں سے ہو اور خدا نے تمہیں ازل ہی میں مومن پیدا کیا ہے (یعنی علیم خدا میں تھا کہ تم مومن ہو جاؤ گے) اسی تاریخ میں میں نے عبداللہ بن مقدسی نے پڑھا اور اس نے کہا کہ

حکایت

میں نے کتاب جوہری میں ابن ابی الدینا سے منقول پایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ فلاں مجوسی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو وہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ لیکن وہ شخص اس پیغام کو پہنچانے سے جھجکا۔ کہ کہیں وہ مجوسی یہ خیال نہ کرے کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں۔ اس شخص کے پاس مال و نیابت کافی تھا۔ پس اس نے رسول اللہ کو دوبارہ بارہ دیکھا۔ تو وہ صبح کے وقت اس مجوسی کے پاس آیا اور اس سے علیحدگی میں کہا کہ میں رسول اللہ کا قاصد ہوں تیری طرف اور وہ تجھے کہہ رہے ہیں کہ وہ دعا قبول ہو گئی ہے تو اس مجوسی نے کہا مجھے پہچانتے ہو اس نے کہا کہ ہاں۔ میں دین اسلام اور نبوت محمد کا منکر تھا۔ اس نے کہا میں یہ جانتا ہوں لیکن انھوں نے تجھے تین مرتبہ پیغام دیا تو اس مجوسی نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ پس گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں) اس نے اپنے اہل خانہ اور ساتھیوں کو بلایا اور ان سے کہنے لگائیں گمراہی میں تھا اب حق کی طرف لوٹا ہوں پس تم بھی اسلام قبول کرو اور جو اسلام لے آئے تو جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس کا ہے اور جو انکار کرے وہ میرا مال میرے حوالہ کر دے۔ وہ کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اور اس کے گھر والوں نے اسلام قبول کیا اور اس کی ایک بیٹی کی شادی اس کے پوتے سے ہو گئی تھی پھر وہ مجھ سے کہنے لگا کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کونسی دعا

میں نے کہا کہ نہیں اور میں تجھ سے ابھی اس دعا کے متعلق سوال کرنے والا تھا تو اس نے کہا جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی تو کھانا تیار کیا اور لوگوں کو دعوت دی پس ان لوگوں نے میری دعوت قبول کی اور ہمارے پڑوس میں کچھ غریب سادات رہتے تھے۔ پس میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وسط خانہ میں میرے لیے ایک چٹائی بچھا دو۔ وہ کہتا ہے میں نے ان کی ایک بچی کو اپنی ماں سے کہے تھا کہ اہاں ہیں اس مجوسی نے اپنے طعام کی خوشبو سے تکلیف پہنچائی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ان کے لیے بہت سا کھانا، لباس اور درہم بھیجے۔ جب انھوں نے یہ چیزیں دیکھیں تو وہ بچی اوروں سے کہنے لگی خدا کی قسم ہم یہ کھانا نہیں کھائیں گے جب تک کہ ہم اس کے لیے دعا نہ کر لیں۔ پس ان خواتین نے اپنے ہاتھ بلند کئے کہ خدا تجھے (مجوسی کو) ہمارے جد بزرگوار کے ساتھ محشور کرے۔ ان میں سے بعض نے آمین بھی پس یہ وہ دعا تھی جو قبول ہو گئی ہے۔

ہمیں ہمارے جد مادری ابوالفرج نے اپنی اسناد سے خبر دی ہے اور

حکایت

سند کا سلسلہ ابن خصیب تک پہنچا یا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں سیدہ مادر متوکل کا منشی تھا۔ میں دفتر میں بیٹھا تھا کہ اس کا ایک چھوٹا نوکر آیا۔ وہ مادر متوکل کی طرف سے آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بھتیجی تھی جس میں ہزار دینار تھا اور وہ کہنے لگا کہ سیدہ تجھ سے کہتی ہے کہ اسے مستحقین میں تقسیم کر۔ کیونکہ یہ میرا پاکیزہ ترین مال ہے اور جن لوگوں میں تقسیم کرے ان کے نام بھی لکھ کر بھیج دے تاکہ جب اس قسم کا مال میرے پاس ہو تو میں اپنی لوگوں پر صرف کروں۔

ابن خصیب کہتا ہے کہ میں نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان سے مستحقین کے متعلق سوال کیا۔ پس انھوں نے کچھ اشخاص کے نام بتائے اور میں نے ان میں تین سو دینار تقسیم کئے بقیہ میرے پاس آدھی رات تک باقی رہے۔ اچانک کسی نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہے کہنے لگا فلاں سید جلوسی ہوں، وہ میرا پڑوسی تھا۔ پس میں نے کہا یہ

ایک مدت سے میرا پڑوسی ہے اور کبھی میرے پاس کوئی مطلب لیکر نہیں آیا۔ میں نے اسے اجازت دی۔ وہ اندر داخل ہوا۔ میں نے اسے مرحبا کہا اور اس سے کہا کہ آپ کو اس وقت کیا ضرورت لاحق ہوئی ہے تو اس نے کہا کہ ابھی اولاد رسول میں سے ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اور میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ میں اسے دے سکوں۔ (ابن خضیب کہتا ہے) پس میں نے اس سید علوی کو ایک دینار دیا۔ وہ اس نے لے کر میرا شکریہ ادا کیا اور چلا گیا۔ جب وہ دروازہ پر پہنچا تو میری بیوی روتی ہوئی باہر آئی اور مجھ سے کہنے لگی: مجھے شرم نہیں آتی کہ یہ شخص میرے پاس آیا اور تو نے اسے صرف ایک دینار دیا ہے حالانکہ اس کے استحقاق کو تو جانتا ہے۔ اسے سب رحم دیدے۔ وہ کہتا ہے اس کے کلام نے میرے دل پر اثر کیا اور میں اس کے پیچھے گیا۔ اور وہ پھٹلی اسے دیدی پس اس نے لے لی اور چلا گیا۔ پس جب میں گھر کی طرف پلٹا تو میں بہت لیشیمان ہوا۔ اور میں نے کہا ابھی یہ خبر متوکل تک پہنچ جائیگی، چونکہ وہ اولاد علیؑ سے بعض رکھتا ہے اس لیے مجھے قتل کر دیگا۔ میری بیوی مجھ سے کہنے لگی: ڈر مت اور خدا پر اور ان کے حد بزرگوار پر بھروسہ رکھو۔ پس میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک دروازہ پر دو مشعلیں اور شمعیں ان کے ہاتھ میں تھیں اور وہ کہہ رہے تھے کہ سیدہ بچھے بلا رہی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں گھبراہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر چلتا تھا کہ پے در پے غلام چلے آ رہے تھے انہوں نے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں داخل کیا یہاں تک کہ مجھے ام متوکل کے پردہ کے پاس کھڑا کر دیا۔ مجھ سے خادم نے کہا کہ سیدہ اس پردہ کے پیچھے ہیں۔ یہ کہتا ہے میں نے ام متوکل کے رونے کی آواز سنی، وہ گریہ و زاری کرتی اور کہتی کہ خداوند عالم بچھے اور میری بیوی کو جزائے خیر دے۔ میں سوئی ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ لے آئے اور فرمایا بچھے اور میری بیوی کو جزائے خیر دے پس اس کا کیا مطلب ہے۔ احمد کہتا ہے کہ میں نے گزشتہ واقعہ اسے سنایا، وہ روتی جاتی تھی۔ پس اس نے کچھ دینار اور لباس

مجھے دیے اور کہا کہ یہ سید علوی کے لیے ہیں۔ اور یہ تیری بیوی کے لیے اور یہ تیرے لیے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ مال ایک لاکھ دہم کے قریب تھا۔ پس وہ مال لیکر سیدھا میں میں سید علوی کے گھر پہنچا۔ وروانہ کھٹکھٹایا اس نے فوراً اندر سے پکار کر کہا۔ لے آؤ اے احمد جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ وہ روتا ہوا باہر آیا۔ میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ جواب میں اس نے کہا کہ تم سے رخصت ہو کر جب میں گھر میں داخل ہوا تو میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ یہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے اسے تمام قصہ سنایا تو اس نے کہا اٹھو ہم نماز پڑھیں اور سیدہ، احمد اور اس کی بیوی کے لیے دعا کریں۔ پس ہم نے نماز پڑھی اور دعا کی۔ پھر میں سویا تو رسول اللہ کو خواب میں دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ میں نے ان کا شکریہ ادا کر دیا ہے اس احسان کے بدلے جو انھوں نے تیرے ساتھ کیا اور اب وہ جو کچھ لیکر آئیں گے وہ بھی قبول کر لینا۔

یہ حکایت مسعودی نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن ابراہیم بن مصعب سے نقل کی ہے۔ وہ بغداد کی پولیس کا افسر تھا۔ اس نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا، وہ فرما رہے ہیں کہ قاتل کو چھوڑ دے، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنے عملے سے پوچھا تو انھوں نے کہا ہمارے پاس ایک شخص ہے جو قتل میں ملوث ہے پس انھوں نے اسے حاضر کیا تو اس نے کہا کہ مجھے سچی بات بتا کہ اس نے کہا بتانا ہوں۔ ہم ایک جماعت تھے جو ہر رات اکٹھے ہو کر شراب پیتے تھے۔ کل رات ہمارے پاس وہ بڑھیا آئی جو ہمارے ہاں آیا جا بیا کرتی تھی۔ اور ہمارے لیے عورتیں جہتیا کیا کرتی تھی۔ ہم گھر میں داخل ہوئے۔ اس بڑھیا کے ساتھ ایک لڑکی تھی جو حد درجہ حسینہ تھی جب وہ لڑکی وسط خانہ میں آئی اور ہمیں اس حالت میں دیکھا جس میں ہم تھے تو اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئی۔ پس میں اسے ایک کمرہ میں لے گیا جب اسے آفاقہ ہوا تو میں نے اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگی اے نوجوان

میرے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، واقعتاً مجھے اس بڑھیا نے دھوکا دیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ اس کے پاس ایسا موزا ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں اس نے مجھے شوق دلایا کہ میں اسے ضرور دیکھوں پس میں اس کے قول پر بھروسہ کرتے ہوئے چلی آئی تاکہ وہ موزہ دیکھوں۔ پس وہ اچانک مجھے ہمتارے پاس لے آئی۔ حالانکہ میں سید زادی ہوں۔ میرے جد بزرگوار رسول خدا اور میری مادر گرامی جناب فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں۔ پس میرے بارے میں ان کا لحاظ کرو۔ یہ کہتا ہے پس میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا، انھیں اس کے حالات بتائے اور ان سے کہا کہ اس سے تعرض نہ کرو پس گویا کہ میں نے انھیں اس پر برا نیکیختہ کر دیا تھا۔ پس وہ اس کی طرفنا جانے کے لیے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جب تو اس سے اپنا مقصد پورا کر چکا تو اب ہمیں اس سے باز رکھنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس کی مدد کیلئے کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں اس تک کوئی بھی ہتھیار پہنچ سکے گا۔ پس ہم گتھم گتھا ہو گئے یہاں تک کہ مجھے کافی زخم آ گئے۔ اور میں ان میں سے اس کی طرف بھٹپا جو اس کے بارے میں سب سے زیادہ حریف تھا۔ اس پر بھٹپا اور اسے قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس لڑکی کو سب سے بہ عافیت چھٹکارا اور لادیا۔ اور صحیح و سالم اسے اس مکان سے نکال دیا۔ پس میں نے اسے کہتے ہوئے سنا کہ وہ میرے بارے میں کہہ رہی تھی خدا تیری پردہ پوشی کرے جس طرح تو نے میری پردہ پوشی کی اور خدا تیری مدد کرے جس طرح تو نے میری مدد کی۔ پڑوسیوں نے چیخ و پکار سنی تو وہ گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت چھری میرے ہاتھ میں تھی اور وہ شخص اسے اپنے خون میں لت پٹ پڑا تھا۔ پس مجھے اسی حالت میں ہمتارے پاس لایا گیا۔ تو اس نے کہنے لگا میں تیرے اس گناہ کو معاف کرتا ہوں جو تجھ سے ہوا۔ اور اللہ اور رسول کے صدقہ میں تجھے بخشتا ہوں۔ تو وہ شخص کہنے لگا مجھے اس کے حق کی قسم ہے کہ جس کے صدقہ میں تو مجھے بخش رہا ہے میں اس کی نافرمانی دوبارہ نہیں

کروں گا۔ والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی محمد وآلہ وسلم !

میرے (مؤلف) حیدرآدری نے غیب اللہ سے بیان کیا، وہ

کتاب ہے کہ تجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابو عامر و اعظ کو کہتے ہوئے سنا: میں ایک دن مسجد رسول اللہ میں بیٹھا ہوا تھا

کہ اچانک میرے پاس ایک سیاہ رنگ غلام آیا وہ ایک رقعہ لیکر آیا۔ میں نے رقعہ لیکر

کھولا اس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خداوند عالم تجھے غور و فکر کے ساتھ قصہ

گوئی کرنے سے لقمہ دے اور غربت کے ساتھ مانوس رہنے کا تجھ پر احسان کرے اور

خلوت میں رہنے کی محبت کیلئے تجھے انتخاب کر لے اسے ابو عامر میں میرے بھائیوں میں

سے ایک ہوں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم مدینہ میں آئے ہو پس میں اس سے خوش ہوا۔ اور

مجھے بھاری زیارت کی خواہش پیرا ہوئی۔ مجھے شوق ہے کہ بھارے ساتھ بیٹھیوں اور

بھاری باتیں سنوں۔ وہ شوق اتنا زیادہ ہے کہ اگر میرے ارپہ ہوتا تو سایہ ڈال دیتا

اور اگر میرے منجھے ہوتا تو مجھے اٹھالیتا۔ پس میں اس کا واسطہ دیکر حکم سے سوال کرتا ہوں

کہ جس نے تمہیں نصاحت و بلاغت بخشی ہے کہ وصال کے پردوں کے ساتھ اپنی زیارت سے

مجھے ملتی کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں بھاری زیارت، چاہتا ہوں لیکن خداوند

عالم نے کئی آزار کی وجہ سے معذور کر دیا ہے۔ والسلام !

ابو عامر کہتا ہے کہ میں اس قاصد کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ وہ مجھے مسجد بقیہ

کے پاس لے آیا۔ اور مجھے ایک وسیع لیکن غیر آباد گھر میں لے گیا۔ کہتے تھے یہاں رُک جاد

تاکہ میں اجازت لے لوں۔ پس میں رُک گیا تو وہ غلام اندر گیا اور فوراً باہر آیا اور کہنے

لگا اب اندر نشر لائیے۔ پس میں اندر گیا۔ ایک تہنا کمرہ اس خرابہ میں تھا کہ

جس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا، ایک بوڑھا شخص قیلہ رو بیٹھا تھا جسے

تو واللہ بہانہ محبت الہی کی بنا پر دیکھی خیال کرتا اور خوفِ خدا سے محزون تھا۔ اس کا

حزن اس کے چہرے نمایاں تھا اور رو کر اس کی آنکھیں ختم ہو چکی تھیں، اس کی پلکیں زخمی
 ہو چکی تھیں۔ میں نے اس پر سلام کیا اس نے جواب دیا۔ پھر حرکت کی تو معلوم ہوا کہ وہ نابینا
 اور بہت زیادہ بیمار ہے۔ پس مجھ سے کہنے لگا اے ابو عامر خدا تمہارے دل کو گناہوں سے
 میل سے صاف کر دے اور تمہاری عقل میں چشمہ حکمت جاری کر دے۔ میرا دل ہمیشہ
 تمہارا مشتاق تھا اور تمہارے وعظ کو سننے کا شائق تھا۔ خدانے تجھے اس کے لیے
 کر کے بھیجا ہے جس کی بیماری سے تمام طبیب عاجز ہیں اور واعظین جس کی شفا
 مجبور ہیں۔ اور مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارا مریم زخموں کے لیے لفتح مند ہیں پس کمی نہ کرو
 عالم تم پر رحم کرے۔ رتیاتی کئے ڈالنے میں اگرچہ اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔ کیونکہ میں ایسے
 میں سے ہوں جو دوا کے درد پر صبر کر سکتے ہیں کیونکہ مجھے شفا کی امید ہے۔ ابو عامر
 بے کہ میں نے ایسا منظر دیکھا ہے کہ جس نے مجھے حیران کر دیا۔ اور ایسا کلام سنا جس نے
 گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ پس کافی طویل فکر کی۔ پھر کچھ کلام بلیسٹہ آسکا۔ بلیسٹہ ہونے پر اس نے
 حصول کی صعوبات کچھ کم ہو گئیں۔ پس میں نے کہا اے بزرگ اپنے دل کی آنکھ کو
 کی سمت کر اور اپنی معرفت کے کانون کو کھول تو دنیا ہی میں حقیقت ایمان کے سارے
 تجھے جنت نظر آئیگی۔ اور تو ان چیزوں کا مشاہدہ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو
 عطا کی ہیں۔ پس ان دونوں گھروں میں کتنا فرق ہے۔ کیا دونوں فریق موت میں
 نہیں۔ ابو عامر کہتا ہے پس وہ کر اپنے لگا اور چیخ و پکار کرنے لگا، بلند آواز سے روتے لگا۔
 جھک گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم تمہاری دوا میری بیماری کے لیے مفید ثابت ہوئی ہے۔
 مجھے امید ہے کہ تمہارے پاس میری شفا ہے مزید کہو خدا تم پر رحم کرے۔ پس میں نے
 اس سے کہا اے بھائی بیشک خداوند عالم تیرے بھید کو جاننے والا ہے اور تیری
 بات پر مطلع ہے۔ وہ تیری خلوت کے وقت کھینچ دیکھتا ہے جب کہ تو اس کی مخلوق ہے
 چھپتا ہے۔ اور اس کے سامنے گناہ کرتا ہے پس اس نے ایک اور چیخ ماری جو پہلی کی

سخت بھتی پھر کہنے لگا کون میرے فقر و فاقہ کا ضامن ہے اور کون میرے گناہوں اور غلطیوں کو معاف کرے گا۔ تو ہی ہے اسے میرے مولا اور تیری طرف میرا ملجا و ماویٰ ہے۔ پھر وہ گر کر مر گیا۔

ابو عامر کہتا ہے کہ میں پریشان ہو گیا اور کہنے لگا میں نے اپنے نفس پر کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ پس ایک لڑکی گھر سے نکلی۔ اس نے اون کی ٹیٹیں اور بالوں کی بنی ہوئی اور رھنی پہن رکھی تھی۔ کثرتِ سجدہ سے اس کی ناک اور پیشانی بڑی طرح متاثر تھی۔ اور طویل قیام کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ اور اس کے پاؤں متوحم ہو گئے تھے۔ پس وہ کہنے لگی خدا کی قسم کیا اچھا کام کیا تو نے عارف لوگوں کے دلوں کی ہڈیاں کرنے والے اور محزون اشخاص کے دکھوں کو دور کرنے والے، عالمین کا پالنے والا تیرے اس مقام کو نہ بھولے۔ اے ابو عامر یہ شخص میرا باپ تھا یہ بیس سال سے بیماری میں مبتلا تھا۔ اس نے اتنی نماز پڑھی کہ پیوندِ خاک ہو گیا اور اتنے روزے رکھے کہ کمر ٹڑھل ہو گئی۔ خوفِ خدا میں اتنا رویا کہ آنکھیں کھو بیٹھا۔ یہ تجھ سے ملنے کی اللہ سے دعا کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں ابو عامر کی مجلس میں ایک مرتبہ حاضر ہوا اس نے اس نے میری مڑوہ فکر کو زندہ اور میری بنید کو کم کر دیا تھا اور اگر دوبارہ اس سے سن لوں تو وہ مجھے قتل کر دیگا۔ پس اے واعظ خدا تجھے جزائے خیر دے اور جو حکمت تجھے خدا نے دے رکھی ہے اسے سودمند کرے پس حقیقاً تو نے اسے راحت و آرام میں پہنچا دیا ہے اس مصیبت سے جس میں وہ مبتلا تھا۔ پھر وہ اس ناتواں بوڑھے پر گر پڑی اس کی آنکھوں کے بوسے لیتی اور کہتی تھی اے بابا اے وہ انسان جسے اپنے گناہوں پر گریہ کرنے لے تا میں بنا کر دیا تھا وہ میرا باپ ہے۔ اے بابا اے وہ جسے اپنے پالنے والے کے عذاب کے خوف نے بجا کر دیا۔ وہ میرا باپ تھا اے میرے بابا ہمیشہ خوفِ خدا میں گریاں رہنے والے اور ہمیشہ استغفار اور توبہ کرنے والے، اے

اسے یاد دلانے والوں کے اور خطیبوں کے مقتول، اسے وعظ کرنے والوں اور
 حکمت و دانش کے پچھاڑے ہوئے۔ ابو عامر کہتا ہے کہ میں نے اس لڑکی سے
 اپنے حالات پر رونے والی اور مرنے والے پر گریہ و بکا کرنے والی میرا باپ
 راستے پر چلا گیا ہے اور وہ جنا کے گھر میں پہنچ چکا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کیا
 دیکھ لیا ہے اور وہ عمل اس کتاب میں حساب شدہ ہے جو میرے رب کے پاس
 پس حساب کرنے والے کے لیے قرب الہی ہے اور برے کام کرنے والا حزن
 کے گھر میں وارد ہوگا۔ پس اس لڑکی نے بھی باپ کی طرح چیخ ماری اور مسجد مصطفیٰ
 دوڑ کر گئی اور ستان سے صبر حاصل کیا الخ۔

تہت بالخیر

ہماری کتابیں

آن مجید ترجمہ و تفسیر انگریزی - قیمت صرف - ۱/۵۰ روپے

سول و اہلبیت رسولؐ ہر سہ حصے - ۱/۵۰ روپے

منو کتاب و سنت کی روشنی میں - ۱/۱۰

بچوں کی نماز ۲۰ پیسے آخری تاجدار اہمیت ۵۰ پیسے

مدۃ المجالس عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کی

سات بلند پارہ وقتاریہ کا مجموعہ ۲/۵۰

مدیاہ ۲۵ پیسے عید غدیر ۲۵ پیسے

المیت فی فضائل اہلبیت مصنفہ امام اہلسنت علامہ سیوطی ۱/۲۵

الشہادۃ و التین مصنفہ امام اہلسنت شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱/۲۵

شہداء ایمان مصنفہ علامہ امینی صاحب الغدیر - ۱/۱۰

امانی جناب سیئہ منظر ۲۰ پیسے تحفہ نماز جعفریہ ۲/۲۵

مراج الکلام نمبر مولانا سبط حسن مرحوم کی دس تقاریہ کا مجموعہ ۱/۵۰

نح البلاغہ انگریزی ترجمہ - ۱۵/۱۰ جہاد حسینی ۵۰ پیسے

ناتق سحریر: خطیب اہلبیت مولانا توقیر حسین زیدی - ۱/۱۰

با وقایہیل ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی دلائل و کتاب بھائی بھائی کا مدلل و

سکت جواب - از: مخزمتناظرین مولانا سید کرا حسین صاحب قبلہ مبلغ

درستہ الوداعین لکھنؤ (انڈیا) ۳/۵۰

مکمل عربی متن اور انگریزی ترجمہ - ۳/۱۰

خورشید خاور اردو ترجمہ شہنائے پشاور سلطان الوداعین آقلے شیرازی مترجمہ

مولانا محمد باقر صاحب مدیر اصلاح - ۶/۱

مقاریح الجبال عکسی طباعت اردو ترجمہ کے ساتھ قسم اول ۱۲/۵۰ دوم ۵۰/۵۰

بہت رسول کا حق وراثت مولانا محمد شریف صاحب سابق خطیب المسنت - ۳/۱

سیاست معاویہ و یزید محمود احمد عباسی کی خلافت معاویہ و یزید کا دندان شکن جواب

قسم اول - ۱/۱ - قسم دوم - ۸/۱

الہامیان فی اخبار صاحب الزمان ۱/۵۰

جلال العیون حصہ اول - ۲/۱

حق الیقین علامہ مجلسی ۳/۲۵

سیرۃ جناب قائمہ سلام اللہ علیہا - ۳/۱

گلستان حکمت مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل - ۱/۱

نور العصر مصنفہ: خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب دہلوی مظلہ العالی حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کا مقدس تذکرہ

قرآن مجید، تفسیر، حدیث، عقائد اور کلام سے استدالات پیش کیے گئے ہیں۔

کتابت و طباعت اعلیٰ - دیدہ زیب سرورق قسم اول ۶/۵۰ دوم ۲/۵۰

(دوسرا ایڈیشن)

ابوظال عوہن قریشی تحریر: علامہ عبداللہ الخنیزی (سعودی عرب)

توجہ: علامہ سید حیدر جواد کراروی مظلہ العالی مجتہد العصر - قسم اول - ۶/۱ دوم -

جملہ مذہبی کتب ملنے کا پتا:

مکہ: تعمیر ادب - پوسٹ بکس ۴۵ - لاہور